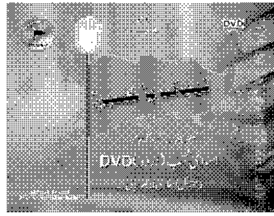
یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں۔

منجانب۔



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان





۷۸۶
۹۲_۱۱۰
یا صاحب الزماں ادرکنی

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

سیرت سیدنا حیدر کرار علیہ السلام

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

مُشکل کُشا

جلد دوم

مفسر قرآن حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ
فیصل آباد


بسم الله الرحمن الرحيم

مُشکل کشا امداد کُن

مُرتضیٰ ، شیرِ خُدا ، مرحب کشا امداد کُن
سرورا ، لشکر کُشا ، مُشکل کُشا امداد کُن
حیدرا ، اژدردرا ، ضرغام ہائل منظرا
شہرِ عرفاں را درا روشن دُرا امداد کُن

﴿از اعلیٰ حضرت بریلویؒ﴾

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

سیرت سیدنا حیدر کرار علیہ السلام

دوم

مشکل کشاء

مفسر قرآن حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

041. 2646756
0321.4926515
0300.6674752

نام کتاب	مشکل کشا جلد دوم
موضوع	سیرتِ حضرت علیؑ
مصنف	علامہ صائم چشتیؒ
پہلا ایڈیشن	جمادی الاول ۱۴۰۶ھ
پندرھواں ایڈیشن	جنوری ۲۰۰۸ء
طابع	محمد شفیق مجاہد
کمپوزنگ	چشتی کمپوزرز

800 روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز اُردو بازار لاہور

تقریظِ عالیہ

ازلسان العصر، تاجدارِ اقلیمِ سُخن، حضرت علامہ حامد الوارثی صاحب

جب نیازِ عشق تھا اب ناز ہے
یہ مرے انجام کا آغاز ہے

﴿جگر﴾

دُشمن کی ''ضرب'' سے خون کا کھولنا بدیہی امر ہے اور اگر دُشمن کا وار جان کی بجائے ایمان پر واقع ہو تو ایک سچا مسلمان تن، مَن، دَھن کی بازی لگا دیتا ہے، حتیٰ کہ اپنی اولاد کی قربانی کو بھی سعادتِ اُخروی کے مقابلہ میں دین کی ایک حقیری خدمت سمجھتا ہے، اُس کے جذبات میں ارتعاش اور خون میں جوش و ہیجان کا ایک بے پناہ طُوفان متلاطم ہو جاتا ہے، تلاطم لطمہ سے نکلا ہے جس کے معنی تھپڑ کے ہیں، یعنی اہلِ ایمان کا ضمیر غیرت کے تھپڑ سے برانگیختہ ہو کر تمام تر دُنیاوی مصلحتوں سے بے پرواہ ہو کر ہر وہ کچھ کر گذرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جس کا عقل تصور بھی نہیں کر سکتی۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل تھی محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

﴿علامہ اقبالؒ﴾

اگر عہدِ حاضر کا ایک احمق، ابلہہ، بے ضمیر اور نا محمود مصنف خارجی محمود عباسی خاندانِ ذیشانِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رکیک حملے نہ کرتا اور اہلِ بیتِ اطہار سلام اللہ علیہم کی تضحیک و تنقیص اور استخفاف و اہانت کے ناقابلِ بخشش جُرم کا مُرتکب نہ ہوتا، تو شائد محبی الحاج علامہ صائم چشتی ایک قلیل سی مُدت میں ادبیات اور دینیات کی رفیع الشان منازل پر فائز نہ ہوتے درجات کے اِس تُرفع کے بدلے تو صائم چشتی صاحب کو اس کا احسان مند ہونا چاہیے، البتہ اُس کی دریدہ دہنی کا جس سختی سے بھی نوٹس لیا جائے کم ہے۔

تحصیلِ قُرب ہے مجھے خیرالوریٰ کے ساتھ
ہر ایک انتہا ہے مِری ابتداء کے ساتھ

﴿حامد الوارثی﴾

محمود عباسی اور اُس کے ہمنواؤں کے رَد میں جناب علامہ صائم چشتی صاحب کی یہ چوتھی تصنیف لطیف ونظیف "مشکل کشا" آپ کے ہاتھوں میں ہے قبل ازیں شہیدؑ ابن شہیدؑ اور ایمانِ ابی طالبؑ کا آپ مطالعہ کر ہی چکے ہیں خود میں نے پہلی دفعہ "مشکل کُشا" کا حرف

بحرف مطالعہ کیا ہے میں اور تو کچھ نہیں کہتا اِس دوران میں !

یہ رُتبہٗ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مُدعی کے واسطے دار و رَسن کہاں

خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی مُوسیٰ طلسمِ سامری

﴿اقبالؒ﴾

جیسے شاہکار اشعار بار بار اور بے اختیار میری زُبان پر آتے رہے۔ غرض جنابِ صائمؔ چشتی زادقدرہٗ نے اپنی اِس خوبصورت تالیف کے خوبصورت ابواب باندھ کر بلیغ اور خوبصورت الفاظ میں نہایت حسین اور خوبصورت انداز میں مخالفینِ بے شعور کے بودے، لغو اور واہیات اعتراضات اور گھٹیا قسم کے عقائدِ باطلہ کے مکمل، مُفصّل، مدلّل اور مسکت جوابات دے کر غالبؒ مرحوم کے مصرعہ !

''ناطقہ سر بگریباں ہے اِسے کیا کہئے'' کی حقیقتِ حقّہ پر مُہر تصدیق ثبت کردی ہے............اور'' حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا ''

کے خلاف !

'' حق تو یہ ہے کہ حق ادا ہو گیا ''

حامد الوارثی عفی عنہ

فہرست

باب

آئینہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قلوبِ قوم کا حسّاس جذبوں سے تہی ہو جانا بالآخر احساس سود و زیاں کے مِٹ جانے پر ہی مُنتج ہوتا ہے۔ اور جب احساسِ سود و زیاں مٹ جاتا ہے تو پھر وہ شعلہ زادے انار کی پھیلانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، جن کی تخلیق ہی شائد خالقِ کائنات نے معاونتِ ابلیس کے لئے کی ہوتی ہے۔

اِسے مِن وَجہہ البصیرت کہیئے یا کوئی اور نام دے لیں، جِن خدشات و خطرات کا اظہار ہم مسلسل بیس برس سے کئے جا رہے ہیں وہ بالآخر اہلِ وطن پر مسلّط ہو ہی گئے۔

کسی بھی فِتنہ کے جنم لیتے ہی معمولی سی توجہ دینے سے اُس کو فنا آشنا

کیا جا سکتا ہے مگر جب اُسے نہایت معمولی اور حقیر سی چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے تو پھر اُس کے ہولناک نتائج سے عہدہ برآ ہونا ہی پڑتا ہے۔

ہم ارضِ پاک میں رہنے والے جمیع اہلِ اسلام کو بالعموم اور عُلمائے اہلِ سُنّت و جماعت کو بالخصوص عرصۂ دراز سے خارجیّت کے اُٹھنے والے شیطانی فِتنہ کی طرف بار بار متوجّہ کر رہے ہیں، لیکن ہماری کسی بھی گذارش کو لائقِ اِعتنا نہیں سمجھا گیا، بلکہ اکثر حضرات اَب تک منفی سوچ کے تانے بانے میں اُلجھے ہوئے ہیں، حالانکہ پانی اَب سَر سے اُونچا ہو گیا ہے اور خارجیّت کا وہ اِبلیسی فتنہ جو محض چند اِبلیس نوازوں تک محدود تھا، اَب وطنِ عزیز کے تمام شہروں اور قصبات تک پھیل چکا ہے۔

خارجیّت کے اِس بڑھتے ہوئے طُوفانِ بدتمیزی کو اَب کیسے روکا جا سکتا ہے ؟ یہ سوال اَب نہایت پیچیدہ ہو چکا ہے جس کا شافی جواب شائد کوئی بھی فردِ واحد نہ دے سکے۔ تاہم عرصہ دراز سے اِس اِبلیسی سازش پر گہری نظر رکھنے کی وجہ سے ایک اَیسا خاکہ پیش کیا جا سکتا ہے جس کے لئے اِجتماعی طور پر اگر ٹھوس بنیادیں مہیّا کی جا سکیں تو مُسلسل جدو جہد کے بعد اِس پر قابو پالینا خارج از امکان نہیں، تاہم اَب یہ مسئلہ آسان نہیں رہا بلکہ اِسے حل کرنے کے لئے اَب قدم قدم پر شدید تر مُشکلات اور سخت ترین اُلجھنوں سے متصادم ہونا پڑیگا۔

اِس میں عُلمائے کرام کی خصوصی توجّہ اور عوام کی دلچسپی کے ساتھ

ساتھ حکومت کو بھی اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ برِّصغیر میں قادیانی فتنہ کیسے پھلا پھولا اُس کے عواقب کو سامنے رکھتے ہوئے بلا تاخیر اجتماعی اقدام کیا جائے تو اس طُوفانِ بدتمیزی کا رُخ اُن صہیونی تنظیموں اور فرنگی سازشوں کی طرف موڑا جا سکتا ہے جہاں سے اِس نے جنم لیا ہے اور جو ہمیشہ سے اپنے سینوں میں چھُپی ہوئی اسلام دُشمنی کی وجہ سے اِس قسم کے فتنوں کو پیدا کرنے اور پھر اُن کی نشو ونما کرنے کے لئے اندھا دُھند مادی مُعاونت جاری رکھتے ہیں۔

جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک خارجی فِرقہ شروع سے ہی مُرتدین و منافقین کی اِبلیسی ٹولی کے نام سے ہی جانا پہچانا جاتا ہے، اور بعض ملکوں میں اِس کے جراثیم ہمیشہ سے ہی پلتے چلے آرہے ہیں، خواہ ان کی تعداد قلیل تر ہی کیوں نہ ہو مگر برِّصغیر میں اِس ناہنجار و نامُراد ٹولی نے پاکستان میں معرضِ وجود میں آجانے کے بعد ہی پر پُرزے نکالے ہیں۔

ہم اپنی تصانیف میں متعدد بار اپنی اِس حیرت کا اظہار کر چکے ہیں کہ کیا پاکستان کو لاکھوں قربانیوں کے بعد اسی لئے معرضِ وجود میں لایا گیا تھا کہ یہاں اِسلام کی اعلیٰ ترین اقدار کو پامال کرنے کے لئے کچھ شیطانی دماغوں کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

کیا یہ وہی ملک ہے جس کے لئے ہم نے زندگی کی عزیز ترین متاع بھی قُربان کر دی تھی؟

کیا یہ وہی مُقدّس سرزمین ہے جس کا تصوّر علّامہ اقبال علیہ الرحمۃ

نے پیش کیا تھا ؟

کیا یہ وہی خِطّۂ پاک ہے جسے ہمارے تخلّیات نے جنّتِ اَرضی کے نام سے موسوم کیا تھا ؟

کیا یہ وہی سلطنتِ عظیم ہے جس میں قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمتہ نے حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے خواب دیکھے تھے ؟

کاش ! کوئی ہمیں اِن سوالات کے جوابات دے سکتا،

کاش ! کوئی بتا سکتا کے اِس مقدّس سرزمین کو اسلام کے نفاذ کے لئے حاصل کیا تھا یا اِسلام کا مذاق اُڑانے کے لئے اِتنی قربانیاں دی گئی تھیں۔

کاش ! کوئی اِس امر کی وضاحت کر سکتا کے بیک وقت اہلِ فرنگ اور اہلِ ہنُود سے سیاسی اور ذہنی جنگیں لڑنے کے بعد اِس مقدّس سرزمین کو حاصل کرنے والے اُمیر المُومنین مَولا علی کرم اللہ وَجہہُ الکریم اور آپ کے خاندانِ مُعظّم کے نام لیوا تھے یا اُنہیں گالیاں دیا کرتے تھے؟

کاش ! کوئی بتا سکتا کہ ! مُحمد علی جوہر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اہلِ اسلام میں جوشِ جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے یہ مصرعہ غلط پڑھا کرتے تھے !

اِسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کاش کوئی وضاحت کر سکتا کہ ! تصوّرِ پاکستان کے خالِق علاّمہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ الرحمتہ نے یہ شعر " بھنگ " کے نشہ میں سرشار ہو کر

اِنشاء فرمایا تھا یا دُرست کہا تھا کہ !

اِسلام کے دامن میں بس اِس کے سِوا کیا ہے
اِک ضربِ یدُ اللّٰہی ، اِک سجدہء شبّیری

کاش ! کوئی بتا سکتا کہ علاّمہ اقبال علیہ الرحمتہ مجوسی اور مُشرک تھے یا مِلّتِ اِسلامیہ کے رجلِ عظیم تھے جنہوں نے یہ شعر لکھا،

اللہ اللہ بائے بِسم اللہ پدر
معنئ ذبحِ عظیم آمد پسر

بہر کیف ! یہ حقیقت محتاجِ وضاحت نہیں کہ ارضِ مقدس کو معرضِ وجود میں لانے میں سو فیصدی حِصّہ اُنہی لوگوں کا ہے جو دِل و جان سے خاندانِ رسولِ ہاشمی صلوٰۃ اللہ عَلَیہِ وعَلَیہِم سے محبّت رکھنے والے تھے۔

اب اگر کوئی خارجی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نے بھی پاکستان بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے تو وہ بالکل بکواس کرتا ہے۔ اور محض دُوسروں کو دھوکا دینے کے لئے اِس قسم کی شاطرانہ چالیں چلتا ہے، ہاں ! اگر آزادئ وطن کی اِس جدوجہد میں اُس شخص نے کوئی کردار ادا کیا ہوگا تو وہ قطعی طور پر اس کے برعکس صورت ہوگی۔ یعنی وہ اُس وقت انگریزوں یا ہندوؤں کا حقِ نمک خواری ادا کر رہا ہوگا کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اِسلام کی بنیادوں کو اپنے خُون سے اُستوار کرنے والی وَاجب التّکریم شخصیات کو گالیاں بکنے والا شخص کسی خالص اسلامی ریاست کو معرضِ وُجود میں لانے کی کوشش کرتا پھرے۔

قارئین ! وہ مضمون تفصیل کے ساتھ مُشکل کشا جلد سوم میں پڑھیں گے جس کا نام ہم نے "آگ ہی آگ" تجویز کیا ہے جس کے مطالعہ سے آپ کو خُود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ! یہ آگ کسی مُسلمان کے قلم نے بکھیر رکھی ہے یا کسی شیطان کے جہنّمی دماغ کی پیداوار ہے۔

تاہم! اِس مقام پر ایک خارجی کی کتاب "شمائلِ علی" سے چند رِیمارکس پیش کئے جاتے ہیں اِس رُسوائے زمانہ کتاب کا مصنف "نذیر احمد شاکر" ہے اور اِس کی تائید و تصدیق خارجیوں کے باوا آدم محمود عباسی نے کی ہے۔

کتابِ مذکور میں مَولائے کائنات شیرِ خُدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور خاندانِ رِسالتمآب صلّی اللہ عَلَیہِ وَآلہٖ وسلّم کو تقریباً چار صد شرمناک گالیاں دی گئی ہیں جِسے ہم نمبروار پیش کریں گے اُن میں سے چند ایسی مختلف نمبروں کی جسارتوں کا اِنتخاب پیشِ خدمت ہے جن کا تعلق اِس جلد کے مخصوص مضامین سے ہے،

درج ذیل عبارات تمام دُنیا کے مسلمانوں کے لئے بِالعموم اور اہلِ پاکستان کے لئے بِالخصوص لمحہ فکریہ ہیں، اِن عبارتوں میں تاجدارِ ہَل اتیٰ شیرِ خُدا بابِ مدینۃُ العلم کی جو تصویر پیش کی گئی ہے اور حضورِ رِسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِرشادات کا جس طرح تمسخر اُڑایا ہے وُہ آپ کے سامنے ہے اگر یہی تصوّر ہماری نئی پُود کے ذہنوں میں قائم ہو گیا تو اُن کے ایمانوں کے ضیاع

کی ذمہ داری کس پر عائد ہوگی۔ غور فرمائیں اور دیکھیں کہ یہ کیا ہے؟

اِسلام کی تکمیل اور علی

"لیکن لوگ یہ جھوٹ پھیلا رہے ہیں کہ اسلام کی تکمیل میں حضرت علی اور اُن کے بچوں کا بھی ہاتھ تھا بلکہ اِزالتہ الخفاء کے مؤلف مقصد دوم میں حضرت علی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ آپ اکثر وحی اور اُن اسماء الٰہی کو لکھتے تھے جن کا ظاہر کرنا مقصود نہ ہوتا۔

﴿شمائل علی﴾

اسلام کی مٹّی پلید کرنے کی طاغوتی طاقت

نہ حضرت علی کو رسول صلّعم نے کوئی خاص وحی پہنچائی نہ اسمائے الٰہی کے اسرار بتائے بلکہ صحیح بات یہ ہے کے حضرت علی میں اسرارِ الٰہی کو سمجھنے قابلیّت ہی نہیں تھی ہاں اُن میں ایرانی اسرار کو سمجھنے اور مُسلمانوں میں پُھوٹ ڈالنے اور اسلام کی مٹّی پلید کرنے کی طاغُوتی طاقت بدرجۂ اَتم موجود تھی۔

﴿شمائلِ علی ص ۳۰۸﴾

کِینہ پَروَر حاسد

وہ بندے جن کے دِلوں میں قُرآن اور اِسلام کے خلاف حسد وکینہ بھرا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کے قُرآن کے مُتشابہات کا عِلم ان کو بھی ہے۔ وہ قرآنی

متشابہات کو اپنے مطلب کے معنی پہنانے کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں تاکہ اِسلامی عقائد و اعمال میں اِختلاف و اِختلال پیدا ہو اور اِسلام کا شیرازہ بکھر جائے۔

خواجہ حسن بصری اور امام جعفر صادق دو فسادی

پیروانِ شریعتِ علی کہتے ہیں کہ قرآنی الفاظ کے ظاہری معنی بھی ہوتے ہیں اور باطنی معنی بھی اور باطنی معنی کو سمجھنے کے لئے تاویل ضروری ہے۔ قرآنی الفاظ کی تاویل حضرت علی کی اَولاد کو وراثت میں ملی کُھلّم کُھلا طور پر تاویل کا کام حسن بصری نے شروع کیا جس کو جعفر بن محمد بن حسین بن علی مرتضیٰ نے تکمیل پر پہنچایا۔ لہٰذا حسن بصری اور جعفر بن محمد دونوں اسلام میں فساد ڈالنے والے تھے۔

﴿شمائلِ علی ص ۳۰۸﴾

رسول اللہ پر بہتان

کوئی سچا مُسلمان یہ تسلیم نہیں کرسکتا کہ اللہ کے رسول نے حضرت علی کو فرمایا ہوگا کہ مُسلمان آپس میں تہتّر فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کے جب صحابہ نے اہلِ یہود پر تنقید کرتے ہوئے کہا کے وہ تو بہتّر ۷۲ فِرقوں میں بٹے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلعم نے مُسلمانوں کو مُتنبّہ

کرتے ہوئے فرمایا کہ تُم ان کے نقشِ قدم پر ہرگز نہ چلنا اور آپس میں تہتّر فرقوں میں نہ بٹ جانا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت علی کی سماعت کی غلطی تھی جس کی وجہ سے اُنہوں نے رسول اللہ پر بُہتان لگایا کہ آپ نے فرمایا کہ مُسلمان تہتّر فرقوں میں بٹ کر رہیں گے۔

﴿شمائلِ علی ص ۳۰۹﴾

نرخرہ بند کر دیا،

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ کے ذریعے منادی کا بار بار اِعادہ کیا تا کہ اللہ اور رسول کے اَحکام تمام لوگوں تک پہنچ جائیں۔ یہ دین کی تبلیغ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کے نرخرہ کو بند کر کے اِس حقیقت کو واشگاف کیا کہ دین کی تبلیغ میں علی کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔

﴿شمائلِ علی ص ۸۸﴾

پسینے چھوٹ گئے، قضا کا علم نہیں

"اِس روایت میں حضرت علی صاف اعتراف کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلعم نے ان کو یمن کا قاضی مقرر کرنا چاہا تو اُن کے پسینے چھوٹ گئے وہ پہلو بدلنے لگے کہ میں ابھی کم سِن ہُوں اور مُجھ کو قضا کا کچھ علم نہیں۔

گُمراہی کے فیصلے

صحیح مسلم کے مقدمہ میں درج ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے حضرت علی کے قضا یعنی مقدّمات کے فیصلے لائے گئے۔ حضرت ابنِ عباس نے ان میں سے چند فیصلوں کی نقل لی اور بعض فیصلے چھوڑتے جاتے تھے اور فرماتے تھے !

خدا کی قسم علی نے یہ فیصلہ کیا ہے تو گُمراہ ہو کر کیا ہے۔

﴿شمائلِ علی صفحہ ۸۹﴾

قدر نہیں کی

حضرت علی کے فیصلوں کی کسی عالم نے قدر نہیں کی اور شرفِ عزّت نہیں بخشا البتہ ایرانی اور عراقی علماء نے ان فیصلوں کو خوب سراہا جو حسبِ ذیل روایت سے ثابت ہے۔

﴿شمائل علی صفحہ ۸۹﴾

کامیاب قاضی نہیں تھے

حضرت علی کو بحیثیت قاضی آزمایا گیا اور اُس میں بھی روایات کے مطابق وہ پورے نہ اُترے بحاء الانوار کی بکواسی روایات میں بھی اس کا اعتراف موجود ہے کہ نہ قُرآن سے علی اچھّی طرح واقف تھے اور نہ رسول اللہ اُن کی حمائت کے لئے موجود تھے پھر وہ کیسے کامیاب قاضی بن کر اُبھرتے؟

﴿شمائل علی صفحہ ۸۹﴾

مجوسی کے شاگرد

اِنسانی مساوات کا تصوّر اُن کے پاس اِس قدر بلند تھا کہ وہ کافر و مومن میں اِمتیاز بدتر گُناہ سمجھتے تھے چنانچہ اپنے مجوسی اُستاد کی خاطر اپنے سوتیلے نواسے عبیداللہ بن عمر کو پندرہ سال بعد صفین میں قتل کروادیا۔

جوتشی ،قیافہ شناس

اُسی ہرمزان مجوسی نے موصوف کو رمل جفر، نجُوم و اعداد کے باطنی عُلوم سکھائے بلکہ زائچہ بنانا، قیافہ شناسی اور دست شناسی بھی سکھائی جو ہندی و اِیرانی اِسلام کا گراں مایہ سرمایہ ہیں۔

اصلی نقلی اولاد

اِسی طرح ہمارا تمام دینی سرمایہ حضرت علی اور اُن کی اصلی و نقلی اولاد یعنی مجوسی اور یہودی بھی بنو فاطمین بن بیٹھے تھے، کے مناقب و فضائل کرامات و خوارق سے بھرا پڑا ہے جس میں آپ کو دیو مالائی انداز میں اسلامی ابوالہول یا شیرِ خُدا بنا کر پیش کیا گیا ہے

مُشرکانہ تحریک ، اصلی بُت شکن

یہ پروپیگنڈا بھی ملتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور صحابہ کرام نے علی کے اسلام کو قبول نہ کیا یقیناً وہ نہیں کر سکتے تھے وہ دین و توحید کے علمبردار تھے،

کفر و شرک کے فساد کو مٹانے والے، جھوٹ اور مکاری سے نفرت کرنے والے، سچ کے لئے جان دینے والے، قرآن کی تعلیم کو پھیلانے والے، شخصیّت پرستی اور توہّم پرستی سے بیزار اصلی بُت شکن تھے، وہ کسی مُشرکانہ خفیہ تحریک میں کیسے شامل ہو سکتے تھے خواہ وہ حضرت علی کی معرفتِ اسلام میں لائی جا رہی ہو۔

﴿مقدمہ شمائل علی از عزیز صدیقی صفحہ ۸﴾

مجُوسی گھرانے کے افراد

تاویل کا کام سب سے پہلے ایک عراقی مجوسی گھرانے میں پیدا ہونے والے نے کیا جن کا نام حسن بصری تھا۔ اُن کو حضرت علی نے مرتے وقت باطنی خلافت کی خلعت عطا فرمائی جب کے وہ صرف چار سال کے ہونہار طِفل تھے بڑے ہو کر خلافت کا حق اُنہوں نے ادا کیا، اُنہوں نے اِسلام میں سب سے پہلے عقیدہ قدر کو پیش کیا جس سے اسلام میں فرقہ مُعتزلہ وجود میں آیا۔

﴿شمائل علی صفحہ ۲۸۷﴾

حسن بصری دروغ گو مُفتری

اس طرح اسلام میں جھوٹ کی بِنا پڑی، سب سے پہلے اُنہوں نے کہا کہ قُرآنی الفاظ کے ظاہری معنی بھی ہیں اور باطنی معنی بھی، اور باطنی معنی کو

سمجھنے کے لئے تاویل کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے علمِ تاویل کی بنیاد ڈالی جو امام جعفر صادق کے زمانے میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔

شیخ الاسلام حضرت علاّمہ ابنِ تیمیہ نے لکھا ہے کہ حسن بصری ایک دروغ گو مُفتری عجمی تھا مگر ظاہری شریعت کے پَیرواُن کی قدر و منزلت کو کیا جانے اُنہوں نے دینِ مُرتضوی کی تشہیر کی۔ علاّمہ مُحمد قاسم نانوتوی دینِ مُرتضوی کی سہولتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دینِ مُرتضوی میں وہ آسائشیں اور سہولتیں ہیں کہ مُنکر بھی اِس کے مُعتقد ہو جاتے ہیں، مُتعہ کا آوازہ سُن کر امیر معاویہؓ کے ہمراہی بھی ہمراہ ہو جاتے، بلکہ جس اہلِ مذہب کے کان میں یہ بشارت پہنچتی کہ جیتے جی یہ مزے ہیں دینِ مُرتضوی میں اور مرنے کے بعد یہ مرتبے، کیسے ہی دین کے پلے کیوں نہ ہوتے حضرت امیر کی ہمرکابی اختیار کرتے۔

﴿شمائل علی صفحہ ۲۸۸﴾

اکٹھی نو تکبیریں

بیہقی نے بھی بروایت سعید بن المُسیّب اور اُنہوں نے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نمازِ جنازہ کی تکبیریں چار اور پانچ ہیں مگر ہم نے چار تکبیروں پر اجماع کیا۔ مگر حسن نے اپنے والد کی نمازِ جنازہ پڑھائی تو اس میں چار نہیں پانچ نہیں بلکہ نو تکبیرات کہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ پہلی چار تکبیریں اسلام کی تھیں اور باقی پانچ

حضرت علی کے نئے دین کی جس کا نام باطنی اِسلام ہے، حضرت حسن بھی باطنی دین کے حامل تھے اُنہوں نے نانا کے دین کو خیر آباد کہہ دیا تھا۔

غرض اِبتداء میں حضرت حسن نے اپنے باپ اِمام علی کی مخالفت کی تھی جس کے کفّارے میں اُنہوں نے اپنے امام کے اطراف پیدل گھوم کر بیس پچیس طواف کیے تھے جن کا ذکر طبقات ابنِ سعد میں پایا جاتا ہے ورنہ حضرت حسن میں صحیح معنوں میں پیدل چل کر پچیّس حج کرنے کا دم کہاں تھا تین سو سے زیادہ نکاح کرنے کی وجہ سے وہ بالکل کمزور اور لاغر ہو گئے تھے چلنے پھرنے کی سکّت بھی نہیں تھی ان میں حضرت علی کی باطنی شریعت کے مُطابق اُنہوں نے اپنے والدِ بزرگوار کی نمازِ جنازہ میں نو تکبیرات کہیں یہ سب باطنی شریعت کے راز ہیں جن کو ظاہری شریعت والے نہیں جانتے۔

﴿شمائل علی صفحہ ۲۸۶﴾

گُمراهی کا دروازه

حضرت علی ہرمزان قاتل عمرؓ کی بزرگی کے قائل تھے کیونکہ اُنہوں نے اِسی کی پیروی میں علمِ معرفت کے گُر سیکھے تھے۔ روایات کے مطابق حضرت علی مرنے سے پہلے اپنے پیرو مُرشد ہرمزان عجمی سے حاصل کیے ہوئے علمِ معرفت کے تمام نکتے عجمی حسن بصری کو سونپ گئے اور حضرت حسن بصری نے ان کی روشنی میں سلسلۂ طریقت قائم کر کے گُمراہی کا دروازہ کھول دیا۔

آمدم برسر مطلب

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ شمائلِ علیؑ نامی کتاب سے ہم نے یہ چند اقتباسات صرف اُن مضامین کے لئے منتخب کیئے ہیں جو مُشکلکشا کی اِسی جلد میں بیان ہورہے ہیں ورنہ خارجیوں کی اِس کتاب اوراس جیسی دیگر بیسیوں کتابوں میں مَولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایسی ایسی شرمناک گستاخیاں کی گئی ہیں کہ اِبلیس و ابوجہل کی رُوحیں بھی شرما گئی ہونگی۔

مندرجہ بالا تحریریں کہاں تک درست ہیں اِس کا فیصلہ تو وہ مُسلمان بھی کرسکتا ہے جس کے دل میں ایمان کی معمولی سی رَمق اور اِسلام کے ساتھ ذرّہ برابر بھی وابستگی باقی ہے، چہ جائیکہ وہ علماء اعلام ان تحریروں کو دیکھ کر مُہر بلب ہو جائیں جو بزعِمِ خویش اِسلامی اقدار کے محافظ بھی ہیں اور خادمانِ شریعت بھی، مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ یہ لوگ سب کچھ جانتے ہوئے بھی محض اور محض خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ سکُوت کب ٹوٹے گا۔

سابقہ تجربات و مشاہدات کی بناء پر اِس مقام پر اربابِ اقتدار کو اِس اَمر کی طرف متوجہ کرنا اگرچہ ایک بے سُودسی کوشش معلوم ہوتی ہے تاہم اِس خیال کے پیشِ نظر کہ شائد کوئی خدا کا بندہ اِن میں ایسا بھی ہو جس کے

ذہن میں یہ بات پوری طرح گھر کر لے کہ جس طرح جیب تراشوں، چوروں اور لوگوں کے مال پر ڈاکہ زنی کرنے والوں کے لئے تعزیرات و حدود قائم کر رکھی ہیں اِسی طرح اُن لوگوں کے لئے بھی قانون بنانا ضروری ہے جو لوگوں کے ایمانوں پہ ڈاکے ڈالتے پھرتے ہیں۔

اور جس طرح عوام الناس کی عزتِ نفس کے تحفّظ کے لئے قانون بنا رکھّے ہیں اُسی طرح ناموسِ رسالت، عظمتِ اہلِ بیت، اور عزّتِ صحابہ پر حملہ آور ہونے والوں کا بھی سختی سے محاسبہ کیا جائے۔

اگرچہ یہ تجاویز ہم محض ایک موہوم سی اُمّید کا سہارا لیتے ہوئے اربابِ بست وکشاد کے سامنے پیش کر رہے ہیں تاہم، ہم یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اِس قسم کے قوانین بنانے اور بنا کر نافذ کرنے کے معاملہ میں سابقہ حکومتوں کی طرح سُستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا گیا تو پھر وطنِ عزیز کے اسلامی تقدّس کو کسی بھی صورت میں نہیں بچایا جا سکے گا اور وہ مقدس سرزمین جو پہلے ہی لاکھوں قربانیوں کے بعد حاصل کی گئی ہے محض چند شیطان صفت درندوں کی وجہ سے دوبارہ اپنوں ہی کے خون سے لالہ زار بن جائے گی۔

تاجدارِ انبیاء حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدّس خاندان کی بے حُرمتی اور توہین کرنا معمولی سی بات نہیں جسے نظر انداز کیا جا سکے بلکہ یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے جس کی سزا بھگتنے کے لئے توہین کرنے

والوں اور اِس توہین کو برداشت کرنے والوں دونوں کو بہر صورت تیار رہنا چاہیئے ۔ کیونکہ یہ ایک طے شدہ اَمر ہے کہ جب بھی خُدا کے مقدّس رسول اور اُن کی آلِ اطہار کے خلاف کسی شیطانی قُوّت نے کوئی محاذ قائم کیا اور اہلِ اسلام کی غیرت مر گئی تو غیرتِ الٰہیہ نے خُود ہی جوش میں آ کر نہ صرف اُس محاذ کو ملیا میٹ کر دیا بلکہ اپنے قہر و غضب کی بجلیوں کو بدمعاش و بے غیرت ہر دو قسم کے لوگوں پر مسلّط فرما دیا۔

یہ سُنّتِ الٰہیہ ہے اِسے تبدیل کیا ہی نہیں جا سکتا، خُداوندِ قُدّوس جلّ و علا حضور رحمتہً للعالمین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے والہانہ محبّت فرماتا ہے اور آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وجہ سے ہر اُس چیز کو بھی اتنی ہی شدّت سے پسند کرتا ہے جتنی شدّت سے اُس کے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُس سے پیار ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ کوئی بدطِینت اُس سے نفرت کرنے کے بعد اُس کی گرفت سے بچ رہے جس سے وہ محبّت کرتا ہے۔

قُرآن وحدیث کی سینکڑوں نصُوص اِس اَمر پر شاہدِ عدل ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلّی اللہ عَلَیہِ وآلہٖ وسلّم اور آپ کے اقرباء سے اپنی مخصوص محبّت کا مخصوص انداز اور متعدّد طریقوں سے جگہ جگہ اظہار فرما رکھا ہے اور یہ اُس کا اٹل قانون ہے وہ ہر ایسی قوّت کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے جو اُس کی محبّت کا منہ چڑاتی ہوئی نظر آئے۔

کیا ہمارے قارئین اِس بات پر غور کرنے کی زحمت گوارا کریں گے کہ ملائکہ کے اُستاد کو شیطانِ رجیم بنا کر اُس کے گلے میں لعنت کا طوق کیوں ڈالا گیا ؟

نمرود و شدّاد اور فرعون و ہامان کو اِتنی بڑی بڑی سلطنتیں عطا کرنے کے بعد کُتّوں کی موت کیوں مارا گیا۔

آپ غور کریں یا نہ کریں مگر یہ مُسلّمہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارکؑ وتعالیٰ نے اُن لوگوں کو یہ ہولناک سزائیں اِس لئے دی تھیں کہ اُنہوں نے اُس کی اپنے پیغمبروں کے ساتھ محبّت کا مذاق اُڑایا تھا۔

ہم ارضِ پاکستان میں بسنے والے اہلِ اسلام کو انتباہ کرتے ہیں کہ غیرتِ الٰہیہ کو آواز نہ دیجئے اور یہ مَت سوچیے کہ آپ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں کہتے جسے اُس کے محبوبوں کی شان میں گُستاخی پر محمول کیا جائے اِس لئے ہم اُس کی گرفت میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اِس قسم کی سوچ آپ کو قطعی طور پر غلط راستوں پر لیجانے کا موجب قرار پائے گی۔

حضرت مُوسیٰ عَلَیہِ السّلام کی قوم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہفتہ کے روز مچھلیاں پکڑنے سے منع فرمایا تو اُس وقت تین گروہ ہو گئے تھے۔

اوّل: ہم ہفتے کی بجائے اتوار کو مچھلیاں پکڑیں گے مگر ہفتہ کے روز انہیں چھوٹے چھوٹے گڑھوں کی طرف کھینچ لایا کریں گے کیونکہ اتوار

کے روز شکار کم نکلتا ہے۔

دوم: ہم خُود تو مچھلیوں کے شکار کے لئے ہفتہ کے روز اُنہیں چھوٹے گڑھوں میں تبدیل نہیں کریں گے مگر اُن لوگوں کو منع بھی نہیں کریں گے جو اِس مکروہ بِدعت کو جائز سمجھتے ہیں۔

سوم: ہم نہ تو ہفتہ کے دِن مچھلیاں پکڑتے ہیں اور نہ ہی اُنہیں چھوٹے گڑھوں میں تبدیل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور نہ ہی ان لوگوں کو منع کرنے سے باز رہ سکتے ہیں جو اللہ تبارکؐ وتعالیٰ کے احکام کو بِلا چون و چرا تسلیم کرنے کی بجائے عقلی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں۔

قُرآن مجید میں اِس واقعہ کی تفصیل ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ دُنیوی طور پر منقولہ بالا تینوں گروہوں کو ہی خُدا کے قہر و غضب کا نشانہ بننا پڑا، البتّہ تیسرا گروہ جس نے پہلی قسم کے لوگوں کی مذمّت کی تھی قیامت کے دن سُرخروئی حاصل کرنے والوں میں ہوگا اور باغِ نعیم میں جائے گا، جب کہ دُوسرے گروہ کا حشر پہلے گروہ والوں کے ساتھ ہوگا اور وہ لوگ اُن کے ساتھ اِس لئے جہنّم میں جائیں گے کہ اُنہوں نے قُوّتِ گویائی رکھتے ہوئے بھی بُرے کاموں کی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

موجودہ دَور میں علماءِ سُوء نے نہایت شاطرانہ انداز سے ایک ایسی واہیات تحریک بھی چلا رکھّی ہے جس کا مقصد ہی محض یہ ہے کہ اہلِ اسلام سے

غیرتِ ایمانی اور حمیّتِ ملّی چھین کر انہیں قطعی طور پر بے دست و پا کر دیا جائے۔

اِس تحریک کے محرّکات میں ریڑھ کی ہڈّی کی حیثیّت تو صَیہونی شیطنت کو ہی حاصل ہے تاہم اُسے جاری اسلام کے نام پر ہی کیا گیا ہے اور جاری کرنے والے باقاعدہ متشرعِ بھی نظر آتے ہیں۔

اِس ابلیسی تحریک کے مُضمرات کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو اِس کی واضح ترین جھلکیاں حسن بن صباح کی شیطانی تحریک کے عکس کی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہیں، اب یہی تحریک یہودی ایجنٹوں کی صورت میں پھیلے ہوئے پیٹ پرست مُلّاؤں کے ہاتھ میں ہے۔

اِس تحریک کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ کسی کو بھی برا نہ کہو اپنے آپ سے سب کو اچھا سمجھو، ایسے عالموں کی صُحبت میں مت بیٹھو جو محض پیٹ کی خاطر فرقہ بازی کی باتیں کرتے ہیں اللہ تبارکؑ وتعالیٰ نے قُرآنِ مجید میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ! ”اکٹھے ہو کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو“

اِسلام ایک ہے......... قُرآن ایک ہے.........خُدا ایک ہے، یہ فِرقے سب روٹی کے لئے بنائے گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اِس قسم کے پیش کردہ تصوّرات کا فوری طوری پر جو ردِعمل سادہ لوح سامعین پر ہوتا ہے وہی اِس تحریک کے مزید آگے بڑھنے اور پھولنے پھلنے کا ذریعہ بنتا ہے کیونکہ یہ جُملے بظاہر انتہائی پرکشش بھی ہیں اور قرینِ قیاس بھی۔

مگر اِن کے پسِ پردہ جو خوفناک اور ہولناک نتائج چھُپے ہوئے ہیں وہ کسی بھی زِندہ قوم بالخصوص مُسلمانوں کے تصوّرِ حیات کو زِندہ دَر گور کر دینے کے لئے بَہر صورت کافی ہیں۔

ہم مُعزّز قارئین کو اِس مقام پر دعوتِ غور و فکر دیتے ہوئے چند ایسے ناقابلِ تردید شواہد پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں آپ پر مذکورہ بالا تصوّر پیش کرنے والوں کی حقیقت کھُل کر سامنے آ جائے گی۔

غور فرمایئے ! ایک طرف تو اِن لوگوں کا دعویٰ اور دوسروں کو یہ درس ہے کہ کسی کو بھی مت بُرا کہو، ہم سب اچھّے ہیں اور دُوسری طرف ملحقہ جُملہ یہ ہوتا ہے کہ فرقہ باز مُولویوں سے بچو، اِن کے پاس نہ بیٹھو، اِن کی باتیں نہ سُنو یہ تمہارا ایمان خراب کر دیں گے۔

خُوب غَور کیجئے کہ اگر یہ لوگ اپنے پہلے دعوے میں سچّے ہیں تو اُن عُلماء کو کیوں اپنے آپ سے اچھّا نہیں سمجھتے جو کسی دُوسرے فِرقے سے تعلّق رکھتے ہیں؟

یہ کہتے ہیں کہ ! فِرقہ بازی اچھّی چیز نہیں، اللہ کا حکم ہے کہ سب اکٹھے ہو کر اللہ کی رسّی کو پکڑ لو، مگر ساتھ ہی یہ آرڈر کر رہے ہیں کہ اُن لوگوں کے پاس مَت جاؤ جو ایک دُوسرے کو بُرا کہتے ہیں۔

یہ بظاہر مُصلحین اور بباطن مُبطلین لوگ دوسروں کو تو فِرقہ پرستی کا طعنہ دیتے ہیں مگر خود ایک ایسے فِرقہ کو جنم دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں جو

حشیش زدہ قسم کے لوگوں پر مُشتمل ہے۔

ہم پُوچھتے ہیں کہ اگر اِسلام میں اِختلافی مسائل پر گُفتگو کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور ایسی گُفتگو کرنے والے لوگ قُرآنِ مجید کی اِس آیت کی مخالفت کرتے ہیں جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسّی کو اکٹھے ہو کر پکڑ لو اور گروہ گروہ نہ ہو جاؤ تو اُن صحابہ کرام رِضوان اللہ عَلَیہم اجمعین کا کیا بنے گا جن کے دینی مسائل میں باہم سینکڑوں اِختلافات اَحادیثِ مُبارکہ میں بھرے پڑے ہیں۔

صحابہ کرام کے اُن اِجتہادات کا کیا نام رکھا جائے گا جو اُنہوں نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق قطعی طور پر مبنی بر حق و صداقت سمجھتے ہوئے کئے حالانکہ اِن میں سے ایک صحابی کا اِجتہاد دُوسرے مُجتہد صحابی کے برعکس ہے۔

علاوہ ازیں تابعین کرام کے اُس عظیم گروہ پر کونسا فتویٰ چسپاں ہوگا جو ایک طرف تو خَیرُ القُرُونِ قَرَنِی کے مقدّس دَور کی یادگار ہیں اور دُوسری طرف وہ دینی مسائل کے معاملہ میں آپس میں ہزاروں اِختلافات رکھتے ہیں۔

کیا یہ نام نہاد مُصلحین اور اِتحادِ بین المُسلمین کے ٹھیکیدار عوامُ النّاس کو یہ بتانے کی جرأت کر سکیں گے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان علیہم اجمعین بھی دینی مسائل میں اِختلاف رکھنے کی وجہ سے معاذ اللہ شر پسندانہ حرکتوں کا ارتکاب کرتے تھے ؟

ہم تو اِن لوگوں کی اِس چالاکی پر حیرت زدہ ہو کر رہ جاتے ہیں کہ دُوسرں کو فرقہ پرستی کا طعنہ بھی دیتے جاتے ہیں اور خُود ایک نئے فرقہ کو جنم دینے کا فریضہ بھی سر انجام دیتے جا رہے ہیں اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جن چند کُتبِ احادیث و سیَر و تفاسیر و تواریخ کے صحیح تر ہونے کہ دعویدار ہیں اُن میں سے بھی اپنے مطلب کی روایات لینے پر اکتفاء کرتے ہیں اور پھر اِن روایات کے بھی محض وہ حصّے لائقِ اعتناء سمجھے جاتے ہیں جن سے پُورے طور پر مقصد براری ہوتی ہو خواہ اُن کے ترجمہ میں گھپلا بازی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔

بہر کیف ! یہ انتہائی شریر ترین لوگ ہیں جو بظاہر تو اہلِ اسلام کو درسِ یک جہتی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن بباطن اسلام کی شہ رگ کاٹنے پر تُلے ہوئے ہیں۔

قارئین! غور فرمائیں کہ کیا سلف صالحین کا وہ عظیم گروہ جس کی سعیٔ پیہم اور مُسلسل جِدّو جہد کے طفیل آج بھی اسلام اپنی اصلی صُورت میں زندہ نظر آ رہا ہے۔ شر پسند لوگوں پر مُشتمل قرار دیا جا سکتا ہے یا اُن کو شر پسند کہنے والے لوگ شریر الخلق ہیں ؟

اِس حقیقت سے ہر گز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اِن لوگوں کی چالاکی اور شوخی حیرت انگیز حد تک پُرکشش ہوتی ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر تعجّب خیز اور حیرت انگیز اُن لوگوں کی حماقت مآبی ہے جو دُنیوی شعبہ ہائے زندگی میں تو

اپنے اپنے مقام پر نہائت تیز طرّار اور چالاک و ہوشیار ہوتے ہیں مگر دینی معاملات و مسائل کو سمجھتے وقت یُوں ہتھیار ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں کہ جیسے اُن جیسا بزدل اور تساہل پسند مادرِ گیتی نے کوئی دُوسرا شخص پیدا ہی نہ کیا ہو۔

ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ اِس اَمر کو بھی دین ہی کا کوئی جُزوِ خاص سمجھتے ہوں کہ مُتنازعہ فیہ مسائل میں گفتگو کرنے سے ضیاعِ ایمان کا خطرہ ہے لہٰذا اِسے یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اَیسا راستہ اپنانا چاہیئے جس میں اِس قسم کے جھگڑے نہ ہوں۔ مگر ہم پُوچھتے ہیں کہ کیا اَیسا کوئی راستہ آج تک دریافت بھی ہوسکا جس کا تصوّر تم لوگ پیش کر رہے ہو ؟

کیا جن لوگوں کی رہنمائی میں تم کسی ایسے راستے کی تلاش میں چلنے کا ارادہ کر رہے ہو اُن میں سے کسی ایک نے بھی اِس راستے کے جمالِ جہاں آرا کی کوئی جھلک دیکھی ہے ؟

ہم ایسے لوگوں کو اِنتباہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر تُم کوئی ایسی پگڈنڈی بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو یہ دین میں ایک نئی بِدعت ہوگی جو یقیناً جہنّم کے کنارے پر پہنچ کر ہی مختتم ہوسکتی ہے۔ اِس لئے کہ قُرآنِ مجید نے تو واضح طور پر اُس راستے کی نشاندہی فرما رکھی ہے جس پر چلنے سے ہی دُنیوی اور اُخروی نعمتوں کا حصُول ہوسکتا ہے۔

غور کرو! اگر تم عصرِ حاضر کے حشیش زدہ مُلّاؤں کے ٹولہ میں ہونے کے ساتھ ساتھ نمازی بھی ہو تو تم پانچ نمازوں میں اٹھاسی بار اللہ تعالیٰ

سے یہ سوال کرتے ہو کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا اور سیدھا راستہ بھی تم وہی طلب کرتے ہو جس کے سیدھا ہونے پر خود خالقِ کائنات نے اپنی گواہی ڈال رکھی ہے۔ اور صِرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے بعد فرما رکھا ہے " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " یعنی اُن لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام فرمائے۔

جدّت پسند اور تساہل کے مارے ہوئے محقّقین غور فرمائیں کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے راستہ پر چلنے کے لئے ہم خُداوندِ قدّوس کے دربار میں اُس کے ارشاد کے مطابق سوال عرض کرتے ہیں۔

کیا یہ اللہ تبارکؑ وتعالیٰ کے انعام یافتہ لوگ اِس قسم کا تاثر دیا کرتے تھے کہ متنازعہ مسائل پر گفتگو کرنے والے لوگ شر پسندانہ ذہنیّت کے مالک ہیں اور دِین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے ہیں یا کہ اُنہوں نے اِن مسائل کو سُلجھانے کے لئے زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔

خُوب غور کرو کہ! شاہی جلال و جبروت سے ٹکرا جانے والے یہ لوگ " اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " کے زُمرہ میں آتے ہیں یا " غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّالِّيْنَ " کے گروہ میں سے تھے؟

کیا ، امام اوزاعیؒ ، امام اعظم ابو حنیفہؒ ، امام مالکؒ ، امام احمد بن حنبل ، امام ابُو یوسف ، امام محمد ، امام شافعی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں اختلافی مسائل سمجھنے سمجھانے کے لئے وقف تھیں یا بقول

تمہارے ایسی گفتگو سے پرہیز ہی لازم ہے کے قائل تھے ؟

پھر غور کرو کہ ! کیا یہ لوگ " انعمت علیھم " کے زُمرہ میں شامل ہیں یا نہیں اور اگر جواب اثبات میں ہے تو بتاؤ اِن کے تصنیفی کارنامے شر پسندانہ اذہان کی غمّازی کرتے ہیں یا دِین کے گُلشن کو سنوارنے نکھارنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

یاد رکھو ! اگر اِن لوگوں نے دِین کے لئے اپنی زندگیاں وقف نہ کر رکھّی ہوتیں تو تُم لوگ دینی مسائل کے معاملہ میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے۔ حالانکہ اپنی بد قسمتی اور تساہل پسندی کی وجہ سے اَب بھی تم لوگ ٹھوکریں ہی کھانے کے لئے اُدھار کھائے بیٹھے ہو۔ مگر دُنیا بھر میں کروڑوں اہلِ اسلام اُن کی عظیم ترین کاوشوں اور کوششوں سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

یقین رکھو ! کہ اگر تم لوگ اُن لوگوں کے راستے پر چلنے کی کوشش نہیں کرو گے جن کے راستہ پر چلنے کی درخواست بارگاہِ ایزدی میں ہر روز اٹھاسی مرتبہ پیش کرتے ہو تو تُمہیں کبھی صراطِ مستقیم پر چلنا نصیب نہیں ہوگا۔

اَب جب کہ نصِّ قرآنی کے مطابق صراطِ مستقیم خدا تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں کے راستے کا نام ہے اور یہ انعام یافتہ لوگ وہی سلف صالحین ہیں جنہوں نے اپنی پوری پوری زندگیاں تدوینِ کُتبِ احادیث و تفاسیر میں صرف کرنے کے ساتھ بیشمار دینی مسائل میں ایک دُوسرے سے اختلاف

بھی کیا اور اُن گمراہ فرقوں کے ساتھ مناظرے اور مجادلے بھی کیئے جو خود کو اہلِ اسلام کے نام سے ہی پیش کرتے تھے۔

اندریں حالات اب دو باتوں میں سے ایک کو تسلیم کرنا پڑے گا،

اول: یہ کہ عُلمائے مُتقدّمین جن میں مُفسّرین و مُحدّثین کی جماعت بھی ہے اور سیرت نگاروں کا گروہ بھی وہ لوگ نہیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اِنعام یافتہ لوگوں میں شمار کیا جائے کیونکہ وہ دینی اُمور میں جدل و مناظرہ سے پہلوتہی نہیں کرتے تھے۔

دوم: یہ کہ وہ لوگ فی الواقع صراطِ مستقیم پر تھے اور خُدا تعالیٰ کے انعام یافتہ تھے اور دینِ اسلام کے لئے اُن کی بے پناہ خِدمات جو اُنہوں نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے سرانجام دیں ناقابلِ فراموش ہیں۔

اگر تُم پہلی بات کو درست تسلیم کرتے ہو تو پھر تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اِن کے برعکس وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تبارکؑ و تعالیٰ نے اپنے اِنعام یافتہ قرار دیتے ہوئے اُن کی راہ پر چلنے کی ترغیب کے طور پر تمہیں بار بار یہ استدعا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

سوم: یہ کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے میدانِ مناظرہ میں سرگرمِ عمل رہنا ہی فی الحقیقت صِراطِ مُستقیم اور انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔ چنانچہ اِس صورت میں بحیثیّت مُسلمان تم پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ

دینِ اسلام میں اختراعات و بدعات کو شامل کرنے والوں کے خلاف زُبان و قلم کو ہمیشہ حرکت میں رکھنے کا فریضۂ جہاد سر انجام دیں۔ کیونکہ قُرآنِ مجید میں اللہ تبارکؑ و تعالیٰ جلَّ مجدہٗ الکریم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ حق بات بیان کرنے سے پہلوتہی کرتے ہیں وہ فاسق و منافق بھی ہیں اور کافر بھی۔

بانیٔ اسلام سرکارِ دوعالم صلّی اللہ عَلیہِ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اگر تُم ایک آیت جانتے ہو تو اُسے دُوسروں تک پہنچادو۔

دینِ اسلام میں جنم لینے والے سبائی اور خارجی گروہ ابتدائے اسلام میں ہی عملی زِندگی اِختیار کر چکے تھے۔ اگرچہ یہ دونوں گروہ خُود کو مسلمانوں میں ہی شمار کرتے تھے مگر کیا اُن کہ عقائدِ باطلہ کی تردید اُس دور کے عُلمائے اعلام نے فرمائی ہے یانہیں ؟

کیا اِن لوگوں کے ساتھ صحابہ کرام اور اُن کی اَولاد نے مناظرے کیئے ہیں یانہیں ؟

کیا اُن کی اِختراعات کا بُطلان کرنے کے لئے اِنفرادی اور اِجتماعی طور پر دینی محاذ قائم ہوئے تھے یانہیں ؟

یہ جملہ کہ "کسی کو بھی بُرا نہ کہو" قُرآن وحدیث کے معیار پر پورا اُترتا ہے یانہیں ؟

غور کرکے بتاؤ کہ ! اگر یہ جملہ درست ہے تو سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کس جرم میں مظالم توڑے گئے۔ امام نسائی رحمتہ

اللہ علیہ کو کس لئے کوڑے برسا کر شہید کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اوائلِ اسلام سے لے کر آج تک جب بھی عُلمائے سُوء نے خدا کے پسندیدہ دین، دینِ اسلام کے تقدّس کو مجروح کرنے کی کوشش کی تو عُلمائے حق پُورے وقار اور تندہی کے ساتھ اُن کے خِلاف صَف آرا ہو گئے اور بالآخر یا تو وہ بدعتی ٹولہ اِن صداقت آفرین چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا یا پھر اِنتہائی ذِلّت وخواری اُٹھانے کے بعد پسِ پردہ چلا گیا۔

بہر کیف ! حق و باطل میں اِمتیاز کرنے کا نام ہی اِسلام کی حقیقی رُوح ہے اور اگر کوئی سر پھرا اِس کے برعکس اِس امتیاز کو بنظرِ حقارت دیکھتا ہے یا اُسے اسلامی اقدار کے منافی سمجھتا ہے تو اُسے یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ ہرگز ہرگز مومن اور مُسلمان نہیں بلکہ کُھلا ہوا مُنافق اور عبداللہ بن اُبیّ بن سلول کا چیلا ہے۔

اور اگر اُسے ہمارے اِس تجزیہ سے اِتفاق نہ ہو اور وہ اپنے مؤقف کو بزعمِ خویش درست متصوّر کرنے پر تُل چکا ہو تو اُسے چاہیئے کہ اپنے اِس داعیہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے شیطانِ لعین کی قصیدہ خوانی شروع کر دے نمرود و شدّاد کو خراجِ عقیدت پیش کرے۔ فرعون وہامان کی منقبتیں بیان کرے، اَبُولہب اور اَبُوجہل کی تعریفیں بیان کرے حتّیٰ کہ جس قدر بھی مخالفینِ خدا اور معاندینِ مصطفیٰؐ اب تک ہو چکے ہیں سب کے ساتھ رشتہء

محبّت و موالات اُستوار کرے کیونکہ اُس کے اِس دعویٰ کی صداقت صرف اِسی صورت میں ہی تسلیم کی جا سکتی ہے۔ بصورتِ دیگر صاف طور پر جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ منقولہ بالا دُعاوی پیش کرنے والا شخص محض ضرورت کے تحت ایک ایسی غلط بات منوانے کی کوشش میں مصروف ہے جو اُس کے کِذب و اِفتراءِ صریح پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ شخص کاذب بھی ہے اور منافِق بھی، دُشمنِ اسلام بھی ہے اور دُشمنِ ایمان بھی۔

ایسے شخص کا اِیمان نہ قرآن پر ہے اور نہ ہی وہ فرامینِ مصطفیٰ کو کوئی اہمیّت دیتا ہے بلکہ اِس کے برعکس وہ مزید ایک ایسے نئے فرقے کی داغ بیل ڈالنا چاہتا ہے جس کا مقصد بہر حال اسلامی اقدار کو پامال کرنا ہے اور خدا اور رسول کے فرامینِ مقدسہ کی کھلم کھلا تکذیب کرنا ہے۔

قرآنِ مجید فُرقانِ حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مَجدُہٗ الکریم نے منافقین کی جو واضح ترین نشانی بتائی ہے وہ یہ ہے کہ اُن کے افعال و اعمال اُن کے اقوال کے برعکس ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، اور اِن کے متعلق یہ وضاحت بھی فرما رکھی ہے کہ یہ لوگ کھلے ہوئے کفار سے کہیں زیادہ بدترین ہیں اور اِن کی سزا بھی اُن سے کہیں بڑھ کر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے منافقین کے لئے جو سزائیں مقرّر کر رکھی ہیں اُن کی فہرست انتہائی طویل ہے ہم انشاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں اِس کا کُچھ حِصّہ ہدیہء قارئین کریں گے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منافقین کی سزا کُھلے کافروں سے شدید کیوں ہے ؟

اور اِس سوال کا قطعی جواب یہ ہے کہ یہ شریر لوگ اِسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی شہ رگ کاٹ دینے کی سعی و جہد میں مصروف رہتے ہیں اور یہ طریقہ واردات یقیناً ہولناک بھی ہے اور خطرناک بھی برخلاف اِس کے کہ ننگا کافر جب بھی اہلِ اسلام کو دھوکا دینے کی کوشش کرے گا تو سادہ سے سادہ مسلمان بھی اُس کی باتوں کو اُس کی اِسلام دُشمنی کا شاخسانہ سمجھ کر اُس سے بچنے کی پُوری پُوری کوشش کرے گا جب کہ مُسلمانوں کا بھروپ دھار کر سادہ لوح مسلمانوں کے علاوہ اُس پڑھے لکھے طبقہ کو بھی تباہی کے کنارے پہنچایا جا سکتا ہے جو دینی اُمور کو آسان سے آسان تر دیکھنے کا خواہش مند ہے۔

علاوہ ازیں ایسے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی آسانی سے یہ لوگ اپنے دامِ فریب میں پھانس لیتے ہیں جو مذاہبِ عالم اور تہذیبِ جدید پر قیاس کرتے ہوئے اِسلام کا مُقام مُتعیّن کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

بہرکیف ! " اِتحادِ بین المسلمین اور کسی کو برا نہ کہو " جیسے خُوبصورت نعروں کے پسِ پردہ جن اِبلیسی جذبوں کی تسکین کا سامان فراہم کیا جا رہا ہے اُس کا پیشِ منظر اِس قدر تباہ کُن ہے کہ اگر بروقت اس کا ازالہ نہ کیا گیا تو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بساط کا ایک ایک مہرہ پٹ کر رہ جائے گا اور یقیناً بازی اُنہیں فرنگی سازشیوں اور صیہونی شرپسندوں کے ہاتھ رہے گی جن

سے بچنے کے لئے قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ اسلام کو سینکڑوں بار اِنتباہ کر رکھا ہے۔

ہمارے سامنے اِن ننگِ زمانہ اور اِبلیس فطرت لوگوں کی مطبوعہ کُتب کا انبار لگا ہوا ہے جو صیہونی سازش کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف موضوعات پر احاطہ کئے ہوئے ہیں اِن شیطانی تصانیف کا سطحی نظر سے بھی مطالعہ کیا جائے تو مُصنّفین کے گھناؤنے کردار اور مکرُوہ عزائم کی خبیث صُورتیں ایک ایک کر کے سامنے آتی چلی جاتی ہیں، بشرطیکہ وقتِ مطالعہ اُن اِسلامی اقدار کو پسِ پُشت نہ ڈال دیا جائے جن کا بُنیادی تصوّر آج سے چودہ سو سال پہلے خالقِ کائنات کے سب سے عظیم پیغمبر اور تمام مخلوقات کے سب سے بڑے محُسن حضور رحمۃٌ للعالمین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نہایت وضاحت کے ساتھ اور واشگاف طور پر کائناتِ عالم کے سامنے پیش کیا تھا۔

اور اگر کوئی شخص دامنِ مُصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جھٹک کر اور آپ کے فرامینِ عالیہ سے تہی نظر ہو کر اِن لوگوں کی تصانیف کا مطالعہ کرتا ہے تو اُس کا گمراہ ہو جانا اور صراطِ مستقیم سے بھٹک جانا اتنا مشکل بھی نہیں کیونکہ اِن کتابوں کے لکھنے والے خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔

اُن کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہیں وہ منافقینِ مدینہ کی طرح مسلمانوں کے ساتھ مساجد میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ بلکہ اِس سے کچھ آگے بڑھ کر اُنہوں نے جگہ جگہ پر قادیانیوں کی طرح مسجدِ ضرار کی تعمیر کر رکھی

ہے، منافقینِ مدینہ نے مسجدِ ضرار بنائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو حکم فرمایا کہ آپؐ اِس میں ہرگز داخل نہ ہوں بلکہ اِسے ملیا میٹ کر دیں۔

چنانچہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشادِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اُس مسجد کو نہ صرف مسمار ہی کر دیا بلکہ اُس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر نذرِ آتش بھی کر دیا۔

مگر ہماری بدقسمتی سے اب تو جگہ جگہ مسجدِ ضرار بن چکی ہے اور گروہِ منافقین صراطِ مُستقیم سے بھٹکے ہوئے سادہ لوح مُسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح وہاں لے ہی جاتے ہیں اور پھر اُنہیں وہی درسِ منافقت دینا شروع کر دیتے ہیں، یہ لوگ توحید کا جال ڈال کر پہلے شانِ رسالت پر برستے ہیں بعدازاں شانِ اہلبیت وولایت میں ہرزہ سرائی پر اُتر آتے ہیں۔

اِسے رسولِ ہاشمی کے فرامینِ مقدّسہ سے ناواقفیت کا نام دے لیں یا براہِ راست خُدا اور رُسول سے سرکشی مَوسُوم کر لیں کہ اِن لوگوں کے جال میں جکڑے جانے والے لوگ دُوسروں کو بھی یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں کہ اگر جنّت کے طلبگار ہو تو تمہیں ہمارے رہنماؤں کی اقتداء میں چلنا پڑے گا۔

جناب! اگر دین سیکھنا ہو تو ہمارے بزرگوں کو ملئے، آپ اُن کی ایک بار زیارت کر لیں تو آپ کو صحابہ کرام کا دور یاد آ جائے گا۔

ہمارے بزرگ تو فرشتوں سے بھی زیادہ معصوم ہیں، ہر وقت دین کی باتیں کرتے ہیں۔

ہم پُوچھتے ہیں کہ جب کوئی شخص حدُودِ اسلامیہ کو پھلانگتا ہوا خُود ہی دائرہ دین سے باہر آجاتا ہے تو وہ دین کی باتوں سے تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے اور یہ بھی سوچو کہ وہ کیسا دین ہوگا جو حُدُودِ اسلام کو پامال کرنے کے بعد معرضِ وجود میں آیا ہوگا،

غور کریں کہ جن لوگوں کے سینے اُن بزرگوں کے بُغض وعناد سے بھرے ہونگے جنہوں نے اشاعتِ دین کے لئے زندگیاں وقف کر رکھی تھیں اُن لوگوں کے دلوں میں دین اور دین کا درد کہاں سے آئے گا۔

حضور رسالتمآب صلّی اللہ عَلَیہِ وآلہٖ وسلّم کے اہلبیتِ عظام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اُن مساعیٔ جمیلہ کو جو اُنہوں نے دین پھیلانے کے سلسلہ میں کیں، خراجِ عقیدت پیش کرنے کی بجائے نفرت و حقارت کی نگاہوں سے دیکھنے والا دین دار کس طرح ہوسکتا ہے۔

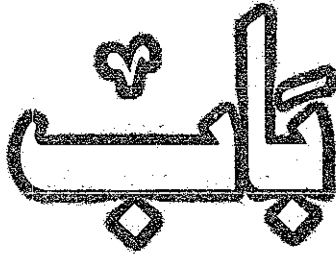
خُوب غور کریں! کہ جس شخص کو عِندہٗ عِلمُ الکتاب کا اعزاز رکھنے والے بَابِ مَدِینَۃُ العِلم کے دامن میں رموز واسرارِ قُرآنیہ اور علمِ دین کا کوئی کرشمہ نظر نہ آتا ہو وہ تمہیں رموزِ اسرارِ قرآنیہ سے کہاں تک مستفیض کرے گا۔

اہلبیتِ رسولِ ہاشمی کا دامن جھٹک کر دین کی باتیں کرنا دینِ اسلام

کی توہین ہے ایسی باتیں دین اسلام کی نہیں بلکہ کسی اور دین کی باتیں ہیں
دین سکھانے والوں سے وحشیانہ نفرت کرنے والے دین دار کیسے ہو سکتے ہیں
اِس لئے کہ بانیٔ اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے اہلبیت سے محبّت و
مودّت رکھنے کا حکم دیا ہے اور اِس محبّت کہ ساتھ ہی ایمان کو مشروط کیا ہے،
اِس کے برعکس بُغضِ اہلبیت کو کُفر، نِفاق اور بے دینی سے موسُوم کیا ہے انہی
الفاظ کے ساتھ اِس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارکؔ وتعالیٰ اپنے محبوبِ کریم صلّی اللہ عَلَیہٖ وآلہٖ وسلّم
کے صدقے سے مُسلمانوں کو خوارج ونواصب کے شَر سے محفوظ رکھے۔
آمین بجاہِ رَحمتہً لِلعالمین صلّی اللہ تعالیٰ عَلَیہٖ وآلہٖ وصحبہٖ اَجمَعین۔ نیاز آگین

صائم چشتی



انا مدینة العلم وعلیٌ بابها

الحدیث

پہریدار

تاجدارِ اولیاء و اصفیا، اِمام المتقین، امیر المومنین سیّدنا و مرشدِ نا جناب حیدرِ کرّار علی علیہ السّلام کے ارشادِ عالیہ" جو چاہو مجھ سے پوچھ لو" کے ضمن میں مشکل کشا جلد اوّل کی آخری سطور میں بتایا گیا تھا کہ" اِس قسم کا اعلان وہی کرسکتا ہے جو بابِ مدینۃ العلم بھی ہو اور مدینۃ العلم کا پہریدار بھی"

قارئین حیران ہونگے کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم اگر خود ہی عِلم کے شہر کا دروازہ ہیں تو پھر آپ کو عِلم کے شہر کے دروازے کا پہریدار کس طرح کہا جاسکتا ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ دروازہ خود ہی اپنا پہریدار بھی ہو۔

چونکہ ہمارا مضمون" قرآن اور علی" ہے اِس لئے اِس تعجّب خیز اور حیرت انگیز جملے کا پسِ منظر بیان کرنے پر اِکتفا کریں گے اور علی پہریدارِ مصطفٰی کی تفصیل آئندہ کسی مقام پر پیش کی جائے گی مذکورہ جملے کا پسِ منظر یہ ہے کہ

مسجدِ نبوی شریف زاد اللہ شرفہا وتعظیماً وتکریماً کا وہ مُتبرّک حصّہ جس کے متعلّق حضور سرورِ کائنات فخرِ موجُودات، سرورِ انبیاء حضرت مُحمّدؐ مُصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے " بَینَ مِنبَرِی وَ بَیتِی رَوضَۃ مِنْ رِیَاض الجنۃ" فرمایا ہے۔

وہ مبارک جگہ آج بھی حضور سرورِ کائنات کے اِس ارشاد کے مطابق جنّت کی کیاریوں کے نام سے موسُوم ہے اِن جنّت کی کیاریوں میں چند ایسے بھی ستون ہیں جو مُختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہُم اجمعین سے منسوب ہیں کیونکہ اِن ستونوں کے ساتھ اُن حضرات کا کوئی نہ کوئی خاص واقعہ وابستہ ہے۔

اِنہیں ستونوں میں پانچواں ستون شانِ پنجتّن سیّدنا حیدرِ کرّار علیہ السّلام کے اسمِ عظیم اور ذاتِ کریم سے منسوب ہے۔

یہ پانچواں ستون تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بَیت الشّرف کے مقدّس دروازہ کے عین سامنے ہے اور ستون کی یہ جگہ جنابِ علی علیہ السّلام نے عبادت کے لئے مخصوص کر رکھّی تھی اِس مقام پر آپ رات کے وقت نوافل بھی ادا فرماتے رہتے اور محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دروازہ کی نگہبانی کا فریضہ بھی انجام دیتے رہتے۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ اِس واقعہ کو ہم تفصیلاً آئندہ اوراق میں پیش کریں گے لہٰذا قرآن اور علی کہ متعلّق چند حقائق مزید ملاحظہ فرمائیں

شہرِ علم کا دَروازہ

قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جلد اوّل کا اختتام دروازۂ مصطفیٰ کے پہریدار اور دروازۂ شہر علم کے جملہ سے کیا گیا تھا دروازے کے پہریدار کے متعلق مختصراً عرض کرنے کے بعد اب نہائت شرح و بسط کے ساتھ بابِ مدینۃ العلم یعنی شہر علم کے دروازہ کے متعلق نہائت ہی دلچسپ اور کارآمد حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

چونکہ یہ مضمون ''قرآن اور علی'' کے باب سے براہِ راست وابستہ ہے لہٰذا اس کی تفصیل بیان کرنے میں کسی بھی قسم کا گریز نہیں کیا جائے گا۔

سرکارِ دو عالم تاجدارِ انبیاء حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ ! ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے'' اور شہر میں کوئی بھی شخص داخل نہیں ہو سکے گا جب تک کہ وہ دروازہ میں داخل نہیں ہوگا۔

دو راستے

تاجدارِ انبیاء، سرکارِ مدینہ، شہنشاہِ اَرض و سماوات، مالکِ ملکِ خدا، خلیفۂ ربِّ کبریا، رحمۃٌ للعالمین، احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مذکورہ بالا ارشاد جناب حیدرِ کرّار اسد اللہِ الغالب علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہُ الکریم کی قرآن اور اُسکے ماسوا کے تمام تر علوم سے شناسائی کی واضح

بُرہان اور قطعی دلیل ہے۔

اِس مختصر مگر علوم کونَین پر مُحیط جُملہ کے پسِ منظر میں چُھپے ہوئے مطالب و معانی پر غور کیا تو کچھ لوگ سٹپٹا کر رہ گئے چنانچہ علاّمہ ابنِ جوزی نے اپنی شدّتِ طبع سے مجبور ہو کر اِس حدیث کو ہی موضوعات کی نذر کر دیا۔

ابنِ جوزی نے اِس حدیث کو موضوع قرار دینے میں اگرچہ شدید ٹھوکر کھائی ہے مگر اُن کا طریقِ محدّثانہ ہے جبکہ ابنِ تیمیہ نے ابنِ جوزی کو بھی پیچھے دھکیلتے ہوئے اِس حدیث کے عواقب و نتائج مُعتزلہ کی طرح اپنی عقل کے مطابق مرتب کئے ہیں جن کی تفصیل آئندہ اَوراق میں آ رہی ہے۔

اگرچہ ابنِ جوزی کی محدّثانہ طریق پر اور ابنِ تیمیہ کی روایت و درایت کی صُورت میں سابقہ اَدوار میں ہی گرفت ہو چکی ہے اور ماہرینِ رجال عُلمائے محدّثین نے اُن دونوں کا پُورا پُورا تعاقب کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ حدیث ''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا'' حسَن حدیث ہے بلکہ بعض کے مطابق صحیح کے درجہ کو پہنچی ہے مگر بایں ہمہ اِس دَور کے خوارج ابنِ جوزی اور ابنِ تیمیہ کے تعاقب میں کی جانے والی محدّثینِ کرام کی وسیع تر تحقیق سے آنکھیں چُرا کر پھر اُسی راگنی کا الاپ کر رہے ہیں جسے مُسترد کیا جا چُکا ہے۔

اِس پر مستزاد یہ کہ اُس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں جسے حسَن اور صحیح کہا گیا ہے اور اُس روایت کو درست قرار دیتے ہیں جس میں یہ جُملہ

زبردستی ٹھونس دیا گیا ہے کہ ''اَبُو بَکر اَسَاسُهَا وَ عُمَرُ حِیطَانُهَا وَ عُثْمَانُ سَقْفُهَا'' حالانکہ ناقدین رجال محدّثینِ کرام اس الحاقی جملہ کو ضعیف بلکہ موضوع قرار دیتے ہوئے صرف ''اَنَا مَدِینَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا'' کو ہی درست تسلیم کرتے ہیں۔

عصرِ حاضر کے خارجیوں کے باوا آدم محمود عباسی کے شاگردِ خاص محمد سلیمان نے تذکرہ ساداتِ بنو اُمیہ ﴿اِس تصنیف اور اِس کا تعارف محمود عباسی نے ہی لکھا ہے﴾ میں جہاں دیگر متعدّد گلفشانیاں کرتے ہوئے مولائے کائنات شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں آنے والی روایات پر ناجائز اور غلط قسم کی جرح کی ہے وہاں یہ گُل بھی کھلایا ہے کہ:

اَنَا مَدِینَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا ، حدیث طعن سے پُر ہے۔

آیئے ! سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ بلحاظ روایت اِس حدیث کا کیا مقام ہے اگر روایت ہی کمزور ثابت ہو گئی تو لمبی چوڑی بحث کے دروازے کھولنے سے کیا فائدہ اِس حدیث کے متعلّق بخاری نے کہا ہے کہ یہ منکر ہے اور اِس کی نقل کا کوئی طریقہ بھی صحیح نہیں۔

ابنِ جوزی نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ روایت جتنے طریقوں سے بھی مروی ہے سب کی سب موضوع ہے۔

شیخ محی الدّین نووی، حافظ شمس الدّین ذہبی اور شیخ شمس الدین جزری نے بھی اِس کو موضوع قرار دیا ہے۔

صرف ترمذی نے اِس حدیث کو لیا ہے اِس میں بھی ''انا مدینۃ العلم''
کی بجائے یہ الفاظ ہیں

" انا دار الحکمت و علی با بھا "

'' میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔''

امام ترمذی اِس کو نقل کرنے کے بعد تبصرہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب اور منکر ہے اب جس حدیث کا سند کے لحاظ سے یہ مقام ہو، اس پر اتنا بڑا فیصلہ کر دینا کہ رسول کو پانے کے لئے پہلے علی کا حاصل کر لینا ناگزیر ہے کہاں تک درست ہو سکتا ہے گویا دین کے اَحکام صرف حضرت علی سے حاصل کیے جائیں اور دُوسرے صحابہ کو حصولِ علم کا ذریعہ ہی نہ مانیں۔

یہ فیصلہ اگر کوئی کرتا ہے تو اُس کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اُس کو علم کے اس بہت بڑے حصّہ سے محروم ہونا پڑیگا جو دُوسرے صحابہ کے ذریعہ سے منقول ہوا ہے۔

مثلاً حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت زَید بن ثابت کے متعلق فرمایا کہ صحابہؓ میں علمِ میراث کے وہ سب سے بڑے ماہر ہیں،

حضرت معاذ بن جبل کے متعلّق فرمایا ! حلال وحرام کو وہ سب سے زیادہ جانتے تھے۔

حضرت ابی بن کعبؓ کے متعلّق فرمایا ! قُرآن کے سب سے بڑے قاری وہ ہیں۔

حدیث ٹکراتی ہے

اِس کے علاوہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بکثرت اِرشادات اور عمل کو سامنے رکھا جائے تو یہ حدیث کس طرح ٹکراتی ہے، مثلاً حضور نے بہت سے صحابہؓ کو اپنی حیاتِ طیّبہ میں مختلف ممالکِ اسلامیہ میں عامل مقرّر کیا، تحصیلِ صدقات کے منصب پر مامُور فرمایا، نماز پڑھانے کی خدمت سپُرد کی، مہمّات پر بھیجا یہ ایسے تاریخی حقائق ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا تو کیا یہ سب خدمات علمِ دین کے بغیر ہی انجام دی جاتی تھیں یا یہ کہ سارے صحابہؓ حضور کے نہیں بلکہ حضرت علیؓ کے شاگرد تھے۔

سب دروازے تھے

اگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں تو پھر صحیح بات یہی ہے کہ اِن صحابہ نے مدینۃ العلم یا دارالحکمت سے براہِ راست علم وحکمت کی تعلیم حاصل کی تھی اور یہ سب حضرت علیؓ کی طرح شہرِ علم اور حکمت کے دروازے تھے۔

اب غور فرمایئے کہ حدیث اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ اگر صحیح ہے تو آخر اُن احادیث کے متعلق کیا کہا جائے گا جو دُوسرے صحابہؓ کے متعلّق معتبر سندوں سے وارد ہوئی ہیں اور اِسے کیسے سمجھ لیا جائے کہ علی مدینۃ العلم کے واحد باب ہیں اور جس کو شہر میں داخل ہونا ہے وہ صرف اسی ایک دروازہ سے داخل ہو سکتا ہے۔

بنیاد اور چھت ضروری ہے

زیادہ سے زیادہ اگر تسلیم کیا جاسکتا ہے تو یہی صحیح ہوسکتا ہے کہ اِس شہر کے دو دروازوں میں سے ایک دروازہ علی ہیں اِس کے برخلاف دیلمی نے کتاب فردوس میں اِسے ان الفاظ میں لکھا ہے۔

میں علم کا شہر ہوں ابوبکر اِس کی بنیاد ہیں عمرؓ اس کی دیواریں ہیں عثمان اِس کی چھت ہیں اور علیؓ اِس کا دروازہ ہیں۔

اب بتایئے کیا بغیر بنیاد دیواروں اور چھت کے دروازہ ممکن ہے کھلی ہوئی بات ہے کہ گھر کا تصوّر اُسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ یہ چاروں اجزاء مرکب ہوں اِن میں سے کسی ایک کو علیحدہ کر دیجئے نہ گھر کا تصوّر ہوسکتا ہے اور نہ دروازہ کی اہمیّت۔

﴿تذکرہ سادات بنو اُمیہ ص ۳۱۱ تا ۳۱۶﴾

چالاکی دیکھیں

اِس میں شک نہیں کہ مندرجہ بالا روایت کتاب الفردوس دیلمی کے حوالے سے چند کتب میں موجود ہے مگر یہ اَمر بھی تمام تر شُبہات سے بالاتر ہے کہ اِس روایت میں دروازے کے علاوہ بیان کردہ اشیاء محدّثین کے نزدیک دُرست نہیں، عنقریب ہم اِس وضعی ٹکڑے پر مُحدّثین کی جرح نقل

کرنے کے علاوہ عقلی طور پر ثابت کریں گے کہ یہ تصوّر نہایت فرسودہ اور حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حضور میں شدید گستاخی کے مترادف ہے تاہم قارئین یہ بات بطور خاص ذہن نشین کرلیں کہ خارجی نے پہلے تو حدیث پاک "انا مدینة العلم و علی بابها "کو قطعی طور پر موضوع قرار دیا ہے اور ترمذی شریف میں آنے والی اُس حدیث کو منکر وغیرہ تسلیم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں" انا دار الحکمت وعلی بابها " یعنی "میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں" جبکہ پہلی حدیث کا ترجمہ ہے۔ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں۔"

طُرفہ تماشہ

حقیقت یہ ہے کہ اِس دَور سے بڑھ کر کسی بھی دَور میں قلم وقرطاس کی بے حُرمتی کی مثال چودہ سوسالہ تاریخِ اسلام میں کہیں نہیں ملتی اگرچہ اِس سے پہلے بھی بعض لوگوں نے اپنی بعض کُتب میں قلمی بددیانتیاں کی ہیں مگر موجودہ صُورت حالات کہیں نظر نہیں آتی۔

قارئین یقیناً جان گئے ہوں گے کہ خارجی نے ہر دو روایات نقل کرنے کے بعد جس شوخی اور چالاکی کا مظاہرہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ قبول اُس حدیث کو کیا ہے جس میں علم کے شہر کی بنیاد، دیواریں، چھت اور دروازہ بیان کیا ہے اور نتیجہ اُس حدیث سے اخذ کیا ہے جس میں ہے کہ میں حکمت کا گھر

ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں گویا اپنا مطلب نکالنے کے لئے شہر کو گھر بنا لیا گیا ہے۔"

اِس سے پہلے کہ ثِقہ کُتب کے حوالوں سے ہم خارجی کے اِس دعوے کا ابطال کریں کہ " انا مدينة العلم و علی بابها " موضوع اور بناوٹی حدیث ہے، اُس سے یہ پُوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث سرے سے حدیث ہی نہیں اور بناوٹی روایت ہے تو تُم نے اُس حدیث کو ثِقہ کیسے مان لیا جس میں حضرت ابوبکر صدّیق کو علم کے شہر کی اَساس اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بالتّرتیب علم کے شہر کی دیواریں اور چھت کہا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت الامر میں محدّثین کرام صرف اُسی حدیث کو دُرست تسلیم کرتے ہیں جس میں ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں اور اِس کے برعکس اِس حدیث میں شامل کئے گئے اُس ٹکڑے کو قطعی طور پر بناوٹی قرار دیتے ہیں جس میں علم کے شہر کی بنیاد وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

آئندہ اَوراق میں ثِقہ کتب کے حوالوں سے بتایا جائے گا کہ حدیث انا مدينة العلم و علی بابها میں اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی شراکت الحاقی ہے تاہم یہاں پر عصرِ حاضر کے خوارج کو قلم انداز کرتے ہُوئے ہم اُن لوگوں کا تذکرہ کریں گے جنہوں نے سب سے پہلے اِس حدیث کے دُرست حصہ کو بھی موضوع کہا جبکہ اِس تذکرے میں یہ بتا دینا بھی ضروری

ہے کہ اِسے موضوع قرار دینے میں کون سے عوامل کارفرما تھے۔

چنانچہ اِس سلسلہ میں جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اِس حدیث پاک میں تاجدارِ ہَل اتیٰ، شہر یارِ سلطنتِ علم وعرفان، شیرِ یزدان حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لاَحصر ولا احصیٰ فضائل کی نشان دہی ہوتی ہے اِس لئے بعض مُتشدّد دین کو یہ بات گوارا نہ ہوسکی، ہم نے بات یُوں ہی نہیں کہہ دی بلکہ ہمارے سامنے ایسے حقائق وشواہد موجود ہیں جو اِس اَمر پر دلالت کرتے ہیں۔

بہرکیف ! کسی زمانے میں کچھ لوگوں نے اِسے موضوع قرار دیا تھا مگراُن کی تحقیق کو محدّثین کرام نے پُوری قُوّت کے ساتھ مُسترد کرتے ہوئے ثابت کر رکھا ہے کہ یہ حدیث ہرگز موضوع اور ضعیف وغیرہ نہیں بلکہ حسَن اور صحیح ہے۔

چنانچہ اِس تحقیق عظیم کے بعد ہر دَور کے عُلماء حدیث اِس حدیث کو بنظرِ استحسان دیکھتے رہے ہیں مگر مُطلق العنانی کے اِس دور میں پھر باسی کڑھی کو اُبال آرہا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہے کہ اِس حدیث پر ہونے والی فریقین کی مباحث کو تمام وکمال نقل کردیا جائے خواہ طوالت کتنی ہی کیوں نہ ہو جائے۔

اِس سلسلہ میں سب سے پہلے علامہ ابن الجوزی کی وہ عبارات ہدیہء قارئین کی جائیں گی جو اُنہوں نے اِس حدیث کو بناوٹی ثابت کرنے کے

ضمن میں نقل کیں۔ یاد رہے کہ علّامہ ابن جوزی ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اِس حدیث کو وضعی ثابت کرنے کی سعیٔ نامشکور کی۔"

ملاحظہ ہو !

سب بناوٹی ہیں

یہ حدیث حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور حضرت علی سے پانچ طُرق پر آتی ہے اور پانچ کے پانچ طریقوں سے ہی نادرست ہے۔

پہلے طریق میں محمد بن عمر الرومی راوی ہے۔ جس کے متعلّق ابن حبّان نے کہا کہ وہ جو کچھ ثِقہ لوگوں سے بیان کرتا ہے اُس میں اُن کی کہی ہوئی کوئی چیز نہیں ہوتی اِس حال میں اُس سے حُجت پکڑنا جائز نہیں۔

دُوسرے اور تیسرے طریق میں عبدالحمید بن بحر ہے ابنِ حبان نے کہا کہ وہ سارق الحدیث ہے اور جو کچھ ثِقہ لوگوں سے بیان کرتا ہے اُس میں اُن کا کہا ہوا کچھ نہیں ہوتا اندریں حالات اُس سے اِحتجاج کرنا جائز نہیں۔

چوتھے طریق میں محمّد بن قیس راوی ہے اور پانچویں طریق میں مجاہیل ہیں۔

علاوہ ازیں یہ بھی بیان کیا ہے کہ حدیث ہی کے بارے میں دارقُطنی نے کہا کہ اِسے صنابحی سے سوید بن غفلہ نے بغیر سند کے بیان کیا ہے اور یہ

حدیث مضطرب غیر ثابت ہے اور مسلمہ نے صنالجی سے سماع نہیں کیا،

متن ملاحظہ فرمائیں !

قلت ! ثم فی الطریق الاول محمد بن الروبی قال ابن حبان ! کان یاتی عن الثقاة بما لیس من احادیثهم لایجوز احتجاج به بحال."

فی الطریق الثانی و الثالث عبد الحمید بن بحر قال ابن حبان یسرق الحدیث و یحدث عن الثقاة بما لیس من حدیثهم لا یجوز الاحتجاج به بحال.

وفی الطریق الرابع محمد بن قیس وهو مجهول و الخامس مجاهیل.

فقال الدار قطنی قد رواه سوید بن غفلة عن الصنالجی لیسنده و الحدیث مضطرب غیر ثابت، وسلمه لم یسمع من الصنالجی.

﴿الموضوعات لا بن الجوزی جلد اوّل صفحه ۳۵۳﴾

علامہ ابن جوزی کی موضوع کردہ روایات جو اُوپر ذکر ہوئیں اُن کے متون یہ ہیں۔"

حدیث اوّل، دوم، چہارم

" انا دار الحکمة وعلی بابها "

حدیث سوم

" انا مدینة الفقه وعلی بابها "

حدیث پنجم

" انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیأت الباب "

﴿الموضوعات لابن الجوزی جلد اوّل صفحہ ۳۵۱﴾

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیان کردہ اِن احادیث مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو موضوع قرار دینے کے بعد علاّمہ ابن الجوزی اُن روایات کی تکذیب کرتے ہیں جو حدیث پاک انا مدینۃ العلم کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئیں۔

دس کے دس طریقے غلط ھیں

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت دس طریقوں سے مروی ہے مگر پہلے طریق میں جعفر بن محمد بغدادی راوی ہے اور اِس میں سرقہ سے مُتّہم ہے۔"

دوسرے طریق میں جابر بن سلمہ ہے اور وہ حدیث میں چوری کرنے سے مُتّہم ہے تیسرے اور چوتھے طریق میں عثمان بن اسماعیل ہے یحیٰی بن معین نے کہا کہ وہ لاشئے، کذّاب، خبیث اور بُرا آدمی ہے دار قطنی نے کہا کہ متروک ہے۔

پانچویں طریق میں ابو صلت ہروی ہے جس کا جھوٹا ہونا پہلے بیان

ہوا اُس نے یہ حدیث ابو معاویہ کی سند پر وضع کی اور اُس سے ایک جماعت نے اِسے چوری کیا۔

چھٹے طریق میں احمد بن سلمہ ہے، ابن عدی نے کہا کہ وہ ثِقہ لوگوں سے جُھوٹ ملا کر روایت کرتا ہے اور سارق الحدیث ہے۔

ساتویں طریق میں سعید بن عقبہ ہے ابنِ عدی نے کہا کہ وہ مجہول اور غیر ثِقہ ہے۔

آٹھویں طریق میں ابو سعید عدوی ہے جو صریحاً جھُوٹا اور وضاع ہے۔

نویں طریق میں اسماعیل بن محمد بن یُوسف ہے جس کے متعلّق ابن حبان نے کہا وہ حدیثیں چُراتا اور سندیں تبدیل کرتا ہے۔

دسویں طریق میں حسن بن عثمان ہے ابنِ عدی نے کہا کہ وہ حدیث وضع کرتا ہے۔

متن یہ ہے !

واما حديث ابن عباس في الطريق الاول جعفر بن محمد البغدادی و متهم بسرقة هذا الحديث.

وفي الطريق الثاني: جابر بن سلمة وقد تهوه بسرقة ايضاً

وفي الطريق الثالث والرابع: عثمان بن اسماعيا

قال یحییٰ بن معین لیس بشئ کذاب ، خبیث رجل سوء وقال الدرقطنی متروک.

وفی الطریق الخامس: ابو الصلت الهروی وقد سبق انه کذب انه وهو الذی وضع هذ الحدیث علیٰ ابی معاویة و سرقة منه جماعة.

وفی الطریق السادس : احمد بن سلمة قال ابن عدی یحدث عن الثقاة بالبواطیل ویسرق الاحادیث.

وفی طریق السابع : سیعد بن عقبة ! قال ابن عدی!هو مجهول غیر ثقة .

وفی طریق الثامن : ابو سیعد العدوی الکذاب صراحاً الو ضاع.

وفی طریق التا سع : اسماعیل بن محمد بن یوسف قال ! ابن حبان یسرق الاحادیث ویقلب الا سانید لایجوز الاحتجاج به.

وفی طریق العاشر: الحسن بن عثمان! قال ابن عدی کان یضع الحدیث.

﴿الموضوعات لا بن الجوزی جلد اول صفحه ۳۵۲ مطبوعه مصر﴾

سچ کیا ھے ؟

اگرچہ علّامہ ابن جوزی نے پُوری شدّت کے ساتھ حدیثِ پاک انا مدینۃ العلم کو موضوع قرار دینے کی کوشش و جسارت کرڈالی مگر محدّثینِ کرام آج سے بہت پہلے اِس کا جواب دے چکے ہیں۔

چنانچہ اِس حدیثِ پاک پر اُن کی ناروا گرفت کا پُورا پُورا محاسبہ کُتبِ احادیث میں موجود ہے جن کے حوالے آئندہ اوراق میں پیش ہو رہے ہیں یہاں ہم امام سیّوطی علیہ الرحمتہ کی تحقیق پیش کرنے کا شرف حاصل کریں گے۔

چونکہ علّامہ سیوطی نے دُوسرے محدّثینِ کرام کی تحقیق سے اِستفادہ کرتے ہوئے اپنی تحقیق کو آگے بڑھایا ہے اور اِس سلسلہ میں اُن کی پوری پوری عبارتیں نقل فرمائی ہیں اِس لئے اُن کے مضمون کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

بہرکیف! طوالت کے باوجود یہ ایک نادر ترین تحقیق ہے اِس لئے ہم نے اِسے من وعن نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کُتب کہ حوالے بھی درج کردیئے ہیں جن سے اُنہوں نے عبارات اخذ کی ہیں تا کہ اِن عبارتوں کو اصل کتابوں سے بھی دیکھا جاسکے۔

اعتراضات یہ ہیں

آپ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے اِس حدیث کے بارے میں کیا کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور اِس کی کوئی اصل نہیں اور دار قطنی کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ حدیثِ علی صنا لجی سے سوید بن غفلہ نے بغیر سند کے پیش کی ہے اور وہ مُضطرب ہے اور سلمہ نے یہ حدیث صنا لجی اور رُومی سے نہیں سنی لہٰذا اِس سے حجّت پکڑنا جائز نہیں اور ایسے ہی عبد الحمید اور محمد بن قیس مجہول ہیں اور حسن کے طریق پر حضرت علی سے روایت کردہ حدیث میں مجاہیل ہیں نیز جعفر اور بغدادی اِس حدیث کے بارے میں چوری سے متّہم ہیں۔

نیز عمر بن اسماعیل اور ابو صلت دونوں کذّاب ہیں اور ابو صلت وہ شخص ہے جس نے ابی معاویہ کے نام پر حدیث وضع کی اور اُس سے ایک جماعت نے چوری کی اور احمد بن سلمہ ثقہ لوگوں سے جُھوٹ ملا کر روایت بیان کرتا ہے اور سعید بن عقبہ غیر ثقہ مجہول ہے اور عدی اور اسمٰعیل بن محمد یوسف وضاع ہیں لہٰذا سارق اور حدیث تبدیل کرنے والے سے حُجّت پکڑنا جائز نہیں، اور حسن بن عثمان حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

اور اُس کی حدیثیں لکھنے والا اور ابن طاہر دونوں کذّاب ہیں اور ابنِ عدی نے کہا ! ابی صلت کے ساتھ معروف حدیث موضوع ہے اور جو کچھ

اُس سے بیان ہوا اُس میں تبدیلیٔ اسناد اور سرقہ کی عبارت ہے اور جب امام احمد بن حنبل سے اِس حدیث کے بارے میں پُوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا ! قبح اللہ ابا صلت یعنی اللہ ابا صلت کو اچھائی نہ دے،

متن ملاحظہ ہو !

لایصح ولا أصل له قال الدار قطنی حدیث علی رواه سوید بن غفلة عن الصنالجی فلم بسنده و هو مضطرب و سلمة لم یسمع من الصنالجی و الرومی لا یجوز الا احتجاج به و کذاعبد الحمید و محمد بن قیس مجهول و طریق الحسن عن علی فیه مجاهیل و جعفر والبغدادی متهم بسرقة هذا الحدیث رجاء أیضاً و عمر بن اسماعیل و أبو الصلت کذابان وابوالصلت هو الذی وصنعه علی ابی معاویه وسرقة منه جماعة واحمد بن سلمة یحدث عن الثقات بالا باطیل و سعید بن عقبه مجهول غیر ثقه والعدول وضاع و اسماعیل بن محمد یوسف لا یجوز الا احتجاج به یسرق ویقلب والحسن بن عثمان یضع و المکتب و ابن طاهر کذابان قال ابن عدی الحدیث موضوع

يعرف بأبی الصلت ومن حدث به سرقة منه وان قلب اسناده وسئل احمد بن حنبل عن هذا الحديث فقال قبح الله ابا الصلت.

﴿اللآلی المصنوعة فی الحاديث الموضوعة جلد اول صفحه ۳۳۰، ۳۳۱﴾

جواب اِس جھوٹ کا

خاتمِ حفّاظِ مصر امام جلال الدّین سیّوطی علیہ الرحمتہ زیبِ عنوان حدیث پر علاّمہ ابنِ جوزی کی تمام جرح نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ حضرت علی سے روایت کردہ یہ حدیث ترمذی نے اور حضرت ابنِ عباس سے حاکم نے المُستدرک میں بیان کی ہے،

ابوعبداللہ امام حاکم نے مُستدرک میں انا مدینة العلم و علی بابها حدیث سندوں کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث حسین بن فہم اور ابوصلت الہروی نے ابی معاویہ سے بیان کی ہے حسین بن فہم ثقہ، مامون اور حافظ الحدیث ہے جبکہ ابوصلت الہروی ثقہ اور مامون ہے۔

مزید فرمایا کہ میں نے یہ صحیح الاسناد حدیث ابا العباس سے اُنہوں نے عباس بن محمد الدوری سے سُنی ہے مؤخر الذکر کا کہنا ہے کہ میں نے یحیٰ بن معین سے ابا الصلت کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ ابوصلت نے ابی معاویہ سے حدیث انا مدینة العلم بیان کی ہے کیا یہ درست ہے؟ انہوں نے فرمایا ! یہ حدیث تو محمد بن

جعفر الفیدی نے بھی بیان کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔

بعد ازاں صاحب مستدرک فرماتے ہیں کہ میں نے بخاری کے زمانہ کے لوگوں کے امام احمد بن سہیل سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حافظ الحدیث صالح بن محمد بن حبیب سے ابو الصلت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ یحییٰ بن معین کے ساتھ ابوصلت کے ہاں گئے جب اُن کے گھر سے واپس ہوئے تو میں نے یحییٰ بن معین سے ابو صلت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ! وہ سچے ہیں میں نے کہا کہ انہوں نے انا مدینۃ العلم حدیث بیان کی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ! ابوصلت کی طرح الفیدی نے بھی یہ روایت بیان کی ہے المستدرک کی تحریر تمام ہوئی۔

قلت ! حدیث علی اخرجه الترمذی وحدیث ابن عباس اخرجه الحاکم فی المستدرک،

قال الحسین بن فهم وحد ثناه أبو الصلت الهروی عن ابی معاویة . قال الحاکم ! الحسین بن فهم ثقه مأمون حافظ ، وابو الصلت ثقه مامون وهٰذا حدیث صحیح الاسناد سمعت ابا العباس یقول سمعت العباس بن محمد الدوری یقول سألت ابن معین عن ابا الصلت فقال ثقه ، فقلت ! أليس

قد حدث عن ابی معاویة انا مدینة العلم ،فقال قد
حدث بـه محمد بن جعفر الفیدی وھو ثقه ، قال !
وسـمعت احمد بن سھل امام اھل عصره بنجاری
یـقـول سمعت صالح بن محمد بن حبیب الحافظ
یـقـول وسئل عن ابی الصلت فقال دخل یحییٰ بن
معین ونحن معه علیه فلما خرج له ما نقول فیه ؟
فـقـال اھـو صـدوق ، قـلـت انـه یروی حدیث انا
مـدیـنة العلم ؟ فقال ! قد رواه ذاک الفیدی کما
رواه ابو الصلت انتھیٰ ما فی المستدرک.

﴿اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة جلداول صفحه ۳۳۱﴾
﴿المستدرک للحاکم جلد ۳ صفحه ۱۲۶ ، ۱۲۷﴾

مزید شہادتیں

امام جلال الدّین سیّوطی علیہ الرحمتہ صاحب المُستدرک کے اِستدلال کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ علاّمہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں فرمایا ہے کہ !

الحسن بن علی بن مالک نے کہا کہ میں نے یحیٰ بن معین سے ابی الصلت الہروی کے بارے میں پُوچھا تو اُنہوں نے کہا !

وہ سچّے ہیں مگر اُن میں تشیّع ہے اور ابرہیم بن عبداللہ بن جنید کہتے

2 ہیں کہ میں نے یحیٰی بن معین سے ابی الصلت کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ میں نے اُن سے حدیث کا سماع کیا ہے اور انہیں جھوٹ سے نہیں پہچانتا۔

میں نے کہا کہ جو حدیث اعمش مجاہد اور اُنہوں نے ابنِ عباس سے بیان کی ہے، یعنی انا مدینة العلم و علی بابھا جواُنہوں نے بیان کی ہے ؟

اِس کے جواب میں یحیٰی بن مُعین نے کہا کے میں نے یہ حدیث اِن سے ہرگز نہیں سنی بلکہ مجھے اِن کے سوا دُوسرے طریق پر پہنچی ہے۔

اور عبد الخالق بن منصور نے کہا ہے کہ میں نے یحیٰی بن معین سے ابی الصلت کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ میں اُسے نہیں پہچانتا۔

میں نے کہا کہ اُس نے حدیث انامدینة العلم بیان کی ہے؟

تو اُنہوں نے کہا ! کیا اس حدیث میں کوئی چیز ہے ؟

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ اِن روایات کا محاسبہ اِس طرح ہو سکتا ہے کہ عبد الخالق نے یحیٰی بن معین سے ابی الصلت کا حال بہت پہلے اُس وقت دریافت کیا جب وہ اُنہیں نہیں جانتے تھے، پھر جب اُن کی اُن سے جان پہچان ہو گئی تو اُس وقت ابراہیم بن عبداللہ بن جنید کو اُن کے حال سے آگاہ کیا یعنی بتایا کہ وہ سچّے ہیں۔

خطیب بغدادی مزید کہتے ہیں کہ اعمش کی حدیث " انا مدینة

العلم" جسے ابی الصلت نے ابی مُعاویہ سے روایت کیا اور امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن مُعین نے ابی معاویہ سے انکار کیا، پھر جب یحییٰ بن مُعین نے اس کے بارے میں چھان پھٹک کی تو ابی الصلت کے علاوہ بھی ابی معاویہ سے بیان کردہ حدیث مل گئی۔

چنانچہ قاسم بن عبدالرحمٰن الانباری کہتے ہیں کہ میں نے اِس حدیث کے بارے میں یحییٰ بن معین سے پُوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ حدیث صحیح ہے۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں کے صحیح حدیث سے اُن کی مراد یہی ابی معاویہ کی بیان کردہ روایت ہے اور یہ باطل نہیں جب کہ اُس سے ایک سے زائد لوگوں نے بیان کی ہے۔

عباس الدوری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو ابا الصلت عبدالسلام بن صالح کی توثیق کرتے ہوئے سُنا ہے۔

اور جب میں نے پوچھا کہ ابی الصلت نے ابی معاویہ سے اعمش کی حدیث "انا مدينة العلم و علي بابها " بیان کی ہے؟ تو یحییٰ بن معین نے کہا ! کہ تم اِس مسکین سے کیا چاہتے ہو کیا اِس نے وہی کچھ بیان نہیں کیا جو ابی مُعاویہ سے محمدؐ بن جعفر الفیدی نے بیان کیا ہے؟

نیز احمد بن محمد قاسم بن محرز نے کہا ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابی الصلت عبدالسلام بن صالح الهروی کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ وہ جھوٹی بات نہیں کرتے۔

پس جب اُن سے اَبی مُعاویہ کی حدیث انا مدینة العلم کے بارے میں کہا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ اَبی مُعاویہ کی بیان کردہ حدیث ہے اور مجھے ابنِ نمیر نے خبر دی ہے کہ اَبی معاویہ نے بہت پہلے یہ حدیث بیان کی تھی پھر وہ لوگوں کو بتانے سے رُک گئے۔

اور ابو الصلت اِن احادیث کے حصول کے لئے سفر اختیار کرنے والے اور مشائخ کی تکریم کرنے والے شخص تھے پس اُنہوں نے یہ حدیث اُنہیں عطا فرمادی اور عبدالمومن بن خلف النسفی نے کہا کے میں نے ابوعلی صالح بن محمد سے ابی الصلت الہروی کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے یحییٰ بن مُعین کو دیکھا وہ اُنہیں اچھے لفظوں سے یاد کیا کرتے تھے اور میں نے دیکھا کہ جب اُن سے روایت کردہ حدیث " انا مدینة العلم و علی بابها " کے بارے میں پُوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث ابو الصلت کے علاوہ بھی ابی معاویہ سے بیان کی گئی ہے۔

میں نے کہا ! وہ کس نے بیان کی ہے؟

تو انہوں نے فرمایا! کہ محمد بن جعفر نے۔

تاریخ خطیب کا کلام تمام ہوا۔

متن ملاحظہ ہو۔

وفی تاریخ الخطیب قال الحسن بن علی بن

مالک سئالت یحییٰ بن معین عن ابی الصلت الھروی فقال ثقه صدوق الا انه یتشیع وقال ابراھیم بن عبداللّٰه بن الجنید سئالت یحییٰ بن معین عن ابی الصلت فقال قد سمع وما عرفه بالکذب ، قلت فحدیث الاعمش عن مجاھد عن ابن عباس قال ما سمعت به قط وما بلغنی الاعنه ، وقال عبدالخالق بن منصور سئالت یحییٰ بن معین عن ابی الصلت فقال ما اعرفه قلت انه یروی حدیث مدینة العلم فقال ! ماھذا الحدیث بشئی قال الخطیب أحسب عبدالخالق سئال یحییٰ عن حال ابی الصلت قدیماً ولم یکن اذ ذاک یعرفه ثم عرفه بعد أجاب ابراھیم بن عبداللّٰه بن الجنید عن عن حاله.

قال الخطیب ! واما حدیث الاعمش فان ابا الصلت کان یرویه عن ابی معاویة وعنه فانکره احمد بن حنبل ویحییٰ بن معین من حدیث ابی معاویة ثم بحث یحییٰ عنه فوجد غیر ابی الصلت قدرواه عن ابی معاویة.

قال القاسم بن عبدالرحمٰن الانباری ! سئالت

يحییٰ عن هٰذا الحديث فقال هو صحيح.

وقال الخطيب ! ارادأنه صحيح من حديث ابی معاوية وليس بباطل اذ قد رواه غير واحد عنه .

قال عباس الدوری ! سمعت يحییٰ بن معين يوثق ابا الصلت عبد السلام بن صالح فقلت له انه حدث عن ابی معاوية عن الاعمش انا مدينة العلم وعلی بابها ؟

فقال ! ماتريدون من هذا المسكين أليس قد حدث محمد بن جعفر الفيدی عن ابی معاوية.

وقال احمد بن محمد بن القاسم بن محرز ! سئالت يحییٰ بن معين عن ابی الصلت عبدالسلام بن صالح الهروی فقال ليس ممن يكذب ، فقيل له ! فی حديث ابی معاوية انا مدينة العلم ، فقال ! هو من حديث ابی معاوية اخبرنی ابن نمير قال حدث به ابی معاوية قديماً ثم كف عنه وكان ابو الصلت رجلاً موسراً يطلب هذه الاحاديث ويكرم المشائخ فكانوا يحدثونه بها.

وقال عبدالمومن بن خلف النسفی ! سئالت باعلی صالح بن محمد عن ابی الصلت الهروی

فقال ! رائت یحییٰ بن معین یحسن القول فیه

ورایتة سل عن الحدیث الذی روی عن ابی معاویة

انا مدینة العلم وعلی بابها فقال ! رواه ایضاً

الفیدی قلت ! ما اسمه ؟ قال محمد بن جعفر

انتهیٰ ما فی تاریخ البغداد.

﴿اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة جلد اول صفحه ۳۳۳﴾

﴿تاریخ بغداد جلد ۴ صفحه ۳۴۸. جلد ۷ صفحه ۱۷۲، ۱۷۳﴾

﴿ جلد ۱۱ صفحه ۴۸، ۴۹، ۲۰۴﴾

خطیب کے بعد عُلائی

صاحب المستدرک اور صاحب تاریخ البغداد کی عبارات پیش کرنے کے بعد علامہ جلال الدّین سیُوطی علیہ الرحمتہ حافظ الحدیث علاّمہ صلاح الدّین علائی کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جو اُنہوں نے حدیث مصطفیٰ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام " انا مدینة العلم و علی بابها " اور اِس کے راویوں پر جرح کے جواب میں نقل فرمائی ہے بطورِ خاص اُنہوں نے ابو الصلت راوی کے متعلق ابنِ جوزی وغیرہ کی پھیلائی ہوئی بدگمانی کوُدور کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

بغوی کی المصابیح پر سراج قزوینی کے تعاقب اور اُسکے اِس دعویٰ کہ "انا مدینة العلم و علی بابها" حدیث موضوع ہے کا جواب حافظ

الحدیث صلاح الدّین العلائی نے اپنے خط میں نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ !

اَبُو الفرج ابنِ جوزی نے اِس حدیث کو مُتعدّد طریق سے الموضوعات میں نقل کرنے کے بعد تمام تر طریق کے بُطلان پر جزم کیا ہے اوراس کے بعدایک جماعت نے جس میں سے ذہبی وغیرہ نے المیز ان میں اِس مشہورروایت کےراوی ابو الصلت عبدالسلام کے بارے میں کثیر کلام کیا ہے جسے ابی الصلت نے ابی معاویہ سے اُنہوں نے اعمش سے اُنہوں نے مجاہد سے اور اُنہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

چنانچہ ابنِ جوزی اور اُسکی جماعت ذہبی وغیرہ کہتے ہیں!

ابو الصلت کے لئے نسائی نے کہا ! ثِقہ نہیں۔

دار قُطنی اور ابنِ عدی نے کہا کہ مُتّہم ہے دار قُطنی نے مزید کہا کہ وہ رافضی ہے،،

ابو حاتم نے کہا کہ اُس کے نزدیک سچّا نہیں۔

مگر اِس حدیث اوراس کے راوی ابو الصلت کے بارے میں درست بات ابوزرعہ کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ !

حاکم نے کہا ہے ! ہم سے یہ حدیث عباس الدوری نے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے ابو الصلت کے بارے میں یحیٰ بن

مُعین سے پُوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ وہ سچّا ہے۔

میں نے کہا کہ اُنہوں نے ابی معاویہ سے "انا مدینة العلم و علی بابھا" حدیث بیان کی ہے؟ تو یحییٰ بن مُعین نے جواب دیا کہ ابی معاویہ سے یہ حدیث محمد بن جعفر الفیدی نے بھی بیان کی ہے اور وہ ثِقہ ہے۔

اور یحییٰ بن معین سے سے ایسی ہی روایت صالح جزرہ نے بھی بیان کی ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی اِس وضاحت کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ حدیث "انا مدینة العلم و علی بابھا" کو حاکم نے محمد بن یحییٰ بن ضریس کے طریق پر بھی بیان کی ہے اور محمّد بن یحییٰ ثِقہ حافظ ہے اور اُس نے بھی محمّد بن جعفر الفیدی سے اُنہوں نے ابی معاویہ سے اِس روایت کو بیان کیا۔

حافظ صلاح الدّین مزید فرماتے ہیں اب جبکہ یہ حدیث ابی معاویہ سے دُوسرے ثِقہ لوگوں نے بھی بیان کی ہے تو ابو الصلت بری الذّمہ ہیں اور ابو معاویہ ثِقہ اور مامُون ہیں اور اِس بات پر مشائخ کبار اور اُن کے حفّاظ متفق ہیں، اور الاعمش کے تفرّد کے بارے میں فرمایا کہ یہ جائز ہے کیونکہ حضرت علیؑ کے بارے میں اِس کی مثل رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دیگر فرمان بھی موجود ہیں۔

اور اِس حدیث کے وضعی وغیرہ ہونے کہ بارے میں ایسی باتیں

میں نے نہیں کہیں نہیں پائیں جیسی ابن الجوزی وغیرہ نے کی ہیں۔

المُستدرک میں امام ابوعبداللہ الحاکم کی بیان کردہ روایت "انا مدینة العلم و علی بابها" کی صحت کے بارے میں مزید استدلال پیش کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین علائی اِس سے ملتی جُلتی حدیث "انا دارالحکمة و علی بابها" کو سامنے لاتے ہیں جسے امام ترمذی نے ترمذی شریف میں بیان کیا ہے اور ابن الجوزی اور اُس کی جماعت نے اُسے موضوع قرار دیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن مُعین سے روایت کردہ اِن روایات صحیحہ کی شاہد "انا دار الحکمته و علی بابها" حدیث بھی ہے جسے ترمذی نے جامع ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے، اور اُس کی اسناد یہ ہیں۔

اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری، محمد بن عمر الرومی، شریک بن عبداللہ، سلمہ بن کہیل، سوید بن غفلہ، ابی عبداللہ صنابحی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور اِس روایت کو ابومسلم الکجی وغیرہ نے محمد بن عُمر بن الرومی سے بیان کیا ہے اور یہ وہ شخص ہے جس سے بُخاری نے بخاری شریف کے علاوہ کتابوں میں حدیث بیان کی ہے اور ابن حبان نے اِس کو ثقہ مانا ہے جبکہ ابوداؤد نے اس کا ضعف بیان کیا ہے اور ابوزرعہ نے کہا کہ اِس میں نرمی ہے اور ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

محمد بن جعفر الفيدى عن ابى معاوية.

قال العلائى ! فقد برى ء ابو الصلت وعبد السلام من عهدته و ابو معاوية ثقة مأمون من كبار الشيوخ وحفاظهم المتفق عليهم وقد تفرد به عن الاعمش فقال ماذاوأى استحالة فى ان يقول النبى صلى اللّٰه عليه وسلم مثل هٰذا فى حق على رضى اللّٰه عنه ولم يأت كل من تكلم فى هٰذا الحديث وجزم وضعه.

﴿اللآلى المصنوعة جلد اول صفحه ۳۳۳﴾

بجواب عن هذا الروايات الصحيحه عن ابن معين ومع ذالک فله شاهد رواه الترمذى عن على مرفوعاً "انا دارالحكمت وعلى بابها " فى جامعه عن اسمٰعيل بن موسىٰ الفزارى عن محمد بن عمر بن الرومى عن شريک بن عبداللّٰه عن سلمة بن كهيل عن سويد بن غفلة عن ابى عبد اللّٰه الصنالجى عن على مرفوعاً انا دارالحكمة وعلى بابها.

ورواه ابو مسلم الكجى وغير عن محمد بن عمر الرومى وهو ممن روى عنه البخارى فى

غير الصحيح وقدو ثقه ابن حبان وضعفه ابو داؤد وقال ابو زرعة فيه لين وقال الترمذی بعد اخراج الحديث هذا حديث غريب.

وقدروی بعضهم هذا من شريک ولم يذكر فيه الصنالجی ولا نعرف هذا عن احد عن الثقات غير الشريک النخعی القاضی برئ محمد الرومی من تفرد به وشريک هو ابن عبد اللّٰه النخعی القاضی احتج به مسلم وعلق له البخاری وثقه يحيیٰ بن معين .

وقال العجلی ثقة حسن الحديث ، وقال عيسیٰ بن يونس مارأ يت احد قط أورع فی علمه من شريک فعلیٰ هذا يكون تفرده حسناً فكيف اذا انضم الیٰ حديث ابی معاوية ولا يرد عليه رواية من اسقط منه الصنالجی لان سويد بن غفلة تابعی مخضرم أدرک الخلفاء الاربعة وسمع منهم .

وذكر الصنالجی فيه من المزيد فی متصل الاسانيد ولم يأت ابو الفرج ولا غيره بلة قادحة فی حديث شريک سوی دعوی الوضع دفعاً

بــالــصــدر انتهیٰ کــلام الــحــافــظ الصلاح الدین العلائی.

﴿اللآلی المصنوعة جلد اول صفحه ۳۳۵﴾

ایک اور گواہی

خاتم حفاظِ مصر امام جلال الدّین سیُوطی علیہ الرحمتہ نے " انا مدینة العلم و علی بابها " حدیث کے بارے میں اب تک جو تصریحات بیان فرمائی ہیں اُن کے پیشِ نظر مزید کسی شہادت کی ضرورت باقی تو نہیں رہتی، تاہم اُنہوں نے اِس سلسلہ میں مزید بھی کئی ثِقہ عبارات سے حدیث کو موضوع قرار دینے والوں کی تردید فرمائی ہے جن میں سے اب مشہور محدث امام ابن حجر المکی الہیثمی صاحب مجمع الزوائد اور الصواعق المُحرقہ وغیرہما کی ایک مختصر مگر فیصلہ کُن عبارت پیش کی جاتی ہے۔

اِمام جلال الدّین سیُوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور جب شیخ الاسلام ابوالفضل ابنِ حجرؒ سے حدیث " انا مدینة العلم و علی بابها " کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا!

یہ حدیث ابوعبداللہ امام حاکم نے المُستدرک میں نقل فرمائی ہے اور اسے صحیح کہا ہے جبکہ ابو الفرج ابن الجوزی نے اِس کے خلاف اِسے موضوعات میں نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بناوٹی اور جھوٹی حدیث ہے۔

حالانکہ صواب اور دُرست بات اِن دونوں کے اقوال کے خلاف

ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی اسناد کے اعتبار سے، یہ حدیث حسن کی ایک قسم میں سے ہے کیونکہ نہ تو یہ ترقی کر کے صحیح کے درجہ کو پہنچی ہے اور نہ ہی اِنحطاط پذیر ہو کر کِذب کے درجہ میں داخل ہو سکتی ہے۔

اور یہ بیان طویل بحث کا اقتضاء کرتا ہے تاہم اس میں لائق اعتماد یہی بات ہے جو بیان ہوئی ۔انتہیٰ"

وسئل شيخ الاسلام ابو الفضل بن حجر عن هٰذا الحديث فی فتيا فقال هٰذا الحديث اخرجه الحاكم في المستدرک وقال انه صحيح وخالفه ابو الفرج ابن الجوزی فذكره فی الموضوعات وقال انه كذب .

والصواب خلاف قولهما معاً وان الحديث من قسم الحسن لايرتقىٰ الى الصحة ولا يخط الى الكذب وبيان ذالک يستدعی طولاولکن هٰذا المتعمد في ذٰلک . انتهٰى .

﴿اللآلی المصنوعة فی احاديث الموضوعة جلدا صفحه ۳۳۴﴾

﴿الصواعق المحرقه لابن حجر صفحه ۱۲۲﴾

حدیث نمبر ۱

" انامدينة العلم و علی بابها فمن أراد العلم فليأت

الباب:"

یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے

تو جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے دروازے سے آئے۔

حدیث نمبر ۲

" انا دار الحکمة و علی بابھا "

یعنی میں دارِ حکمت ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہے کے سلسلہ میں امام جلال الدّین سیّوطی کی تصریحات کا اتمام ہوتا ہے اور اب اُن احادیث پر مختصر تبصرہ بیان ہوگا جو اِس مضمون کو تغیرِ لفظی کے ساتھ بیان کرتی ہیں اور اُنہیں بھی ابن الجوزی اور ذہبی وغیرہ نے موضوعات میں شمار کر رکھا ہے۔

حدیثِ پاک "انا مدینة العلم و علی بابھا" حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے چونکہ اِس روایت کی ابتداء میں مشہور روایت کے علاوہ مزید بھی چند جملے ہیں چنانچہ امام جلال الدّین سیُّوطی علیہ الرحمۃ اس کو بھی زیبِ عنوان کی شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

اِس روایت کا متن ہے !

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلّی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے روز حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا !

" ھذا امیر البرزه و قاتل الفجره، منصور من نصره ، مخذول من خزله یمد بھا صوته ، انا مدینة العلم و علی بابھا فمن أراد العلم فلیأت الباب "

اگرچہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابنِ جوزی نے حسبِ عادت موضوعات میں کہا ہے کہ !

ھذا الحدیث لا یصح من کل الوجوه ،

﴿ الموضوعات جلد ۱ صفحه ۳۵۳ ﴾

یعنی یہ حدیث تمام وُجوہ سے نادرست ہے مگر امام سیُّوطی اِس مزید جملوں والی حدیث کو پہلے بیان کی گئی حدیث کی شہادت کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابوعبداللہ حاکم نے مزید کہا کہ اِس حدیث کی شاہد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی حدیث بھی ہے جس کے راوی یہ ہیں۔

ابو بکر محمد بن علی الفقیه الشاشی القفال ، نعمان بن ھارون البلدی ، احمد بن عبداللّٰه بن یزید الحرانی ، عبد الرزاق ، سفیان ثوری ، عبد اللّٰه بن عثمان بن خیثم ، عبد الرحمٰن بن عثمان

التمی، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً.

علامہ سیوطی اِس کے بعد فرماتے ہیں کہ ذہبی نے لسان المیزان میں ابی معاویہ سے جعفر بن محمد کی روایت کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے لہٰذا یہ اُس کے لئے نص نہیں۔"

حالانکہ المُستدرک میں حاکم نے اِس کے کثیر طُرق بیان کئے ہیں، جبکہ اصل حدیث کے لئے قلیل احوال بھی کافی ہیں تو اندریں حالات کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اِس پر مطلقاً وضع ہونے کا حُکم لگائے۔

علاوہ ازیں انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فمن اراد العلم فلیات الباب حدیث کے درست ہونے کے سلسلہ میں امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ خطیب نے تلخیص المتشابہ میں اس کے باقی طرق میں سے ایک طریق یہ بیان کیا ہے۔

علی بن ابوعلی، محمد بن مظفر حافظ، محمد بن حسین خثعمی، عباد بن یعقوب، یحییٰ بن بشار الکندی، اسماعیل بن ابراہیم ہمدانی، ابی اسحاق، حارث، علی، عاصم بن ضمرہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ پس جو علم کے حصول کا اِرادہ رکھتا ہے وہ دروازے سے ہو

کرآئے"

وزادان الحاکم روی له شاهداً من حدیث جابر،
قال حدثنی ابو بکر محمد بن علی الفقیه الشاشی
القفال حدثنی النعمان بن هارون البلدی حدثنا
احمد بن عبد اللّٰه بن یزید الحرانی حدثنا
عبدالرزاق حدثنا سفیان ثوری عن عبداللّٰه بن
عثمان بن خیثم عن عبدالرحمٰن بن عثمان التمی
عن جابر مرفوعاً به.

وقال فی لسان المیزان عقب أیرادالذهبی روایة
جعفر بن محمد عن ابی معاویة وقوله هذا
موضوع مانصه وهذا الحدیث له طرق کثیرة فی
مستدرک الحاکم أقل احوالها ان یکون
للحدیث أصل فلا ینبغی ان یطلق القول علیه
بالوضع انتهیٰ.

﴿اللآلی المصنوعة جلد۱ صفحه ۳۳۴﴾

خطیب نے کہا ہے کہ یحییٰ بن بشار اور اُس کا شیخ غیر معروف ہیں۔
امام سیوطیؒ زیبِ عُنوان حدیث کی تقوّیت کے لئے ایک طریق
مزید بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اِس حدیث کی مثل ابن النجار نے بھی
اپنی تاریخ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے

جس کے راوی یہ ہیں"

رقیہ بنتِ معمر بن عبدالواحد، فاطمہ بنت محمد بن ابی اسعد بغدادی، سعید بن احمد نیشا پوری، علی بن الحسن بن بندار المثنی، علی بن محمد بن مہرویہ، داؤد بن سلیمان غازی، علی بن موسیٰ رضا، اُن کے آباءِ الکرام، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

ذہبی نے میزان میں کہا کہ داؤد بن سلیمان غازی نے حضرت موسیٰ رضا کی سند سے ایک کتاب وضع کر رکھی تھی اُس سے اِسے سچّے راوی علی بن محمد مہرویہ قزوینی نے روایت بیان کی ہے۔ ذہبی کی گرفت کا جواب دیتے ہوئے امام سیُوطی فرماتے ہیں کہ اِس حدیث کو ابوالحسن نے ابن عمر الحرابی سے امالیہ میں اِن راویوں سے بیان کیا ہے۔

اسحٰق بن مروان، عامر بن کثیر السراج، ابی خالد، سعد بن طریف اصبغ ابن نباتہ،

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

"میں علم کا شہر ہوں اور علی تو اِس کا دروازہ،
یا علی وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ گمان کرے کہ میں بغیر
دروازہ کے شہر میں داخل ہو جاؤں گا۔"

وبقى للحديث طرق! قال الخطيب فى تلخيص

المشابه انبأنا على بن ابى على حدثنا محمد بن ابن المظفر الحافظ حدثنا محمد بن حسين الخثعمى حدثنا عباد بن يعقوب حدثنا يحيىٰ بن بشار الكندى عن اسماعيل بن ابراهيم الهمدانى عن ابى اسحاق عن الحارث عن على وعن عاصم بن ضمرة عن على قال قال رسول اللّٰہ صلى اللّٰہ عليه وسلم انا مدينة العلم وعلى بابها فمن ارادالعلم فليات الباب . قال يحيىٰ بن بشار وشيخه اسماعيل مجهولان.

﴿ اللآلى المصنوعة جلدا صفحه ٣٣٢﴾

وقال ! ابن النجار فى تاريخه حدثتنا رقيه بنت معمر بن عبد الواحد انباتنا فاطمة بنت محمد بن ابى سعد البغدادى انبأنا سعيد بن احمد النيشا پورى انبأنا على بن الحسن بندارا المثنىٰ انبأنا على بن محمد بن مهروية حدثنا دائوبن سليمان الغازى حدثنا على بن موسىٰ الرضا عن آبائه عن على مرفوعاً مثله ،،

قال الذهبى فى الميزان داؤد بن سليمان الغازى له نسخة موضوعة عن على بن موسٰى

الـرضـا رواهـا عـلـى بـن محمد مهروية القزويني الـصـدوق عـنـه وقـال ابـو الـحسن عن ابن عمر الـحـربـى فى اماليه حدثنا اسحٰق بن مروان حدثنا ابى حدثنا عامر بن كثير السراج عن ابى خالد عن سـعـد بـن طريف عن الصبغ ابن نباتة عن علي ابن ابـى طـالـب قـال قـال رسـول الـلّٰه صلى اللّٰه عليه وسـلـم انا مدينة العلم وعلى انت يابها على كذب من زعم انه يدخلها من غير بابها .

﴿اللآلى المصنوعة جلد ۱ صفحه ۳۳۵﴾

حکمت کا شہر

اور ابوالحسن شاذان الفضلی نے "خصائصِ علیؑ" میں بیان کیا ہے کہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن فیروز الانماطی، حسین بن عبداللہ تمیمی، خبیب بن نعمان جعفر بن محمد اپنے دادا سے وہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میں شہر میں آؤں تو وہ دروازہ سے آئے"۔

اور خطیب نے یہ روایت دار قُطنی کے طریق پر تلخیص المتشابہ میں محمد بن ابراہیم الانماطی سے روایت کی ہے اور اِس کے ساتھ دیلمی نے بھی اِس

سند کو بیان کیا کہ خبر دی ہمیں اَبی نے کہا خبر دی ہمیں المیدانی نے کہا خبر دی ہمیں ابو محمد الحلاج نے کہا کے خبر دی ہمیں ابو الفضل محمد بن عبد اللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبداللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عبید ثقفی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن خلف العطار نے کہا حدیث بیان کی ہم سے مُوسیٰ بن جعفر بن ابراہیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالمہین بن عباس نے اپنے باپ عباس سے اُنہوں نے اپنے دادا سہیل بن سعد سے انہوں نے حضرت ابُوذَر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا!

"علی میرے علم کا دروازہ اور میری اُمّت کے واسطے مُبین اور میرے بعد پہنچانے والا ہے اِسکی محبّت اِیمان اور اِس کا بُغض کُفر ہے، پھر آپ نے نگاہِ شفقت آمیز سے علی کی طرف دیکھا"

وقال ابو الحسن شاذان الفضلی فی خصائص علی حدثنا ابو بکر محمد بن ابراهیم بن فیروز الانماطی حدثنا الحسین بن عبداللّٰه التمیمی حدثنا خبیب بن النعمان حدثنا جعفر بن محمد حدثنی ابی عن جدی عن جابر بن عبداللّٰه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم انا مدینة

الحكمة وعلى بابها فمن أرادالمدينة فليأت الى

بابها.

اخرجه الخطيب في تلخيص المتشابه من طريق

الدارقطني حدثنا محمد بن ابراهيم الانماطي به

وقال الديلمي انبأنا أبي انباالميداني أنبانا ابو

محمد الحلاج أنبانا ابو الفضل محمد بن عبدالله

حدثنا احمد بن عبيد الثقفي حدثنا محمد بن على

بن خلف العطاء حدثنا موسىٰ بن جعفر بن ابراهيم

بن محمد بن على بن عبدالله بن جعفر بن ابى

طالب حدثنا عبدالمهين بن العباس عن ابيه عن

جده سهل بن سعد عن ابى ذر قال قال رسول الله

صلى الله عليه وسلم على باب علمي ومبين

الامتى ما ارسلت به من بعدی حبه ایمان وبغضه

نفاق والنظر اليه رأفة .

﴿اللآ لی المصنوعة جلد ا صفحه ۳۳۵﴾

سب یہی کہتے ہیں

مُلّا علی قاری حنفی موضُوعات کبیر میں زیبِ عُنوان حدیث نقل کرنے

کے بعد فرماتے ہیں کہ اِسے ترمذی نے جامع ترمذی میں روایت کیا ہے اور

کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے جیسا کہ سخاوی نے بیان کیا اور کہا کہ اس کے لئے درست وجہ نہیں ہے اور ابنِ مُعین نے کہا کہ اس کے لئے کچھ اصل نہیں، جیسا کہ ابو حاتم اور یحییٰ بن سعید نے بیان کیا،،

اور ابنِ جوزی اسے موضوعات میں لایا ہے اور ذہبی وغیرہ نے اِس پر اُس کی موافقت کی ہے اور ابنِ دقیق العید نے کہا کہ یہ حدیث اُس کے لئے ثابت نہیں اور بعض نے کہا کہ باطل ہے اور دَارقُطنی نے کہا کہ غیر ثابت ہے اور جب حافظ عسقلانی سے پُوچھا گیا تو اُنہوں نے اِس کا جواب یہ دیا کہ یہ حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے نہ تو صحیح کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ حاکم نے کہا اور نہ ہی موضوع ہے۔ جیسا کہ ابنِ جوزی کا گمان ہے۔

اور سُیُوطی نے اِس کے تذکرے میں بیان کیا کہ حافظ ابو سعید علائی نے کہا درست اور صواب امر یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے طُرق کے اعتبار سے حسن کا درجہ رکھتی ہے نہ صحیح اور نہ ضعیف۔

انا مدينة العلم وعلى بابها رواه الترمذی فی جامعه قال انه منكر و كذا قال السخاوی وقال انه ليس له وجه الصحيح ، وقال ابن معين انه كذب لااصل له وكذا قال ابو حاتم ويحيیٰ بن سعيد واورده ابن الجوزی فی الموضوعات وافقه الذهبی وغيره علی ذالک.

وقال ابن دقيق العيد هذا الحديث لم يثبتوه وقيل
الدارقطني غير ثابت وسئل عنه الحافظ
العسقلاني فاجاب بانه حسن لاصحيح كماقال
الحاكم ولاموضوع كماقال ابن الجوزی ذكره
السيوطی وقال الحافظ ابوسعيد العلائی الصواب
انه حسن باعتبار طرقه لاصحيح ولا ضعيف.

﴿الموضوعات الكبير صفحه ۲۴﴾

المقاصد الحسنه

حدیث:

" میں علم کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہے "

حاکم نے اِس روایت کو اپنی کتاب مُستدرک کے باب المناقب میں اور طبرانی نے اپنی مُعجم الکبیر میں اور اَبو شیخ ابن حیان نے اپنی کتاب السُّنہ میں اور اِن کے علاوہ دیگر تمام نے ابی معاویہ ضریر، اعمش، مجاہد، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مزید اِس جملہ کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا ہے کہ پس جو حصولِ علم کے لئے آئے وہ دروازہ سے آئے۔

اور ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی کے باب المناقب میں اور ابونعیم نے حِلیۃ الاَولیاء میں اِن دونوں کے علاوہ دُوسروں نے حضرت علیؑ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا!

"میں دار الحکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے"

اِس دُوسری حدیث یعنی "انا دار الحکمته و علی بابها" کا تعاقب کرتے ہوئے دار قُطنی نے اپنی کتاب علل المتناهیه فی حدیث الواهیه میں کہا کے یہ حدیث مُضطرب غیر ثابت ہے۔

اور ترمذی نے کہا کہ یہ مُنکر ہے جیسا کہ اُس کے اُستاد بُخاری نے کہا کہ اس کے لئے صحیح وجہ نہیں، اور ابنِ مُعین نے کہا کہ خطیب نے تاریخ بغداد میں اِس کے لئے حکایت بیان کی یہ جُھوٹی ہے اور اسکے لئے کوئی اصل نہیں۔

اور حاکم نے پہلی حدیث "انامدینة العلم و علی بابها" بیان کرنے کے بعد کہا کے یہ صحیح الاسناد ہے اور ابن جوزی نے دونوں کو ہی دو وجہوں سے موضوعات میں بیان کیا ہے اور ذہبی وغیرہ نے اس پر اُس کی موافقت کی ہے۔

اور اسکی طرف ابن دقیق العید نے اِشارہ کیا ہے کہ اُس کے قول کے مطابق یہ حدیث ثابت نہیں اور کہا کہ یہ باطل ہے۔

جبکہ اُبُومعاویہ ثِقہ حافظ الحدیث ہے، اِبنِ عینیہ وغیرہ کی طرح اس کے افراد سے حُجّت پکڑی جاتی ہے۔

پس جو اِس حدیث کے جھوٹا ہونے کا حکم لگاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ اِس میں ایسے الفاظ منکرہ نہیں ہیں جنہیں عقل تسلیم نہ کرتی ہو، بلکہ یہ

حدیث اِس حدیث کی طرح ہے کہ ارحم اُمتی یاُ متی یعنی میری اُمّت پر میری اُمّت کے ساتھ رحم کر یعنی الماضیء صنیع لائق اعتماد ہے پس یہ حدیث ہرگز جھوٹی نہیں۔

انا مدینة العلم وعلی بابها ، الحاکم فی المناقب من مستدرکه من حدیث ابی معاویة الضریر عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعاً به بزیادة ، فمن أتی العلم فلیأت الباب.

ورواه الترمذی فی المناقب من جامعه ابونعیم فی الحلیة غیرهما من حدیث علی ان النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال !

انا دارالحکمة وعلی بابها ، قال الدارقطنی فی العلل عقب ثانیها ، انه حدیث مضطرب غیر ثابت قال الترمذی ! انه منکر ، وکذاقال شیخه البخاری وقال ! انه لیس له وجه صحیح ''

وقال ! ابن معین فیما حکاه الخطیب فی تاریخ بغداد انه کذب لااصل له ، وقال الحاکم عقب اولها ! انه صحیح الاسناد ، واورده والطبرانی فی معجمه الکبیر ، وابو لشیخ ابن حیان فی السنة

وغیرھم کلھم ابن الجوزی من ھٰذین الوجھین فی الموضوعات ووافقہ الذھبی وغیرہ علیٰ ذالک ۔ واشار الیٰ ھذا ابن دقیق العید بقولہٖ ھذا الحدیث لم یثبتوہ ، قیل انہ باطل ، قال وابو معاویۃ ثقۃ حافظ محتج یأفرادہ کابن عینیہ وغیرہ فمن حکم علی الحدیث مع ذالک بالکذب ، فقد اخطأ قال ولیس ھومن الألفاظ المنکرۃ التی تأباھا العقول ، بل ھو الحدیث ارحم امتی بامتی یعنی الماضی ضیع معتمد ، فلیس ھٰذا الحدیث بکذب ،

﴿المقاصد الحسنۃ للسخاوی صفحہ ۴۲﴾

﴿مطبوعہ مکتبۃ انحانجی بمصر﴾

ہم نہیں مانتے

اگرچہ علومِ حدیث سے واقفیّت رکھنے والے عُلمائے متقدّمین اپنے اپنے زمانہ میں اِس حدیث کے نفسِ مضمون اور رجال وغیرہ پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف اور موضوع وغیرہ نہیں بلکہ حسن حدیث ہے بلکہ علاّمہ سیُّوطی کی آخری تحقیق کے مطابق صحیح کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔

بایں ہمہ کچھ لوگ مُسلسل اِسی غم میں دُبلے ہُوئے جارہے ہیں کہ

تاجدارِ ہل اتےٰ مُشکل کشا شیرِ خُدا سیّدنا حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ خُدا اور رسول جلّ جلالہٗ وصلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اِتنے بڑے بڑے اِعزازت سے کیوں نوازا گیا، حضورِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُنہیں اپنے علُوم کا وارث کیوں بنایا اُنہیں اپنا بھائی اور اپنی جان کیوں کہا وغیرہ وغیرہ،،

اکابرین کے چند نُسخے

ہمارے پاس اُن کے اِس غم کا تو کوئی مداوا نہیں تاہم اُن لوگوں کے اکابرین کے بیان کردہ چند نُسخے پیش کرنے پر اِکتفاء کریں گے ہوسکتا ہے کہ اِنہی سے اُن کے درد کا درمان اور غم کا چارہ ہوسکے، علاوہ ازیں علاّمہ ابنِ جوزی کا بھی مختصر تعارف کرادیتے ہیں کہ وہ صحیح احادیث کو موضوع قرار دینے میں کس قدر بیتاب اور مُضطرب رہا کرتے تھے، چنانچہ اِس سلسلہ میں پہلے تو ابنِ جوزی اور ابنِ تیمیہ گروپ کے ایک بزرگ کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں جو حدیث **انا مدینۃ العلم و علی بابھا** پر کیا گیا ہے اور بعدازاں علاّمہ ابنِ جوزی کا تعارف ملاحظہ فرمائیں حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ گُم گشتہ راہ لوگوں کا جواب یہی ہوگا کہ ہم نہیں مانتے، بہرحال ہمیں تو اپنا فریضہ ادا کرنا ہی ہے،

وہ بھی صرف اِس خیال سے کہ موجودہ دَور کے علماء و وہابیہ بجائے خارجیت کو فروغ دینے کے اپنے اِن بزرگوں کا ہی کچھ خیال رکھیں، ہماری

نہیں تو اِن کی ہی بات سُن لیں جو نہ تو ہم اپنی طرف سے کہتے ہیں اور نہ ہی اُنہوں نے اپنی گرہ سے کی ہے۔

مُنصف بھی ہوتے ہیں

اگر چہ ابن الجوزی کی تصریحات سے ابنِ تیمیہ اور علاّمہ ذہبی وغیرہ نے پُورا پُورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے، تاہم کوئی بھی طبقہ اِعتدال پسندوں سے یکسر خالی نہیں ہوتا چنانچہ اِسی طائفہ کے ایک بزرگ شوکانی نے اپنی کتاب " فوائد المجموعه فی الاحادیث الموضوعة " میں علامہ ابنِ جوزی کی تمام وکمال بحث نقل کرنے کے بعد اُس کی تردید کی ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور لا اصل ہے اور ابن جوزی نے اِسے متعدّد طُرق سے موضوعات میں شمار کرتے ہوئے سب کے بطلان پر جزم کیا ہے اور ذہبی وغیرہ نے ابن جوزی کی اتباع کی ہے مگر ابنِ جوزی نے کہا کے حدیث "انا مدینة العلم و علی بابها فمن أ رادالعلم فلیئات الباب"، خطیب اور طبرانی اور ابن عدی اور عقیلی اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً بیان کی ہے لیکن خطیب کی اسناد میں جعفر بن بغدادی مُتّہم ہے حالانکہ یحیٰ بن مُعین نے اُسے ثِقہ کہا ہے

ابنِ جوزی نے کہا ہے کہ! طبرانی کی اسناد میں ابو الصلت الہروی

عبد السلام بن صالح کے لئے حدیثیں وضع کرتا تھا، حالانکہ ابنِ مُعین اور حاکم اُسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔

اور جب یحییٰ بن مُعین سے پُوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے،

اور ترمذی نے حضرت علیؑ سے اِسے مرفوعاً نقل کیا ہے،

اور حاکم نے مُستدرک میں اِسے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

حافظ ابنِ حجر نے کہا کہ ابنِ جوزی اور حاکم دونوں کے برعکس درست بات ہے کہ اسناد کہ مطابق یہ صحیح حسن ہے نہ تو یہ صحیح کے ہی درجہ کو پہنچی ہے اور نہ ہی کذب میں داخل ہے، اِنتھیٰ۔

انا مدينة العلم وعلى بابها ، قيل لا يصح ولا اصل له وقد ذكر هذاالحديث ابن الجوزى فى الموضوعات من طرق عدة وجزم ببطلان الكل وتابعه الذهبى وغيره .

انا مدينة العلم وعلي بابهافمن اراد العلم فليأت الباب ،، رواه الخطيب عن ابن عباس مرفوعا ورواه الطبرانى وابن عدى والعقيلي وابن حبان عن ابن عباس ايضاً مرفوعاً وفى اسناد الخطيب

جعفر بن محمد البغدادی وهو متهم وفی اسناد الطبرانی ابو الصلت الهروی عبدالسلام بن صالح قیل هو الذی وضعه ،

واعجیب عن ذالک ! بان محمد بن جعفر البغدادی الفیدی قد وثقه یحییٰ بن معین ، وان ابی الصلت الهروی قد وثقه ابن المعین والحاکم وقد سئل یحییٰ عن هٰذا الحدیث فقال الصحیح واخرجه الترمذی عن علی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه مرفوعاً واخرجه والحاکم فی المستدرک عن ابن عباس مرفوعاً .

وقال صحیح الاسناد قال حافظ ابن حجر والصواب خلاف قولهما معاً یعنی ابن الجوزی والحاکم وان الحدیث من قسم الحسن لایرتقیٰ الی الصحة ولایخط الی الکذب ،انتهیٰ.

﴿الفوائدالمجموعة فی الاحادیث الموضوعة صفحہ ۳۴۸﴾

تعارف ابن جوزی کا

چونکہ سب سے پہلے اِس حدیث کوموضوع اورلا اصل ثابت کرنے کا فریضہ ابن جوزی نے ادا کیا ہے اِس لئے موضوعات کی جن دو کتابوں کی

عبارات ہدیہء قارئین کی گئی ہیں اُنہی میں سے علاّمہ ابنِ جوزی کے تعصّبات وشدائد، تساہل وتجاہل اور تحکم اور زبردستی کی چند مثالیں ہدیہء قارئین کرنے کے بعد پھر ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کریں گے۔

جمال الدین ابوفرج عبدالرحمٰن بن علی بغدادی المعروف ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ کی کتاب الموضوعات میں اِن کتابوں کی موضوع روایات نقل کی گئی ہیں۔

الکامل ابن عدی،، ضعفا، ابن حبان، ضعفا ابوالفتح ازدی، تفسیر ابن مردویہ، معجم صغیر طبرانی، معجم اوسط طبرانی، معجم کبیر طبرانی، الافراد، دار قطنی، خطیب بغدادی اور ابن شاہین کی تالیفات ، ابونعیم کی تصنیفات، تاریخِ حاکم کتابِ الاباطیل جوزقانی،

تساھل سے کام لیتا

ابنِ جوزی کتاب الموضوعات میں احادیث کے متعلّق حکم لگانے میں تساہل سے کام لیتا ہے۔ نیز یہ اپنی اِس کتاب میں بعض احادیث ایسی بھی لایا ہے جنہیں اپنی دوسری تصنیف "العلل المتناهیه فی احادیث الواهیه " میں خود نقل کرتا ہے اور اپنی اِس کتاب العلل کی بعض موضوعات کو اِس نے "الموضوعات" میں نقل نہیں کیا۔

نیز تساہل سے کام کرتے ہوئے صحیح اور ضعیف احادیث کو بھی

موضوع قرار دیتا ہے ابنِ حجر عسقلانی کا بیان ہے کہ ابنِ جوزی اور حاکم دونوں نے ہی تساہل سے کام لیا ہے یعنی حاکم حسن اور منکر وغیرہ احادیث کو صحیحات میں شمار کرتا ہے، جبکہ ابن جوزی صحیح، حسن، مُرسل وغیرہ احادیث کو موضوع قرار دیتا ہے اِس لئے اِن دونوں کی کتابیں نفع بخش ثابت نہ ہو سکیں۔

کتاب الموضوعات ، الجمال الدین ابی الفرج ، عبدالرحمٰن بن علی البغدادی المعروف بابن الجوزی المتوفی ﴿ ۵۹۷ ﴾ جمع فیه ماوردمن ، الموضوعات ، فی کتاب ، الکامل لابن عدی والضعفا للعقیلی والضعفاء لابی الفتح الازدی ، وما فی تفسیر ابن مردویه ومعاجم الطبرانی فی الثلاثه ، والافراد للدار قطنی وما فی تصانیف الخطیب البغدادی وابن شاهین و مصنفات ابی نعیم وتاریخ الحاکم وکتاب الاباطیل ملجوز قانی

وابن الجوزی متساهل فی الحکم الحدیث بالوضع هذا الکتاب وقدا ورده بعض للحادیث التی اور دها فی کتابه ، العلل المتناهیه فی الاحادیث الواهیه وفی کتاب العلل ایضاً بعض

مـا اوردہ فـی الـمـوضـوعـات واوردہ فیـه بعض الاحـاديـث الـصـحـيحة والضعيفة تساهلامنه.قال ابـن حـجر العسقلانی وتساهل الحاكم اعدم النفع بكتابيهما.

﴿مقدمه المقاصد للسخاوی﴾

﴿عبدالوهاب عبداللطيف مدرس جامعه ازهرمصر﴾

المقاصد الحسنہ کے اِس مقدمہ کے بعد مختصراً موضوعات کبیر مُلّا علی قاری کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

زرکشی نے مسند احمد میں آنے والی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اِس مرفوع حدیث کو حسن کہا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام کی مثل اِس اُمت میں تیس ابدال ہونگے جب اِن میں سے کوئی ابدال فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ دُوسرے شخص کو بھیج دیتا ہے علامہ زرکشی نے یہ حدیث ابنِ جوزی کی موضوعات کا تعاقب کرتے ہوئے بیان کی ہے۔

بہرنوع! علمِ حدیث سے واقفیّت رکھنے والے علّامہ ابن جوزی کے تساہل اور تحکم سے پُورے طور پر واقف ہیں۔

قـال الـزركشـی فی مسند احمد من حديث عبادة بـن الـصامت مرفوعاً الابدال فی هذا الامته ثلثون مثل ابراهيم خليل الرحمٰن كلمافات رجل ابدال

اللّٰــه مكــانــه رجلا وهـو فـي التـعـاقـب علـى

الـموضوعات ﴿ ابن جوزی ﴾

﴿ موضوعات کبیر مطبوعه دهلی صفحه ۱۶ ﴾

مزید تعارف

شیخ محقّق شاہ عبدالحقّ محدّث دہلوی علیہ الرحمتہ اشعتہ اللّمعات شرح مشکوٰۃ میں ابنِ جوزی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں،،

علامہ ابنِ جوزی علیہ الرحمتہ نے موضوع احادیث پر ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں اُنہوں نے افراط و زیادتی سے کام لیا ہے اور جو کچھ اُن کے علم میں تھا اس کے خلاف محض تو ہم کی بنیاد پر بہت سی احادیث کو موضوع قرار دے دیا، شیخ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سے مقامات میں ابن جوزی کو اپنی بحث کا نشانہ بنایا ہے اور کہا احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابنِ جوزی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا،

آئندہ سطور میں ابنِ جوزی کی تصنیف تلبیسِ ابلیس کے بارے میں شاہ عبدالحقّ محدّث دہلوی فرماتے ہیں۔

علامہ ابنِ جوزی کی یہ تنقید بھی ابلیسِ تلبیس کا ہی کرشمہ ہے علّامہ موصوف کو ﴿ شیطان ﴾ نے اِس طریقہ کا شکار بنایا اور غرور و تکبّر میں ڈال دیا،،

آخر پر شیخ محقّق ابنِ جوزی کی شخصیّت کا تعارُف اِس طرح کرواتے

ہیں مختصر یہ کہ ابنِ جوزی عالم وفاضل شخص تھے لیکن اپنے علم وفضل اور جوانی پر نظر کر کے غرور میں مبتلا ہو گئے موصوف سخت گیر، سخت مزاج اور نہایت خُشک طبیعت تھے۔

﴿اشعتہ اللمعات شرح مشکوٰۃ مترجم اردو جلد ا ص ۱۶۵، ۱۶۶﴾

حوالے اور بھی ہیں

ہمارا بنیادی مقصد ابنِ جوزی وغیرہ کو زیرِ بحث لانا نہیں بلکہ حدیثِ پاک ''انا مدینة العلم و علی بابها'' کے حقائق ومعارف بتانا ہے،

قارئین، امام المحدثین سیدنا امام جلال الدین سیُوطی علیہ الرحمتہ کی تحقیق ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں۔ یعنی پہلے تو امام جلال الدین سیُوطیؒ دیگر محدثین کی طرح اِسے حسن حدیث کے درجہ میں بیان کرتے رہے مگر دورانِ تحقیق آپ نے اِس کی اَسناد کے متعدد طُرق کو بنظرِ عمیق جانچا تولا، تو فرمایا کہ یہ حدیث، حَسَن سے بڑھ کر صحیحات میں شمار ہوتی ہے۔

جیسا کہ آپ ''جمع الجوامع'' میں فرماتے ہیں کہ میں نے اِس حدیث کے حسَن ہونے پر ایک زمانہ تک توقف کیا پھر جب حدیث علیؓ کی تصحیح تہذیب الآثار ابن جریر میں اور اِس کے ساتھ ابنِ عباسؓ کی حدیث کی تصحیح مستدرک حاکم میں دیکھی تو میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے استخارہ کیا اور جزم کیا کہ یہ حدیث حسن سے ترقی کر کے مرتبہ صحت کو پہنچتی ہے،

قال کنت اجیب بهذا الجواب یعنی حسن

الحديث د هراً ان وقفت على تصحيح ابن جرير لحديث على فى تهذيب الآثار مع تصحيح الحاكم لحديث ابن عباس فاستخرت اللّٰه و جزمت بار تقاء الحديث من مرتبة الحسن الیٰ مرتبة الصحة و اللّٰه اعلم .

﴿جمع الجوامع للیسوطی جلد۲ صفحة ۱۰۴﴾

یا پیٹوں جگر کو میں

اگر چہ آپ کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث صحیح کے درجہ میں داخل ہے تاہم اُنہوں نے تاریخ الخلفاء میں اِسے حدیث حسن ہی لکھا ہے مگر صورتِ حال یہ ہے کہ !

دِل کو روؤں یا پیٹوں جگر کو میں

خارجیوں کی جفا ہی کیا کم تھی کے اچھّے بھلے لوگ بھی ستم ڈھانے لگے ہمارے سامنے اِسی تاریخ الخلفاء کا ایک ایسا ترجمہ پڑا ہُوا ہے جس میں ترجمہ نگار نے حاشیہ نگاری کا فریضہ اِس انداز سے انجام دیا ہے کہ مؤلف کی رُوح لرز لرز گئی ہو گی کتاب ''نفیس اکیڈمی کراچی'' کی مطبوعہ ہے ترجمہ اقبال احمد گاہندری صاحب نے کیا ہے۔

آپ کو خیر سے دیگر متعدد کتب تواریخ و سیر کے تراجم کرنے کی سعادت بھی حاصل ہے شائد یہی وجہ ہے کہ آپ خود کو مزید نمایاں کرنے کے

لئے اپنی ذاتی رائے کو حاشیہ پر درج کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ جبکہ متعدّد مقامات پر آپ یوں بھی حقِّ ترجمہ ادا کرتے ہیں کہ اصل متن کی کئی کئی سطور قلم انداز کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جس کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ جو واقعہ یا روایت آپ کے مزاج کے خلاف ہو اُسے سِرے سے ہی حذف کر دیا جائے اور اگر کسی ایسی روایت کو شہرت کی وجہ سے چھوڑنا ممکن نہ ہو تو پھر اُس کا اصل مفہوم اپنے حاشیہ کی بھول بھلیوں میں گُم کر دینے کی کوشش ضرور کر ڈالی جائے۔

ہمارے سامنے آپ کی حاشیہ بندی کے متعدّد اور نادر نمونے موجود ہیں جن کو تمام و کمال یہاں نقل کرنا، محض تضیعِ اوقات ہوگا لہٰذا محض اِسی حدیث پاک پر ہی آپ کی حاشیہ آرائی سپردِ قلم کرتے ہیں۔

پہلے آپ تاریخ الخلفاء کی اصل عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور اِس پر از مترجم، کے عنوان سے ہی عجیب و غریب حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ !

ترمذی اور حاکم نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرم ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ نے فرمایا !

" میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں " میں جلال الدّین سیوّطی نے اِس حدیث کی تحقیقات کو اپنی کتاب تحقیقات موضوعات میں تفصیل سے لکھا ہے۔

ابنِ جوزی اور نووی وغیرہ نے اِس حدیث کو موضوع لکھا ہے اور اِن کی یہ تحقیق بالکل غلط ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

یہ حاشیہ

شہر کا دروازہ شہر کے باہر ہوتا ہے جس میں سے ہو کر شہر میں داخل ہوتے ہیں چونکہ تصوّف کے تمام طریقے حضرت علی کے ذریعہ سے حاصل ہوتے ہیں جن کا سرچشمہ رسول اللہ ﴿صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم﴾ ہیں اور حضرت علی علمِ ولایت کے سردار ہیں غرضیکہ علم سے مطلق علم نہیں بلکہ علمِ ولایت مراد ہے وگرنہ مشاہدات کی خلاف ورزی ہوگی۔

اور کسی کے دل میں یہ وہم تک نہ آنے پائے کہ دیگر صحابہ راشدین کو علمِ ولایت حاصل نہ تھا واقعہ یہ ہے کہ باہر سے آنے والوں کے لئے دروازہ کے راستے کے بغیر شہر میں داخل ہونا ناممکن ہے لیکن جو حضرات کہ شہر میں مقیم ہوں اُن کے لئے ضروری نہیں کہ وہ شہری کام کاج انجام دینے یا شہر سے مزید استفادہ کے لئے شہر کے باہر جا کر پھر شہر کے دروازہ سے شہر میں داخل ہوتے رہیں بلکہ وہ شہر کے شہر میں رہتے ہوئے بخوبی افادہ و استفادہ کرتے ہیں ہر ایک کا رُتبہ بلند اور ہر ایک کارہائے نمایاں میں فائق و برتر، سب آپس میں برابر اور دوسروں سے برتر اور بلند و بالا ہیں۔

از مترجم ﴿تاریخ الخلفاء مترجم، مؤلفہ امام جلال الدین سیوطی﴾
﴿ترجمہ اقبال احمد گاھندری مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۱۹۹﴾

توازن یہ غیر متوازن

جنابِ مترجم و محشی اگرچہ اُن بدعقیدہ لوگوں میں تو ہرگز شامل نہیں جنہوں نے مکمّل طور پر تاریخ کا حُلیہ بگاڑ دینے کی قسم کھا رکھی ہے تاہم آپ کو اُن لوگوں میں بھی شمار نہیں کیا جاسکتا جو قطعی طور پر جانبدار ہو کر مؤلف کے ٹھیک ٹھیک نظریات دُوسری زبان میں مُنتقل کر دینے کے شَرف سے بہرۂ ور ہوتے ہیں۔

بہرحال ! آپ نے اپنے اِس حاشیہ میں جو تخیّلاتی مُوشگافیاں اور تصوّراتی بُوقلمونیاں فرمائی ہیں وہ ایک طرف تو آپ کے ذہنی خلجان اور دماغی خلفشار کی مُنہ بولتی تصویر ہیں اور دُوسری طرف آپ کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہوا نظر آتا ہے جو محض توازن برقرار رکھنے کے لئے خُود کو غیر متوازن کر لیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے قائم کردہ ذاتی نظریات کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لافانی اِرشادات و اشارات میں مدغم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اُنہیں یقینی طور پر متلوّن مزاجی کا شکار بھی ہونا پڑتا ہے اور اُن کے تصوّرات اور تخیّلات میں بھی اِضطراب و اِضطرار کی جھلکیاں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔

شرعی حیثّیت کیا ہے

چنانچہ مترجم صاحب جیسے جیسے سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے غیر مشروط فرمانِ عالیہ کو محض اپنے تخیّل کی بناء پر مسلسل مشروط فرماتے گئے ہیں۔ اِن کا یہ شاخسانہ تمام تر غیر حقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ نا قابلِ فہم بھی ہوتا چلا گیا۔

مثلاً مترجم صاحب فرماتے ہیں کہ علمِ وِلایت کی سرداری یقینی طور پر حضرت علیؓ کے لئے ثابت ہے کیونکہ تصوّف کے تمام طریقے حضرت علی ﴿کرم اللہ وجہہ الکریم﴾ کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں مگر اِس سے مُطلق علم مُراد نہیں ورنہ مشاہدات کے خلاف ہوگا۔

اُن مشاہدات کی شرعی حیثّیت کیا ہے؟ اِس کا تذکرہ مترجم صاحب نہیں کر سکے لہٰذا قرینِ قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے مشاہدات کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کس قدر حیرت واِستعجاب کی بات ہے کہ خود ہی یہ بتایا جا رہا ہے کہ تصوف کے وہ طریقے حضرت علی علیہ السّلام کے ذریعے سے ہی حاصل ہوتے ہیں جن کا سَرچشمہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں اور حضرت علیؓ علمِ ولایت کے سردار ہیں اور خُود ہی یہ حد بندی کی جا رہی ہے کہ اِس سے مُطلق علم مراد نہیں۔

عِلم کی تقسیم کہاں سے کی ؟

اِس مقام پر ہم یہ سوال ضرور کریں گے کہ مترجم صاحب اِتنا تو بتا دیجئے کہ حدیث پاک " اَنَا مَدِینَۃُ العِلمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا " میں کوئی ایسا لفظ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا ہے جس کا یہ مطلب ہو کہ اِس سے مُطلق علم مُراد نہیں بلکہ عِلمِ ولایت مُراد ہے اور اسی عِلمِ ولایت کے حضرت علیؑ سردار ہیں۔

علاوہ ازیں ہم آپ سے یہ معلوم کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ کے مشاہدات کی فہرست میں علومِ وِلایت میں کس کس بات کا علم شامل ہے؟

ہمارا دعویٰ ہے کہ مترجم صاحب تو کیا اِن کا کوئی بڑا بھی اِن اُمور کی حقیقت نہیں بتا سکے گا۔ اِس لئے کہ محض اپنے تخیّل کے زور پر پیدا کردہ تاوِیلات عام طور پر لاینحل ہی ثابت ہوتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ کونین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ اقدس میں ہرگز ہرگز کسی علم کی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ مُطلق طور پر آپ نے فرمایا ہے کہ !

" میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں
اور جو شخص بھی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ
دروازہ سے ہو کر آئے۔"

اِس حدیثِ پاک میں صاف طور پر یہ وضاحت موجود ہے کہ رسول

اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے جس بھی قسم کا علم کوئی حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے جناب شیرِ خُدا مولا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے واسطہ و وسیلہ سے ہی حاصل ہو گا۔

علاوہ ازیں مترجم صاحب کے مشاہدات کی وُسعت کا عالم تو دیکھئے کہ آپ پر آج تک یہ مُنکشف نہیں ہو سکا کہ علمِ ولایت یعنی علمِ طریقت علومِ شریعت سے الگ کسی چیز کا نام نہیں بلکہ علومِ شریعت کے منتہائی مقام سے علمِ طریقت کی اِبتداء ہوتی ہے گویا علمِ شریعت، علمِ طریقت کا ہی جزو مُتصوّر ہوتا ہے۔

فرمانِ نبی غیر مشرُوط ہے

مترجم صاحب کا تصوّراتی شاخسانہ اگر تسلیم کر لیا جائے تو اِس کا واضح طور پر یہ مطلب ہوگا کہ علومِ ولایت سے بہرہ وَر ہونے والے حضرات یعنی اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علومِ شریعت سے نابلد محض ہوتے ہیں حالانکہ کہ یہ قطعی طور پر غلط اور واہمہ ہے کیونکہ علمِ شریعت سے کما حقّہٗ واقفیّت کے بغیر علمِ طریقت کا حصول یا مقامِ ولایت پر فائز المرام ہونا ممکن ہی نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مقامِ طریقت پر متمّکن ہونے والے حضرات ظاہر و باطن کے ہر دو علوم پر واقفیّت رکھنے کی وجہ سے باطنی مسائل پر بھی گُفتگو کرنے کے مجاز ہوتے ہیں جو بعض اوقات محض علومِ ظواہر سے واقفیّت رکھنے والوں کے

لئے باعثِ حیرت ہوتی ہے۔

بہر کیف! ہم بحث کو طوالت سے بچاتے ہوئے مترجم صاحب کو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم عالمِ ما کَانَ وَمَا یَکُونُ سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمانِ اقدس "اَنَا مَدِینَۃُ العِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا" قطعی طور پر غیر مشروط ہے اِس لئے اگر آپ اپنی محدود عقل و نظر کے مشاہدات کی بناء پر اِسے مشروط کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ قطعی طور پر ناقابلِ تسلیم اور غلط بات ہوگی۔

اور پھر آپ کے مشاہدات پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے جب کہ آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ علومِ شریعت وعلمِ ولایت وطریقت کا ہی ایک حصّہ ہیں۔

شیخ محقّق شاہ عبدالحق محدّث دہلویؒ اخبار الاخیار شریف میں فرماتے ہیں کہ جب اُس ولی سے پوچھا گیا کہ شریعت وطریقت کا آپس میں کیا تعلّق ہے تو آپ نے فرمایا کہ طریقت جان ہے اور شریعت جسم۔

بہر کیف ! آپ مانیں یا نہ مانیں آپ کے یہ مُشاہدات اِس لئے بھی مسترد کر دینے کے قابل ہیں کہ آپ کے علم میں آج تک یہ بات بھی نہیں آسکی کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم تمام صحابہ کرام کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں علومِ شریعت کے بھی سب سے بڑے عالم تھے۔

ہمیں تو حیرت ہوتی ہے کہ آپ متعدد کتب احادیث و سیَر کے

تراجم کرنے کے باوجود یہ تک نہیں جان سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے تمام علوم کا وارث اور اعلم الناس ہونے کا خطاب دے رکھا ہے۔

علاوہ ازیں جب آپ اِس اَمر کو تسلیم کر ہی رہے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام تر اہلِ ولایت کے سردار ہیں اور بقول آپ کے ولایت کے تمام سلسلے آپ پر ہی منتہی ہوتے ہیں تو پھر آپ کو اِس واہمہ نے کیوں آگھیرا کہ اِس بات کا وہم تک نہ آنے پائے کہ دیگر صحابہ راشدین کو علمِ ولایت حاصل نہ تھا، حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاہِ ولایت ہونے سے دوسرے کسی بھی علمِ ولایت رکھنے والے کے علم کی نفی کا واہمہ پیدا ہونے کا کسی بھی طریقہ سے کوئی اِمکان موجود ہی نہیں، بلکہ اِس میں تو دُوسروں کو علمِ ولایت حاصل ہونے کا واضح ترین اثبات موجود ہے۔

واہمے کی پیداوار

جنابِ والا! یہ تمام تر شاخسانہ آپ کے اپنے ہی واہمے کی پیداوار ہے ورنہ کوئی بھی ذی شعور زیبِ عنوان حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں لے سکتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، افصح الناس، عالمِ علمِ ما کان و ما یکون نے یہ فرمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بجائے محض دُوسرے لوگوں کو کیا تھا۔

صحابہ راشدین سے آپ کی مراد اگر خلفائے راشدین سے ہے جیسا

کہ آپ کی آخری سطور سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر آپ کے تراشیدہ فارمولا کی خُود سے ہی مَوت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ اگر صرف اِنہی چار حضرات کو شہر کے اندر رہنے والے اور اِن کے علاوہ دیگر ایک لاکھ چوبیں ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شہر کے باہر رہنے والے ثابت کیا جائے گا تو پھر اُن صحابہ کرام کا کیا بنے گا جو بقول آپ کے ''مشاہداتی علم'' کے مختلف علوم شریعتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے براہِ راست حاصل کرتے تھے۔''

علمِ حدیث کو ھی لے لیں

آپ علمِ حدیث کو ہی لے لیجئے، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ ابنِ مسعود، عبداللہ ابنِ عباس اوران کی مثل دیگر متعدّد صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین بلاواسطہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادت سُن کر حفظ کرتے تھے اور دُوسروں تک پہنچاتے تھے۔

آپ پر شائد ابھی تک یہ حقیقت مُنکشف نہ ہو سکی ہو کہ حضرت ابُو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ احادیث حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات سے چالیس گنا سے بھی زیادہ ہیں۔

اندریں حالات اگر آپ صرف خلفائے اَربعہ کو ہی ساکنانِ اندرُون شہر ثابت کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ ہر لحاظ سے غلط محض ہوگا۔

اور اگر آپ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ سب کے سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہر علم کے اندر رہنے والے ہیں اور حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اِس فرمان کا اطلاق محض غیر صحابہ پر ہوتا ہے تو اسے سوائے جہالت وسفاہت کے اور کوئی نام دیا ہی نہیں جا سکتا، کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اِس فرمان کا براہِ راست اور بِالا صَالت اطلاق ہوتا ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ہے اور دیگر تمام اُمّتِ محمدّیہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام اِس حکم میں بالواسطہ اور بِالنیابت شامل ہے۔

یقین جانیں کہ اگر آپ کو فنِّ حدیث پر دسترس حاصل ہوتی تو آپ ہرگز اپنی ذاتی آراء اور ذہنی تاویلات سے حدیثِ پاک کے واضح ترین نفسِ مضمون کو چیستان بنانے کی کوشش نہ کرتے۔ ہاں! البتہ اگر آپ کو بابِ مدینۃ العلم، نفسِ رسول مُولا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا اِس عظیم ترین فضیلت سے مُتصف ہونا کسی طرح ناگوار اور شاق گذار ہی تھا تو بہتر یہ تھا کہ اپنی ذاتی رائے ٹھونسنے کی بجائے محدّثین کی بیان کردہ شروح کا مطالعہ کرتے، ممکن ہے کہ کسی دُوسرے قابلِ فہم طریقہ سے آپ کے ذَوق کی تسکین کا سامان فراہم ہو ہی جاتا۔

بہر کیف! اگر کسی طریقہ سے میری یہ معروضات آپ تک پہنچ جائیں تو آئندہ کے لئے دِل سے عہد کریں کہ محض اپنی عقل سے کام لیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدّس کلام میں کبھی دخل اندازی

نہیں کریں گے۔

غور تو فرمائیں کہ آپ کا یہ تصوّر کس قدر ہولناک ہے کہ شہر کے اندر رہنے والے تو براہِ راست اِستفادہ کرتے ہیں اور اُنہیں دَروازے کی اِس لئے ضرورت نہیں کہ دَروازہ شہر کے باہر ہوتا ہے جو صرف باہر سے آنے والوں کو ہی فائدہ دے سکتا ہے۔

عِلم کا شہر یا لوگوں کی رھائش گاہ

حضورِ والا، تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خود کو شہرِ علم فرمایا ہے، علم حاصل کرنے والوں کی رہائش گاہ نہیں فرمایا۔ اِس کا مطلب تو یہ ہوا کہ دیگر صحابہ کرام رِضوان اللہ علیہم اجمعین خُود ہی علم تھے اور اِن صحابہ کرامؓ کو حاصل کرنے کے لئے لوگ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ سے شہر میں داخل ہو جایا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو ساتھ لے کر واپس آ جایا کرتے۔

حیرت یہ ہے کہ آپ کو یہ تک معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا پیش کردہ فارمولا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فرمانِ اقدس کی توہین کے مترادف ہوگا اور آپؐ کے اُس مقصد کو ہی فوت کر دے گا جو آپ کا اس حدیثِ پاک بیان کرنے سے ہے۔

اِس لئے کہ اگر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذواتِ

عالیہ کو ہی علم تسلیم کر لیا جائے کیونکہ بقول آپ کے وہ شہر کے اندر رہنے والے ہیں اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے کونسا مقام متعیّن کیا جائے گا، کیونکہ بقول آپ کے شہر کا دروازہ ہونے کی صورت میں شہر سے باہر ہیں، اور صرف باہر سے آنے والے حضرات کے دخول وخروج کا راستہ ہیں،،

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ،

آخر آپ پر آپکی ظفر علی خاں مرحوم بننے کی کوشش بھی فضول محض ہے کیونکہ جانبداری کی انتہاء کر دینے کے بعد توازن قائم کرنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی۔

اصل معاملہ یہ ہے

جیسا کہ ہم زیرِ نظر مضمون کے آغاز میں قارئین کو بتا چکے ہیں کہ حدیثِ پاک ''اَنَامَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا'' مولائے کائنات حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل ومناقب کا ایک ایسا عمیق وموّاج سُمندر ہے جس کا نہ کسی نے کنارا دیکھا ہے اور نہ ہی کوئی اس کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اِس مختصر مگر محیطِ کائنات جُملے کی تشریحات کا سلسلہ لاکھوں صفحات تک پہنچ گیا ہے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے اگر یہ جملہ محبّین کے قلوب کو مخصوص کیفیّات ولذّات سے ہمکنار کرتا ہے تو معاندین کی آنکھوں کا

خیرہ ہو جانا بھی غیر ممکن نہیں،،

بہر کیف! ہم آخر پر اِقبال احمد موصُوف کو اُنہی کے ایک بزرگ کی تحریروں کے آئینہ میں بابِ مدینۃ العلم کے علُوم کا ہلکا سا عکس پیش کرتے ہیں

شائد کہ اُتر جائے ترے دِل میں مری بات

گُلھائے رنگا رنگ

درجِ ذیل مضمون غیر مقلّدین کے امام و پیشوا علاّمہ وحید الزّماں کی لُغت حدیث پر معروف تالیف ''انوار اللُغت'' کے چند اقتباسات سے ترتیب دیا گیا ہے تا کہ موجودہ دور کے وہ غیر مقلّد علماء جو وہابیّت اور خارجیّت کے درمیان ذرّہ برابر بھی حدِّ فاصل دیکھنا گوارہ نہیں کرتے اپنے سلف کا ہی کچھ احترام کریں۔

اگرچہ یہ بات ہمیں اچھّی طرح معلوم ہے کہ اِس فرقہ کا ہر شخص اپنے آپ کو اپنی ہی ذات میں ایک انجمن تصوّر کرتا ہے اور ہر مسئلہ کو براہِ راست قُرآن و حدیث سے اُخذ کرنے کا دعویدار ہے حالانکہ یہ محض خُود فریبی ہے۔

بہر کیف! ہم ایک موہُوم سی اُمید پر قصرِ تحقیق و تجسّس کو گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ کر رہے ہیں کہ شائد کبھی بھٹکتی ہوئی کوئی رُوح چند لمحات کے لئے اِس چمنستانِ محبّت و مودّت میں گُذار کر دائمی کیف اور ابدی قرار

حاصل کرلے۔

اِس وضاحت کے ساتھ ہی اب آپ بلا تاخیر علومِ حیدر کرّارؑ کے متعلّق پیشوائے وہابیہ، سرخیلِ غیر مقلّداں، صاحبِ تصانیفِ کثیرہ حضرت علّامہ مولانا وحید الزّماں غیر مقلّد کی صرف ایک کتاب کے چند اِقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

دروازہ سے نہ آئے تو چور ہے

حدیثِ پاک ''انادار العلم یا مدینة العلم و علی بابها''

میں علم کا گھر یا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، کی شرح کرتے ہوئے علامہ وحید الزّماں غیر مقلّد رقمطراز ہیں، کہ !

گھر میں آدمی دروازہ سے ہی آتا ہے جو اُوپر سے آئے گا وُہ اُچکا چور ہے اِسی طرح پکا عالم وہ ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اہلِ بیت یعنی حضرت علیؑ اور آپؑ کے ذریعہ سے علم حاصل کرے۔ اہلِ بیتؑ کی رائے اور اِجتہاد کو دُوسروں کی رائے اور اِجتہاد پر مقدّم رکھے اُن کی محبّتِ قلبی منجملہ لوازمِ ایمان سمجھے ورنہ وہ ایک چور ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ناراض کرتا ہے۔ اور آپؐ کے حکم کے خلاف چلتا ہے اور پھر آپ کی اُمّت بن کر نجات کا طالب ہوتا ہے۔

﴿انوار اللغت پارہ دوم صفحہ ۷۷﴾

﴿از علامہ وحیدالزمان﴾

اقوالِ شیخین سے بڑھ جاتے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کہ ! ''میرا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک گڑھا '' کی شرح کرتے ہوئے علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں کہ !

'' اب جو لوگ علمِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ انہیں حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو کہ قرآن و احادیث کے بہت بڑے عالم تھے ؛ کہ اِس قول پر غور کرنا چاہیئے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے اِزالۃ الخفاء میں جو دلائل اِس مقام پر دیئے ہیں، اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت علی علیہ السّلام کے اقوال کا پُورا استعیاب نہیں کیا ہے۔ اگر یہ سب اقوال جمع کیے جائیں تو شیخین کہ اقوال سے بہت بڑھ جاتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کہ '' اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا '' ہمارے مطلوب کو پُورا ثابت کرتا ہے۔

﴿ انوار اللُغت پارہ چہارم صفحہ ۳۶ ﴾

میرا تو یہ عقیدہ ہے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول کہ "میرا علم حضرت علیؑ کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا گڑھا" کی تشریح کرتے ہوئے علامہ وحید الزّماں مزید لکھتے ہیں کہ

سُبحان اللہ! عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو کہ اِس اُمت کے حِبر یعنی بہت بڑے عالم گنے جاتے ہیں، جب وہ اپنے عِلم کی نسبت حضرت علی کے عِلم سے ایسی نسبت بیان کریں تو ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کا عِلم وسیع ہوگا میرا تو اعتقاد یہ ہے اور اِسی اعتقاد پر اُٹھوں گا کہ حضرت علیؑ علم و شجاعت اور شرافتِ نسب میں تمام صحابہؓ سے افضل ہیں۔

﴿انوار اللُغت پارہ ۱۲ صفحہ ۵۷﴾

حَلّ المُشکلات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول،

"اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِن کُلِ مَعضلۃَ لیسَ لَھا ابُو الحَسن" کی تشریح کرتے ہوئے وحید الزّماں رقمطراز ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی پناہ اُس مشکل مسئلہ سے جس کے حل کرنے کیلئے ابا الحسن یعنی علیؑ موجود نہ ہوں۔

تو میں کہتا ہوں کہ یہاں سے حضرت علیؑ کا تبحّرِ عِلمی سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت عمرؓ جو کہ دین کے بہت بڑے عالم تھے۔ اور دُوسرے صحابہؓ نے

مشکل مسائل میں آپؑ کی طرف رجوع کیا۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ جیسے فنونِ حرب وسپہ گری اور شجاعت و بہادری میں طاق تھے ویسے ہی علومِ شریعت وطریقت میں بھی مرجعٔ آفاق تھے۔

مخالف کی گواھی

" وقد جارته مسئالة مشكلة ،فقال معضلة ولا اباحسن لها " امیر معاویہ کے قول کی تشریح میں لکھا کہ،

بڑا مشکل مسئلہ ہے اور کوئی ابوالحسن اِس کو حل کرنے کے لئے نہیں ہے یعنی حضرت علیؑ کے مانند کوئی ایسا عالم موجود نہیں جو اِس سوال کا جواب دے حالانکہ معاویہؓ حضرت علیؑ سے دُشمنی اور بُغض رکھتے تھے مگر اِن کے علم وفضل کے قائل ومعترف تھے۔" الفضل ماشهدت به الاعداء "

﴿انوار اللُغت پارہ ہیژدھم صفحہ ۱۳۵﴾

افضل شھادت

امیر معاویہ کے قول "كان النبى يغو علياًبا لعلم " کی شرح کرتے ہوئے علامہ وحید الزماں رقم طراز ہیں،

معاویہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کو علم کے لقمے بنا بنا کر کھلاتے تھے، جیسے پرندہ اپنے چُوزے کو کھانے کے لقمے اُس

کے حلق میں ڈالتا ہے۔ " الفضل ما شهدت به الاعداء "

معاویہ حضرت علیؑ کے بڑے مخالف تھے مگر اُن کے وفورِ علم کے قائل تھے اور کئی مشکل مسائل دُوسروں کے ذریعہ سے حضرت علیؑ سے حل کراتے تھے۔ خود حضرت عمرؓ نے کئی مسائل میں حضرت علیؑ سے مدد لی۔

﴿انوار اللغت پارہ ۱۸ صفحہ ۲۶﴾

تعجّب ہے ، جرأت نہ فرماتے

بہر حال! حضرت علی علوم شریعت اور رموزِ طریقت میں تمام صحابہ سے فائق اور معدنِ علم و وقار تھے جتنے مسائل اور اُصولِ شریعت اور کلماتِ حکمت آپؑ سے منقول ہیں اتنے کسی صحابی سے منقول نہیں ہیں۔ اور مجھ کو شاہ ولی اللہ صاحب کی اِس تحریر پر بڑا تعجّب ہوتا ہے کہ اُنہوں نے ازالۃ الخفاء میں یہ فرمایا ہے کہ اُصولِ شریعت اور احکامِ فقہی جتنے شیخین سے منقول ہیں حضرت علی سے اتنے منقول نہیں ہیں اگر وہ کتبِ حدیث کو باستقصاء ملاحظہ فرماتے تو ہرگز ایسی تحریر پر جرأت نہ فرماتے۔ الخ

ایک کھلی دلیل اِس کی یہ ہے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش ہوتا تو صحابہ کرامؓ آپ کی طرف رُجوع کرتے لیکن آپ کسی کی طرف رجوع نہ کرتے یہاں تک کہ عرب میں مثل مشہور ہوگئی "قضية ولا ابا حسن لها "

اور حضرت عمرؓ نے فرمایا! " لَولاَ علیٌّ لهلک عمر " مسئلہ

منبر یہ جیسے مشکل سوال کو آپ نے خطبہ میں ہی منبر پر فی البدیہہ حل کردیا
میری اس تحریر کا یہ مقصد نہیں کہ شیخینؓ کا علم وسیع نہ تھا بلاشبہ وہ بھی دین کے
بہت بڑے عالم تھے مگر اُن کو حضرت علیؓ سے اعلم قرار دینا محض بے دلیل
ہے۔

حضرت علیؓ باریک اور مُشکل مسائل کو سب صحابہ کرامؓ سے زیادہ
جانتے تھے جن سے لوگ حیران ہوجاتے ہیں۔

﴿انوار اللُغت پارہ ۱۳ صفحہ ۸۲﴾

غلط فہمی کا ازالہ

آج کل بعض وہابیہ عوام کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ
علاّمہ وحید الزماں پہلے شیعہ تھے پھر اہلسنّت یا غیر مقلّد ہوگئے چنانچہ اُن کی
غیر مقلّد ہونے سے قبل کی تصانیف میں عقیدہٗ روافض پایا جاتا ہے اور کبھی
یوں کہتے ہیں کہ پہلے اہلسنّت یا غیر مقلّد تھے بعد میں شیعہ ہونے کہ بعد کی
کتب میں شیعوں کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ یہ چونکہ اِن لوگوں کا گھریلو معاملہ
ہے اِس لئے ہم اِس میں مداخلت تو نہیں کرسکتے تاہم اتنا ضرور کہیں گے کہ
علاّمہ وحید الزّماں کی تمام تر تصانیف مع تراجم وحواشی صحاح ستہ المشہور میں
اُن کا عقیدہ اہلبیتِ کرام کے بارے میں یہی ہے جس کا نمونہ اُوپر بیان ہوا
اور یہ عقیدہ عین عقائد صحابہ اور سلفِ صالحین اہلسنّت کے مطابق ہے، حالانکہ
تقلید کے معاملہ میں وہ متعصّب غیر مقلد ہیں۔

بہر کیف ! علاّمہ وحید الزّماں کے بارے میں ہمارا تحقیقی مقالہ اُن کی کتاب ہدیۃ المہدیٰ جس کا ہم نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے میں مقدّمہ کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں، تاہم یہاں پر اِسی کتاب انوار اللُّغت کے چند اِقتباسات پیش کیئے جاتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ کم ازکم یہ کتاب اُن کے رافضی ہونے کے دَور کی لکھی ہوئی نہیں۔

علامہ وحید الزّمان دُشمنانِ اہلبیت کا تذکرہ کرنے کے بعد اِسی کتاب میں رقم طراز ہیں۔

دوسری طرف تبرائی رافضیوں کا شور ہے جو آنحضرتؐ کے جانثار اور مخلصین صحابہؓ اور خُلفائے راشدینؓ اور محبوبۂ خاص پیغمبر صاحب جناب اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بُرا کہتے ہیں اور خُدا کے غضب سے نہیں ڈرتے۔

﴿انوار اللُّغت پارہ ۱۳ صفحہ ۸۶﴾

ہم اہلِسنّت کا مَشرب

کتاب مذکور میں اُنہوں نے اِس سے پہلے ایک مقام پر لکھا ہے،

ہم اہلسنّت کا یہ مشرب نہیں کہ کسی پر لعنت کرنا یا کسی فرد کو بُرا کہنا جزوِ ایمان سمجھیں جیسے حضرات امامیہ کا مذہب ہے۔

﴿انوار اللُّغت پارہ ۱۳ صفحہ ۱۰﴾

ابُو بکرؓ برحق خلیفہ ھیں

علامہ وحید الزّماں آگے چل کر اِسی کتاب میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافتِ حقہ کی تائید و تصدیق اِن الفاظ میں کرتے ہیں،

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا تو حضرت عمرؓ کی خلافت صحیح ہوئی کیونکہ خلیفہ برحق نے اُنہیں خلیفہ بنایا،

﴿انوار اللُغت پارہ ۱۸ صفحہ ۱۶﴾

علاوہ ازیں بھی اِس کتاب کا یک ایک لفظ اُن کے غیر مقلّد اور مسلکِ اہلسنّت پر گامزن ہونے کی نشان دہی کرتا ہے اور اِس پر سینکڑوں شواہد اِسی کتاب سے پیش کیۓ جاسکتے ہیں مگر طوالت بیکار ہوگی مُشتے نمونہ از خروارے کے طور پر مندرجہ بالا تین تحریریں اُن کے مسلک کی وضاحت کے لئے بہر طور کافی ہیں۔

اور بھی تو ھیں

بلا شبہ غیر مقلّدین وہابیہ کے گروہ میں اکثریت اُنہیں لوگوں کی ہے جنہوں نے دین کا حُلیہ بگاڑنے میں بھر پور کردار ادا کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ اور اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ توحید کے نام پر توحید کی صورت مسخ کرنے والے یہی لوگ ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ اِن کے ہاں جو

تصوّرِ رسالت وولایت پایا جاتا ہے اُس سے نہ رسُول کا رسول ہونا ثابت ہو سکتا ہے اور نہ کسی ولی کی ولایت کا اثبات ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں! ان لوگوں کے خود ساختہ عقائد اِس قدر وُسعت اختیار کر گئے ہیں کہ دَورِ اوّل کے خوارج ونواصب بھی سر پیٹ لیتے ہونگے جن کا نمونہ آپ اِس کتاب کے آئینہ میں دیکھ ہی چکے ہیں اور جلد سوم میں مزید ملاحظہ فرمائیں گے۔

بایں ہمہ اِن لوگوں میں ایسے خوش نصیب حضرات کی کمی نہیں جو غیر مقلّد تو ہیں مگر اہلسنّت کے پاکیزہ عقائد سے بھی یکسر تہی نہیں جن میں نواب صدّیق حسن بھوپالی، حضرت علاّمہ وحید الزمان، حضرت علاّمہ سیّد سلیمان سلمان منصور پوری، حضرت علاّمہ محمد ابراھیم میر سیالکوٹی رحمہم اللہ تعالیٰ اور اِن جیسے دیگر اکابرین وہابیہ ہیں۔

اِنہی حضرات میں غیر مقلّدین کے پیشواء ومقتداء گروہ 'غزنویہ' ہے جن میں حضرت علاّمہ سیّد داؤد غزنوی اور حضرت علاّمہ سیّد ابوبکر غزنوی کی ذواتِ مبارکہ پیش پیش ہیں۔

بطورِ خاص وحید الزّمان اور سیّد ابوبکر غزنوی دو بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے فرقہ کے مُطلق العنان عُلماء کی شِدّت وحدّت کو نہ صرف قلب کی گہرائیوں سے محسوس کیا بلکہ اُنہیں عقائد حقّہ کے قریب لانے کی بھی بھرپُور کوشش کی خُدا تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر دے اور اُن کو اپنا مقتدا تسلیم

کرنے والوں کو اُن کی باتوں پر غور کرنے کی توفیق نصیب فرمائے،

معاف کیجئے گا

پاسباں مل گئے کو کعبے کو صنم خانے سے

قارئین ! معاف کیجئے گا کہ راہوارِ قلم بے قابو ہو کر ایک نئی سمت کو مُڑ گیا اور بات سے بات پیدا ہونے والی بات ہوگئی ہے مگر ہر بات میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے اِس لئے آپ بھی میرے قلم کے ساتھ ساتھ چلیں اِنشاء اللہ آپ شریکِ سفر رہے تو راستہ دُشوار ثابت نہیں ہوگا اور پھر جلد ہی ہم اپنی منزل کی طرف لوٹ آئیں گے۔

جیسا کہ آپ اُوپر کی سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ طائفہ غیر مقلّدین میں خاندانِ غزنویہ مُعتدل مزاج لوگوں پر مشتمل تھا اور اُن لوگوں نے جب اپنے ساتھیوں کی اِسلام کے بنیادی عقائد سے برگشتگی ملاحظہ کی تو حتیٰ الامکان اُن کی اِصلاح کرنا چاہی مگر مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دَوا کی، کے مِصداق نتائج برعکس ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

ذیل میں ہم اِس خاندان کے جلیل القدر بزرگ حضرت علّامہ سیّد ابوبکر غزنوی کی چند عبارات پیش کر رہے ہیں جس سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک تو وہابیہ کو پتہ چل جائے کہ اُن کے علاّمہ وحید الزّمان صاحب اگر محبّت و مودّتِ اہلِ بیتِ رسولؐ کا درس دیتے ہیں تو اِس کا مطلب اُن کا شیعہ

ہونا نہیں لیا جا سکتا اور دُوسرا ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہابیہ منزلِ خوارج میں داخل ہونے سے قبل ایک بار پیچھے مُڑ کر بھی دیکھ لیں، ہمیں یقین ہے کہ اگر یہ لوگ تشدّد و تعصّب کو چھوڑ کر اِنصاف پسندی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیں تو اِن کے ذاتی فائدے کے علاوہ مُلک وملّت کی سلامتی کی بھی بہت بڑی ضمانت ہو گی،

بہرکیف! حضرت علاّمہ سیّد ابوبکر غزنوی کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے

حضورِ اقدس عَلَیہِ الصَّلوٰۃ والسّلام کی محبّت کا تقاضا یہ ہے کہ جو جو اُنہیں محبوب تھا ہم بھی اُنہیں چاہیں اور اُن سے پیار کریں جن جن سے اُنہیں تعلّقِ خاطر تھا ہم بھی ایک قلبی رابطہ اُن سے محسوس کریں اور اُن کا ادب واحترام کریں، اُن کی تعظیم وتوقیر رُوح کی گہرائیوں سے محسوس کریں۔ اگر ہم ایسا محسوس نہیں کرتے تو خُود حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے ہماری محبّت میں نقص ہے۔ اور ہم مُحبّ رسول ہونے کا ہزار دعویٰ کریں اگر یہ کیفیّت نہیں تو یہ حُبِّ رسول محض ایک فریب ہے۔ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے، وہ لباس جو محبوب پہنتا ہے اور جس میں اسکی خوشبو بسی ہوتی ہے جی کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔

صحابہؓ سے پوچھو

اِن کیفیّتوں کا حال صحابہ کرامؓ سے پوچھو، آپ کے وضو سے جو پانی بچ جاتا، صحابہ کرامؓ اُس پر جھپٹ پڑتے اور تبرکاً اور تیمناً اپنے جسم پر ملتے تھے، آپ کا لُعابِ مُبارک صحابہؓ کے ہاتھوں پر گرتا تھا آپ حجامت کرواتے تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے عاشقوں کا آپکے گرد ہجُوم ہوتا تھا اور آپ کے بالوں کو سر سے اُترتے ہی اُچک لیتے،

اہل بیت سے محبّت کرو

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے، اُس کی گلیاں عزیز، اُس کا آستانہ عزیز، اُس کا پیراہن عزیز، اُسکی جُوتیاں عزیز، اُس کا گھرانا عزیز، اُس کے خادم عزیز،

پس اُس ذاتِ اطہر واقدس کی محبّت کا بدیہی تقاضا ہے کہ اہلِ بیت سے محبّت ہو جیسا کہ خُود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

" احبونی لحب اللّٰہ واحبو اھل بیتی لحبی "

﴿ترمذی﴾

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی بنا پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی بنا پر میرے ﴿اہلِ بیت﴾ گھرانے کے افراد سے محبت کرو۔

پاکیزہ گھرانہ

پھر گھرانہ بھی وہ کہ خُود خداوند تعالیٰ آخری صحیفۂ آسمانی میں اُن سے خطاب کرتا ہے اور اُن کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا.

﴿سورۃ الاحزاب آیت ۳۳﴾

اَے پیغمبر کے گھر والو! خُدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دُور کر دے اور تمھیں پاک وصاف کر دے۔

دُرود و سلام بھیجو

وہ جن کی عظمت وعزّت کا یہ عالم ہو کہ قُرآنِ مجید میں اُن پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہو جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا.

﴿سورۃ الاحزاب آیت ۵۶﴾

" یعنی بلاشبہ اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر دُرود بھیجتے ہیں اَے ایمان والو تم بھی اِن پر درود وسلام بھیجو۔"

ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا،

امرنا اللّٰہ ان نصلی علیک یا رسول اللّٰہ ! فکیف نصلی علیک؟

یعنی یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر درُود بھیجیں۔ آپ ہمیں سکھائیں کہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں ؟

تو آپ نے ارشاد فرمایا یوں کہو !

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلیٰ اِبْرَاھِیْمَ وَعَلیٰ آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

﴿صحیح مُسلم جلد اول﴾

﴿قربت کی راھیں صفحہ ۸۶ ، ۸۷﴾

قُرآن اور اھلِ بَیت

وہ جن کے مجد و شرف کا یہ مقام کہ حجۃ الوداع کے خُطبے میں کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُن کا ذکر کیا اور فرمایا !

"انا تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و اھل بیتی"

﴿مسلم﴾

یعنی میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ چلا ہوں اور وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور میرے گھرانے

کے افراد ہیں۔

سفینہ نوح

وہ جن کی فضیلت کعبے کا دروازہ تھام کر آپ نے یوں بیان فرمائی۔

" الا ان مثل اھل البیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبھا نجاء ومن تخلف عنھاھلک ."

﴿مسند امام احمدعن ابی ذر﴾

یعنی دیکھو! میرے اہلِ بیت کی مثال تم میں کشتیءنوح کی سی ہے جو اِس میں سوار ہوا وہ بچ گیا جو دُور رہا ہلاک ہوا۔

کیا سلُوک کرتے ہو ؟

وہ جن کے احترام کو ملحوظ رکھنے کے لئے آپ نے نصیحت فرمائی۔

ولن یتفرقا حتیٰ یرد علیٰ الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھا ،

﴿مسند احمد﴾

"یعنی کتاب اللہ اور اہلِ بیت ہرگز ایک دُوسرے سے جُدا نہیں ہونگے حتّیٰ کہ وہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے پس خیال رکھنا کہ میرے بعد تم اِن سے کیا سلوک کرتے ہو۔"

خصوصی محبّت

بالخصوص حضرتِ حسن اور حسین علیہ السّلام سے آپ کو ایک خاص قلبی لگاؤ تھا۔ اُن کی پیدائشِ مُبارکہ کے وقت خُود حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اُن کے کان میں اذان دی تھی اور اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کی صدا اُن کی رُوح میں اُتار دی تھی اور اپنا لعابِ دہن مُبارک اُن کے منہ میں ڈالا تھا۔

آپ اُنہیں چومتے تھے اور سینے سے لگا کر انہیں بھینچتے تھے مسند امام احمد میں ہے ''یضم الیه حسناً و حسیناً'' وہ لوگ جنہیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے انوار و برکات کی معرفت حاصل ہے، سمجھتے ہیں کہ یہ کیسی سعادتِ عُظمٰی ہے جو حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے حصّے میں آئی۔

بارگاہِ رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں جن کی محبوبیّت کا یہ عالم ہے کہ آپ فرمائیں۔

''ھذان ابنای و ابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما و احب من یحبھما.''

﴿ترمذی من تحفة الاحوزیه ۳۳۹﴾

''حسنؑ اور حسینؑ یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں اِن سے محبّت کرتا ہوں تو بھی اِن کو اپنا محبوب بنا اور جو اِن سے محبّت

کرے تو بھی اُس سے محبّت کر۔"

سردارانِ جنّت

وہ جن کے بارے میں آپ فرمائیں،

" الحسن و الحسین سیّد الشباب اھلِ الجنۃ"

یعنی حسنؑ اور حسینؑ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں،

﴿ترمذی﴾

خُطبہ چھوڑ دیا

وہ جن پر آپ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپ خُطبہ ارشاد فرمارہے تھے، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سُرخ قمیض پہنے ہوئے آئے اور چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منبر سے اُترے اور دونوں کو گود میں اُٹھالیا اور فرمایا !

"اللہ تعالیٰ نے سچّ کہا ہے تمہارا مال اور اَولاد
آزمائش ہی تو ہیں میں نے ان دونوں بچّوں کو دیکھا
کہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو مُجھ سے صبر نہ ہوسکا
اور اپنی بات قطع کرتے ہوئے اِن کو اُٹھالیا "

اصحابِ ثلاثہ تعظیم بجا لاتے تھے

جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رحلت فرمائی تو بعض

روایتوں کے مطابق حضرت حسینؑ کی عُمر مبارک سات برس تھی اور البدائیہ والنہایہ میں ہے۔

" كان الصديق يكرمه ويعظمه و كذالك عمر و عثمان."

یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت حُسین عَلَیہ السّلام کا احترام کرتے تھے اور اُن کی تعظیم بجالا تے تھے اور یہی حال حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا تھا۔

یہ بیان حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جو نہایت محتاط مورّخ اور بلند پایہ محقّق ہیں اور اُنہوں نے یہ کہا کہ حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ حضرت حسین علیہ السّلام سے محبّت کرتے تھے بلکہ یہ کہا ہے کہ اِس پانچ سات سال کے بچے کی تعظیم بجالاتے تھے۔

اِسی طرح صحابہ کرامؓ حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کا بہت احترام کرتے تھے۔

ایک بار بہت سے لوگ مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اِتفاق سے حضرت امام حسین علیہ السّلام کا اُدھر سے گزر ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہنے لگے۔

"میں تمہیں بتاؤں کہ زمین میں رہنے والوں میں سے آج آسمان والوں کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے اور وُہ یہی ہے جو جا رہا ہے۔"

صحابہ کرام کو جو محبت و عقیدت جنابِ حسنؑ اور جنابِ حسینؑ سے تھی اُس کا سرچشمہ وہی عشق اور والہانہ شیفتگی تھی جو اُن کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے تھی۔

اِک بات اُس میں پائی تھی شوخیٔ یار کی
ہم نے بھی اپنی جان لڑا دی قضا کے ساتھ

﴿قربت کی راہیں صفحہ ۸۸ تا ۹۰﴾

دِلوں میں جھانکو

پس جس گھرانے کی محبوبیّت کا یہ عالم ہو اُس کی محبّت اور یاد میں جو صُبحیں اور شامیں بسر ہو جائیں حاصلِ عمر رہیں گی۔

اُن کی مدح و توصیف میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں کم ہیں۔

اُن کی یاد رُوح کی پاکیزگی اور طہارت کا سامان ہے۔

ساتھیو! اپنے حریمِ دل میں جھانک کر دیکھو اگر اِس میں اہلِ بیت کی محبّت اور بالخصوص حسینؑ بن فاطمہؑ کی محبت نہیں پاتے ہو تو یقین کرو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ تمہاری محبّت بھی محض فریبِ نفس ہے۔

صحابہ کرام کو دیکھو کہ آپ کا پسینہ، آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی حتّیٰ کہ آپکا لعابِ دہن مبارک بھی اُنہیں عزیز تھا۔

پھر آہ صد ہزاراں آہ حرماں اگر تم اپنے سینوں کو حسینؑ بن علی فاطمہؑ

بنتِ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی محبّت اور تعظیم سے خالی پاتے ہو یہ بہت بڑی محرومی اور شقاوت ہے۔ تُم یقین کرو کہ حضور عَلَیہ الصّلوٰۃ وَالسَّلام کی محبّت اگر تمہارے رَگ و پے میں اُتر جائے تو تُم اُنکے غلاموں کے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔

تُمھیں کیا ھوگیا ھے ؟

آہ! یہ کیسی للّٰہیت ہے کہ موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبرِ رسولؐ پر کھڑے ہو کر اُس محبوب کی بارگاہِ رسالت، اُس جگر گوشہؑ بتولؑ کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں۔

وُہ گھرانا جس سے تُم نے فیض حاصل کیا، وُہ جنکی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان و اسلام کی معرفت حاصل ہوئی، تُم کو کیا ہوگیا کہ تُم اُن کی ہی عیب چِینیاں کرتے ہو، پھر اِس عیب چینی اور خوردہ گری کے لئے تمہیں رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے منبر کے سوا کوئی اور جگہ نہیں ملتی، پھر تم اپنے لب ولہجہ کو تو دیکھو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شمر بن الجوشن، یزید اور ابنِ زیاد نے اہلِ بیت کے خلاف مقدّمے میں تمہیں اپنا وکیل بنالیا ہے۔

حدیثِ قُدسی ہے !

"من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتهٗ بالحرب "

جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے میں

اُس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں،

حضرت حسینؑ کے ولی اللہ ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے، وہ صحابی بھی تھے اور اہلِ بیت میں سے بھی تھے، وہ صرف صحابی ہی نہ تھے، جلیل القدر عُلماء صحابہ میں سے تھے، وہ صرف اہلِ بیت ہی میں سے نہ تھے، محبوبِ بارگاہِ رسالت بھی تھے، پس حضرتِ حسینؑ کی شانِ اقدس میں گُستاخی، اِن کی تنقیص، اُن کے بارے میں سُوئے ادب سَراسَر مُوجبِ حرماں ہے۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب

بے ادب محرومِ ماند از فضلِ ربّ

﴿قربت کی راہیں صفحہ ۹۱، ۹۲﴾

جرّاحی کا عمل نا گزیر ھے

ساتھیو! محض تمہارا جی بہلانے کے لئے یا تُمہیں خوش کرنے کے لئے تو میں وعظ نہیں کہتا، خُدا تعالےٰ محض اپنی رضا اور خُوشنودی کے لئے وعظ کہنے کی توفیق دے، تُمہاری رنجش اور تمہاری خُوشنودی سے کیا ہوتا ہے۔

از ردّ و از قبول تو فارغ نشستہ ایم

اے آنکہ خُوبِ ماشناسی از زشت ما

وہ بیماریاں جو تُم میں اور مُجھ میں نہیں ہیں میں اُن پر بات کیوں کروں کہ ایسا کرنا محض تضیعِ اوقات ہو، وعظ کہنے کا مقصد تو اصلاحِ حال ہے،

کبھی مادۂ فاسد کے اخراج کے لئے جرّاحی کا عمل ناگزیر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نشتر لگتا ہے تو مریض کو تکلیف ہوتی ہے مگر یہ تکلیف بڑی سُودمند ہے

دوستو !

چمن میں تلخ نوائی مِری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

﴿قربت کی راہیں صفحہ ۹۲ ، ۹۳﴾

منبرِ رسُول کی توہین

سیّد ابو بکر غزنویؒ کی کتاب '' قربت کی راہیں '' کے چند اقتباسات محض غیر مقلد حضرات کے مسلسل بگڑتے ہوئے عقائد کی اِصلاح کے لئے بلاکم وکاست تحریر کردیئے گئے ہیں ممکن ہے کہ عبّاسی وغیرہ کے دامِ تزویر میں پھنسنے والا نوگرفتارِ بلا اِن سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی اِصلاح کر لے۔

محترم غزنوی صاحبؒ کی مندرجہ بالا عبارات اِس اَمر کی صاف طور پر غماز ہے کہ اُن کے اپنے فرقہ کے لوگ فی الواقع منبرِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بے ادبی اور توہین واہانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

بہر حال اُنہوں نے نہائت اَحسن طریقہ سے اپنی جماعت کی گرفت کی ہے اللہ تعالیٰ اُن کی اِس سعیٔ سعید کو منظور ومشکور فرمائے۔

آمین بجاہِ سیدالمرسلینؐ

یہ نئی بات نہیں

غیر مقلّدین وہابیہ حضرات جو خود کو بزعمِ خویش اہلِ حدیث اور محمّدی ہونے سے موسُوم کرتے ہیں پیش ازیں بھی خوارج کے وضع کردہ مسائل پر ہی جان چھڑکتے تھے جس کے متعدّد شواہد ہماری دیگر تصنیف کردہ کُتب میں موجود ہیں تاہم اِن میں بعض اَیسے اِعتدال پسند حضرات موجود رہے اور ہیں جن کا مقصد محض تقلیدِ شخصی سے فرار حاصل کرنا تھا حالانکہ وہ بھی بیشتر مسائل اُن علماء سے اَخذ کرنے پر مجبور ہیں جو بذاتِ خُود تقلیدِ شخصی میں جکڑے ہوئے ہیں جیسا کہ ابنِ تیمیہ، حافظ ابنِ قیمؒ، محمّد بن عبدالوہاب نجدی وغیرھم۔

تاہم اِن لوگوں کو ایک اِمام کی بجائے متعدّد مقلّدین کی تقلید میں گرفتار ہونے کے علاوہ اپنے طائفہ میں رہتے ہوئے بھی یہ اِمتیاز حاصل کر رہا کہ اُنھوں نے چند فروعی مسائل کے علاوہ اپنے منقولہ بالا اسلاف کی اُن باتوں سے سخت پرہیز کیا جو اُنھوں نے توہینِ خُدا اور رسول اور اہانتِ اہلِ بیت و اولیاء کے ضمن میں کی تھیں اِن خوش نصیب حضرات میں سے دو بزرگوں کی تصریحات قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

تاہم یہ اَمر مسلّم ہے کہ اِس غالی اور متشدّد طائفہ کی اکثریت شروع سے ہی خوارج کے متعیّنہ راستوں پر گامزن بھی ہے اور اُن عقائد کی ترویج و ترقّی کے لئے بھی کوشاں ہے اگرچہ برِّصغیر میں ان کی شدّتِ وحدّت میں

اضافہ چند سال قبل سے ہی ہوا ہے اور اہلِ بیتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شانِ اقدس میں قابلِ مذمّت گفتگو کا انداز بھی اُنھوں نے اپنے شیخ اور امام ابنِ تیمیہ کی منہاج السنۃ سے اپنایا ہے اور مقامِ رسالت وولایت کا توہین آمیز تعیّن بھی اُنھوں نے ابنِ تیمیہ اور حافظ ابنِ قیّم کی کتاب "الوسیلہ" صراطِ المستقیم اور اغاثۃ الافہان وغیرہ سے کیا ہے۔

اگر آپ غیر مقلّد ہیں ؟

ہم یہاں ان لوگوں سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ غیر مقلّد ہیں تو پھر بطورِ خاص ابنِ جوزی، ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیّم وغیرہ کے اخذ کردہ مسائل کو کیوں حرزِ جاں بنا رکھا ہے آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ مسائل ضروریہ کی تخریج قرآن و حدیث سے براہِ راست کرتے ہیں تو پھر آپ اس دعوے کو اپنے کردار و عمل سے مدلّل و مبرہن کیوں نہیں کرتے۔

کیا آپ کی مزعومہ صحاح کُتب سِتّہ میں ایسے عقائد موجود ہیں جو ابنِ تیمیہ وغیرہ نے بیان کیے ہیں؟

کیا اِن کتبِ احادیث میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اہلِ بیت سے اِس قسم کا سلوک کرنا موجود ہے جو آپ کرتے ہیں ؟

کیا اِن کتبِ حدیث میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہُ الکریم کا یہی تصوّر پیش کیا گیا ہے جو آپ کرتے ہیں ؟

کیا اِس مزعُومہ صحاح میں کوئی ایسی حدیث موجود ہے جس میں بتایا گیا ہو کہ ابنِ حزم اور ابنِ تیمیہ کے افکار کو ہی جزوِ ایمان بنا رکھنا ہے ؟

اگر یہ بات نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آپ کیا ہیں؟ جو ایک طرف چاروں اماموں کی تقلید کو کفر تک کہہ دیتے ہیں اور خُود ایک ایسے شخص کے دامِ تقلید میں پھنسے ہوئے ہیں جو مقلد بھی ہے اور نئے نئے عقائد بھی خود ہی وضع کرتا ہے۔

ہم باب دوم میں آپ کے امام ابنِ تیمیہ کا تبصرہ پیش کر رہے ہیں جو اُنہوں نے حدیثِ پاک " انا مدینة العلم و علی بابها " پر کیا ہے تاہم پیش ازیں چند معتبر کتابوں کہ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جن میں اِس حدیثِ پاک کو درست تسلیم کر کے نقل کیا گیا ہے جبکہ ابنِ تیمیہ نے اِس حدیث کو قُرآن وحدیث سے نہیں بلکہ اپنی عقل کے زور سے جھٹلاتے ہوئے مُسترد کیا ہے۔

الموضوعات کا تعاقب

علاّمہ جلال الدّین سیوطی علیہ الرّحمۃ نے ابنِ جوزی کی کتاب " الموضوعات " کے ردّ وابطال میں باقاعدہ طور پر ایک کتاب مسمیٰ بہ " التعقباتِ موضوعات " تالیف فرمائی ہے اور اِس میں حدیث پاک " انامدینة العلم و علی بابها " کے حسن حدیث ہونے پر بے شمار شواہد

پیش کرتے ہوئے ابنِ جوزی کی تردید کی ہے تاہم آپ نے اِسے دیگر متعدد کُتب کے علاوہ اپنی عظیم تالیف "جامع الصغیر" میں بھی نقل کیا ہے۔

اِس کتاب کے متعلق اِمام جلال الدّین سیُوطی دعوے سے کہتے ہیں کہ تخریجِ روایات کے معاملہ میں اِنتہائی احتیاط سے کام لیا ہے اور کوئی وضعی اور جھوٹی روایت اِس کتاب میں موجود نہیں۔ آپ فرماتے ہیں،

"اقتصرت فيه على الا حاديث وجيزه، ولخصت فيه من معادن الا ثر بريزه و بالغت في تحرير التخريج فتركت القشروأ خذت اللباب وضته عما تفرد به وضاع أو كذاب"

﴿الجامع الصغير مطبوعه مصر ص ۲﴾

اب اِسی کتاب سے مذکورہ بالا حدیث کی عبارت ملاحظہ فرمائیں،

"انا مدينة العلم و على بابها فمن أراد العلم فليات الباب"

﴿الجامع الصغير مطبوعه مصر جلد اول صفحه ۱۰۷ بحواله ضعفا للعقيلى الكامل لا بن عدى معجم الكبير لا طبرانى ،المستدرک للحاكم،﴾

علاوہ ازیں یہ حدیثِ پاک مُتعدّد دیگر کُتبِ احادیث وسیَر میں بھی مَوجود ہے چند ایک کتابوں کے حوالے مع متن عِبارت ملاحظہ فرمائیں۔

المُستدرک

" عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم انا مدینة العلم و علی بابها فمن ارادا لمدینة فلیات الباب."

دُوسری روایت ہے،

" انا مدینة العلم و علی بابها من توتی المدینة الامن قبل الباب"

﴿المستدرک جلد سوم ص ۱۲۶ مطبوعه حیدر آباد دکن﴾

دونوں روایتوں کا ترجمہ بالترتیب اِس طرح ہے کہ حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِرشاد فرمایا !

" میں علم کا شہر ہوں اور علی اِسکا دروازہ ہیں پس جو شخص شہر میں داخل ہونے کا اِرادہ رکھتا ہے تو وہ دروازہ سے آئے۔"

" میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں نہیں کوئی شخص آئے گا شہر میں مگر اُسے دروازہ سے آنا پڑے گا۔"

اب آپ مزید چند ثقہ کتابوں سے مذکورہ روایت مع اسناد ملاحظہ فرمائیں۔

أسد الغابہ

أنبـا ءنـازيد بن الحسن بن زيد ابو اليمن الكندى وغيـره كتـابة قـالو انباء نا ابو منصور زريق انباء نا احـمدبن على بن ثابت أنباء نا محمد بن أحمد بن رزق أنبـاء نـا ابـو بكربن مكرم بن احمد بن مكرم الـقـاضـي حـدثنا القاسم بن عبد الرحمن الانبارى حـدثـنـا أبـو الصلت الهروى حدثنا ابو معاوية عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول الـلّٰه صلى الله عليه وآلہٖ وسلم . "انامدينة العلم و على بابها فمن أراد العلم فليات بابه"

﴿أسد الغابه جلد چهارم صفحه ۲۲﴾

علامہ عزّالدّین ابی الحسن المعروف ابنِ اثیر صاحب أسد الغابہ اِس حدیثِ مقدّسہ کے ضمن میں دیگر بھی متعدّد شواہد پیش کرتے ہیں جو قارئین کی معلومات میں اضافے کے پیشِ نظر پیشِ خدمت ہیں یہ روایت ابومعاویہ کے علاوہ اعمش سے بھی مروی ہے،

بہتر فیصلہ فرمانے والے

نیز شعبہ ابی اسحاق سے، وہ عبدالرحمٰن بن یزید سے، وہ علقمہ سے، وہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب تمام اہلِ مدینہ میں بہتر فیصلہ فرمانے والے تھے اور سعید ابنِ مسیّب نے کہا کے سوائے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے لوگوں میں سے کسی شخص نے بھی یہ نہیں کہا کہ "مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔"

سب سے زیادہ عِلم والے

اور روایت بیان کی کہ یحییٰ بن مُعین نے عبدہٗ بن سلیمان سے اس نے عبد المالک بن سلیمان سے کہ میں نے حضرت عطاء کی خدمت میں سوال عرض کیا کہ کیا محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اُصحاب میں کوئی شخص ایسا بھی تھا جو حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم سے زیادہ علم رکھتا ہو؟ تو حضرت عطاء نے جواب میں کہا کہ! نہیں خدا کی قسم کوئی شخص بھی آپ سے زیادہ عالم نہیں تھا۔

نو حِصّے علم حضرت علی کے پاس

نیز حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ علم کے دس حصّوں میں سے نو حصے علم حضرت علیؑ کے پاس تھا اور علم کے بقایا دسویں حصّہ میں بھی آپ دُوسروں کے ساتھ شریک ہیں۔

روا ہ غیر ابی معاویة عن الاعمش وروی شعبة عن
ابی اسحاق عن عبدالرحمٰن بن یزید بن علقمه
عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال کنا نتحدث ان اقفیٰ
اهل المدینة علی ابن ابی طالب ،وقال سعید بن
المسیب ماکان أحد من الناس یقول سئلونی غیر
علی ابن ابی طالب ، وروی یحییٰ بن معین عن
عبدة بن سلیمان عن عبدالملک بن سلیمان قال
قلت العطاء أکان فی الصحاب محمد اعلم من
علی قال لاواللّٰه لااعلمه وقال ابن عباس لقد
أعطی علی تسعة اعشار العلم وایم اللّٰہ لقد
لشارکهم فی العشر العاشر۔

﴿اُسدالغابه فی معرفة الصحابه جلد چهارم صفحه ۲۲ مطبوعه بیروت﴾

اُسدالغابہ میں حضرت علی کریم علیہ السّلام کے علم مُبارک کے متعلّق دیگر بھی کئی ایک روایات موجود ہیں جنہیں ہم کسی دُوسرے موقع پر بیان کریں گے۔اور اُسدالغابہ کی اُوپر بیان کی گئی روایات بھی متعدّد کتبِ مُعتبرہ سے اپنے اپنے مقام پر بیان کی جائیں گی۔یہاں تو یہ بتانا تھا کہ جناب علی علیہ السّلام کے علم مُبارک کے متعلّق کسی ایک روایت کا انکار کرنے والوں کو حاصل کیا ہوگا جب کہ ایک سے ایک بڑھ کر حدیث آپکی وُسعتِ علمی کی

روشن تر دلیل ہے۔

الاستعیاب

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ!

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہیں،
پس جو علم کا طلبگار ہوگا تو وہ دروازہ سے آئے گا۔"

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا!

" تم میں سے درست فیصلہ کرنے والے علی ابنِ
ابی طالب ہیں۔"

عُمر ابن الخطابؓ نے کہا کہ !

"ہم میں سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے علیؑ اور
سب سے اچھے قاری ابیؑ ہیں۔"

عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم " انا مدینة
العلم وعلی بابھا فمن ارادالعلم فلیاته من بابه "
وقال صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم فی اصابه
"اقضاھم علی ابن ابی طالب" وقال عمر بن
الخطاب ! " علی اقضانا وابیٔ اقرونا "

﴿الاستعیاب فی اسماء الاصحاب مطبوعه مصر جلد دوم صفحه ۳۸ للعلامه ابنِ عبدالبر﴾

کبھی غلطی نہیں کی

اسماعیل ابنِ خالد سے کہا کہ شبعی نے مغیرہ سے روایت بیان کی کہ میں حلف اُٹھاتا ہوں کہ خُدا کی قسم ! حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے کسی قضیہ کا فیصلہ فرماتے ہوئے کبھی غلطی نہیں کی،

عن اسماعیل بن ابی خالد قال قلت للشعبی عن المغیرۃ حلف باللّٰہ ما اختا علی فی قضاء وقضی بہ قط،

﴿الاستعیاب فی اسماء الاصحاب للعلامہ ابنِ عبدالبر﴾

﴿مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۸﴾

ریاض النضرہ

حضرت علی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا !

"میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں"

یہ حدیث ترمذی نے بیان کی اور کہا کہ حدیث حَسن غریب ہے۔

حضرت علی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ!

"میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں"

یہ روایت مصابیح میں حسن روایات میں آئی ہے۔

اور حدیث نقل کی ابو عمر نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

فرمایا !

”میں علم کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہے
اور یہ زیادہ کیا کہ جو چاہتا ہے کہ میں علم حاصل کروں تو
اُسے چاہیئے کے وہ دروازہ سے آئے۔“

سب سے زیادہ جانتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ! تم لوگوں نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا فتویٰ کِس سے لیا؟

اُنہوں نے عرض کیا کہ! حضرت علیؑ سے، تو جناب عائشہ صدیقہ نے فرمایا! ” بیشک علیؑ سنت کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ “

عن علی علیه السلام قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ! ” انا دار الحکمة وعلی بابها “ اخرجه الترمذی وقال حسن غریب عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ! ” انا دار العلم وعلی بابها اخرج فی المصابیح فی الحسن واخرجه ابو عمر وقال ”انا مدینة العلم وعلی بابها وزادفمن ارادالعل فلیاته من بابه. “

عن عائشة رضی الله عنها قالت ! من اختاکم

بصوم عاشورا ؟ قالوا ! علی قالت "امانه اعلم الناس باسنة."

﴿ریاض النضرہ فی المناقب عشرہ للعلامہ محب طبری﴾

﴿جلد دوم صفحہ ۲۵۶﴾

الصواعق المحرقة

مشہور محدّث امام ابنِ حجر مکّی روافض کی تردید میں اپنی عظیم تصنیف صواعقِ محرقہ میں زیرِ بحث حدیث پاک کے متعلق تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے لکھا ہے۔

نقل کیا بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اور طبرانی نے، وحاکم نے، نیز نقل کیا عقیلی نے ضعفا میں اور ابنِ عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ترمذی وحاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا !

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اِس کا دروازہ ہیں
اور جو کوئی اِرادہ رکھتا ہے کہ علم حاصل کرے تو وہ
دروازہ سے آئے۔"

اور دُوسری روایت ترمذی نے اِس طرح بیان کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا !

" میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اِس کا دروازہ ہیں"

اور آخری روایت اس طرح سے ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا! " علیؑ میرے علم کا دروازہ ہیں۔"

بیشک اِس روایت کے متعلق لوگوں میں اِضطراب پایا جاتا ہے۔ ایک جماعت جس میں ابنِ جوزی ونووی ہیں، اِس کو موضوع کہتی ہے حدیث کا علم رکھنے والوں کو حدیث اور طُرق کے متعلق اُنکی معرفت کافی ہے، یہاں تک کہ بعض محقق محدثین نے کہا کہ نووی کے بعد ایسا کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا جو اُس کی برابری کر سکے۔

اور حاکم اپنی عادت کے مطابق اِس کو صحیح کہتے ہیں۔

اور راہِ صواب پر وہ متاخرین محققّ ہیں جو حدیث کے علم پر اچھّی طرح مطلّع ہیں اور اُن کا بیان ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اِس حدیث کے حاشیہ پر عبدالوہاب عبداللطیف مدّرس جامعہ اَزہر رقمطراز ہے کہ سیوطیؒ نے کہا کہ درست بات یہ ہے کہ حدیث حسن ہے۔ صحیح نہیں جیسا کہ حاکم نے کہا اور نہ ہی یہ موضوع ہے جیسا کہ ابنِ جوزی ونووی کی جماعت کہتی ہے۔ اور اِس کی پوری وضاحت کتاب "التعقبات" میں ہے جو ابنِ جوزی کی کتاب " الموضوعات" کے رد میں تصنیف کی گئی ہے۔

اخرج البزار وطبرانی فی الاوسط عن جابر بن

عبداللہ والطبرانی والحاکم والعقیلی فی الضعفاء وابن عدی عن عمر والترمذی والحاکم عن علی ﴿علیہ السلام﴾ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم " انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فی روایتہ فمن ارادالعلم فلیات الباب وفی اخریٰ عند الترمذی.

عن علی ﴿علیہ السلام﴾ "انادارالحکمۃ وعلی بابھاوفی اخریٰ عند ابن عدی علی باب علمی .

وقد اضطراب الناس فی ھذا الحدیث فجماعۃ علی انہ موضوع منھم ابن الجوزی والنووی من یدافیہ علم الحدیث فضلا عن یسادیہ وبالغ الحاکم علی عادتہ وقال ان الحدیث صحیح وصوب بعض محقق المتاخرین والمطلعین علی الحدیث انہ حدیث حسن ومر الکلام علیہ ﴿حاشیہ﴾ قال السیوطی ھذا الحدیث حسن علی الصواب لاصحیح کما قال الحاکم ولا موضوع کما قالہ جماعتہ منھم ابن جوزی والنووی وقد بنیت حالہ فی التعقبات علی

الموضوعات.

﴿الصواعق المحرقة مطبوعه مصر صفحة ١٢٢ للعلامة ابن حجر المكی﴾

فیض القدیر شرح جامع الصغیر مناوی

گذشتہ اوراق میں قارئین خاتم حفاظِ مصر امام جلال الدین سیوطیؒ کی موضوعات وغیرہ سے پاک کتاب ''جامع الصغیر'' کے حوالہ سے حدیث پاک ''انا مدینة العلم و علی بابها'' کی تفصیل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب ''فیض القدیر شرح جامع الصغیر'' سے اِس حدیث کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

دروازہ ضروری ہے

علاّمہ عبد الرؤف مناوی مذکورہ بالا کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔''

یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا شہر ہیں جو تمام تر معانی دیانیات کا جامع ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اِس شہر کا دروازہ بھی ہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اس کا دروازہ ہے اور وہ دروازہ علیؑ ہے۔

پس جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے طریقہ کی اتباع کی

تو وہ شہر میں داخل ہو گیا اور جو اِس طریقہ سے پہلو تہی کرتے ہوئے بُھول گیا تو وہ ہدایت کے راستے کو بُھول گیا یعنی گُمراہ ہو گیا اور ایسا ہی کتاب ''تیسیر'' میں ہے۔

" انا مدينة العلم وعلى بابها ." فان المصطفىٰ المدينة الجامعته المعانى فى الديانيات كلهاولا بدلها من باب فاخبر ان بابهاهو على فمن اخذ طريقتيه دخل المدينة ومن اخطأه اخطاطريق الهدىٰ وكذاقال فى التيسير.

﴿فيض القدير شرح جامع الصفير للعلامه مناوى جلداول صفحه ۳۴۶﴾

کنز العمال

حدیث کی عظیم کتاب کنز العمال میں علامہ علی مُتّقی ہندی زیرِ نظر حدیث درست سمجھتے ہُوئے نقل فرماتے ہیں بلکہ اِس پر اُٹھائے گئے اعتراضات کو بھی رَدّ کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا! ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، نہیں کوئی داخل ہو گا شہر میں مگر اُسے دروازہ سے آنا پڑے گا۔''

امام ابنِ جریر نے کہا کہ اِس حدیثِ پاک کی سَنَد ہمارے نزدیک صحیح ہے اور اِس کو حاکم اور خطیب بغدادی نے صحیح کہا ہے اور حافظ ابنِ حجر

عسقلانی نقدِ رجال کی کتاب ''لِسَانُ المِیزَان '' میں رقم طراز ہیں کہ یہ حدیث کثیر طریقوں سے ثابت ہے اور اِس حدیث کے بارہ میں فتویٰ دیتے ہوئے حافظ ابنِ حجر نے کہا کہ حاکم نے اِس کو مُستدرک میں نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے،

مگر ابنِ جوزی نے اِس اَمر کی مُخالفت کرتے ہوئے اِس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ اور کہا کہ یہ کذب ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ راہِ صوّاب اِن دونوں کے خلاف ہے۔ اِس لئے کہ یہ حدیث اَز قسمِ حسن ہے اور اِس کے متعلّق مُعتبر قول یہی ہے۔

سیوطیؒ کہتے ہیں کہ میں ایک زمانہ تک اِس تحقیق کو صوّاب سمجھتے ہوئے اِس حدیث کو حُسن تسلیم کرتا رہا اور یہی جواب دیتا رہا اور پھر جب میں نے اِس حدیث کے متعلّق ابنِ جریرؒ کی تصحیح دیکھی جو اُنہوں نے ''تہذیب الآثار'' میں آنے والی حضرت علی کی روایت کردہ اِس حدیث پر لکھی ہے۔ اور حاکم کی اُس تصحیح پر غور کیا جو اُنہوں نے حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ کی بیان کردہ روایت پر کی ہے تو میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اِس امر میں اِستخارہ کیا حتّیٰ کے مجھے یقین ہوگیا کہ یہ حدیث مرتبہ حُسن سے بلند ہے اور صحیح کے درجہ پر پہنچ چکی ہے۔

قال ابن جرير هذا خبر عندنا صحيح سند وصححه الحاكم والخطيب وقال الحافظ ابن

حجر فی لسانه هذاالحدیث له طرق کثیرة وقال
فی فتویٰ هذاالحدیث اخرجه الحاکم فی
المستدرک وقال انه صحیح وخالف ابنِ جوزی
تذکرة فی الموضوعات وقال انه کذب والصواب
خلاف قولهما معا ان الحدیث مثل من القسم
لحسن وهذا هوالمعتمد فی ذالک وقال
السیوطی وقد کنت اجیب بهذاالجواب دهراً الی
ان وقفت علی تصحیح ابن جریر لحدیث علیؑ فی
تهذیب لآثار مع تصحیح الحاکم لحدیث ابن
عباس فاستخرت اللّٰه وجزمت بارتقاء الحدیث
من مرتبته الحسن الی مرتبته الصحته .واللّٰه
اعلم،،

﴿کنز الاعمال جلدششم صفحه ۴۰۱ مطبوعه حیدرآباد دکن﴾

بارِ دیگر

علامہ علی متقیؒ ہندی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث پاک کو مذکورہ بالا کتاب میں دُوسری جگہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا !

''میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں پس علم

حاصل کرنے والے کو دروازہ سے آنا پڑے گا''

اِس روایت کو عقیلی، ابن عدی، طبرانی، حاکم اور ابنِ جریر نے ابنِ عباؓس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

اور ابنِ عدی، حاکم، ابنِ جریر اور ابونعیم نے '' المعرفت '' میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم سے صرف اِسی قدر حدیث بیان کی ہے کہ

''انا مدینة العلم و علی بابها ''

قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم ''انا مدینة العلم وعلی بابها فمن ارادالعلم فلیات وراوہ العقیلی وابنِ عدی والطبرانی والحاکم ابن جریر عن ابن عباس و ابن عدی والحاکم ابن جریر وروی ابو نعیم فی المعرفة عن علی الیٰ بابها.

﴿کنزالاعمال جلدششم صفحه ۱۵۲ للعلامة علی المتقی الهندی﴾

الانتباہ فی سلاسل الاولیا

شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی حدیث پاک ''انا مدینة العلم و علی بابها '' کو نسبتِ طریقت بیان کرتے ہوئے تلمیح کے طور پر یوں نقل کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری قدّس اللہ کی معروف نسبت بابِ مدینة العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک معروف و مشہور ہے۔ اور دُوسرے

طریقہ پر امام جعفر صادقؑ سے ان کے آباؤ اجداد کرامؑ کے ذریعہ بابِ مدینۃ العلم کرم اللہ وجہہ الکریم تک معروف ہے،

الحسن البصری قدس اللہ ونسبتہ معروف الی باب مدینۃ العلم معروف ومشھور ھھنا وطریق الخری الامام جعفر عن ابا وجدا الیٰ باب مدینۃ العلم معروفتہ.

﴿الانتباہ فی سلاسل الاولیاء صفحہ ۳۸ للعلامۃ الشاہ ولی اللہ دھلوی﴾

شرح فقہ اکبر

موضوعات کبیر کے علاوہ مشہور فقیہ و محدث مُلّا علی قاری حنفی نے شرح فقہ اکبر میں زیرِ نظر حدیثِ پاک کو اِس طرح بیان کیا ہے،

اور کبار صحابہ کرام ﴿رضوان اللہ علیہم اجمعین﴾ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اِنتہائی مشکل مسائل دریافت کئے اور آپ ہی کہ فتاویٰ کی طرف رجوع کیا آپؑ کے فضائل مشہور اور بہت زیادہ ہیں جو رسول اللہ ﴿صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم﴾ کے اِس فرمانِ مقدس کی تائید کرتے ہیں کہ ”میں علم کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں اور یہ کہ علی ﴿کرم اللہ وجہہ الکریم﴾ تم میں بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔“

والمعضلات التی سالہ کبار الصحابۃ ورجعوا الیٰ فتوۃ فیھا فضائل کثیرۃ شھیرۃ تحقق قولہ علیہ

السلام " انا مدینة العلم وعلی بابها " قولہ علیه

السلام اقضاکم علی "۔

﴿شرح فقه اکبر مطبوعه مصر صفحه ۶۷﴾

صرف حوالے دیکھ لیں

اگرچہ یہ حدیث تفسیر و حدیث تاریخ و سیر اور فقہ وغیرہ کی سینکڑوں کتب میں موجود ہے تاہم مضمون کو مختصر کرتے ہوئے یہاں پر چند کتب کے حوالے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے کیونکہ زیرِ بحث حدیث پاک کے ضمن میں مختلف قسم کی مباحث ابھی باقی ہیں جن میں ابنِ تیمیہ کے اعتراضات کے جوابات کے علاوہ یہ بتانا بھی ابھی باقی ہے کہ اِس حدیث میں حضرت علی کے سوا دُوسروں کی شراکت محض کسی کا تخیّلاتی شاخسانہ ہے حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا، بہر حال آپ یہاں حدیث "انا مدینة العلم وعلی بابها" اور "انا دار الحکمت علی بابها" کے ضمن میں حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

﴿فیض القدیر زرکشی ج ۳ ص ۴۷﴾

﴿سراج المنیر شرح جامع الصغیر عزیزی ج ۲ ص ۶۳﴾

﴿تهذیب التهذیب عسقلانی ج ۷ ص ۳۳۷﴾

﴿مطالب المسئول محمد بن طلحه شافعی ص ۲۲﴾

﴿لسان المیزان عسقلانی ج ۳ ص ۱۲۸﴾

﴿فتاویٰ حدیثیه ابن حجر هیثمی ص۱۲۶، ۱۹۷﴾

﴿تذکره سبط ابن جوزی ج ۱ ص ۴۳ ص ۴۹﴾

﴿مجمع الزوایدابن حجر هیثمی ج۹ ص ۱۱۴﴾

﴿مناقب للموفق بن احمد حنفی ص ۴۹﴾

﴿اسنیٰ المطالب شمس الدین جزری ص ۱۴﴾

﴿الف، باء ابن الشیخ ج ۱ ص ۲۲۲﴾

﴿تذکرة الموضوعات طاهر پٹنی ج ۱ ص ۹۲﴾

﴿البدایه والنهایه ابن کثیر ج۷ ص ۳۵۸﴾

﴿بهجة النفوس ابن ابی جمره ج۲ ص ۱۷۵﴾

﴿الدرر المنتشرة سیوطی﴾

﴿فتوحات اسلامیه دحلان مکی ج ۲ ص ۵۱۰﴾

﴿مع فتاویٰ حدیثیه ابنِ حجر ص ۴۳﴾

﴿مناقب ابن شهر آشوب ج ۱ ص ۲۶۱﴾

﴿اسعاف الراغبین مع نورالابصار ص ۱۵۶﴾

﴿مقتل الخوارزمی ج ۱ ص ۲۶۱﴾

﴿مقتل الامام سبط للموفق ص ۴۳﴾

﴿فصول المهمه صباغ مالکی ص ۱۸﴾

﴿الکفایه الکنجی شافعی ص ۹۸﴾

﴿الفائق زمخشری ج۲ ص ۲۸﴾

﴿رُوح المعانی ج ۱ ص ۱۳، ج۲۷ ص ۳﴾

مندرجہ بالا حوالہ جات حدیث پاک " انا مدینة العلم و علی بابھا " کے متعلق ہیں جبکہ حدیث شریف "انا دار الحکمت و علی بابھا " کے سینکڑوں حوالہ جات ابھی باقی ہیں جن میں سے چند ایک حوالہ جات کسی دُوسرے مقام پر پیش کریں گے،

تاہم اب باب دوم شروع ہوتا ہے جس میں زیرِ نظر حدیث کے بارے میں مخالفین کے اعتراضات اور خودساختہ عبارات کا مخلصانہ محاکمہ کیا گیا ہے۔

باب ۸

حدیث

انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا
پر اعتراضات کا محاکمہ

بات آگے بڑھے گی

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مقدس "انا مدینة العلم و علی بابھا" زیرِ نظر عنوان "قرآن اور علی" میں خاص اہمیت کا حامل ہے اِس لئے بات مزید آگے بڑھے گی، ممکن ہے کچھ حضرات طوالتِ مضمون کو ذہنوں پر بار محسوس کریں تاہم اُنہیں بھی اِس کی افادیت سے انکار نہیں ہوگا۔

امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے کہ !

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں

اور کوئی بھی شہر میں بغیر دروازہ کے داخل نہیں ہوگا"

اگرچہ جدید دَور کے شہروں کو مختلف نئے نئے طریقوں سے آباد کیا جارہا ہے تاہم تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ چند صدیاں قبل جو بھی شہر آباد کئے جاتے رہے اُن میں شہر پناہ کا وجود لازمی اور قطعی ہوتا تھا اور اُس میں ایک یا ایک سے زائد دروازے رکھے جاتے تھے۔

حالانکہ یہ حقیقت بھی ناقابلِ تردید ہے کہ حضور رسالت آب صلّی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ کے دَور میں مدینۃ المنورہ زادا اللہ شرفہا و دیگر قُرب وجوار اور دُور دراز کے جس قدر بھی شہر تھے اُن کا صرف ایک ہی دروازہ ہوتا تھا۔ اور اِس طریقہ سے شہر آباد کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی غنیم شہر پر حملہ آور ہو تو شہر کے لوگ اگر فوری طور پر طاقت کا جواب طاقت سے نہ دے سکتے ہوں تو شہر کا دروازہ بند کر دیں اور دروازہ کے اندرونی جانب فوج متعیّن کر کے خود کو محصور کر لیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دروازہ صرف دُشمنوں پر ہی بند کیا جاتا ہے، دوستوں پر نہیں۔ دوستوں کے لئے دروازے ہر وقت کُھلے رہتے ہیں۔ آئندہ اوراق میں اس اَمر کی وضاحت نہایت دلچسپ اور خوبصورت پیرایہ میں ہدیہ قارئین کی جائے گی۔ فی الحال تو یہ بتانا مقصود ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ فرمان اِس حقیقت کا صاف طور پر غمّاز ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس سے حصولِ علم و عرفان صرف اور صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وسیلہء جلیلہ سے ہی کیا جا سکتا ہے خواہ وہ علم قرآن و حدیث کا ہو یا فقہ و تفسیر کا، قُرآنِ مجید کے ظاہری مطالب و معانی ہوں یا باطنی اسرار و رموز، بغیر تاجدارِ ہل اَتیٰ بابِ مدینۃ العلم سیدّنا و مُرشدِنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی وساطتِ معظّمہ کے نہ کسی کو حاصل ہو سکے اور نہ آئندہ ہونگے۔

ابنِ تیمیہ اِس حدیث کو موضوع قرار دینے کے لئے جو استدلال

پیش کرتا ہے وہ یہی ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے متعدّد علوم جو فقہ و حدیث اور تفسیر و تاویل کے متعلق ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ دیگر متعدّد صحابہ کبار کے ذریعہ سے بھی لوگوں تک پہنچے ہیں اور حضرت علیؑ کے علم سے محض کُوفہ وغیرہ کے شہریوں نے اِستفادہ کیا ہے اِس لئے یہ غیر ممکن ہے کہ حضرت علی، علم کے شہر کا دروازہ ہوں،

ابنِ تیمیہ اپنے اِس واہمے اور قیاس کو دُرست ثابت کرنے کے لئے بزعمِ خویش مضبوط ترین اِستدلال پیش کرتا ہے۔ مگر واہمہ، واہمہ ہی رہا خواہ اِس کو حقیقت ثابت کرنے کے لئے کِتنا ہی زور صرف کر دیا۔

چونکہ موجودہ دور کے خوارج نے اِس واہمے میں مزید رنگ آمیزی کرتے ہوئے اُلٹی قلا بازیاں لگانی شروع کر دیں ہیں لہٰذا درج ذیل تحریر پھر پڑھیں۔

اُلٹی قلا بازیاں

اگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں تو پھر صحیح بات یہی ہے کہ اِن صحابہ نے مدینة العلم یا دار الحکمة سے براہِ راست علم و حکمت کی تعلیم حاصل کی تھی اور یہ سب حضرت علیؑ کی طرح شہرِ علم اور حکمت کا دروازہ تھے۔

اب غور فرمایئے کہ حدیث "انا مدینة العلم وعلی بابھا" اگر صحیح ہے اور اِس کا وہی مطلب درست ہے جو بیان کیا جاتا ہے تو آخر اُن

حدیثوں کے متعلّق کیا کہا جائے گا۔ جو دُوسرے صحابہ کے متعلّق معتبر سندوں سے وارد ہوئی ہیں؟ اور اِسے کیسے صحیح سمجھ لیا جائے کہ علی مدینۃ العلم کے واحد باب ہیں۔ اور جس کو شہر میں داخل ہونا ہے وہ صرف اِسی ایک دروازہ سے داخل ہوسکتا ہے۔

زیادہ سے زیادہ اگر تسلیم کیا جا سکتا ہے تو یہی صحیح ہوسکتا ہے کہ اِس شہر کے دروازوں سے ایک دروازہ علی ہیں۔ اِس کے خلاف "دیلمی" نے فردوس میں اِسے اِن الفاظ میں لکھا ہے۔

"میں علم کا شہر ہوں، ابوبکر اس کی بنیاد ہیں، عمر اس کی دیواریں ہیں عثمان اسکی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

اب بتایئے کیا بغیر بنیاد، دیواروں اور چھت کے دروازہ ممکن ہے کھُلی ہوئی بات ہے کہ گھر کا تصوّر اُسی وقت ہوسکتا ہے جب یہ چاروں اجزاء مرکب ہوں، اِن میں سے کسی ایک کو علیحدہ کر دیجئے نہ گھر کا تصوّر ہوسکتا ہے نہ دروازہ کی اہمیت۔

﴿ سادات بنو اُمیہ صفحہ ۳۱۳ ﴾

زیادہ ہولناک ہے

متذکرہ وضعی ٹکڑوں سے مملو روائت ہمارے نزدیک ابنِ تیمیہ یا اُس کے پیش رو کے صحیح حدیث کو وضعی ثابت کرنے سے زیادہ وحشت ناک

اور ہولناک ہے،

اگر یہ روایت اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زیادہ سے زیادہ فضائل ومناقب بیان کرنے تک ہی محدود ہوتی تو خواہ یہ انتہائی حد تک بھی ضعیف ہوتی تو اسے زیرِ بحث نہ لایا جاتا کیونکہ فضائل ومناقب میں ضعیف حدیث بھی محدّثین کے نزدیک مقبول ہے۔ مگر یہ واہی روایت تو اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی باعث اذّیت ہے کیونکہ وہ مقدّس بزرگ ہرگز یہ گوارا نہیں فرما سکتے کہ کوئی شخص انہیں حضور رسالتِ مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر فوقیّت دینے کی جسارت کرے جب کہ اِس روایت میں نہ صرف یہ کہ اصحابِ ثلاثہ کو حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے برتر ثابت کیا گیا ہے بلکہ تاجدارِ انبیاء ومُرسلین کی توَہین واہانت کرنے کا کھلم کھلا اِرتکاب کیا گیا ہے۔

جہاں تک اصل حدیث میں ضَم کیئے گئے اضافی ٹکڑے کے وضعی ہونے کا تعلّق ہے تو اِس کے لئے صرف یہی بتا دینا کافی ہوگا کہ اِسے سب سے پہلے نقل کرنیوالے نے بھی بغیر کسی سند کے ہی نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں سب سے بڑی بات یہ کہ متقدّمین میں سے کسی بھی محدّث یا غیر مجتہد نے اِسے تحسین کی نظروں سے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی حدیث کی ثقہ کتاب میں اِس کو جگہ مل سکی اور نہ ہی کسی محدّث نے اِس کی صحت پر کوئی دلیل قائم کی، بلکہ اِس کی تضعیف وتردید کرتے ہوئے اِسے رکیک

الفاظ کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ البتہ متاخرین میں سے معدودے چند لوگوں نے اِس کی خوب پذیرائی کی ہے جسے ہرگز نہیں سراہا جا سکتا۔

ہم اِس ملغوبے کو نقل فرمانے والے بزرگوں کی نیتّوں کو تشکیک و اِشتباہ کی نظر سے دیکھنے کے مجاز تو نہیں تاہم اُن کی سادگی کی داد ضرور دیں گے۔ کیونکہ اُنہوں نے کئی دیگر روایات کی طرح خلافتوں کی ترتیب کے قائم کردہ طریقِ فضیلت کے پیشِ نظر اِس ملغوبے کو قبول فرمالیا، مگر یہ خیال نہ کیا کہ اِس مفروضے کو وضع کرنے والے نے اصحابِ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حقِّ محبت ادا کرتے وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی توہین وتنقیص کرنے میں کون سی کسر باقی چھوڑی ہے۔

مطلب اِس کا یہ ہوگا

اِس ملغوبے کے محض اس ایک جملہ پر ہی غور فرمائیں کہ اگر حضور رسالتِ مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم علم کا شہر ہوں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس شہر کی اَساس اور بُنیاد ہوں تو جوہرِ کائنات حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اصل واساسِ کائنات ہونگے یا حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرع قرار پائیں گے۔

خوب غور کیجئے کہ اِس اندازِ فکر کے مطابق آپ کے لامتناہی علُوم کا حصول براہِ راست اللہ تبارکؐ وتعالیٰ سے ثابت ہوگا یا حضرت ابوبکر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی وساطت اور ذریعہ سے۔

تعجب ہے کہ اِس عظیم وجلیل ہستی کی اساس و بنیاد کسی اور کو قرار دے دیا جائے جو خود اساس و بنیادِ کائنات اور وجہِ کُن فکاں ہو، باعثِ تخلیق کون و مکاں اور ہر عِلّت کی عِلّتِ غائیہ ہو، جس کا علمِ پاک اوّلین و آخرین کے علوم پر محیط ہو، لَوح وقلم کے تمام تر علُوم جس کے لامتناہی عِلم کا ایک حصّہ ہوں۔

حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مبداء تخلیقِ کائنات اور جوہرِ اوّل ہیں باوجود تولید کی حیثّیت سے آپ اَبُو البشر حضرت آدم علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہیں مگر تخلیق کے اِعتبار سے آپ حضرت آدمؑ کے بھی باپ ہیں علاّمہ اقبال فرماتے ہیں

جوہرِ اُو نے عرب نے اعجم اَست
آدم اَست و ہم زِ آدم اَقدم اَست

شہر کہاں گیا؟

اور پھر بات یہاں پر ہی کب ختم ہوتی ہے بلکہ الحاقی عبارت کے باقی ماندہ دونوں ٹکڑے بھی شامل کر لئے جائیں تو اصل حدیث میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اپنے متعلق فرمائے گئے ارشاد "انامدینۃ العلم" کی ہی تکذیب ہو جاتی ہے۔

حضور تاجدارِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں کہ "میں علم کا شہر ہوں"، مگر اِس الحاقی روایت کے مطابق شہر کا تصوّر کسی بھی طریقہ سے قائم رکھا ہی نہیں جاسکتا۔

اگر جنابِ صدیق اکبرؓ اساس و بنیاد، جنابِ فاروقِ اعظمؓ دیوار اور حضرت عثمانؓ چھت ہوں تو یہ کسی ایک محدود کمرے کا نقشہ تو بن سکتا ہے مگر شہر متصوّر نہیں ہوسکتا اِس لئے کہ پوری دُنیا کے نقشہ پر ایسے کسی بھی شہر کا وجود کبھی نہیں رہا جس کو ایک ہی چھت سے چھتا ہوا ہو۔

حضور امام الانبیاء، تاجدارِ مدینہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم افصح النّاس بھی ہیں اور تمام مغیبات وظہورات کے جاننے والے بھی اندریں حالات یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ آپ بات تو شہر کی کر رہے ہوں اور نقشہ ایک کمرے کا پیش کریں۔ اور کمرہ بھی ایسا جس کی بنیاد اور دیوار بھی آپ نہ ہوں اور چھت بھی کوئی تیسری ہستی ہو۔ کس قدر تحیّر انگیز اور تعجب خیز بات ہے کہ ایسا کمرہ جس کو حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنی ذات سے منسوب قرار دے کر اُس کا نام شہر تجویز فرمائیں اور اُس میں آپ کا وجودِ مسعود کمرہ کی کھڑکی اور روشندان کی صورت میں بھی ظاہر نہ ہوتا ہو۔

ممکن ہے کہ روایت وضع کرنے والے کو اِس اَمر کا خیال ہی نہ آیا ہو کہ اِس قسم کے عجوبہ رُوزگار شہر میں کھڑکی اور روشندان وغیرہ کی بھی گنجائش ہوتی ہے ورنہ وہ اِس افسانے کو مزید نکھارنے کے لئے یہ اضافہ ضرور کرتا کہ

جنابہ ہندہ اِس کی کھڑکی اور جناب ابوسفیان اِس کا روشندان ہیں۔

کیونکہ یار لوگوں نے ایک ایسی بھی روایت گھڑ رکھی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ " میں علم کا شہر ہوں، علی اس کا دروازہ اور معاویہ اس کا پرنالہ یا دروازے کی چوکھٹ ہے۔"

تیرے مُحیط میں حباب

تاجدارِ انبیاء، سیّد المُرسلین، رسولِ غیب دان، احمد مجتبیٰ حضرت مُحمّد مُصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی شانِ اقدس کا قرآن وحدیث میں مشاہدہ کیا تو شاعرِ مشرق ترجمانِ اہلسنّت علاّمہ اقبال علیہ الرحمۃ یُوں بارگاہِ مصطفوی میں عرض پرداز ہوئے،

لوُح بھی تُو ، قلم بھی تُو تیرا وجُود الکتابؑ
گنُبدِ آبگینہ رنگ تیرے مُحیط میں حباب

یعنی یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم! لوح بھی آپ کی ہی ذاتِ اقدس ہے اور قلم بھی آپ ہی کا وجودِ اقدس ہے یہی نہیں بلکہ محبوب! آپ کا وجودِ باجود ہی کتاب ہے اور یہ گنبدِ آبگینہ رنگ یعنی آسمان تو آپ کی ذاتِ اقدس کے بحر بیکراں میں بُلبلے کی حیثیت رکھتا ہے۔

شہر کا دروازہ ہی ہوسکتا ہے

قارئین حضرات! ایک پتے کی بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ صفات

ذات کا غیر نہیں ہوتیں اور پھر صفتِ علم تو وہ صفت ہے جس کے مُتعلّق صوفیاء اور علمائے حقّہ کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ اِسے ذات سے الگ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ہوسکتا ہے کہ آئندہ اوراق میں اِس ضمن میں تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوجائے تاہم صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ اگر حضور تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خود کو علم کا شہر فرمایا ہے تو اِس سے مُراد آپ کی ذاتِ اقدس ہی ہے جس کا دروازہ ہونا تو قطعی طور پر درست اور بدیہی اَمر ہے لیکن اس شہر کی تعمیر و تکمیل میں کسی دُوسرے کی شرکت کا تصوّر بالکل ایسے ہی ہے جیسے یہ کہا جائے کہ آپ کا نُور مبارک فلاں فلاں کے نُور سے مکمّل کیا گیا یا آپ کا خمیر (معاذ اللہ) فلاں فلاں کے خمیر کو ایک جگہ کرنے سے تیّار ہوا۔

اُمیّد ہے ہمارے قارئین اِس صُورتِ حال کو بہتر طور پر سمجھ چکے ہونگے جو اِس الحاقی عبارت کو تسلیم کر لینے سے سامنے آتی ہے۔

یہاں ہم خاص طور پر مذہبِ حقّہ سوادِ اعظم اہلسنّت و جماعت کے عُلمائے کرام کی خدمت میں مؤدبانہ اِلتماس کریں گے کہ وہ محض خلفائے اربعہ کے فضائل کا توازن برقرار رکھنے کے لئے خود کو غیر متوازن نہ کرلیا کریں اور اُن روایات کو بیان کرنے سے اِجتناب کیا کریں جن میں کسی بھی طریقہ سے اَہانتِ مصطفٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا پہلو بھی موجود ہو، کیونکہ ایسی کوئی صحیح روایت موجود ہی نہیں جس میں توہینِ مصطفٰی پر

مبنی کوئی ایک جملہ بھی پایا جاتا ہو بلکہ اِس قسم کے توازن پیدا کرنے کی کوشش میں حدیث گھڑنے کی کوشش وہی شخص کرسکتا ہے جس کا اپنا ذہنی توازن بگڑ جائے کیونکہ حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا واضح طور پر یہ ارشاد موجود ہے کہ !

" وہ جس نے جان بُوجھ کر مُجھ پر جھوٹ بولا
یعنی ایسی بات جو میں نے نہیں کہی دانستہ مُجھ سے
منسُوب کردی تو اُس کا ٹھکانہ جہنّم ہے "

دُودھ کا دُودھ پانی کا پانی

زیبِ عنوان حدیثِ مُصطفیٰ علیہ التحیّۃ والثناء چونکہ ہمارے اِس مضمون میں اخص الخاص اہمیّت کی حامل ہے اِس لئے مناسب یہی ہے کہ اِس کے ہر گوشہ کو کُھلے طور پر سامنے لایا جائے، اگرچہ ایسا کرنے سے مضمون خاصا طویل ہونے کا واضح اِمکان مُوجود ہے۔ تاہم کوشش کی جائے گی کہ معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ قارئین کی دلچسپی برقرار رہے۔

چنانچہ سب سے پہلے ہم اصل حدیث اور اِس کے مابین معلّق کئے گئے ٹکڑے کی وہ حیثیت پیش کریں گے جو محدّثینِ کرام نے بیان کی ہے۔ اور اِس انکشافِ حقیقت کے لئے سب سے پہلے علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ کی کتاب "مقاصد الحسنہ" کی وہ طویل عبارت پیش کی جائے گی جس میں اصل

حدیث پر ناقدینِ حدیث کی جرح و تعدیل بھی موجود ہے۔ اور اُن وضعی جُملوں کی وضاحت بھی موجود ہے جو اِس میں زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگرچہ اِس بحث کا ابتدائی حصہ پہلے بیان ہو چکا ہے مگر مسئلے کی رُوح تک پہنچنے کے لئے پُوری کی پُوری بحث بیک وقت سامنے رکھنا ناگزیر ہے؛

پُوری اور اصل حدیث

حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ !

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

اِس حدیث کو حاکم نے مُستدرک کے باب مناقب میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابو شیخ ابن حیان اور دیگر تمام ناقلین نے ابی معاویہ ضریر کی حدیث سے اُنہوں نے اعمش سے اُنہوں نے مجاہد سے اُنہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اِسے مزید اِس جُملہ کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا ہے کہ !

" فمن اتیٰ العلم فلیات الباب "

گویا یہ پُوری حدیث مع الاسناد اِس طرح ہے کہ

" عن ابی معاویة الضریر عن الا عمش عن مجاهد

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " انا مدینة العلم و علی بابھا فمن اتی العلم فلیات الباب "

یعنی ، " میں علم کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں پس جو حصولِ علم کا طلبگار ہے وہ دروازہ سے ہی آئے گا "

ایسی ھی دُوسری حدیث

جامع ترمذی کے باب المناقب میں ترمذی نے ، ابونعیم نے " حلیة الاولیاء " میں اور اِن دونوں کے علاوہ دیگر لوگوں نے حدیثِ علیؑ کے متعلّق بیان کیا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا !

" اَنَا دَارُ الحِکمَة وَ عَلِیٌّ بَابُھَا "

یعنی " میں دار الحکمت ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں "

ورواہ الترمذی فی المناقب من الجامعہ و أبو نعیم فی الحلیة و غیر ھما من حدیث علی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم قال انا دار الحکمة و علی بابھا "

یہ حدیث ناقدین کی نظر میں

دار قطنی نے العلل میں اِس دُوسری حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ مضطرب غیر ثابت ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث مُنکر ہے جیسا کہ اُس کے اُستاد بخاری نے کہا ہے کہ یہ اُس کے نزدیک صحیح وجہ سے نہیں۔

قال الدار قطنی فی العلل عقب ثانیهما ، انه حدیث مضطرب غیر ثابت، وقال ترمذی انه منکر وکذاقال شیخه البخاری وقال! انه لیس له وجه صحیح .

اور ابنِ مُعین نے کہا کے اِس کے بارے میں خطیب نے تاریخ بغداد میں جو حکایت بیان کی ہے وہ جُھوٹ اور بے اصل ہے۔

وقال ابن معین فیما حکاة الخطیب فی تاریخ بغداد انه کذب لا اصل له.

پہلی حدیث پر تبصرہ

پہلی حدیث یعنی ''انا مدینة العلم و علی بابها '' کے بارے میں مخالفین کا تعاقب کرتے ہوئے حاکم نے کہا کہ یہ صحیح الاسناد ہے،

وقال الحاکم عقب اولهما انه صحیح الاسناد

دونوں موضوع ہیں ؟

ابنِ جوزی نے اِن دونوں حدیثوں کو دو وجہوں سے موضوعات میں شامل کیا ہے، اور ذہبی وغیرہ نے اِس پر اس کی موافقت کی ہے،

وروواہ ابن الجوزی من ھذین الوجھین فی الموضوعات ووافقہ الذھبی وغیرہ علیٰ ذالک .

ابنِ جوزی کا تعاقب

اور ابنِ دقیق العید نے اُن کے قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور کہا کہ یہ باطل ہے، اور وہ لوگ جو توقف کرتے ہیں وہ اِس طرف نہیں گئے کہ یہ روایت کِذب کے حکم میں داخل ہے بلکہ صرح علائی توقف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ محلِّ نظر ہے اور کہتے ہیں کہ اِس کے درمیان میں ابی معاویہ راوی کی شہادت ہے جو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اِس کے سوا یعنی غلط روایت سے پرہیز کرتا ہے اور کہا کہ ابو معاویہ ثِقہ، حافظ حدیث اور ابنِ عینیہ وغیرہ افراد کے ساتھ لائقِ حُجّت ہے۔ پس اِس حدیث پر کِذب کا حکم لگانا یقیناً غلط ہے۔

اور فرمایا کہ اِس میں ہرگز ایسے الفاظ منکرہ نہیں ہیں جن کا عقُول انکار کریں بلکہ یہ اُس حدیث کی طرح ہے جس میں ہے "میری اُمّت پر

میری اُمّت کے ساتھ رحم کر" پس یہ حدیث ہرگز جھوٹی نہیں۔

واشارالی هذه ابن دقیق العید، بقوله ! هٰذا الحدیث لم یثبتوه، وقیل انه باطل وهو مشعر بتوقفه فیما ذهبوا الیه من الحکم بکذبه.

بل صرح العلائی بالتوقف فی الحکم علیه بذالک فقال ! وعندی فیه نظر، ثم بین ما یشهد لکون ابی معاویة راوی حدیث ابن عباس حدث به فزال المحذور ممن هو دونه.

قال ! وابومعاویة ثقة حافظ محتج بافراد کابن عینیة وغیره فمن حکم علی الحدیث مع ذالک بالکذب فقد اخطاء قال ! ولیس هو من الفاظ المنکرة التی تاباها القول بل هو کحدیث "ارحم امتی بامتی یعنی الماضی" وهو صنیع معتمد فلیس هٰذا الحدیث بکذب.

﴿مقاصد الحسنه للعلامة سخاوی مطبوعه مصر﴾

اور بھی توھین

حدیثِ پاک "انامدینة العلم و علی بابها" پر محدّثینِ کرام کی مسطورہ بالا آراء و تعدیل پیش کرنے کے بعد علّامہ سخاوی مزید

فرماتے ہیں کہ بطورِ خاص اِس حدیث پر اس لئے بھی کِذب کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کہ دیلمی نے اپنی مُسند میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابنِ عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ "علیؑ ابنِ ابی طالبؑ بابِ حطہ ہے پس جو اس میں داخل ہو وہ مومن ہے اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔

نیز حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ!

"علی میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد میری اُمّت تک وہ چیز پہنچانے والا ہے جس کے ساتھ مَیں بھیجا گیا ہوں۔ اِس کی محبّت ایمان اور اِس کے ساتھ بُغض مُنافقت ہے اور اِس کی طرف نگاہِ رافت سے دیکھو۔"

علاوہ ازیں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ!

"میں میزانِ علم ہوں اور علی اس کے پلڑے اور حسن و حسین اِس کی ڈوریاں ہیں۔"

خصوصاً وقد اخرج الدیلمی فی سندہ بسندہ ضعیف جداً عن ابن عمر مرفوعاً علی ابن

ابی طالب باب حطة فمن داخل فيه كان مؤمنا

ومن خرج منه كان كافراً.

ومن حديث ابی ذر رفعه علی باب علمی

ومبين لامتی ما ارسلت به من بعدی ، حبه ايمان

وبغض نفاق والنظر اليه رأفة .

ومن حديث ابن عباس رفعه ! انا ميزان العلم وعلی

كفتاه والحسن والحسين خيوطه . الحديث

بے سند جُھوٹی روایت یہ ھَے

بعد ازاں علاّمہ سخاوی بیان کرتے ہیں کہ صاحبِ فردوس نے بغیر کسی سَند کے حضرت ابنِ مَسعودؓ سے بیان کیا اور اُن کے بیٹے نے اِس کی اِتّباع میں نقل کیا ہے کہ،

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا !

" میں علِم کا شہر ہوں اور ابو بکر اس شہر کی بُنیاد ہے اور عمر اس کی دیواریں ہے اور عُثمان اِس کی چھت ہے اور علی اس کا دروازہ ہے "

دُوسری جُھوٹی روایت یہ ھَے

ایسے ہی بغیر کسی سند کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

ہے کہ آپؐ نے فرمایا !

''میں علم کا شہر ہوں، علی اس شہر کا دروازہ ہے

اور مُعاویہ اِس کا چوکھٹہ یا پرنالہ ہے۔''

ورواه صاحب الفردوس وتبعه ابنه المذ كور

بلااسناد عن ابنِ مسعود ورفعه ، انا مدينة العلم و

ابوبكر اساسها و عمر حيطانها و عثمان سقفها و

علي بابها .

وعن انس مرفوعاً ، انا مدينة العلم و علي بابها

ومعاوية حلقتها .

تبصرہ یُوں کیا ھے

علاّمہ سخاوی مؤخر الذکر روایتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بالجملہ یہ سب ضعیف ہیں اور اِن میں اکثر الفاظ رکیک ہیں۔ اور اچھّی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے بلکہ یہ حدیث حسَن ہے کہ !

''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے

پس علم کا طلبگار دروازہ سے آئے گا۔''

وبا الجمله فكلها ضعيفة و الفاظ اكثر هار كيكة

و احسنها حديث ابنِ عباس بل وهو حسن .

تبصرے پر حاشیہ

مقاصد الحسنہ کے مُحشّی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہی نہیں مُتعدّد وجوہ کی بناء پر صحیح ہے۔ میرے برادرِ حقیقی نے اِس "فتح الملک العلی بصحة باب مدينة العلم العلی" کتاب تالیف کی ہے جس کی مثل کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی۔

بل صحيح جد العدة وجود بينها شقيقنا الحافظ ابو الفيض فی فتح الملک العلی بصحة حديث باب مدينة العلم علی لم يوئلف مثله.

﴿مقاصد الحسنه للعلامه الامام الحافظ الناقد المورّخ شمس الدين ابی الخير محمد بن عبدالرحمن السخاوی المتوفی سنہ ۹۰۲ھ ص۹۷ تا ۹۸ مطبوعه مصر﴾

مُحشی کا تعارف

کتاب کے سرورق پر مُحشّی کا تعارف اِس طرح ہے کہ عبداللہ محمد صدیق علمائے الازہر اور قرویین سے ہیں اور علمِ حدیث اور اسناد میں مخصوص و مختص ہیں۔

شدید غلط فہمی اور اُس کا ازالہ

کُتب موضوعات کی حقیقت

ہم ابنِ تیمیہ اور اُس کے ہم نواؤں کو کیا کہیں جبکہ ہم نے اپنے کانوں سے بعض اہلِ سنّت حضرات کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ! "انَا مَدِینَةُ الْعِلمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا" موضوع روایت ہے۔ کیونکہ ملاّ علی قاری اِس کو اپنی کتاب موضوعاتِ کبیر میں لے آئے ہیں۔

حیرت ہے کہ بعض پڑھے لکھے حضرات بھی اِس قسم کے وہم میں مبتلا ہیں کہ موضوعات کی کتاب میں آنے والی ہر روایت موضوع ہوتی ہے حالانکہ حقیقت صرف یہ ہے کہ موضوعات کے موضوع پر مرتّب شُدہ اکثر کُتبِ مُعتبرہ میں محدّثین کرام موضوع روایت کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ اُن روایات کی بھی وضاحت کردیتے ہیں جن کو بعض لوگوں نے کسی غلط

فہمی یا تعصّب کی بناء پر موضوع قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ وہ احادیث قطعی طور پر درست ہوتی ہیں۔

جیسا کہ قارئینِ کرام گذشتہ اَوراق میں علاّمہ سخاویؒ کی موضوعات کے عنوان پر لکھی ہوئی مشہور کتاب ''المقاصد الحسنہ'' میں ''انا مدینة العلم و علی بابها'' کے متعلق مکمل بحث ملاحظہ فرما چکے ہیں ایسے ہی ملاّ علی قاری حنفی اپنی تالیف ''موضوعات کبیر'' میں موضوع روایتوں کا ابطال کرنے کے ساتھ ساتھ اُن احادیث کا بھی احقاق کرتے ہیں جنھیں محض تعصّب کی بناء پر بعض متشدّدین نے موضوعات میں شمار کر رکھا ہے۔

اِن تصریحات کی تصدیق اور وضاحت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرّہ کے ارشادات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیق رضویہ

احادیثِ موضوعہ کے بیان میں جو کتابیں تصنیف ہوئیں دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ جن کے مصنّفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی واباطیل جوزقانی وموضوعات صنعانی،

اِن کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ مصنّف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو۔ ایسی ہی

کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتابِ موضوعات میں کیوں ذِکر کرتے پھر اِس سے بھی صرف اِتنا ہی ثابت ہوگا کہ زُعم مصنّف میں موضوع ہے۔ بہ واقع عدمِ صحت بھی ثابت نہ ہوگا، چہ جائیکہ ضُعف وسقوط اور بطلان، اِن سب کتب میں احادیثِ ضعیفہ درکنار احادیثِ حسّان وصحاح بھی بھر دی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع کا لگا دیا ہے جسے آئمہ محققین و نقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا۔ جس کا بیان مقدّمہ ابنِ صلاح، تقریب امام نووی، الفیہ اِمام عراقی اور فتح المغیث اِمام سخاوی وغیر ہا تصانیف عُلماء سے اجمالاً اور تدریب اِمام خاتم الحفّاظ سے قدرے مُفصلاً اور اُنہیں کی تعقّبات اور اللآ لی المصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن المعتن اور امام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے نہایت تفصیل واضح و روشن مطالعہ تدریب سے ظاہر ہے کہ ابنِ جوزی نے اور تصانیف تو درکنار خُود صحاح ستّہ و مُسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے۔

﴿۱﴾ مُسند احمد

﴿۲﴾ صحیح بخاری

﴿۳﴾ صحیح مسلم

﴿۴﴾ سُنن ابی داوٗد

﴿۵﴾ جامع ترمذی

﴿۶﴾ سنن نسائی

﴿۷﴾ سنن ابن ماجہ

دوم

اِس فن پر لکھی ہوئی وہ کتابیں ہیں جن کا صرف ایراد موضوعات واقیعہ نہیں بلکہ دُوسروں کے حُکم وضع کی تحقیق و تنقیح ہے۔ جیسے الآلی امام سیوطی یا نقد و نظر کے لئے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کِسی نے حکم وضع کیا جیسے اُنہی کا ذیل الآلی المصنُوعہ ہے۔ امامِ ممدوح خُطبہ موضوعات کُبریٰ میں فرماتے ہیں۔

"ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بن الحسن بل والصحیح کمانیته علیٰ ذالک الائمته الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقادئه و انتقاده فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامه ثم ان کان متعقبا نبهت علیه، یعنی

ابنِ جوزی نے کتاب "موضوعات" میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں نقل کر دی ہیں کہ آئمہ حفّاظ نے اِس کے اِختلاجِ ضمیر پر نقد و جرح کی اور اِن احادیث کی حقیقت بیان کی۔ جن کو وہ موضُوعات میں شمار کرتا ہے، پھر اُس کا پورا پورا تعاقب کیا اور اِنتباہ کیا۔

اسی قسم دوم میں مقاصد الحسنہ امام سخاوی کی ہے۔ اور یہ کتاب ہرگز

تصانیف مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُن کا مقصود اُن احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں۔ اگر چہ وہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل، چنانچہ اُس میں بہت سی احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کے یہ بُخاری میں ہے اور یہ مُسلم میں اور یہ صحیحین دونوں کے متفق۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۸۷ تا ۴۸۸﴾

ابنِ تیمیہ کی اختراعات

جیسا کہ ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ محدّثین زیبِ عنوان حدیث کو قطعی درست تسلیم کرتے ہیں مگر بعض سر پھرے لوگ اِس تحقیق کے بعد بھی ابنِ تیمیہ کہ وہی واہی دلائل پیش کیے جارہے ہیں جو اُس نے حدیث کو وضعی قرار دے کر کئے ہیں، حالانکہ صحیح حدیث پر اپنے تخیلات کو مسلّط کرنا کسی بھی صُورت میں کسی مُسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ تاہم ابنِ تیمیہ کے اعتراض ملاحظہ ہوں ابنِ تیمیہ نے بقول شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی اپنی وحشت انگیز کتاب منہاج السّنۃ میں لکھا ہے کہ حدیث ''انا مدینۃ العلم و علی بابھا '' ضعیف ترین اور واہی ہے۔ اِس لئے اُسے موضوعات میں شمار کیا گیا ہے اور ترمذی نے اِس کو روایت کیا اور ابن الجوزی نے اِس کے تذکرے میں بیان کیا ہے کہ یہ تمام طرق کے اعتبار سے موضوع ہے، اور اِس حدیث کے وضعی اور جُھوٹی ہونے پر اِس کا نفسِ مضمون ہی شاہد ہے،

کیونکہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کا شہر ہوں تو اِس حدیث

کے مطابق علم حاصل کرنے کے لئے صرف ایک ہی دروازہ ثابت ہوتا ہے اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا علم فردِ واحد کے ذریعہ پہنچنے سے امرِ اسلام مسدود ہو جاتا ہے حالانکہ مُسلمانوں کا اِس پر اتفاق ہے کہ علمِ رسول کا کسی فردِ واحد کے ذریعہ پہنچنا جائز نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ مبلّغین اِس تواتر کے ساتھ ہوں کہ وہ لوگ بھی اُن کے اخبار سے تحصیلِ علم کریں جو حاضر نہیں تھے۔

اور خبر واحد بغیر قرائن کے مُفید نہیں ہو سکتی جبکہ قرائن یا تو وہی یا اکثر لوگوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں پس وہ قرآن اور سُننِ متواتر کا علم حاصل نہیں کر سکیں گے۔

وحدیث انا مدینة العلم و علی بابها، اضعف واوهیٰ ولهذا نما یعدفی ،

عقل نہیں مانتی

اگرچہ قرآن وحدیث کی نصوصِ قطعیہ کو میزانِ عقل پر وزن کرنے والوں کی کمی تو نہیں مگر اہلِ اسلام کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خُدا اور رسول کے فرامین کے تجزیہ کے لئے اپنی عُقول کو میزانِ عدل قرار دے لیں،،

جب کسی شخص کی گردن میں اسلام کا قلادہ پڑ جاتا ہے تو اُس کا وجدان اُسے آگاہ کر دیتا ہے کہ !

عقل قُرباں کُن بپیشِ مُصطفیٰ

مگر ہم انہیں کیا کہیں جو ایک طرف تو اہلِ اسلام ہی نہیں شیخ الاسلام ہونے کے مُدعی ہیں اور دُوسری طرف محض تسکینِ اَنا کے لئے اپنی عقول پر فرامینِ مصطفیٰ کو بھی قُربان کر دینے سے گریز نہیں کرتے۔"

بہر کیف! کتاب "منہاج السُّنۃ" میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ پھر یہ حدیث قرار واقعی حقائق کے بھی خلاف ہے کیونکہ تمام اِسلامی شہروں میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا عِلم حضرت علی کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ذریعہ پہنچا ہے۔

چنانچہ یہ تو ظاہر ہے کہ اہلِ مدینہ اور اہلِ مکّہ کو بغیر حضرت علیؑ کی وساطت کے علم پہنچا جبکہ اہلِ شام اور اہلِ بصرہ کو بھی بغیر حضرت علیؑ کے وسیلہ کے علم پہنچا ہے کیونکہ شام اور بصرہ کے لوگوں نے حضرت علی سے نہایت ہی قلیل تعداد میں اور اُن کے سوا دُوسرے لوگوں سے بکثرت روایات بیان کی ہیں۔

ہاں! حضرت علی کا زیادہ علم اہلِ کُوفہ کو پہنچا ہے مگر یہ نہیں کہ اہلِ کوفہ کو سب کا سب علم اُنہیں کے ذریعہ پہنچا ہے بلکہ اہلِ کُوفہ خلافت علیؓ سے پہلے حضرت عثمانؓ کے دَورِ خلافت میں ہی قُرآن وسنّت کی تعلیم حاصل کر چکے تھے جبکہ اہلِ مدینہ میں سے فُقہاء حضرات حضرت عمرؓ کے زمانے میں دین کو

حاصل کر چکے تھے اور اہلِ یمن نے حضرت مُعاذ بن جبل سے تحصیل علم کی ہے کیونکہ حضرت معاذؓ نے حضرت علیؓ سے زیادہ دیر اُن کے پاس اقامت کی ہے، یہی وجہ ہے کہ اہلِ یمن کثرت کے ساتھ حضرت معاذؓ سے ہی روایت بیان کرتے ہیں"

علاوہ ازیں ! اکابر تابعین شریح وغیرہ نے حضرت مُعاذ بن جبلؓ سے ہی فقاہت حاصل کی تھی کیونکہ جب حضرت علیؓ کوفہ میں آئے تو شریح وہاں کے قاضی تھے چنانچہ شریح اور عبیدہ سلمانی نے حضرت علی سے نہیں بلکہ دُوسرے لوگوں سے فِقہ کا علم حاصل کیا اور اسلام کا علم حضرت علی کے کوفہ پہنچنے سے قبل شہروں میں پھیل چکا تھا،،

الموضوعات وان رواه الترمذی و کذکره ابن الجوزی وبين ان سائر طرقه موضوعة ، والکذب يعرف من نفس متنه فان النبی صلی الله عليه وسلم اذا کان مدينة العلم ولم يکن له الا الباب واحد ولم يبلغ عنه العلم الافرد واحد فسد امر الاسلام ولهذا اتفق المسلمون علیٰ انه لا يجوز ان يکون المبلغ عنه العلم الا واحد ابل يجب ان يکون المبلغون اهل التواتر الذين يحصل العلم بخبرهم للغائب وخبر الواحد لا يضيد العلم الا

بقرائن وتلك قد تكون منتفيه أو خفية عن اكثر الناس فلا يحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواترة.

ثم ان هذا خلاف المعلوم بالتواتر فان جميع مدائن الاسلام بلغهم العلم عن الرسول من غير علی اما اهل المدينة ومكة فالامر فيها ظاهرو كذالک الشام والبصرة فان هولآ لم يكونوا يروون عن على الاشياء قليلاً وانما كان غالب علمه فی الكوفة ومع هذا فاهل الكوفة كانوا تعلموا القرآن والسنة قبل ان يتولیٰ عثمان فضلا من علی وفقهاء اهل المدينة تعلموا الدين فی خلافة عمرو تعليم معاذ بن جبل لاهل اليمن ومقامه فيهم اكثر من علی ولهذاروی اهل اليمن عن معاذ بن جبل اكثر مماروواعن علی وشريح وغيره من اكابر التابعين انما تفقهوا علی معاذ بن جبل ولما قدم علی الكوفة كان شريح فيها قاضيا وهو عبيدة السلمانی تفقها علی غيره فانتشر علم الاسلام فی المدائن قبل ان يقدم علی الكوفة.“

﴿منهاج السنة جلد سوم﴾

یہ منکرین حدیث کا استدلال ہے

ابنِ تیمیہ کے یہ ذہنی افکار جو یقیناً ذہنی خلفشار کی پیداوار ہیں ماہرینِ فنِ حدیث کے نزدیک کسی بھی صورت لائقِ اعتناء قرار نہیں پائے،،

ہاں! اگر زیبِ عنوان حدیث ''انا مدینۃ العلم و علی بابھا'' ...ع اور جھوٹی ہوتی تو پھر اس کی ہر جہت کو موضوعِ سُخن بنا کر مطاعن کی زد میں لے آنے سے کوئی حرج واقع نہ ہوتا،،

لیکن صحیح کے درجہ پر پہنچی ہوئی متواتر حدیث پر اس قسم کی جرح قدح تو وہ لوگ کر سکتے ہیں جو یا تو سرے ہی سے انکارِ حدیث کا عقیدہ رکھتے ہوئے اِسلام سے نکل گئے ہوں یا پہلے ہی سے غیر مسلم ہوں،، کیونکہ کسی بھی مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وحی سے مشابہ کلام پر ناقدانہ کلام کرنے کا حق کبھی نہیں دیا گیا،،

قرآن و حدیث کی نصوص کو اگر عقولِ ناتمام کے ترازو پر وزن کرنے کی اجازت ہوتی تو اَب تک دینِ اسلام کی دِھجیاں بکھر گئی ہوتیں مگر ایسا نہیں ہوسکتا تھا نہ ہوسکتا ہے اور نہ ہونے دیا جائے گا۔

کیونکہ مُسلمان کا اِس عقیدہ پر راسخ ہونا اَز بس ضروری ہے کہ !

عقل قرباں کُن بپیش مصطفیٰ

بہر کیف ! منہاج السنہ کی اِن واہی عبارات کا جواب علمائے

مُتقدمین نے اپنے اپنے زمانہ میں پوری قُوّت اور شرح وبسط کے ساتھ دے رکھا ہے۔

بایں ہمہ ہر دَور میں کُچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو اِس قسم کا واہی اِستدلال اپنے ذُوق کی تسکین کے لئے قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں خواہ اِس سے ایمان کا جنازہ ہی کیوں نہ نکل جائے،،

اِس قسم کی ذہنی اِختراعات اور تارِ عنکبوت سے بھی کمزور دلائل کی تردید کے لئے ہمارے سامنے بے شمار عقلی اور نقلی دلائل کے انبار لگے ہوئے ہیں مگر ہم اُن سب کو قلم انداز کرتے ہوئے صرف ایک کتاب کے چند اقتباسات اور حوالوں سے مزّین کر کے پیش کرنے پر اِکتفاء کریں گے۔

سَیفِ گولڑویہ بر عنق ابن تیمیہ

قُطب الاقطاب، فَردالاحباب حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیفِ لطیف ”تصفیہ مابیَن سُنی شیعہ“ سے براہِ راست اخذ کیا گیا یہ نفیس اور بلند پایا مضمون قاری کے ذہن کو ہر قسم کے شکوک و شُبہات سے پاک کر دیتا ہے۔

اِس فیصلہ کُن عبارت میں سیّدنا ومُرشدنا پیر مہر علی شاہ صاحب قُدّس سِرّہ العزیز نے ابنِ تیمیہ کے تَوہمات کا محدّثانہ طرز پر ردِّ بلیغ کرنے کے ساتھ ساتھ اِس حدیث پاک کے مضمرات کو نمایاں کرنے کی بھی حسین کوشش

فرمائی ہے۔

اِس مقام پر یہ وضاحت کردینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سرکارِ گولڑہ کی پیش کی جانے والی عبارات میں بعض مقامات پر جو مجھے تصرف کرنا پڑا ہے وہ محض اُن مشکل الفاظ کو آسان لفظوں میں تبدیل کرنے تک محدُود ہے جن کی تبدیلی سے نفسِ مضمون کا کوئی گوشہ بھی متاثر نہ ہو۔

علاوہ ازیں بعض روایات پر اصل کتابوں کے حوالے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ وضاحتی نوٹ پر تحریر کردیے ہیں۔

جواب خلفشار کا

﴿۱﴾ ابنِ تیمیہ کی یہی دلیل معاذ اللہ انکارِ نبوّت پر بھی قائم ہوسکتی ہے۔ مثلاً کہا جاسکتا ہے کہ خُداوندِ عالم چونکہ علیم ہے اور اِس کے علم کا شرائع و احکام ثابت ہیں۔ مگر اِس علم کو ہر زمانہ میں ایک شخص اِس طریق پر نہیں پہنچا سکتا کہ لوگوں کو علمِ یقینی حاصل ہو۔ لہٰذا ہر زمانہ میں مُتعدد انبیاء کا آنا ضروری ہے ورنہ چاہیے کہ دینِ الٰہی مسدود اور بند رہے لہٰذا معاذ اللہ اکیلے نبی کی نبوّت باطل ہے ،،

﴿۲﴾ ابنِ تیمیہ کا یہ قول کہ ذریعہ علم کا بحدِ تواتر کثیر ہونا اور عدم جواز، توحد یعنی ذریعہ علم کا ایک ہونا جائز نہیں سراسر باطل ہے تمام اہلِ سُنّت و الجماعت باستثناء چند غیر معتبرین کے خبرِ واحد یعنی ایک شخص کی خبر کو واجب

العمل جانتے ہیں اور عُلمائے اُصول اِس دعوے پر آیات واحادیث ذکر کرتے ہیں اور انہی دلائل کے سیاق میں لکھتے ہیں کہ ! " رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اطراف اور شہروں میں دینِ اسلام کی اشاعت کے لئے ایک ایک آدمی بھیجنا کافی سمجھا ہے اور کسی بھی طرف اشخاصِ کثیرہ جن کی کثرت تواتر تک پہنچے نہیں بھیجے "

صحابہ کرامؓ ہمیشہ خبر واحد کو قبول فرماتے رہے اور اُن سے جس نے بھی کہا کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ایسا سُنا وہ تسلیم کرتے تھے"

چُنانچہ عُلمائے اصول اِس مقام پر صحابہؓ کے اِس اجماع کو حُجّت سمجھتے ہیں،

نیز درج ذیل آیاتِ قرآنیہ اور حدیث بھی اِسی اصول کے حق میں ہیں۔

پہلی آیت

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ .

ترجمہ !

اور جس وقت لیا اللہ نے عہد اہلِ کتاب سے

البتہ بیان کرو گے تم اُس کو واسطے لوگوں کے۔

﴿سورۃ آل عمران آیت ۱۸۷﴾

اگر ہر ایک شخص کی خبر حُجّت نہ ہوتی تو بیانِ علم کے ساتھ مامور کیوں ہوتا۔

دُوسری آیت

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ.

﴿سورۃ توبہ آیت ۱۲۲﴾

یعنی چاہیئے کہ ہر قوم میں سے بعض لوگ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی صُحبت میں رہ کر علمِ دِین سیکھیں اور پچھلوں کو جا کر سکھا دیں۔

اِس آیت کے متَن کے سلسلہ میں سوال کیا جا سکتا ہے کہ طائفہ چونکہ جماعت کا نام ہے بدلیل لحوق تاطعو پھر یہ آیت خبر واحد یعنی ایک شخص کی خبر کے واجب العمل ہونے پر کیسے دلیل ہو سکتی ہے۔

اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ لفظ طائفہ بناء براصح ایک پر بھی بولا جاتا ہے اور زیادہ پر بھی بدلیل قولہ تعالےٰ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿سورۃ النور آیت ۲﴾ مُراد طائفہ یہاں سے عام ہے ایک مومن ہو یا زیادہ کما قال قتادہ اور نیز سببِ نزول وَاِنْ طَآئِفَتَیْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا ﴿سورۃ الحجرات آیت ۹﴾ میں منقول ہے کہ یہ دو انصاری تھے

جن میں سے ایک ہی نے آپؐ کے پاس مرافعہ کیا تھا۔

تیسری آیت

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ .

﴿سورة النحل آیت ۴۳﴾

یعنی درصورت بے علمی سوال از اہلِ علم واجب ہے اور سوأل کا وُجوب بِقبول کوئی معنی نہیں رکھتا۔

چوتھی آیت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ .

﴿سورة النساء آیت ۱۳۵﴾

اِس آیت میں بانصاف اور شہادتِ للّٰہی کا اِرشاد ہے پس اخبار عن الرسولؐ جیسا کہ

قال اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یاسمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم .

بالِقسط اور شہادت للّٰہی ہے جس کاوُ جوب بجز اِس کے کہ قبول اِس کا بھی واجب ہو معنی ندارد ورنہ شہادت کا واجب ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جائیں گے جو ظاہر البطلان ہے۔

پانچویں آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَ الْھُدٰی ۔

﴿سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۹﴾

اِس آیت میں کتمانِ ہدیٰ پر وعید بیان فرمایا گیا ہے جس سے اظہارِ دین کا وُجوب، جیسا کہ اُوپر گزرا پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اظہار و تبلیغ بغیر وجوبِ قبول متحقّق نہیں۔

چھٹی آیت

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا.

﴿سورۃالحجرات آیت ٦﴾

یہاں فاسق کی خبرِ واحد کو بھی سرے سے مرُدود و نا قبول نہیں سمجھا گیا بلکہ اِس پر تحقیق کا ارشاد فرمایا گیا ہے جس سے ثابت ہو کہ یہ خبرِ واحد بھی باطل نہیں کیونکہ در صورتِ علّت ہونے وصف کے، وصف عارض کو علّت بنانا قبیح ہوتا ہے اور متکلّم کی سفاہت کا کافی ثبوت، مثلاً اگر کوئی کہے کہ مُردہ بوجہ قلم دوات نہ ہونے کے نہیں لکھتا تو سامِع کو قبیح معلوم ہوگا کیونکہ اِنعدام کتابت کی علّت اور اصلی و کافی سبب موت ہے تو پھر انعدام دوات قلم کی عِلّت بنانا ناجائز ہے۔

حضرت سلمان کی خبر

احادیث

بریرہ کی خبر ہدیہ کے بارہ میں حضور علیہ السّلام نے قبول فرمائی حالانکہ وہ ایک خادمہ عورت تھی۔

ایسا ہی سلمانؓ کی خبر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک کی خبر قبول فرمائی تھی سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل از حصولِ شرفِ اسلام اس قوم سے تھے جو ابلق گھوڑوں کی پرستش کرتے تھے پھر اس دین سے ناخوش ہو کر کئی اُدیان کی طرف مُنتقل ہوتے رہتے تھے کسی صومعہ نشین نے اُن سے کہا شائد تو دینِ حنیفی کی تلاش میں ہے اب اُس کا وقت قریب آگیا ہے تو یثرب ﴿مدینہ﴾ جا، نبی معبوث ہدیہ یعنی پیش کش کھالے گا اور اُس کے دو شانوں کے مابین مہرِ نبوّت ہوگی، یہ سُن کر آپ مدینہ کو چل دیئے۔ راستہ میں اُنہیں کسی عرب نے گرفتار کر کے مدینہ کے یہودی پر بیچ ڈالا۔ وہاں اپنے آقا کے باغ میں مشقّت کیا کرتے تھے۔ تا آنکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے۔ حضرت سلمانؓ سُنتے ہی ایک طبق خُرما لیکر حضور کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپؐ نے فرمایا ! کیا ہے ؟

دَرجواب عرض کیا ! یہ صدقہ ہے۔

آپؐ نے اصحابؓ کو فرمایا ! تُم لوگ کھاؤ اور آپؐ نے تناول نہ فرمایا۔ سلمانؓ نے دِل میں کہا کہ یہ ایک علامت ہے منجُملہ علاماتِ نبوّت کے، پھر دُوسرے دن سلمانؓ اور خُرما لائے۔

آپؐ نے فرمایا کیا ہے اَے سلمانؓ ؟

جواباً عرض کیا یہ ہدیہ ہے۔ پھر آپؐ نے بھی تناول فرمایا اور اصحابؓ کو بھی شامل کیا۔ اِس پر سلمان رَضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دِل میں کہا یہ دُوسری علامت ہے نبوّت کی،

پھر حضرتِ سلمان آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پیچھے کی طرف ہوئے۔ آپؐ نے اُن کا مطلب سمجھ لیا لہٰذا اپنی چادر اپنے شانہائے مُبارک سے علیحدہ کر دی اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختمِ نبوّت کو دیکھ لیا اور مشرّف باسلام ہوئے۔

اِس سے ثابت ہوا کہ آپؐ نے خبرِ واحد یعنی سلمانؓ کی خبر دربارہ صدقہ وہدیہ اگرچہ وہ عبد ﴿غلام تھا﴾ قبولؔ فرمالی۔

آپؐ نے اُمِ سلمہؓ کی خبر دربارہ ہدایہ قبول فرمائی تھی۔

بادشاہوں کے تحائف وہدایہ اُن کے فرستادوں کے ہاتھ آپ قبول

فرما لیتے تھے اور ایسا ہی اُن کا قول بھی مقبول ہوتا تھا۔

غُلام کو اِس قول میں کہ میں ماذُون ہوں سچّا سمجھتے تھے۔

چاند کی شہادت

ایک اعرابی کی شہادتِ رویتِ ہلال کے متعلّق منظور فرمائی۔ جس نے بیان کیا تھا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے علاوہ ازیں ولید بن عقبہ کی خبر کو آپؐ نے صحیح مانا اور بوجہ یہ خبر دینے کے کہ وہ لوگ مُرتد ہو گئے ہیں اُن پر چڑھائی کی تیاّری کی۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی،

قولہ تعالیٰ اِن جَآءَکُم فَاسِقٌ الآیۃ

اور آپؐ جاسُوسوں اور عریفوں کی خبریں جن کو دُشمن کے ملک میں بھیجا جاتا تھا قبول فرما لیتے تھے۔

آپؐ نے افراد یعنی اکیلے اکیلے کو تعلیمِ احکام کے لئے اطراف میں بھیجا، کہیں یہ اَمر ثابت نہیں کہ اتنے کثیر التعداد لوگ آپؐ ارسال فرماتے تھے جن کا عدد تواتر تک پہنچے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا بعد ازاں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یمن میں تعلیمِ احکام کے لئے روانہ فرمایا اور دحیہ کلبیؓ کو خط دے کر قیصر اور ہرقل کی طرف روم میں اور عتاب بن اسید کو مکّہ کا امیر بنا کر احکامِ تعلیم کے لئے اور عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ خط کسریٰ کی طرف اور عمرو بن امیہ ضمیری حبشہ کو اور عثمان بن ابی العاص کو طائف کی طرف

اور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس صاحبِ اسکندریہ کے پاس اور شجاع بن وہب اسدی کو حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف دمشق میں اور سلیط بن عمر مری کو ہودہ بن خلیفہ کے پاس یمامہ اور عثمانؓ بن عفان کو اہلِ مکہ کے پاس حُدیبیہ میں اور عمرؓ کو صدقات پر والی بنایا اور ایسا ہی قیس بن عاصم و مالک بن نویرہ اور برقان بن بدر و زید بن حارثہ اور عمرو بن العاص وعمرو بن حزم و اسامہ بن زید وعبدالرحمٰن بن عوف اور ابوعبیدہ بن الجراح وغیرہم کو معبوث فرمایا۔ جن کا ذکر موجبِ طوالت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اگر یہ لوگ مع کثیر التعداد اور رُفقاء کے بھیجے جاتے تو دارِ ہجرت یعنی مدینہ منورہ اصحابؓ کرام سے خالی ہو جاتا اور باتفاق اہلِ سیر ثابت ہے کہ معبوث الیہم ان کا قول قبول کرتے تھے۔ اِس سے ظاہر ہوا کہ خبرِ واحد موجب للعمل ہے مثل متواتر کے۔

ایسا ہی صحابہ کرام نے بھی ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہم﴾ اخبار احاد کے ساتھ اپنے واقعات میں عمل کیا ہے۔ جس کی وجہ سے قبول خبرِ واحد کا مسئلہ اجماعی مانا گیا ہے۔

﴿۱﴾ یوم السقیفہ میں حضرت ابوبکرؓ کی روایت ''الائمة من قریش'' بغیر کسی انکار کے مقبول ٹھہری۔

﴿۲﴾ ایسا ہی صدیقِ اکبرؓ کے قولِ ذیل کی طرف سب نے رجوع کیا۔

" الانبیاء یدفنون حیث تموتون."

﴿۳﴾ ایسا ہی صدیق اکبرؓ کی روایت " معاشر الانبیاء لا نورث وما ترکناہ صدقہ " مسلّم ٹھہری۔

﴿۴﴾ ایسا ہی صدیق اکبرؓ کا رجوع توریثِ جدّہ کے مسئلہ میں مغیرہ اور محمد بن مُسلمہ کے اِس حدیث کو روایت کرنے پر کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جدّہ کو سُدس دیا۔ یعنی دادی کو بعض حالات میں چھٹا حصّہ پوتے کی وراثت سے ملتا ہے۔

﴿۵﴾ ایسا ہی حضرت صدّیقؓ کا حضرت بلالؓ کی خبر ذیل کو سُن کر اپنے حُکم کا نقض کرنا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فیصلہ کے بر خلاف صدیقی حکم ہُوا ہے۔

﴿۶﴾ ایسا ہی حضرت عُمر کا رجوع تفصیل اصابع سے "یقول عمرو بن خرم ان فی کل اصبع عشرۃ " تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ عمرؓ انگلیوں کی دِیت میں یکساں حکم نہیں فرماتے تھے بلکہ بالتفصیل خنصر کے لئے چھ اُونٹ اور بنصر کے لئے نو۔ اور وسطیٰ وسبابہ کے لئے دس دس اور ابہام میں پندرہ۔

﴿۷﴾ ایسا ہی عمرؓ پہلے عورت کو اپنے شوہر کی دِیت سے محروم الارث (محروم الوراثت) سمجھتے تھے۔

بعد ازاں ضحاک بن مزاحم کی روایتِ ذیل سے کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضحاک کی جانب حکم نامہ بھیجا کہ اشیم ضبابی کی عورت کو اپنے شوہر کی دِیت سے وارث کرے۔آپؑ نے اپنا طریقہ بدل دیا۔

﴿۸﴾ ایسا ہی مجوس سے جزیہ لینے میں حضرت عمرؓ نے عبدالرحمنؓ بن عوف کی روایت ذیل پر عمل کیا تھا کہ ''سنو ابهم سنة اهل الكتاب'' یعنی مجوس سے اہلِ کتاب کی طرح معاملہ رکھو۔

﴿۹﴾ ایسا ہی حمل بن مالک کی روایت کو حضرت عمرؓ نے قبول کیا جو اس نے کہا !

كنت بين جاريتين لي يعني ضرتين فضربت احدهما الاخرى بمسطح فالقت جنينا ميتا فقضى فيه رسول الله عليه وسلم بغرة .

یعنی میری دو عورتیں تھیں ایک نے دُوسری کو لکڑی سے مارا جس کی وجہ سے اُس کا مرا ہوا بچہ پیدا ہوا۔آپؑ نے اِس میں یہ فیصلہ فرمادیا کہ یہ غفلت یا بے خبری کی وجہ سے ہوا ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا ! اگر ہم یہ روایت نہ سنتے تو اپنی رائے سے حکم کرتے۔

﴿۱۰﴾ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریعہ بنتِ مالک کی اِس روایت کو قبول کیا جو اُس نے کہا !

جئت الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم استاذنه بعد وفاة زوجى فى موضع العدة فقال

امکثی حتی ینقضی عدتک ولم ینکر الخروج
للاستفتاء فی ان المتوفی عنها زوجها تعتد فی
منزل الزوج ولا تخرج لیلاً ولا نہاراً اذا وجدت
من یقوم با مرھا.

﴿۱۱﴾ علی نے مذی کے بارہ میں مقدادؓ کی روایت پر عمل فرمایا کہ
فقط وضو لازم ہے غسل نہیں۔

﴿۱۲﴾ مسئلہ وجوب الغسل بالتقاء الختانین میں جمہورؒ نے حضرت
عائشہؓ کی خبر کو واجب العمل سمجھا۔

خبرِ واحد کے مقبول ہونے پر اجماع

باجماعِ اُمّت مُعاملات میں مثل ”ھذہ الجاریة اھدی
الیک فلان وان فلانا و کلنی ببیع ھذہ الجاریة او ببیع ھذا
الشئی“ خبرِ واحد مقبول ہوتی ہے۔ بعض معاملات میں کبھی حق اللہ بھی
واحد پر مترتب ہو جاتا ہے۔

خبرِ واحد کے متعلّق چار مذاہب

اہلِ سُنّت کا اِجماع خبرِ واحد کی قبولیّت اور مُوجبِ علم ہونے پر ہے۔
جس کو اُنہوں نے کتاب اللہ و سنت و اجماع و قیاس سے ثابت کیا ہے۔
بلکہ سُنّتِ متواترہ اور اِجماع کا اِتباع ہے۔ جو دلائلِ قاطعہ ہیں یعنی

سُنتِ متواترہ اور اِجماع سے ثابت ہو چکا کہ خبرِ واحد واجب العمل ہے۔
اِس تقریر میں خبرِ واحد کے متعلّق مذاہبِ اربعہ بھی معلوم ہو گئے ہیں۔

ابنِ تیمیہ مذہبِ روافض پر

بعض اُن میں سے از رُوئے عقل افادۂ وجوب عملی کا اِنکار کرتے ہیں مثل جبائی و روافض کے اور بعض بدلیل سمعی یعنی ہر دو آیتِ مذکورہ کی وجہ سے۔ اُن کے استدلال کا جواب اہلِ سنّت کی جانب سے اُوپر لکھ چُکا ہوں۔
شیخ ابنِ تیمیہ نے معلوم نہیں اِس مقام پر اپنا حنبلی مذہب چھوڑ کر روافض کا مذہب کون سی مجبوری اور ضرورت کے تحت اختیار کیا ہے اگر کہا جائے کہ منہاج السنّت میں رافضی کو جواب دے رہے ہیں۔ لہٰذا ممکن ہے کہ یہ اِلزامی جواب ہو تو گزارش ہے کہ آپ بطریقِ تحقیق جواب لکھ رہے ہیں نہ بطرزِ الزام۔ چنانچہ اِسی جواب میں واحد کو غیر معصوم ٹھہرایا گیا ہے۔ ورنہ یہ جواب ہی ہباءً منثورا ہو جاتا ہے پھر تعجّب بر تعجّب اِس سے پیدا ہوتا ہے کہ خبرِ واحد کے غیر مقبول ہونے کو اجماعی لکھتے ہیں۔ اگر صرف بعض الناس کا مذہب لے کر خبرِ واحد کو نا مقبول کہتے تو بھی ایک بات تھی حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ ایک مردود مذہب کو جو کتاب اللہ و سُنت و اجماع و قیاس کے برخلاف ہے اجماعی قرار دیا گیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ قبول خبرِ واحد ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی اثبات کے لئے اہلِ سُنت نے مستقل رسالے اور تالیفات لکھے

ہیں۔

جواب لاجواب

اب دُوسرے جملہ کی طرف متوّجہ ہوتا ہوں جو شیخ ابنِ تیمیہ نے اسی جواب میں لکھا ہے۔

﴿وخبر الواحد لا يفيد العلم الا بقرائن و تلك قد تكون منتفية او خفية عن اكثر الناس فلا يحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواتره﴾

اگر کہا جائے کہ شیخ ابنِ تیمیہ کا مطلب عبارت متعلقہ تردیدِ متن حدیث سے یہ نہیں کہ خبرِ واحد دَرجۂ قبولیت سے ساقط ہے اور وجوبِ عملی کے لئے مفید نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ علم یقینی خبرِ متواتر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

پس عبارت ذیل میں علم سے مرادِ علمِ شرعی یعنی یقینی علم ہے نہ تصدیقِ منطقی، یعنی مطلق اِعتقادو جازم جو شامل ہے، ظنّ کو بھی، قرآنِ حکیم کا محاورہ ہے کہ علم بمقابلہ ظنّ کو بولا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ !

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اَنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ.

اتفق المسلمون علىٰ انه لا يجوزان المبلغ عنه العلم الا واحدًا ابل يجب ان يكون المبلغون اهل التواتر الذين يحصل العلم بخبرهم للغائب.

چنانچہ بعدِ اس کے فلا يحصل لهم العلم بالقرآن

والسنن المتواترہ میں بتخصیص قرآن وسنن متواترہ ارادہ مذکورہ پر کافی شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن وسننِ متواترہ کا علم خبرِ واحد سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔

اِن کے لئے بکثرت مبلّغین چاہئیں۔ لہٰذا صرف ایک ہی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم رسولؐ کے لئے مبلّغ ٹھہرنا ایسا اَمر ہے جس سے کارخانۂ اِسلام بالکلیہ فاسد ہوجاتا ہے۔ پس قولِ ابنِ تیمیہ ﴿فسد امر الاسلام﴾ صحیح اور بجا ہے تو دَرجواب اِس کے کہا جاتا ہے کہ منہاج السّنۃ کی ساری عبارت منقولہ پر جو صدرِ بحث میں بتما مہا نقل کی گئی ہے۔ اگر غور کو کام میں لایا جائے تو علم سے مراد مسائلِ شرعیہ یا مطلق اِعتقاد ہے جیسے جملہ

فان جمیع مدائن الاسلام بلغھما العلم عن الرسول من غیر علی فان ھئولاء لم یکونوا یروون عن علی الا شئیاً وانما کان غالب علمه فی الکوفة. وغیرہا سے ایک ذوبصیرت سمجھ سکتا ہے۔

دُوسروں کو بھی عِلم تھا مگر

بہرکیف ! شیخ ابنِ تیمیہ کہ ہردو اعتراض کا جواب یہ ہوا کہ حدیث مدینۃ العلم صحیح ہے موضوع نہیں۔

چنانچہ مفصّل گزر چکا ہے اور متن حدیث میں عِلم سے مُراد خاص علم ہے یعنی علمِ اسرار مطلب یہ ہے کہ میں علمِ اسرار کا شہر ہوں اور علی اُس شہر کا

دروازہ ہیں بغیر از وساطت علی کوئی علمِ اسرار کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اگر درِ مدینۃ علم سے عام علم لیا جائے ظاہری ہو یا باطنی تو بالخصوص علی کرّم اللہ وجہہ الکریم، کا دروازہ ہونا اِس لحاظ سے نہیں کہ کسی اور صحابی کو اصلاً علم نہ تھا۔

بلکہ اِس کو ایسا سمجھنا چاہیئے جیسا کہ کوئی اُستاد اپنے لائق، مُمتاز، اعلیٰ درجہ کے ذہین طالب علم کی نِسبت کہے کہ میرا علم کماحقّہٗ اور پُورے طور پر اُسی شخص کو پہنچے گا جس نے بوساطت میرے فلاں طالب علم کے حاصل کیا۔

گو اور میرے شاگرد بھی اِس شاگرد کی طرح مُجھ ہی سے مستفید ہیں مگر فلاں چونکہ فہمِ سُخن اور ادائے بیان مسائل میں ممتازانہ طرز رکھتا ہے۔ اور بوجہ کمال اِتحاد وفیما بین اُس کو اعلیٰ دَرجہ کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس کے سبب سے ہر ایک قسم کے مشکل و مُفصّل مسائل کے پیش آنے پر اُن کی پُوری پُوری تشریح وحل پر قادر ہو گا۔ لہٰذا میرے علم کا ذریعہ اور واسطہ ہونا اُسی کا حق ہے۔ دوسرے شاگردوں کو بھی حلّ مُشکلات ومعضلات میں اُسی کی طرف رُجوع کرنا چاہیئے۔

شیخین کے مددگار

اور ظاہر ہے کہ بعد آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کسی مُشکل مسئلہ کے پیش آنے پر شیخین وغیرہ ہما بھی آپ سے ہی اِمداد لیتے تھے۔ رضی اللہ عنھم۔

جیسا کہ حضرت عمرؓ کے فرمان " لولا علی لهلک عمر "

اور" قضية ولا ابا حسن لها " مشہورہ تمثیلات سے ہیں۔

آپؑ کی علمیت اور فضیلتِ علمی پر احادیثِ صحیحہ جو اہلِ سنت عُلماء

کرام کی تصنیفات ہیں بااسناد مذکور ہیں اِسی حدیثِ مدینۃ العلم کی تائید کرتی

ہیں، ﴿اقضاكم علی﴾

" علی باب علمی مبین لامتی ما اُرسلت به من

بعدی." بعد فتح خیبر" انت باب علمی " کا ارشاد ہوا ایسا ہی آپ

کے حق میں

" عبية علمي وبابی الذی اوتی منی "

" میرے علم کا برتن اور دروازہ ہے " اور نیز

" هذا اوّل من اٰمن بی و اوّل من یصا فحنی یو م

القيامة "

" وہ پہلا مومن شخص ہے جو بہشت میں مجھ سے مصافحہ کرے گا۔"

ایسا ہی

" علی با ب حطة من دخل فيه كان مؤمنا ومن

خرج منه كان كافر ا "

" علیؑ وہ بابِ حِطّہ ہیں جو اس میں داخل ہوا

مومن ہوا اور جو خارج ہوا کافر " ایسا ہی

"یا علی انت حجة اللّٰہ و انت باب اللّٰہ "

" اے علی ! تو خُدا کی حُجّت ہے " اور

" علی و انا منه ولا یودی عنی الاانا او علی "

بحث سے پہلے

اِس سے قبل کے سرکار گولڑوی علیہ الرحمتہ کے استدلالات کا باقی ماندہ حصّہ ہدیۂ ناظرین کیا جائے مناسب معلوم ہوتا کہ مَولائے کائنات سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمِ عظیم کے بارے میں انا مدینة العلم و علی بابها کے علاوہ اُن کی بیان کردہ اور اِس ضمن میں آنے والی دیگر متّعدد احادیث مع حوالہ ہدیۂ ناظرین کر دی جائیں اور اور چند ایک ایسے واقعات و مسائل کا تذکرہ بھی کر دیا جائے جن کے حلّ کے لئے سیّدنا عُمر فاروق ؓ نے آپ سے مدد بھی حاصل کی اور اظہار تشکّر و اِمتنان کے طور پر اُن کے لاحصٰی علمِ مبارک کو خراجِ عقیدت بھی پیش کیا۔ چُنانچہ سب سے پہلے زیبِ عنوان حدیث کے علاوہ اِس ضمن میں آنے والی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عُلوم مُرتضوی کا اعلان

﴿۱﴾ حضور رِسالت مآب صلّی اللہ عَلیہ وآلِہ وسلّم نے اپنی

صاحبزادی سیدۃ نساء العلمین کی تزویجِ مبارک کے موقع پر فرمایا !

"مالک تبکین یافاطمہ فواللّٰہ لقدانکحتک

اکثرھم وافضلھم واولھم سلماً."

" اے فاطمہ! تُو کیوں روتی ہے میں نے تیرا

اُس سے نکاح کیا ہے جو اِن میں سب سے کثیر علم والا

سب سے زیادہ حلم والا اور سب سے پہلے اِسلام لانے

والا ہے۔"

﴿ مجمع الزوائد ج۹ ص ۱۰۱ ﴾﴿ کنزالعمال ج۶ ص ۳۹۲، ص ۱۵۳ ﴾

﴿ اُسد الغابہ ج۵ ص ۵۲۰ ﴾﴿ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۱ ص ۳۴۵ ﴾

﴿۲﴾ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

"انا دار الحکمۃ وعلی بابھا"

" میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

﴿ ترمذی ج۲ ص ۲۹۹ ﴾﴿ مشکوٰۃ ج۲ ﴾﴿ مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۴۵ ﴾

﴿ اشعۃ اللمعات ج۴ ص ۶۷۰ ﴾﴿ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۴ ﴾

﴿ کنزالاعمال ج۶ ص ۱۵۴ جلد ۶ ص ۴۰۱ ﴾﴿ ریاض النضرہ ج۲ ص ۲۰۰ ﴾

﴿۳﴾ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی

کو فرمایا !

" انت مبین لامتی مااختلفوا من بعدی "

"جب میری اُمّت کے لوگ میرے بعد
اختلاف کریں گے تو تُو اُنہیں پہنچانے والا ہے۔"

﴿کنزالعمال ج۶ ص ۱۵۶﴾﴿حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳﴾
﴿کنوزالحقائق مع جامع الصغیر ص ۱۸۸﴾

﴿۴﴾ حضور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا!

"علی باب علمی ومبین لامتی ما ارسلت به من بعدی"

"علی میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد
لوگوں کو وہ چیز پہنچانے والا ہے جس کے ساتھ میں
بھیجا گیا ہوں۔"

﴿۵﴾ حضور سرورِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا!

"انا دار العلم وعلی بابها"

"میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں"

﴿ذخائر العقبیٰ محب طبری ص ۷۷﴾
﴿مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۱ ص ۳۴۵﴾

﴿۶﴾ حضور تاجدارِ مدینہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علی کو
فرمایا!

"فهو باب مدينة علمی"

"یہ میرے شہرِ علم کا دروازہ ہے۔"

﴿ينابيع المودة ص ٧١﴾

﴿٧﴾ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا !

" انا ميزان العلم وعلى كفتاه "

" میں میزانِ علم ہوں اور علی اُس کا پلڑا ہے۔"

﴿كنز العمال ج٦ ص ١٥٦﴾

﴿٨﴾ حضور مُعلّمِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا !

" على باب علمى وعيبة علمى "

" علی میرے علم کا دروازہ اور میرے علم کا برتن ہے۔"

﴿فيض القدير شرح جامع صغير للمناوى ج٤ ص٣٥٦﴾

﴿٩﴾ حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا !

" انا مدينة الفقه وعلى بابها "

" میں فقہ کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ "

﴿تذكره سبط ابن جوزى ص ٢٩﴾

﴿١٠﴾ " عن انس قال ! قيل يارسول الله عمن نكتب العلم ؟ قال عن على وسلمان ."

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا گیا یارسول اللہ! علم کس سے لکھا جائے ؟

آپؐ نے فرمایا ! علی اور سلمان سے۔"

﴿تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۵۸﴾

یاد رہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تلمیذِ ارشد اور تربیّت یافتہ ہیں۔

یہ ہیں دروازے

بابِ مدینۃ العلم تاجدارِ ہل اتیٰ، مُشکل کُشا، شیرِ خُدا حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کے ایک قول کی شرح کرتے ہوئے اِمام فخر الدّین رازی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا !

"قال علی علیه السلام علمنی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الف باب من العلم واستنبطت من کل باب الف باب قال فاذا کان حال المولیٰ هکذا فکیف حال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم "

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مُجھے علم کے ہزار دروازوں سے تعلیم دی اور میں نے ہر دَرواز ے سے ہزار دَرواز ے نکال لئے "

﴿تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۱۱﴾

بعد ازاں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ جب مَولیٰ کے عِلم کا یہ حال ہو تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا علمِ مبارک کا کیا حال ہوگا۔

منقولہ بالا روایت تغیر لفظی سے علامہ علی متّقی ہندی کنز العمال میں اِس طرح بیان کرتے ہیں کہ!

"عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ علمنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الف باب کل باب یفتح الف باب"

حضرت علیؓ نے فرمایا!

" مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہزار دروازوں سے علم سکھایا اور میں نے ہر دروازے سے ہزار دروازے کھول لئے۔"

﴿کنزالعمال ج ۶ ص ۳۹۲﴾

سیّدنا حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائلِ علم کے سمندر سے چند دُرِ آبدار پیش کرنے کے بعد اب ہم اُن چند اُمور کا ذکر کریں گے جن میں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خزانۂ علم وحکمت سے اِستفادہ کرتے ہوئے اُنکی علمی وجاہت کا اعتراف کیا۔

فارُوق اعظم کا اعتراف

ایک مرتبہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسی عورت کو رجم کرنے کا حکم فرمایا جس نے نکاح سے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا تھا، جب اِس واقعہ کی اطلاع بابِ مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پہنچی تو

آپ نے فرمایا! اُس عورت پر رجم نہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ ارشاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا تو اُنہوں نے آپ کی خدمت میں دریافت حال کے لئے کسی کو بھیجا، مولائے کائنات کرّم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے!

"وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ."

" اورلڑکے والیاں اپنے لڑکے کو دوسال دودھ پلائیں "

﴿سورۃ البقرۃ آیت ۲۳ ا﴾

پھر فرمایا حمل اور دُودھ پلانے کی مُدّت تیس ماہ ہے چھ ماہ اُس کے حمل کے اور دو سال دُودھ پلانے کے تو یہ تیس مہینے بنتے ہیں چنانچہ اُس عورت کی خلاصی ہوگئی۔

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس مسئلہ کی تصدیق فرماتے ہوئے کہا!

" اگر علی نہ ہوتے تو عُمر ہلاک ہوجاتا "

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا!

" الٰہی! مجھے اُس وقت زندہ نہ رکھنا جب
مُشکل کو حلّ کرنے کے لئے ابنِ ابی طالب نہ ہوں۔"

متن ملاحظہ ہو!

ان عمر بن الخطاب رفعت اليه امراة ولدت

لستتـه فهم برجمهـا فبلغ ذالک علياً فقال !

عليهمـا رجم، فبلـغ عمـر رضی اللّٰه تعالیٰ عنه

فارسل اليـه فسالـه ؟ فقال ! قال اللّٰـه تعالیٰ

"وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ . "

وقال ! وحمله وفصاله ثلاثون شهرا فستة اشهر

وحمله وحولين فذالک ثلاثون شهرافنحلی

عنها،

﴿تفسیر دُرِّ منثور ج ا ص ۲۸۸﴾﴿تفسیر کبیر ج۷ ص ۴۸۴﴾

﴿سُنن کبریٰ بھیقی ج۷ ص ۴۴۲﴾﴿ریاض النضرہ ج۲ ص ۱۹۴﴾

﴿کنزالعمال ج۳ ص ۹۶، ۲۸۸﴾﴿مناقب خوارزمی ص۵۷﴾

﴿اربعین رازی ص۴۶۶﴾﴿ ذخائر العقبیٰ محب طبری ص ۸۲﴾

باب مدینة العلم ھی حل کر سکتا ھے

ایک مرتبہ ایک شخص کو حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا لوگوں نے اُس سے پوچھا تھا کہ تُو نے کیسے صبح کی ؟

اُس نے کہا تھا کہ میں نے فِتنے کی محبّت، حقّ کی ناپسندیدگی، یہود و نصاریٰ کی تصدیق غیر مرئی کو ماننے اور جِسے پیدا نہیں کیا گیا اُس کے اقرار سے صبح کی ہے،

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بُلا کر یہ سارا ماجرا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے

فرمایا!

یہ سچ کہتا ہے، یہ فتنے سے محبّت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تُمہارے اموال اور تُمہاری اَولادیں فتنہ ہیں،

اور یہ حقّ یعنی موت کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سُکراتِ موت کا آنا حق ہے

یہ یہودو انصاریٰ اہلِ کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے! یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے پاس کُچھ نہیں اور نصرانی کہتے ہیں یہودیوں کے پاس کچھ نہیں اور مومن اللہ کو بِن دیکھے ایمان لاتا ہے اور ابھی پیدا نہ گئی یعنی قیامت اور آخرت کا اقرار کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُنا تو کہا! میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اُس مُشکل کے لئے جسے حلّ کرنے کے لئے علی نہ ہوں،

سعید بن میبّب کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا تھا الہٰی مجھے اُس مشکل کے لئے باقی نہ رکھنا جس کو حل کرنے کے لئے ابا الحسن یعنی حضرت علی نہ ہوں۔

قال اصبحت احب الفتنة و اکره الحق و اصدق الیهود و النصاریٰ و اومن بما لم اره قه اقر بما لم یخلق .

قال علی ! قال اللّٰه تعالیٰ " اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ

وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" ﴿التغابن آیت ۱۵﴾ وقال اللّٰہ تعالیٰ ! " وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ" ﴿سورۃ ق آیت ۱۹﴾ وقال اللّٰہ تعالیٰ " وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ " ﴿البقرہ آیت ۱۱۳﴾

فقال عمر اعوذ باللّٰہ معضلة لاعلی وقال سعید بن المسیب قال عمر اللهم لاتبقنی لمعضلة لیس لها ابو الحسن "

﴿شمامۃ العنبریہ نواب صدیق حسن بھوپالی ۱۰۹﴾

اِس مقام پر اُن لوگوں کو بھی غور کرنا چاہیے جن کے خیال میں یہ سمایا ہوا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دُوسرے سے عناد اور دُشمنی تھی ، بہر حال تصفیہ کی باقی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

مکہ مُعظّمہ میں عِلمِ علی علیہ السلام

شیخ ابنِ تیمیہ کا یہ قول کے " فلان جمیع مدائن الاسلام بلغهم العلم من الرسول من غیر علی " بالکل غلط اور خلاف واقع ہے کیونکہ اسلام کے شہروں سے مدینہ طیبہ و مکہ معظّمہ کا حال تو ظاہر ہے کہ

آپ نے مدینہ طیبّہ میں اپنی عُمر کا زیادہ حِصّہ بسر کیا ہے اور اعاظم اصحاب مثل شیخیُن وغیرہما رضی اللہ عنھم ہر مُشکل اور معضل اَمر میں آپ سے مُستفید ہوا کرتے تھے چنانچہ علاّمہ نُووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں !

" وسوال كبار الصحابة له ور جوعهم الىٰ فتاواه واقواله فى المواطن الكثيرة والمسائل المضلات مشهور "

یعنی اکابر اصحاب کا اِستفادہ اور مُشکلات میں حلّ طلبی مشہور امر ہے، ایسا ہی ابن روز بہان سے منقول ہے۔

" رجوع الصحابة اليه فى الفتوىٰ غير بعيد لانه كان من مفتى الصحابة والرجوع الى المفتى من شان المستفتين وان رجوع عمر اليه كر رجوع الائمة وولاة العدل الىٰ علماء الائمة ."

علامہ عجیلی " ذخیرۃ المآل " میں لکھتے ہیں۔

" ولم يكن يسئال منهم واحدً وكلهم بسالہ مسترشدا وماذالک الا لخمود نار السوال تحت نور الاطلاع ."

یعنی علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کسی سے کسی مسئلہ کی دریافت نہیں فرماتے تھے اور سب صحابہ کرام آپ سے مُستفید ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سوا

اسکے اور کچھ نہ تھی کے روشنیٔ اطلاع کے نیچے سوال اور دریافت کرنے کی آگ مدھم ہوگئی تھی۔ مکّہ معظّمہ میں آپ اِبتداءِ عُمر سے ہجرت تک تشریف فرماتھے۔

تلمیذ تھے علی علیہ السلام کے

اور ہجرت کے بعد بھی کئی مرتبہ آپ مکّہ مُعظّمہ تشریف فرما ہوئے ہیں پھر کیسے متصوّر ہوسکتا ہے کہ اہلِ مکّہ کو آپ کا علم نہیں پہنچا اور نیز عبداللہ بن عباسؓ جن کو شرفِ تلمذّ وشاگردی علی کرّم اللہ وجہہُ الکریم کا حاصل ہوا ہے عرصہ دراز تک مکّہ میں مقیم ہوکر اشاعتِ علم فرماتے رہے چنانچہ علّامہ ذہبی ''تذکرۃ الحُفّاظ '' میں بترجمہ ابن عباس لکھتے ہیں۔

" الاعمش عن ابی وائل قال استعمل علی ابن عباس علی الحج فخطب یومئذ خطبة لو سمعها الترک والروم لاسلمو اثم قراعلیهم سورة النور فجعل یفسرها"

یعنی علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے خاص شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایّامِ حج میں عامل بنا کر بھیجا۔

ابنِ عباسؓ نے وہاں پر ایسا پُر تاثیر وپُر بلاغت خطبہ پڑھا کہ کفارِ تُرک اور رُوم بھی اُسی کو سنتے تو ضرور اسلام قبول کر لیتے۔ پھر سورہ نُور کی تفسیر بیان فرماتے رہے '' طبقات '' میں محمد سعد بن منیع البصری کہتے ہیں،

"اخبرنا محمد بن عمر حد ثنی و اقد بن ابی یاسر عن طلحة بن عبد اللّٰہ بن عبد الرحمن بن ابی بکر عن ابیہ عن عائشہ انھا نظرت الی ابن عباس ومعہ الخلق لیالی الحج وھو یُسئل عن المناسک فقالت ھو اعلم من بالمناسک"

یعنی اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبداللہ بن عباسؓ کے بارہ میں فرمایا اس حالت میں کہ ایّامِ حجّ میں لوگ عبداللہ بن عباسؓ سے مناسکِ حجّ دریافت کرر ہے تھے کہ باقی ماندہ اَصحاب میں سے وہ مناسک کا علم زیادہ رکھتا ہے۔

ایسا ہی ابو محمد یُوسف بن عبداللہ نمری قرطبی "اِستعیاب" میں لکھتے ہیں۔

"روینا ان عبد اللّٰہ بن صفوان مر یوماً بدار عبد اللّٰہ بن عباسؓ بمکة فرای فیھا جماعة من طالبی الفقہ و مربدار عبید اللّٰہ بن عباس فرای فیھا جمعاً یتنا ولونا الطعام فدخل علی ابن زبیر فقال لہٗ اصبحت واللّٰہ کما قال الشاعر"

فان تصحبک من الا یام قارعة

لم یبک منک علیٰ دنیا ولادین

قال وما ذاک یا اعرج فقال هذا ن انبا عباس
احدهما یفقه الناس والآخر یطعم الناس فما ابقیا
لک مکرمة الیٰ آخر القصة "

یعنی عبد اللہ بن صفوان ایک روز مکہ میں عبد اللہ بن عباسؓ کے مکانوں کے پاس سے گزرا کیا دیکھتا ہے کہ عبداللہ بن عباس طلباء کو علمِ دین پڑھا رہا ہے اور دُوسرا بھائی عبیداللہ ابنِ عباسؓ لوگوں کو کھانا کھلا رہا ہے اِس کے بعد وہ عبداللہ بن زبیرؓ والی مکہ کے پاس جا کر کہنے لگا کہ قسم خُدا تمہارا حال تو ایسا ہی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

اگر زمانہ سے تجھے کوئی حادثہ پہنچے تو تُو اِس قابل نہیں
کہ تجھ پر دُنیا کے لحاظ سے رویا جائے یا دین کی وجہ سے

اِس پر عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا ! اے لنگڑے کیا بات ہے ؟ عبداللہ بن صفوان نے کہا ! عباس کا ایک بیٹا علمِ دین پڑھانے کی وجہ سے فیاض ہو رہا ہے، اور دُوسرا لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، پھر تُمہارے لئے اُنہوں نے خصائلِ حمیدہ و کمالات سے کیا چھوڑا اور تو کس کام کا ہوا،

والیٔ مکہ نے عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ عباس کے دونوں بیٹوں سے جا کر کہہ دو کہ امیر المومنین ﴿عبداللہ بن زبیرؓ﴾ کہتے ہیں کہ تم دونوں مع اپنے طلباء و متعلقین اہلِ عراق کے مکہ سے نکل جاؤ واہ فعلت و فعلت ورنہ میں ایسا کروں گا اور ایسا عبداللہ بن عباسؓ نے جواباً لکھ کر بھیجا کہ

ہمارے پاس یا علم کا طالب آتا ہے یا فضل یعنی جود کا خواہاں، بغیر اُن کے اور کوئی نہیں آتا تو ان میں سے کس کو روکے گا۔

دروغ گورا حافظ نہ باشد

مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ و حضرت عبید اللہ فرزندانِ عباسؓ دینی اور دُنیاوی فوائد کے لحاظ سے مرجعِ خلائق ہیں اور یہی شان خاندانِ نبوّت کی ہے جس کی مثال دُوسروں میں مشکل ملتی ہے عبد اللہ ابنِ عباسؓ کی مکہ معظّمہ میں فیاضی اور تعلیمِ دینی پر تاریخ شہادت دیتی ہے۔

تعجّب یہ ہے کہ ابنِ تیمیہ خُود اہلِ مکّہ کو بوجہ شرفِ تلمّذ ابن عباس تفسیر دانی میں سب سے بڑھ کر عالم مانتے ہیں۔ چُنانچہ علاّمہ سیُوطی "اِتقّان" میں کہتے ہیں،

قال ابن تیمیہ اعلم الناس بالتفسیر اھل مکۃ لانھم اصحاب ابن عباسؓ المجاھد و عطا ابن ابی رباح و عکرمۃ مولیٰ ابن عباس و سعید بن جبیرو طاؤس و غیر ھم،

شام میں علمِ علی علیہ السّلام

اب شام کا حال سُنئے۔شام کے عالم، بروایت اکابر علماء اہلِ سُنت ابو الدرداءؓ تھے، جو عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہیں اور وہ تلمیذ و فیض یافتہ

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں، چنانچہ علامہ ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں بترجمہ ابودرداء لکھتے ہیں،

"وکان عالم اهل الشام و مقری اهل دمشق و فقیههم وقاضیهم"

اوراخطب خوارزمی "کتاب المناقب" میں کہتے ہیں۔

عن ابی الدرداء رضی اللّٰه عنه العلماء ثلثة رجل بالشام یعنی نفسه ورجل بالکوفة یعنی عبد اللّٰه بن مسعود ورجل بالمدینة یعنی علیاً فالذی بالشام یسئال الذی بالکوفة والذی بالکوفة یسئال الذی بالمدینة والذی بالمدینة لا یسئل احدا .

ابودرداءؓ فرماتے ہیں کے عالم تین ہیں ایک تو شام میں یعنی خود ابو درداء اور دُوسرے کُوفہ میں یعنی عبداللہ بن مسعُود اور تیسرا مدینہ میں یعنی علی ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہم﴾ شامی عِندالحاجت کُوفی سے پوچھتا ہے اور کُوفی مدنی سے اور مدنی ﴿یعنی سیّدنا علیؓ﴾ کسی سے نہیں پُوچھتے، اور محبّ طبری ریاض النضرہ میں لکھتا ہے۔

عن ابی زاعراء عن عبد اللّٰه قال علماء الارض ثلثة عالم بالشام و عالم بالحجاز وعالم بالعراق فاما عالم اهل الشام فهو ابو درداء واما عالم

الحجاز فعلیؓ بن ابی طالب واما عالم اهل العراق فاخ لکم اهل الشام و عالم اهل العراق یحتاجان الی عالم اهل الحجاز و الحجاز یحتاج الیهما اخرجه الحضرمی ،

بصرہ میں علمِ علی علیہ السّلام

اور بصرہ کے متعلّق تاریخ دان پر مخفی نہیں کے سیّدنا علیؓ بہ نفس نفیس خُود بصرہ میں تشریف فرما ہوئے اور اپنے بے نظیر مواعظہ وخطب سے لوگوں کو بہرہ یاب ومُستفید فرمایا۔جیسا کہ تاریخ طبری وغیرہ میں مذکُور ہے۔اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے اپنے عہدِ خلافت میں بصرہ کی حکومت اپنے خاص شاگرد یعنی عبداللہ بن عباسؓ کو عطا فرمائی تھی اور اہلِ بصرہ وقتاً فوقتاً فیضیاب ہوتے رہے پھر کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ سیدنا علیؓ کا علم بصرہ میں نہیں پہنچا تھا "اسد الغابہ" میں بترجمہ ابن عباسؓ مذکور ہے،

واستعمله علیؓ بن ابی طالب علی البصرة فبقی علیها امیراً ثم فارقها قبل ان یقتل علیؓ ابن ابی طالب وعادالی الحجاز وشهد مع علیؓ صفین وکان احد الامراء ،

یعنی آپ نے ابن عباسؓ کو بصرہ کا امیر بنایا تھا پھر وہ قبل از شہادتِ علیؓ ابن ابی طالب حجاز کو لوٹ آئے ، وہ جنگِ صفین میں سیدنا علی کرم اللہ

وجہہ الکریم کے ساتھ منصب امارت پر تھے۔

ابنِ حجر " اصابہ " میں لکھتے ہیں،

وذکر خلیفة ان علیاً ولاه البصرة وکان علی المیسرة یوم صفین واستخلف ابا الاسود علی الصلوٰة زیاداً اعلی الخراج وکان استکبة ،فلم یزل ابن عباسؓ علی البصرة حتی قتل علی فاستخلف علی البصرة عبدا للّٰه بن الحارث ومضی الی الحجاز ،

علامہ ذہبی " تذکرۃ الحفاظ " میں بترجمہ ابن عباس لکھتے ہیں۔

المدائنی عن نعیم بن حفص قال ابو بکرة قدم ابن عباس علینا البصرة وما فی العرب مثله جسما وعلماه وبیانا وجمالا و کمالا .

"طبقات" میں ہے۔

اخبرنا عبد اللّٰه بن جعفر الرقی نامقعمو بن سلیمان عن ابیه عن الحسن قال اوّل من حرف بالبصرة عبد اللّٰه بن عباس قال وکان ، متبحراً اکثیر العلم قال فقراء سوارء سورة البقرة ففسرها آیة ،

یعنی حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے پہلے ابنِ عباسؓ نے لوگوں کو دین کا شناسا کیا ہے اور ابنِ عباس علم کے بکثرت پہچاننے والے تھے۔

ابنِ حجر نے " اصابہ " میں کہا ہے۔

واخرج الزبیر بسند له ان ابن عباس کان یعشی الناس فی رمضان و ھو امیر البصرة فما ینقضی الشھر حتیٰ یفقھھم.

سب علیؑ کے محتاج تھے

ان روایاتِ منقولہ بالا سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ شیخ ابنِ تیمیہ کا یہ قول کہ مکہ اور مدینہ اور بصرہ و شام میں علم غیرِ علیؑ سے پہنچا تھا اور علیؑ کا علم کوفہ تک محدود تھا وہ بھی قلیل۔" کس قدر خلافِ واقع اور مخالف اپنے تصریحات کے ہے۔ سب اہلِ سنّت مثل ابنِ حجر وغیرہ اِس پر متفق ہیں کہ علمِ مُرتضوی کے بیان سے عبارات قاصر ہیں۔ کیوں نہ ہوں، وہ علیؑ ہی تھے جو کوفہ کے منبر پر "سلونی قبل ان تفقدونی الخ" فرماتے تھے۔

جس کا مطلب یہ ہے۔

" اے لوگو! میرے اِنتقال سے پہلے جس اَمر کی دریافت کرنی چاہو کرلو "

میرے اندر بہت علم ہے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا لُعاب ہے، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مُجھے یہ علم عطا کیا ہے، میری طرف وحی نہیں آئی،

قسم بخدا اگر مُجھے ایک مَسند پر بِٹھا کر دریافت کیا جائے تو اہلِ تَورات کو تَورات اور اہلِ انجیل کو انجیل کے مطابق فتویٰ دوں۔ اگر اللہ تعالیٰ تورات اور انجیل کو گویا کرے تو وہ کہیں کہ علیؑ نے سچ کہا ہے اور تم کو مطابق اُس کے دیا ہے کہ جو کچھ ہم میں اتارا گیا ہے،

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پس کیوں نہیں جانتے۔

﴿سورۃ البقرۃ آیت ۴۴﴾

وہ علیؑ ہی ہیں جنہوں نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ اِس جگہ ﴿سینہ﴾ میں بہت علوم ہیں۔ کاش کہ مَیں اِن کے لینے والا کوئی پاتا۔

اور اگر مَیں چاہوں تو سورۃ فاتحہ کی تفسیر اتنی بڑی لکھوں جس کو ستّر ﴿۷۰﴾ اُونٹ اُٹھائیں اِس میں کوئی شک نہیں اگر ساری دُنیا آپ کے علم کو سیکھتی تو بھی ختم نہ ہونے میں آتا۔

آپ کے علم کی بکثرت اشاعت مدینہ منوّرہ میں ہوئی ہے کیونکہ خلفاء ثلاثہ اور باقی اصحاب کا ہر مُشکل میں آپ کی طرف رجوع ہوتا تھا اور

اپنے اعلیٰ درجے کے شاگردوں کی تعلیم مثل حضرت سلمانؓ وابوذر ومقدادؓ و عمارؓ وغیرہم اور اپنے قریبی رشتہ داروں مثل عبداللہؓ بن عباس اور قرۃ العینین رسول الثقلین وجگر پارۂ بتول زہرا سیدۃ النساء وسرورِ جان مُرتضوی سیّدنا حسنؑ وسیّدنا حسینؑ کو افاضہ وعلومِ اسرار کی تعلیم بوجہ فراغت مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔

خلیفہ ثانی تلمیذِ علیؑ کے ملتجی

کوفہ میں علمِ علی علیہ السلام

کوفہ میں تو آپ ناکثین وقاسطین ومارقین کے قتال میں بکثرت مصروف رہے۔ پھر نا معلوم ابنِ تیمیہ نے "وانما کان غالب علمه فی الکوفة" کس بناء پر لکھ دیا اور اِس پر بھی اکتفا نہیں کی۔

بلکہ یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اہلِ کوفہ نے بھی علمِ قرآن وسُنت، خلافتِ مُرتضویؑ بلکہ عثمانی سے پہلے حاصل کیا ہوا تھا تاریخ شاہد ہے کہ کوفہ میں مسلمانوں کا قیام ۱۷ھ میں ہوا ہے، اور خلیفہ ثانیؓ کا انتقال ۲۳ھ میں تو کیا اِس چھ سال کے قلیل عرصہ میں کتاب وسُنت کا علم اِس قدر حاصل ہوگیا تھا کہ سیّدنا علیؑ جیسے بحرِ بے کنار سے بھی مستغنی ہوگئے، جیسا کہ ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں،

ومع هذا فاهل الکوفة کانوا تعلموا القرآن والسنة من قبل ان بتولی عثمانؓ فضلا عن علیؓ .

بلکہ بروایاتِ ثقات اہلِ سنّت ثابت ہے کہ عہدِ فاروقیؓ میں کوفیوں کی تعلیم کے لئے خلیفہ ثانیؓ نے عمّار بن یاسرؓ اور عبداللہ بن مسعود کو بھیجا تھا۔ جو سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد تھے، چنانچہ اِس پر روایاتِ ذیل شاہد ہیں۔

طبقات میں ہے،

اخبرنا عفان بن مسلم و موسیٰ بن اسمٰعیل قال ناوھیب عن داؤد عن عامران مھاجر عن عبد اللّٰہ بن مسعود کان بحمص فخلاہ عمر الی الکوفة وکتب الیھم انی واللّٰہ الذی لااله الاھو آثر تکم به علی نفسی فخذ وامنه .

ایسا ہی طبقات میں بترجمہ عمارؓ اور اِستعیاب میں بترجمہ ابنِ مسعودؓ، اور اسد الغابہ میں بترجمہ ابنِ مسعودؓ و عمارؓ اور تذکرۃ الحفاظ میں بترجمہ ابنِ مسعودؓ اور اصابہ میں عبداللہ بن مسعودؓ و عمارؓ مذکور ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفیوں کو لکھتے ہیں،

کہ قسم بخدا جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں نے لوگوں کو اپنی جان پر پسند کرلیا ہے، اگرچہ مجھ کو بھی عبداللہ بن مسعودؓ کی دارالخلافہ کے واقعات

میں حاجت وضرورت تھی مگر میں نے اُس کو تمہاری طرف بھیج دیا ہے پس تم اُس سے علم سیکھو' سُبحان اللہ کیا شانِ مرتضویؑ ہے کہ خلیفہ ثانیؓ جیسے عظیم الشان صحابی بھی علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد کی طرف اپنے فیصلہ جات میں ملتجی ہیں۔

آلِ محمدکو اُمت پر قیاس نہ کرو

شیخ ابنِ تیمیہ کا یہ قول کہ اہلِ یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم واقامت بہ نسبتِ مُرتضوی تعلیم واقامت کے زیادہ رہی۔

کما قال وتعلیم معاذبن جبل لاھل الیمن ومقامه فیھم اکثر من علی ولھذا روی اھل یمن عن معاذ بن جبل اکثر مما رواہ عن علی.

اگر سب پہلو سے مان بھی لیا جائے تو بھی اُن کے لئے مُفید مطلب نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن میں پہلے جناب خالد بن ولید کو بغرضِ دعوتِ اسلام بھیجا تھا جس پر عرصہ چھ ماہ تک کوئی شخص مشرّف با اسلام نہ ہوا۔

بعد ازاں سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھیجے گئے اور ایسا مفید ثابت ہوا کہ بغیر جدال وقتال قبیلہ ہمدان کے سارے لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے۔

اِس خبر کے سننے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سجدۂ شکر بجا لائے اور پاک زبانِ حق ترجمان سے دو دفعہ ارشاد ہو کہ السلام علی ہمدان۔ اِس سے موازنہ کیا جاسکتا ہے کہ مُرتضوی تعلیم بہ نسبت دیگر تعلیمات کے کیا اثر و اضافہ رکھتی ہے۔

قاعدہ ہے کہ فیما بین تعلیم ایک اعلیٰ درجہ کے محقّق فصیح بلیغ کے اور ایک معمولی عالم کے بڑا فرق ہوتا ہے تھوڑے ہی عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اصحابؓ کرام کو اتنے اُحکام وشرائع کی تعلیم فرمائی جس کا عشرِ عشیر بھی نُوح علیہ السّلام اپنے اِس قدر دراز عرصہ میں اپنی اُمّت کو نہ پہنچا سکے۔

اپنے خُطبات میں سیّدنا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے صاف فرمادیا ہے،

لایقاس بآل محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ھذہ الامۃ احدا الخ ،

یعنی آلِ پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی کو مساوات نہیں۔

شریح شاگردوں کے شاگرد ہیں

پھر شیخ ابن تیمیہ کا قول،

وشریح وغیرہ مِنَ اکابر تابعین انما تفقھو علی معاذ بن جبل ،

یعنی اکابر تابعین میں سے شریح وغیرہ نے علمِ دین کی تعلیم معاذؓ بن جبل سے پائی تھی کس قدر بے بنیاد ہے۔

اکابر تابعین کو چھوڑیئے۔ پہلے قاضی شریح کا حال سُنئے علامہ نووی ''تہذیب الاسماء'' میں لکھتے ہیں۔

ادرک النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم ولم یلقه وقیل لقیه المشهور الا قل قال یحییٰ بن معین کان فی زمن النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم ولم یسمع منه روی عن عمر بن الخطاب وعلی وابن مسعود و زید بن حارثه و عبد الرحمن بن ابی بکر وعروۃ البارقی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم .

ابنِ حجر عسقلانیؒ ''تہذیب التہذیب'' میں بترجمہ شریح اور ایسا ہی صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی ''خلاصہ تہذیب'' میں ایسا ہی ابن حبان کتاب الثقات میں یہ سب ثقات اِسی طرح لکھتے ہیں۔

یعنی شریح حارث کا بیٹا قالف شاعر قاضی تھا۔ خلیفہ ثانی سے روایت کرتا ہے ۸۷ھ یا ۷۸ھ میں اُس کی وفات ہے ایک سو دس یا ایک سو بیس سال اُس کی عمر تھی ۵ یا ۷ سال عُہدہ قضا پر رہا جن سے ابنِ زبیر کے فتنہ والے تین سال مُستثنےٰ کرتے ہیں۔

علاوہ روایت از خلیفہ ثانی علی وابن مسعود زید بن ثابت وعبدالرحمٰن

بن ابی بکر وعروہ بارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے بھی روایت رکھتا ہے معاذ سے شریح کی روایت کا کوئی ذکر نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ شریح سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بلا واسطہ اور بالواسطہ بھی شاگرد ہیں۔

﴿ماخوذ تصیفه مابین سنی و شیعه صفحه ۷۴ تا ۸۲،﴾

بہر کیف! حدیث " انا مدینة العلم و علی بابها " چونکہ رسولِ خدا التحیۃ والثناء کا فرمانِ عالیشان ہے اس لئے اِس پر کسی بھی شخص کی ذہنی اختراع اثر پذیر نہیں ہوسکتی۔

تعصب کی بناء پر پیدا کیے گئے اعتراضات ہر زمانے میں ٹھکرائے جاتے رہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ العزیز ایسا ہی ہوگا۔

بہر کیف! کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ صادق ومصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُصدّقہ فرامین کو جانچنے کے لئے اپنی عقل کو معیار بنائے۔

اور اگر بالفرض محال حدیث کو جانچنے کے لئے عقل ہی کو معیار بنانا ہے تو پھر اُن اعتزال پسندوں پر گرفت کے کیا معنی ہیں جن کو اُن کی عقل نے جبریہ وقدریہ فرقے جیسے فرقے جنم دینے پر مجبور کر دیا فلسفہ ہی معیارِ حق و باطل ہے تو زمخشری اور بُو علی سینا کے فلسفے سے کیوں اختلاف ہے ؟

اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو عقل محورِ اسلام سے ہٹ

جائے اُسے اسلام کے مسائل میں کیسے رہبر بنایا جا سکتا ہے اور پھر وہ شخص جو محض ضد اور عناد کی وجہ سے اپنی بات منوانا چاہتا ہو وہ تو ویسے ہی عقلِ سلیم سے تہی ہوتا ہے، یہی حال ابنِ تیمیہ کا ہے۔

اگر آپ سُنّی ہیں

منقولہ بالا پُر شکوہ مضمون سیّدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی کتاب لاجواب ''تصفیہ مابین سُنّی شیعہ '' سے ماخوذ ہے اگرچہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کی اِختراعات اور فرارِ حق کے جواب میں ہمارے پاس دیگر بھی سینکڑوں شواہد موجود ہیں مگر ہم اُنہیں اِس بحث کا حصّہ بنانے کی بجائے براہِ راست مولائے کائنات بابِ مدینۂ علم سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب میں بیان کریں گے۔

اِن سطور میں صرف اُن ذی الاحتشام عُلمائے کرام کو منقولہ بالا تصریحات کی طرف توجّہ دلانا مقصود ہے جو بحمد اللہ تعالیٰ صحیح العقید سُنّی ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ ہائے طریقت میں بھی کسی نہ کسی کے ساتھ وابستہ ہیں اور کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِین کی تفسیر کا بھی علم رکھتے ہیں۔

اُن کے حضور میں ہماری التجاء ہے کہ روافض کی خرافات کا جواب دینے کے لئے اُسی شعار کو اپنائیں جو اہلسنّت و جماعت کا طرّہ امتیاز ہے اور وہ طریقہ اختیار نہ کریں جو خوارج نے اپنا رکھا ہے آپ ہر دو گمراہ فرقوں کے

درمیان میزانِ اعتدال ہیں لہٰذا آپ کو چاہئے کہ خارجیّت کے سیلاب میں آئے بغیر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کریں۔

یاد رکھیں کہ اگر آپ مقاماتِ ولایت پر یقین رکھتے ہیں تو شہنشاہِ ولایت وامامت کی شانِ اقدس کو اُسی طرح سمجھنا اور بیان کرنا پڑے گا جس طرح اولیاء کاملین نے سمجھا اور بیان کیا ہے اور اِس بات کو بھی ذہن نشین رکھئے گا کہ جن علماء نے ایک دوسرے کی تفضیل کا مسئلہ وضع کیا ہے اُنہوں نے کسی ایک کے اُن فضائل کا انکار نہیں کیا جو خُدا اور رسول کی طرف سے اُنہیں تفویض ہو چکے ہیں اور نہ ہی اُنہوں نے ایک کے فضائل دوسرے کی جھولی میں ڈال دینے کا قبیح کام کیا ہے بلکہ اُنہوں نے اپنی عقل اور تحقیق کے مطابق سب کے جمیع فضائل کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب تفضیل دی ہے۔

اُن کے اس اجتہاد کو قبول کرنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ آپ کسی کی اُن خصوصیات میں ڈنڈی مارنا شروع کردیں جن میں بحکمِ خُدا اور رسول کوئی بھی اُن کا شریک وسہیم نہیں،،

ہم ایک مرتبہ پھر التماس کریں گے کہ ردِ روافض کا وہی طریقہ اپنائیں جو ہمارے اکابرینِ اہلسنّت وجماعت اولیاء کرام اور علمائے اعلام کا ہے اور اِس سلسلہ میں خارجیوں کا واہی استدلال اپنانے کی بجائے پوری قوت سے مسترد کردیں اِسی میں اہلسنّت کی بقا کا راز مضمر ہے اور اِسی میں آپ کی اولیاء کاملین سے وابستگی باقی رہ سکتی ہے۔

اور یہی وہ شاہراہِ مستقیم ہے جس پر چل کر آپ دُنیوی اور اُخروی سعادتوں سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا ہے کہ وہ علمائے اہلسنّت کو راہِ حق پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگرچہ زیبِ عنوان حدیث کے تحت حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے لامتناہی علوم کے متعدّد گوشے قارئین کے سامنے آچکے ہیں تاہم آخر پر مزید چند پہلو ملاحظہ فرمالیں۔

مکتوباتِ مجدد الف ثانیؒ

درجِ ذیل مضمون تاجدارِ سرہند حضرت مجدّد الف ثانیؒ علیہ الرحمۃ کے چند مکتوبات عالیہ سے بھی ترتیب دیا گیا ہے، جس میں آپ نے حدیثِ پاک "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" کی توثیق وتائید بھی فرمائی ہے اور دیگر متعدّد اسرار ورموز اور مقاماتِ رُوحانیہ کی نشاندہی بھی کی ہے۔

مکان میں سوراخ

جذبہ کی نوعِ اوّل جو حضرت ابو بکر صدیق کی طرف منسوب ہے اِس کے حصول کے لئے ایک علیحدہ طریقہ مقرّر ہے اور وہ وقوفِ عددی کا راستہ ہے۔

اور وہ سلوک جو اِس جذبہ کے حصول کے لئے ہوتا ہے وہ بھی دو قسم کا ہے بلکہ کئی قسم کا ہے۔ ایک قسم تو وہ ہے کہ حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس طریقہ سے مقصود تک پہنچے اور حضرت رسالت خاتمیّت علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام والتحیّۃ بھی جذبہ کے اِس خانہ سے اِسی طریقہ سے پہنچے ہیں۔

اور حضرت صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال اخلاص کی جہت سے جو

آپ نبی پاک علَیہِ الصّلوٰۃ والسّلام سے رکھتے تھے اور آپ میں فانی تھے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ وتقدس علیہم اجمعین کے درمیان اِس راستے کی خصوصیت سے مخصوص ہوئے ہیں۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا سلوک سیرِ آفاقی سے طے ہوتا ہے اور حضرت ابوبکر کا سلوک سَیرِ آفاقی سے کوئی خاص تعلّق نہیں رکھتا، یُوں دکھائی دیتا ہے کہ حضرت صدّیق نے جذبہ کے مکان میں سُوراخ کیا اور مطلوب تک پہنچے۔

حضرت علی علیہ السّلام کے سلوک میں معارف حاصل ہوتے ہیں اور حضرت ابوبکر کے سلوک میں محبّت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اِسی بناء پر لازماً حضرت علی علم کے شہر کے دروازے قرار پائے اور حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دوستی اور خلّت کی قابلیّت پیدا کی۔

﴿مکتوبات ۲۹۰، ۲/۸۲۶﴾

چھ نکات

مندرجہ بالا عبارت سے جن اُمور کی نشاندہی ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔

﴿۱﴾ جذبہ کی پہلی قسم جو حضرت صدّیق اکبر سے منسوب ہے اُس کے حصول کا طریقہ سب سے الگ ہے۔

﴿۲﴾ جس طریقہ سے حضرت صدّیقِ اکبر مقصود تک پہنچے ہیں اُسی طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راہِ سلوک طے کی۔

﴿۳﴾ چونکہ صدیقِ اکبر فنافی الرّسول تھے اِس لئے یہ راستہ اُن کے لئے مخصوص کیا گیا۔

﴿۴﴾ حضرت علی علیہ السّلام کا راستہ آفاقی ہے جبکہ اِس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق جذبہ کے مکان میں سُوراخ کر کے مطلوب تک پہنچے۔

﴿۵﴾ حضرت علی علیہ السّلام کے سلوک میں معرفت اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے طریقہ میں محبّت حاصل ہوتی ہے۔

﴿۶﴾ اِسی بناء پر لازماً حضرت علی علیہ السلام علم کے شہر کا دروازہ قرار پائے اور حضرت صدیق میں دوستی اور خلّت کی قابلیّت پیدا ہوئی۔

اگر بالعکس ہوتا

جناب مجدّد پاکؒ کے اِرشاد فرمودہ اِس چھ نکاتی ارشادِ عالیہ کا پہلا نُکتہ یہ ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلوک کی جن راہوں پر چل کر اپنا مقصود حاصل کیا ہے اُسی طریقہء معظّمہ کو اپنا کر حضور رسالتمآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بھی جذبہ کے اُس خانہ میں پہنچے ہیں۔

حالانکہ اگر اِس تحریر کو بالعکس کر لیا جاتا تو یہ نکتہ انتہائی لطیف ہونے کے ساتھ ساتھ عام آدمی کی سمجھ میں بھی آسانی سے آ سکتا تھا یعنی یوں فرما دیا جاتا کہ جس طریقہ پر عمل پیرا ہو کر حضور سرورِ انبیاء علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم اپنے مقصود تک پہنچے اُسی طریقہ اور سُنّتِ مصطفیٰ پر عمل پیرا ہو کر اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال اتباع کرتے ہوئے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی منزل سے ہمکنار ہوئے۔

چونکہ یہ بات ہم نے اپنی عقلِ ناقص کے مطابق کی ہے اِس لئے اِسے حتمی قرار نہیں دیا جاسکتا ہوسکتا ہے کہ بغیر کسی تاویل کے بھی آپکا ارشادِ بالا درست معنیٰ دیتا ہو کیونکہ آپ کا درج ذیل ارشاد بھی اِس کی تائید وتقوّیت کا باعث ہوسکتا ہے جس میں آپ یہ وضاحت فرماتے ہیں کہ مقام صدیقّیت مقام نبوت سے بلند تر اور مقام نبوّت مقام صدیقّیت سے بہت نیچے ہے۔ آپ مکتوب نمبر اٹھارہ میں فرماتے ہیں۔

صدیقیّت کا مقام مقاماتِ بقا میں ہے جس کا رُخ عالم کی طرف ہے اِس سے بھی بہت نیچے مقامِ نبوّت ہے جو فی الحقیقت بہت بلند ہے اور کمال صحو وبقا کا مقام ہے قرب کا مقام، مقام صدیقیت اور مقامِ نبوّت کے درمیان بَرزخیّت اور واسطہ کی لیاقت نہیں رکھتا کیونکہ اِس کا رُخ صرف تنزیہہ کی طرف ہے اور تمام عُروج سے اِس کا تعلق ہے اور دونوں میں بہت فرق ہے،

در پسِ آئینہ طُوطی صِفتم دَاشتہ اَند
ہرچہ اُستادِ اَزل گُفت بگو ! میگویَم

یعنی مجھے طوطی کی طرح آئینہ کے پیچھے بٹھادیا گیا ہے
جو کچھ استادِ ازل کہتا ہے کہو! میں وہی کہتا ہوں،

اِس شعر کے بعد آپ فرماتے ہیں

''علوم شرعیہ نظریہ استدلالیہ کو فقیر کے لئے ضروریہ کشفیہ کر دیا گیا۔ عُلمائے شریعت کے اُصولوں سے بال برابر بھی مخالفت نہیں ہے۔''

﴿مکتوبات ِ شریف جلد ۱ صفحہ ۸۰﴾

اگر چہ مندرجہ بالا ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے اپنی گُفتگو مبارکہ کو ومایںطق عن الھوی کی تفسیر اور اُن احوالِ کشفیہ سے عبارت قرار دیا ہے جن میں علمائے شریعت کے اُصولوں کے مطابق بال برابر کا بھی تحائف موجود نہیں تاہم قُرآن مجید میں النبیّن کے بعد والصدّیقین کی ترتیب ہی مل سکتی ہے۔

دوراستے

تاجدارِ سرہند شیخ المشائخ، خواجہء خواجگان، تاجدارِ مملکت نقشبندیت امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز حصُولِ فیضان اور واصل باللہ ہونے کے لئے بلاواسطہ اور بالواسطہ جن دوراستوں کے متعلق وضاحت فرماتے ہیں وہ بلا تبصرہ پیشِ خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے دو راہ ہیں ایک وہ راہ ہے جو قُربِ نبوت سے تعلّق رکھتا ہے اور اصل الاصل تک پہنچانے والی ہے۔

اِس راہ سے واصل ہونے والے اصل میں تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اُن کے صحابہ اور باقی اُمتوں میں سے جس کو بھی اِس دولت

سے نوازیں گے۔

اگر چہ وہ تھوڑے ہوتے ہیں بلکہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ اِس راہ میں توسّط وحیلولت نہیں۔ جو بھی اِن واصلین میں سے فیض حاصل کرتا ہے بغیر کسی وسیلے کے اصل سے حاصل کرتا ہے۔ اور کوئی بھی دوسرے کے راہ میں حائل نہیں ہوتا۔

قرب ولایت کی راہ

اور ایک وہ راہ ہے جو قُربِ ولایت سے تعلّق رکھتی ہے اَقطاب اَوتاد اور بُدلاّ و نُجباء اور عام اَولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہیں راہِ سلوک اِسی راہ سے عبارت ہے،

بلکہ مُتعارف جذبہ بھی اِسی میں داخل ہے اور اِس راہ میں توسّط اور حیلولت ثابت ہے اور اِس راہ کے واصلین کے پیشوا اور اِن کے سردار اور اِن کے بزرگواروں کے منبعِ فَیض حضرت علی اُلمرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں۔

اور یہ عظیم الشّان منصب اِن سے تعلق رکھتا ہے۔ اِس راہ میں گویا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی علیہ السّلام کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہرا اور حسنین علیہما السلام اِس مقام میں اِن کے ساتھ شریک ہیں۔

سب کے ملجا و ماویٰ

میں سمجھتا ہوں کے حضرت امیر علیہ السلام ﴿کرم اللہ وجہہ الکریم﴾ اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اِس مقام کا ملجا و ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں۔

اور جس کسی کو بھی فیض و ہدایت اِس راہ سے پہنچی اِنہی کے ذریعہ سے پہنچی کیونکہ وہ اِس راہ کے آخری نُقطہ کے نزدیک ہیں اور اِس مقام کا مرکز ان سے تعلّق رکھتا ہے۔

اور جب حضرت اَمیر علیہ السّلام کا دَور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار جناب حسنین علیہما السلام کے سپرد ہوا اور اُن کے بعد وہی منصب آئمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک ترتیب وار اور تفصیل سے مقرّر ہوا اور اِن بزگواروں کے زمانہ میں اور اِس طرح ان کے اِنتقال کے بعد جس کو بھی فیض و ہدایت پہنچتا ہے اِن بزرگواروں کے ذریعہ وحیلولتہ سے پہنچا اگرچہ اقطاب و نجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں۔

کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنے سے چارہ نہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

پیشوائے واصلانِ ایں راہ وسرگروہ اِیں ہا ومنبع
فیض ایں بزرگواران حضرت علی المرتضٰی ست کرم اللہ

تعالیٰ وجہہ الکریم و ایں منصب عظیم الشان بایشان تعلق

دریں مقام گویا ہر دو قدم مبارک آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ

الصلوٰۃ والسلام بر فرق مبارک اوست کرم اللہ تعالیٰ

وجہہ، حضرت فاطمہؓ و حضرات حسنین علیہما السلام دراین

مقام بایشاں شریک اند۔

انگارم کہ حضرت امیر قبل از نشاۃ عنصری

نیز ملاذ و ملجا ایں مقام بودہ اند، چنانچہ بعد از نشاۃ

عنصری وہر کرا فیض و ہدایت ازیں راہ میراست بتوسط

بایشاں تعلق دارد و چوں دورہ حضرتِ امیر تمام شد ایں

منصب عظیم القدر بحضرات حسنین ترتیباً مفوض و مسلم

گشت و بعد از یشان ہماں منصب بہر یکے از آئمہ اثناء

عشر والتفصیل قرار گرفت و در اعصار ایں بزرگواران و

ہمچنیں بعد از ارتحال ایشاں ہر کرا فیض و ہدایت میرسد

بتوسط ایں بزرگاں بود۔

﴿مکتوبات شریف جلد سوم ص ۱۴۴ مکتوب نمبر ۱۲۳﴾

یہ راستے

تاجدارِ سرہند حضرت مجدد پاکؒ نے حصولِ منزل کے لئے جن دو

راستوں کی نشاندہی فرمائی ہے اُن میں سے ایک راستہ تو وہ ہے جو انبیائے

کرام علیہم السلام اور اُن کے صحابہ کے لئے مختص ہے علاوہ ازیں معدودے چند اُمتیوں کو بھی اِس راستہ پر گامزن ہونے کا شرف حاصل ہوسکتا ہے۔

اِس طریقۂ عُلیہ میں آپ نے خاص طور پر جس کرامت و شرف کا تذکرہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اِس راستہ سے حصولِ منزل یعنی وصال واِتصّال کی دولت سے ہمکنار ہونے والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے شخص کے وسیلہ کا محتاج نہیں، خواہ وہ دوسرا شخص کتنا ہی عظیم اور وَالا قدر کیوں نہ ہو، بلکہ ہر سالک خُود بخود بغیر کسی وساطت اور ذریعہ کے واصل بِالذّات ہوکر اپنی منزل سے ہمکنار ہوجاتا ہے چنانچہ اِس طریقہء عظیمیہ میں کسی نبی، ولی، شہید، صدّیق، غَوث، قُطب، اَوتاد، اَبدال، نجیب، نقیب، وغیرھم کے وسیلہ کی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں۔

اِس طریقہء مقدّسہ کے بِالعکس جناب مجدّدیت مآب قدِّس سِرّہٗ العزیز نے جس طریقہ کی وضاحت فرمائی ہے، اُس طریقہ کے پیشواء حضور سیّدنا حیدر کرار علیہ السّلام ہیں۔

جمیع اولیاءِ کبار خواہ وہ اُممِ سابقہ میں ہوں یا اِس اُمّتِ مرحومہ میں سب کے سب سیّدنا حیدر کرّار علیہ السلام سے ہی مستفید اور مستفیض ہوکر اپنی اپنی منزلوں سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

پہلے طریقہ سے انبیاء کرام اور اُن کے صحابہ کرام کے علاوہ محض چند دوسرے لوگوں کا ہی منزل پر پہنچ سکنا قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے، جب کہ

اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سمیت پہلی تمام اُمتوں کے کروڑوں اولیاء کرام، امیر المومنین، تاجدارِ مملکتِ ولایت، سیّدنا و مُرشدنا غالِبِ علیٰ کُلِ غَالِبِ جنابِ علی ابنِ ابی طالبؑ کے واسطہ اور وسیلہ سے ہی مقامِ ولایت پر متمکّن ہوسکے ہیں اور آئندہ بھی تا قیامِ قیامت اِسی بابِ مدینۃ العلم سے ہی عِلم وعرفان کی روشنی مل سکتی ہے۔

قارئینِ کرام کو دعوتِ غور وفکر دیتے ہوئے اِنہی سطور کے ساتھ اِس بحث کو ختم کیا جاتا ہے کیونکہ اگر کوئی مخصوص اور عالی قدر ہستی دروازہ کی طرف جانے کی بجائے سوراخ کر کے مقصد حاصل کرتی ہے تو یہ کمال صرف ان کی اپنی ذات کے لئے مخصوص ہے،

دوسرا کوئی بھی اِس عظیم مرتبہ میں اُن کا شریک وسہیم نہیں ہوسکتا اور ہر ولی خواہ وہ کسی بھی سلسلہ عالیہ میں سے ہو مقامِ ولایت اور قُربِ الٰہی کے لئے حضرت علیؑ کے وسیلے کا محتاج ہے۔

نہایت ضروری وضاحت

تاجدارِ انبیاء ومرسلین عالِمِ مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ اصل وجوہرِ کائنات حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام تر عُلوم پُورے کے پُورے کسی دوسرے کی طرف منتقل ہونے کے متعلق نہ تو کوئی روایت ہی ثقاہت کے درجہ کو پہنچتی ہے اور نہ ہی یہ امر ممکن ہوسکتا ہے،

کیونکہ تمام تر علومِ مصطفیٰ کو خود ہی سمیٹنے کے لئے کسی ایک نبی کا سینہ بھی متحمل نہیں ہو سکتا،

چہ جائیکہ کوئی ایک غیر نبی اِس بحرِ بیکراں کو خود میں سمو لینے کی طاقت رکھتا ہو۔

ہاں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ازل سے ابد تک ہمہ اقسام کے عُلوم سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی کہ فیضان و کرم کے صدقہ سے تمام انبیاء واولیاء کو ملے اور ملتے رہیں گے۔

اور اِس کے باوجود بھی آپ کے کنز علوم کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ بقدرِ ظرف ہر ایک کو اِس کا حِصّہ ملا، ملتا ہے اور ملتا رہے گا۔

بایں ہمہ اِس اَمر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جناب حیدرِ کرّار سیّدنا علی علیہ السلام رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک سب سے قریب بلکہ اقرب ہیں جس پر متعدد نصوص مثل " علی مِنی وَ انا مِنْهُ " اور " انا مدینةُ العِلم وَ علیٌ بابُھا " شاہدِ عدل ہیں۔

یہ درست ہے کہ حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے تمام علومِ شرعیہ سے صحابہ کرام کی کثیر جماعت معہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مستفیض ہوئی باوجود اِس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ علم بھی اُن تمام لوگوں سے اسقدر زیادہ تھا کہ دوسروں کے پاس اِس کا عُشرِ عشیر بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

سب سے وسیع تر علم علیؑ کا ہے

اِس مقام پر سرتاج المحدّثین، رأس المحققّین، اِمام الاولیاء سیّدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں جس میں آپ نے مکمّل طور پر وضاحت فرما رکھی ہے کہ "حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم تمام تر صحابہ کرام سے وسیع تر اور عظیم ترین ہے۔"

چنانچہ آپ حدیثِ پاک " انا دار الحکمت و علی بابھا " کے تحت حدیث مدینۃ العلم کا تذکرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! " میں دار الحکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں" یعنی میں حکمت کی سرائے ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں اور مشہور الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

" میں علم کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں " اور کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عِلم دیگر صحابہ کی طرف بھی آیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے مخصوص نہیں بلکہ یہ تخصیص اِس خاص وجہ سے ہے کہ جناب علی المرتضیٰ کا علم سب سے وسیع تر، مفتوح تر اور عظیم تر ہے۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

"قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا
دارالحکمۃ وعلی بابھا من سرائے حکمتم وعلی درآنست
ومشہور بلفظ "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" وگفت کہ شک
نیست کہ علم آں حضرت از جانب صحابہ دیگر نیز آمدہ
ومخصوص بمرتضٰی نیست بلکہ بوجہے خاص خواہد بود کہ
وسیع تر است ومفتوح تر، عظیم تر خواہد بود مثلاً چانکہ
آمدہ است اقضاکم علی"

﴿اشعة اللمعات جلد چھارم صفحه ۲۶۲﴾

جیسا کہ حدیثِ پاک میں صحابہ کرام کو ارشاد ہوتا ہے کہ تم میں عہدہ قضا کے لائق صرف علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

اِس ضمن میں حضرت شیخؒ کی مُتعدّد عِبارات ہم آئندہ بھی کِسی دُوسرے عُنوان کے تحت پیش کریں گے۔

یہاں ہم ابنِ جوزی اور ابنِ تیمیہ کی تقلید میں حدیث " انا مدینة العلم و علي بابها " کو موضوع قرار دینے والوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا شیخِ محقق شاہ عبدالحقّ محدّث دہلویؒ موضوع روایت کی تشریح میں مذکورہ بالا استدلال پیش کررہے ہیں؟

بہرکیف! حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں آنے والی آیات واحادیث کو اُن کے لئے مخصوص بھی رہنے دیا جائے تو اصحابِ ثلاثہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اُس عظمت وشان میں ذرّہ برابر کمی واقع نہیں ہوتی جو اُنہیں خُدا اور سول کی طرف سے عطا کی جا چکی ہے۔

اگر آپ وھابی ھیں

گزشتہ اوراق میں ہم نے غیر مقلّدین حضرات کے دو بزرگوں کی چند ایسی تحریریں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تھی جن میں شانِ اہلِ بیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ سعی سعید بھی کی گئی ہے کہ غیر مقلّدین تنقیصِ اہلِ بیت سے باز آ جائیں۔

اُسی ذیل میں ہم وہابیہ کے ایک اور بڑے پیشوا کی چند ایسی تحریریں اُن کے سامنے لاتے ہیں جس میں شان اہلِ بیت بیان کرنے کے علاوہ سیّدنا حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابِ مدینۃ العلم اور اعلم الناس ہونے کا اقرار کیا گیا ہے، اور یہ وہی شخص ہے جس نے اپنی زندگی کی اِضطرار اور اضطرابی دور میں یہ قبیح و شنیع جملے لکھے ہیں کہ معاذ اللہ حضورؐ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں، آپؐ کی تعظیم بڑے بھائی جیسی بلکہ اُس سے بھی کم کرنا چاہئے، اللہ چاہے تو کروڑوں محمدؐ کے برابر پیدا کر سکتا ہے اور جس کا نام محمدؐ یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں وغیرہ وغیرہ،

بہر کیف! یہ بھی دیکھیں اس لئے کہ

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی اس کی

علی خدا کے پسندیدہ ہیں

بعض اُن اکابر اولیاء کرام کے بیان ہیں جو مذکورہ کمالات میں انبیاء کرام علیہم السلام سے مشابہت رکھتے ہیں اور یہ دو تنبیہوں پر مشتمل ہے۔

تنبیہ اوّل

اِن بعض مقبولانِ بارگاہ بندگان خُدا کے متعلّق ہے، جو اگر چہ منصبِ نبوّت پر فائز نہیں مگر کمالاتِ مذکُورہ اُن کو حاصل ہیں، بلکہ وہ اپنی ذات میں یہ استعداد اور قُوّت بھی رکھتے ہیں کہ اِن کمالاتِ مذکُورہ کو دُوسرے بندگانِ مقبولین کو بھی پہنچا سکیں۔

اِن مقبولینِ بارگاہ کے مذکُورہ کمالات سے مُتصِّف ہونے پر جس قدر آیات و احادیث دلالت کرتی ہیں اگر اِن سب کو بِالاستعیاب ذکر کیا جائے اور ہر بیان و کمال کے اظہار کے لئے آیات و احادیث سے الگ الگ شواہد پیش کئے جائیں تو کلام نہایت طوالت اختیار کر جائے گا۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اِس مقام پر چند ایسے کمالاتِ مذکُورہ کو جو اِن میں نہایت عمدہ ہیں نقل کرنے پر اکتفاء کیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ انبیاء کرام کے علاوہ پسندیدہ اور چُنے ہوئے لوگوں پر یہ آیاتِ کریمہ مستفاد ہوتی ہیں۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ

وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ.

ترجمہ !

اور جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ نے تجھے چُن لیا اور خُوب پاکیزہ فرمایا اور آج تمام جہان کی عورتوں سے تجھے پسند فرمایا۔

﴿سورۃ آلِ عمران آیت ۴۱﴾

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتاً حَسَناً.

پس اِن ''مریم علیہ السّلام'' کو اُن کے ربّ نے بوجہِ احسن قبول فرمالیا ہے اور اُن کی عُمدہ طور پر نشوونما فرمائی۔

﴿سُورۃ آلِ عمران آیت ۳۶﴾

اِس دُوسری آیتِ کریمہ میں جناب مریم علیہ السّلام کے سنِ طفولیت میں ہی اللہ تعالیٰ کی توجّہ کا ذکر ہے۔ اِسی طرح حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سیّدہ فاطمۃ الزّہرا سلام اللہ علیہا کو فرمایا !

''اے میری پیاری بیٹی اللہ تبارکؑ وتعالیٰ نے مُجھے خبر دی ہے کہ میں نے فاطمہ کو فاطمہ کے باپ ﴿محمدؐ﴾ کو اور اُس کے شوہر علیؑ کو چن لیا ہے۔''

شعب الایمان بیہقی میں اس واقعہ کا ذکر تفصیل سے مذکور ہے۔

علی خدا کے محبوب ہیں

پس خُدا تعالیٰ سے نسبتِ محبوبیّت کا ذِکر اِن آیات و احادیث سے ظاہر ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں ایک پرندے کا پکا ہوا گوشت آیا تو آپ نے بارگاہِ خُداوندی میں عرض کیا یا الٰہی! اِس وقت ایسے شخص کو بھیج دے جو تُجھے تمام خلقت سے محبوب ہو تا کہ وہ میرے ساتھ اِس کھانے میں شرکت کرے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاضرِ خدمت ہو کر آپ کے ساتھ مل کر پرندے کا گوشت تناول فرمایا۔

ایک حدیث پاک میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ بے شک اللہ تبارکؐ وتعالیٰ چار اشخاص سے محبّت فرماتا ہے اور مجھے بھی حکم فرمایا کہ میں اِن سے محبّت کروں اور پھر صحابہ کے استفسار پر فرمایا کہ اُن میں ایک تو علیؑ ہیں اور باقی تین اُبوذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں!

در بیان آنکہ بعضے اکابر اولیاء در کمالاتِ مذکورہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مشابہت می دارند و آں مشتمل بر دو تنبیہ است۔

تنبیہ اول : دربیان آنکہ بعضے از بندگانِ مقبولین ہر چند منصبِ نبوت نمی دارند اما از کمالات مذکورہ نصیبہ فراخور استعداد خود می دارد کہ نصیبہ ازیں کمالات مذکورہ بدیگر بندگان مقبول ہم می رسد ، ہر چند آیات واحادیث کہ دلالت بر اتصاف مقبولین بایں کمالاتِ مذکورہ می دارد اگر ہمہ را بالا استعیاب ذکر کردہ شود ہر بیان وہر کمال علیحدہ علیحدہ شواہد از آیات واحادیث گذاریندہ شود نہایت تطویل کلام دریں مقام لازم آید نباء علیہ بذکر چندے کمالات مذکورہ اجمالاً کہ عمدہ ترین آن ہا است دریں مقام اکتفا کردہ شد پس می گوئم اما ثبوت وجاہت اجتبائی مرغیر انبیاء راپس مستفاد ازیں آیت می شود . اِذْ قَالَتِ الْمَلآئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ . وقال اللہ تعالیٰ ! فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتاً حَسَناً . ودریں کریمہ ثانیہ ذکر توجہ و عنایت حضرت حق بسوئے حضرت مریم

درسنِ طفولیت وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ، لفاطمة ان اللہ اطلع علیٰ اھل الارض فاختار اباک وبعلک وذکر شعب آن تفصیلاً پس ذکر محبوبیت بہ نسبت رب العالمین دریں آیات و احادیث واقع شدہ الخ۔

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم اللّٰھم اتینی باحب خلقک الیک یاکل معی ھذاالطیر فجائہ علی فاکل معہ ، وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ ان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ یحب اربعۃ واخبرنی انہ یحبھم قیل یارسول اللّٰہ منھم لنا ، قال علی منھم یقول ذالک ثلاثہ وابوذر ومقداد وسلمان امرنی یحبھم واخبرنی از یحبھم۔

﴿منصب امامت صفحہ ۳۸﴾

علی وسیلہ ہیں اِن کی اتباع کرو

ولیکن سیادت یعنی وسیلہ وساطت رَبّ العالمین اور بندگانِ مقبولین کے مابین فیضانِ غیبی کے حصول اور انحصارِ مقبولیّت انہی لوگوں کی محبّت اور اتباع میں ہے۔

اللہ تبارکؑ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ ،

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان،

اَلَّذِیْنَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ ،

منافق نہ بنو

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں فرمایا کہ اِن سے محبّت وہی کرے گا جو مومن ہو اور بُغض وہی رکھے گا جو منافق ہو۔

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علیؑ کے حقّ میں یہ دُعا مانگی کہ الٰہی جو علی کا دوست ہے تُو اُسے دوست رکھّ اور جو علی کا دشمن ہے اُس کو تُو بھی دشمن رکھ۔

ہلاک ہوجاؤگے

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بھی فرمایا کہ میری اہلِ بیت کی مثال سفینۂ نُوح کی طرح ہے جو اِس سے وابستہ ہوا وہ نجات پا گیا اور جس نے اِس کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوگیا۔

اور صحابہ کرام کو فرمایا! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں

اگر تم ان دونوں سے تمسک کرتے رہے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے اور وہ دو چیزیں ایک تو قرآن ہے اور دوسری میری عترت واہلبیت ہے۔

واما سیادت یعنی وساطت درمیان رب العالمین وعباد مقبولین در وصول فیض غیبی وانحصار مقبولیت درمحبت واتباع ایشان ، قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ "وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ " وقال اللّٰہ تعالیٰ " الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَابِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ "

وقال النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم فی حقه علی لا یحبه الا مومن ولا یبغض الامنافق قال النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم اللّٰھم من والاہ وعاد من عاداہ وقال صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم مثل اهل بیتی فیکم مثل سفینة نوح من رکبها ومن تخلف عنها هلک ، وقال انی تارک فیکم الثقلین مان تمسکتم بهالن تضلوا بعدی کتاب اللّٰہ وعترتی اهل بیتی .

﴿منصب امامت صفحہ ۳۹، ۴۰﴾

علی عالمِ کتاب اور علم لُدّنی ہیں

اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السّلام کے متعلّق فرماتا ہے کہ ہم نے اُس کو علم الدُّنی عطا فرمایا،

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا.

اِس مقام پر عبد سے مراد خضر علیہ السّلام ہیں اور اصحِ قول یہ ہے کہ وہ جُملہ انبیاء میں سے نہیں اور کمالاتِ مذکورہ تفہیمِ غیبی ہے اور معنی اِس کے فکرو نظر میں اِلقائے برکت ہے جو قوّتِ نظریہ کو کشاں کشاں راہِ راست پر لے آتی ہے۔ اور تجویز شدہ کو حق تک پہنچاتی ہے۔

اور اللہ تبارکؐ وتعالیٰ نے حضرت سُلیمانؑ کے حق میں فرمایا!

ہم نے اُسے علم و حکمت عطا فرمائے اور ظاہر ہے کہ حضرت سُلیمان علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی عمر مبارک اُس وقت سات سال تھی اور آپ نبوّت کے منصب پر فائز نہیں تھے۔

اور حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا! مُجھے اُس ذات کی قسم جس نے جنّت کو پیدا فرمایا اور دانے کو پھاڑا میرے پاس قُرآن ہے اور وہ فہم ہے جو اللہ تعالیٰ کتابِ مقدّس کے متعلّق فرماتا ہے۔

اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہے کہ جب رسول اللہ

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے منصب قضاء کے سلسلہ میں اپنی نا تجربہ کاری کا اظہار کیا جس کے جواب میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے میرے لئے دُعا فرمائی چنانچہ اِس کے بعد مجھے کبھی اپنے کسی فیصلہ میں شک پیدا نہیں ہوا۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

وقال اللّٰہ تعالیٰ " فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَا اٰتَیۡنٰہُ رَحۡمَۃً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا" ومراد از عبد دریں مقام خضر اندو ایشان براصح اقوال از جملہ انبیاء نیستند واز کمالاتِ مذکورہ تفہیم غیبی است ومعنی آں القائے برکت است درفکر و نظر کہ قوت نظریہ راکشان برراہِ راست آردو بحق مشخص رساند ، قال اللّٰہ تعالیٰ " ففہمنھا سلیمان کلاً اتیناہ حکماً وعلماً" ظاہر است کہ حضرت سلیمان دریں زمان کہ ہفت سالہ بود بہ منصب نبوت فائز نشدہ بودند

وقال علی ﴿علیہ السلام﴾

والذی خلق الجنۃ والبراء والنسمتہ ما عندنا الا ھذا القرآن الا فھما یعطی رجل فی کتابہ وعن

علـی قال بعثنی رسول اللّٰه ﴿ صلی اللّٰه علیه و آلہٖ
وسـلـم ﴾ الـیٰ الیـمـن قـاضیاً فقلت یارسول اللّٰه
تـرسـلـنـی والاحـدیـث السن ولا علم لی بالقضاء
فـقـال ان اللّٰه سیهدی قلبک ویثبت لسانک قال
علی فما شککت فی قضاء.

﴿منصبِ امامت صفحہ ۴۲﴾

علی دارِ حکمت کا دروازہ ہیں

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السّلام کے متعلّق ارشاد فرمایا کہ ہم نے اُسے حکمت عطا فرمائی اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میں دارِ حکمت ہُوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ابنِ عباسؓ رضی اللہ عنہم کے لئے دُعا فرمائی کہ الٰہی اِسے حکمت کا علم عطا فرما۔

قـال اللّٰـه تبـارک ولقد اٰتینـا لقمـان
الـحـکـمة ان اشـکـر للّٰه " وقال رسول اللّٰه صلی
اللّٰـه عـلیـه و آلہٖ وسلم انا دار الحکمة وعلی بابها
ودعا صلی اللّٰه علیه وسلم لابن عبا س اللّٰهم علمه
الحکمة.

﴿منصبِ امامت صفحہ ۴۲﴾

اِن تصریحات کا پس منظر اور پیش منظر

مندرجہ بالا تصریحات کسی رافضی کی پیش کردہ نہیں بلکہ وہابیہ کے شہید اور امام کی بیان کردہ ہیں لہٰذا ملّتِ وہابیہ کو اس پر بھی غور کرنا چاہیے تقویۃ الایمان کو حرزِ جان بنا رکھنے والوں کو منصبِ امامت پر بھی غور کرنا چاہیے اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ منصبِ امامت مُصنّف کو اپنی امامت کے لئے راہیں ہموار کرنے کے لئے اور صراطِ مُستقیم اپنے مرشد کی ولایت ظاہر کرنے کے لکھنا پڑی تھی تاہم وہابیہ کو تو اِسے مشعلِ راہ سمجھنا چاہیے۔

ہمارے خیال میں اِس اَمر پر غور کر لینے سے کچھ حرج نہیں کہ اگرچہ مصنف نے خود کو کمالاتِ انبیاء کرام کا مظہر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر اُس کا اِستدلال تو خُود ساختہ نہیں بلکہ اُس نے جو کچھ بھی بیان کیا قُرآن و حدیث ہی کی روشنی میں ہی کیا ہے، لہٰذا اگر آپ بھی خواہ مخواہ کی ضِد چھوڑ کر قُرآنِ مجید کی متعیّن کردہ شاہراہ مُستقیم پر آ جائیں تو کیا حرج واقع ہوگا جبکہ اِس کے برخلاف سراسر نُقصان اور تباہی ہے۔

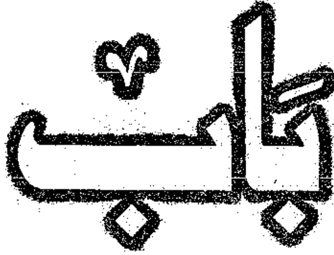
آپ اپنے لئے نہ سہی مُلک و مِلّت ہی کے لئے تھوڑا سا ایثار کر لیں ہو سکتا ہے کہ اگر آپ چند نہایت ہی بد دیانت اور بد طنیت قلمکاروں کی پذیرائی اور ہمنوائی چھوڑ دیں تو لالہ زارِ وطن کسی بھی وقت بھڑک اُٹھنے والی اُس آگ کے شعلوں سے بچ جائے جسے ہم پہلے خاکستر اور اب چنگاریوں

کی صُورت میں دیکھ رہے ہیں،

شانِ حیدر سے ضد ہے تو نشانِ حیدر کی عزّت کے لئے ہی حالات کا تجزیہ کرلیں، آپ دراصل ٹھیک طور پر سوچتے نہیں ہیں اور ہنگامی طور پر آپ نتائج اخذ کرنے کے عادی ہیں ورنہ اگر آپ کبھی سلیقے سے غور فرمائیں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ یہ وطن یا علی کے نعرے لگانے والے شہیدوں کے خُون کی بُنیادوں پر اُستوار ہوا ہے لہٰذا دُشمنانِ علی بن کر اِس کی باگ ڈور کبھی ہاتھ نہیں آسکتی،

اِن الفاظ کے ساتھ ہی زیبِ عُنوان حدیث پاک کے ضمن میں آنے والی مُختلف مباحث کا اتمام کیا جاتا ہے اور اِس کے ساتھ ہی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی آیت کریمہ عِندَہٗ عِلم الکتاب کے لطیف و دِلنواز مفاہیم و مطالب بیان کرنے سے تیسرے باب کا آغاز کیا جاتا ہے۔

منقولہ بالا آیتِ کریمہ کے ضمن میں آنے والی روایات اِس امر پر شاہدِ عدل ہیں کہ بابِ مدینۃ العِلم حضرت علیؑ ہی وہ بحر العُلوم ہیں جنہیں مدینۃ العِلم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل ہو سکتا تھا۔



قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ

(سورۃ الرعد ۴۳)

تفسیر سے پہلے

اِس سے پہلے کے آپ "عندہ علم الکتاب" کی تفسیر کی لطافتوں سے بہرہ اندوز ہوں چند ایسی روایات ملاحظہ فرمائیں جن کی روشنی میں واضح ہو جائے گا کہ مولائے کائنات شیرِ خدا باب مدینۃ العلم حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم ہی سب سے زیادہ اِس آیت کے مصداق قرار پاتے ہیں،

اِس مقام پر اِس امر کی وضاحت ہو جانا ضروری ہے کہ منقولہ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے حقّ میں نازل ہُوئی ہے اِس اُمر کا فیصلہ تو آئندہ اوراق کی تحریریں ہی کر سکیں گی تاہم یہاں پر صرف اِسی قدر بتانے پر اکتفاء کیا جاتا ہے کہ اگر اِس آیت میں کتاب سے مُراد قُرآنِ مجید ہے تو یہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے حق میں کسی بھی صورت میں نہیں ہو سکتی اور اگر اِس سے مراد توریت ہے تو توُرات کا علم رکھنے والے تمام صحابہ میں حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم ہی سب سے بڑے عالم ہیں۔

بہر کیف! حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے قرآنِ مجید کے علاوہ دُوسری آسمانی کتابوں کے سلسلہ میں بھی اعلم النّاس کے متعلّق چند روایات

ملاحظہ فرمائیں،

چونکہ جناب حیدر کرارؑ کا یہ فرمان آپ مُشکل کشا جلد اوّل میں بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں اور آئندہ اوراق میں شرح وسط کیساتھ بیان ہوگا کہ آپ نے منبر پر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا !

مجھ سے پہلی کتابوں توریت وزُبور اور انجیل سے سوال کرو میں تمہیں اِنہی کتابوں سے جواب دوں گا چنانچہ یہاں قُرآنِ مجید کے علوم کے بارے میں آپ کے فرامین ملاحظہ فرمائیں۔

عُلومِ قرآن اور مَولا علی

عُلومِ قرآن کے بارے میں مولائے کائنات مولا علی علیہ السّلام فرماتے ہیں،

﴿۱﴾ خُدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں میں نہیں جانتا، کہ اُس میں کیا ہے اور وُہ کہاں نازل ہُوئی اور کِس کے لئے نازل ہُوئی ہے بے شک میرے پروردگار نے مُجھے قلبِ سلیم، عقل وحکمت، اور زُبانِ ناطق عطا فرمائی ہے۔

﴿۲﴾ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ مُجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے میں سوال کرو میں ہر آیت کے متعلّق جانتا ہوں کہ وُہ رات کو[۱۰۱] ہُوئی یا دِن میدان میں نازل ہُوئی ہے یا پہاڑ پر۔

متن ملاحظہ فرمائیں

﴿۱﴾ عن علی بن ابی طالب علیه السلام قال! واللّٰہ مانزلت آیت الاوقد علمت فیهم نزلت واین نزلت ان ربی وھب لی قلباً عقولاً ولساناً ناطقاً.

﴿طبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحه ۱۰۱، ۱۳۳۸﴾

﴿صواعق محرقه صفحه ۱۲۷﴾ ﴿ابن عساکر حدیث ۱۰۳۸﴾

﴿تاریخ الخلفاء صفحه ۱۱۲﴾ ﴿حلیة الاولیاء جلد ۱ صفحه ۱۶۷﴾

﴿نساب الاشرف بلاذری جلد ۲ صفحه ۹۸﴾

﴿کنزالعمال جلد ۶ صفحه ۳۹۶﴾

﴿۲﴾ قال علی سلونی عن کتاب اللّٰہ فانه لیس من آیة الا وقد عرفت بلیل نزلت ام بنهار ام فی سهل ام جبل .

﴿اُسد الغابه جلد ۴ صفحه ۲۹﴾ ﴿الاصابه جلد ۴ صفحه ۲۷۰﴾

﴿حلیة الاولیاء جلد ۱ صفحه ۶۷﴾ ﴿طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد ۲ صفحه ۳۳۸﴾

﴿الصواعق المحرقه صفحه ۱۲۸﴾ ﴿تاریخ الخلفاء صفحه ۱۱۲﴾

﴿تهذیب التهذیب لابن حجر جلد ۷ صفحه ۳۳۷﴾

﴿الاستعیاب جلد ۲ صفحه ۴۶۳﴾

ظاہر اور باطن کا عِلم

﴿۱﴾ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کے قُرآنِ مجید سات قرأت میں نازل ہوا ہے اور اُن میں سے ایک قرأت بھی

ایسی نہیں جس کے لئے ظاہر اور باطن کے معنی نہ ہوں اور حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے پاس ظاہر اور باطن دونوں کا علم ہے۔

﴿حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ٦۵﴾

﴿۲﴾ ابی صہبا بکری سے روایت ہے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ کوئی مجھ سے کتاب اللہ کی کسی بھی آیت کے متعلق سوال کرے میں اُس کو اُس کے بارے میں بتا دوں گا، پس ابن الکوا نے اُٹھ کر پُوچھا ذاریات ذرواً کیا ہے آپ نے فرمایا ہوائیں،

سیّدنا حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علوم قرآن کے سلسلہ میں بے شمار روایات آئندہ اوراق میں پیش ہونگی یہاں پر مزید ایک ایسی روایت پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اُن اسرار و رموز پر مطلع ہونا ثابت ہے جنہیں نہ جبرائیلؑ جانتے ہیں نہ میکائیلؑ، ملاحظہ ہو۔

علی کا علم جبریلؑ بھی نہیں جانتے

حضرت علامہ امام عبدالباقی زرقانی اپنی مشہور زمانہ تالیف ''زرقانی علی المواہب'' میں شب معراج کے واقعات نقل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کے سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور تاجدار ہَل اتیٰ حیدر کرّار علی المرتضیٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ اِس سے پہلے کہ

میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں مجھ سے ایسے علم کے متعلّق پوچھ لو جس کو نہ تو جبریل علیہ السلام جانتے ہیں اور نہ ہی حضرت میکائیل علیہ السلام جانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے اُس علم کی تعلیم دے رکھی ہے جو آپ نے شبِ معراج میں سیکھی تھی۔

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ میرے ربّ نے شبِ اسریٰ میں بے شمار علوم مجھے سکھائے، یہ اُنہیں علوم میں سے ہیں جو آپؐ نے مجھے سکھا دیئے ہیں۔

متن ملاحظہ کریں،

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما ، قال قال علی ﴿علیه السلام﴾ علمنی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مما علمه لیلة الاسریٰ ، قال علمنی ربی علو ماشتی فاعلمنی صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم.

﴿زرقانی علی المواهب الدنیه مطبوعه بیروت جلد ششم صفحه ۱۱۲﴾

﴿للعلامة عبدالباقی الزرقانی﴾

نبی کے علم کا وارث علیؑ ہے

قارئینِ کرام! جلد اوّل میں امیر المومنین، سیّد المُسلمین، اِمام المتّقین غالب علیٰ کُل غالب حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کے قرآنِ ناطق

میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں مجھ سے ایسے علم کے متعلّق پُوچھ لو جس کو نہ تو جبریل علیہ السلام جانتے ہیں اور نہ ہی حضرت میکائیل علیہ السلام جانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے اُس عِلم کی تعلیم دے رکھی ہے جو آپ نے شبِ معراج میں سیکھی تھی۔

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ میرے ربّ نے شبِ اسریٰ میں بے شمار علوم مجھے سِکھائے، یہ اُنہیں عُلوم میں سے ہیں جو آپؐ نے مجھے سِکھا دیئے ہیں۔

متن ملاحظہ کریں،

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنهما ، قال قال علی ﴿علیه السلام﴾ علمنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم مما علمه لیلة الاسریٰ ، قال علمنی ربی علو ماشتی فاعلمنی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم.

﴿زرقانی علی المواهب الدنیه مطبوعه بیروت جلد ششم صفحه ۲۱۱﴾

﴿للعلامة عبدالباقی الزرقانی﴾

نبی کے عِلم کا وارث علیؑ ہے

قارئینِ کرام! جلد اوّل میں امیر المومنین، سیّد المُسلمین، اِمام المتّقین غالبِ علیٰ کُل غالب حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کے قُرآنِ ناطق

میں تم سے علیحدہ ہو جاؤں مجھ سے ایسے علم کے متعلق پوچھ لو جس کو نہ تو جبریل علیہ السلام جانتے ہیں اور نہ ہی حضرت میکائیل علیہ السلام جانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مجھے اُس علم کی تعلیم دے رکھی ہے جو آپ نے شبِ معراج میں سیکھی تھی۔

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ میرے ربّ نے شبِ اسریٰ میں بے شمار علوم مجھے سکھائے، یہ اُنہیں علوم میں سے ہیں جو آپؐ نے مجھے سکھا دیئے ہیں۔

متن ملاحظہ کریں،

عن ابن عباس رضي اللّٰه تعالٰى عنهما ، قال قال علي ﴿ عليه السلام ﴾ علمني رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم مما علمه ليلة الاسرىٰ ، قال علمني ربي علو ماشتي فاعلمني صلى اللّٰه عليه وآله وسلم.

﴿ زرقاني على المواهب الدنيه مطبوعه بيروت جلد ششم صفحه ۲ ۱ ۱ ﴾

﴿للعلامة عبدالباقي الزرقاني ﴾

نبی کے عِلم کا وارث علیؑ ہے

قارئینِ کرام! جلد اوّل میں امیر المومنین، سیّد المسلمین، اِمام المتّقین غالب علیٰ کُل غالب حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کے قرآنِ ناطق

ہونے پر مختصر سا مضمون ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات امام المُرسلین، احمدِ مجتبٰی حضرت مُحمّد مصطفٰی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؑ کے متعلّق واضح طور پر ارشاد فرما رکھا ہے کہ،

''علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے
ساتھ ہے اور یہ کبھی الگ الگ نہیں ہونگے حتیٰ کے
دونوں حوضِ کوثر پر ہم سے مُلاقات کریں گے''

امام جلال الدّین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ زیرِ آیت ''مِنَ الْمَلآئِكَةِ رُسُلاً'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے روایت نقل کرتے ہیں کہ نزولِ آیت کے بعد حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب صحابہ کرام میں بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کو اپنا بھائی بناتے وقت ارشاد فرمایا،

مُجھے اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ معبوث فرمایا ہے۔

''یا علی! میں نے تُجھے اپنی ذات کے لئے پسند کیا ہے، پس میرے نزدیک تو ایسے ہی ہے جیسے مُوسیٰ کے لئے ہارُون اور تُو میرا وارث ہے''

ارشادِ مُصطفٰی سُنا تو حضرت علی علیہ السّلام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﴿صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم﴾ آپ کی وراثت کیا ہے؟

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ ہماری وراثت وہی ہے جو پہلے انبیاء کرام کی ہے،

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم انبیاء کی وراثت کیا ہے؟

تو حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا!

اللہ کی کتاب اور اُنبیاء کی سُنت اور اے علیؑ تُو جنّت میں میری بیٹی فاطمہؑ کے ہمراہ میرے ساتھ میرے ہی محل میں رہے گا اور تو میرا بھائی ہے اور میرا ساتھی ہے۔

مندرجہ بالا روایت معہ دیگرے بے شمار حوالہ جات کے ساتھ انشاء اللہ العزیز حدیثِ اخوّت کے تحت بیان ہوگی۔

یہاں ہم قارئین کو اِس عبارت کے صرف اُس ٹکڑے کی اہمیت سے روشناس کرائیں گے،

"قال ما ورثت الانبیاء ؟ قال کتاب اللّٰه و سنتهم؟"

یعنی حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنا وارث بنا کر وراثت میں عطا ہونے والی جس چیز کی طرف اشارہ فرمایا، وہ اللہ کی کتاب، قُرآنِ مجید، اور آپ کی اپنی سُنّتِ مبارکہ ہے۔

علی بالا صالت وارث علمِ رُسول ھیں

اِس حدیثِ پاک کی تائید اِس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ عُلمائے کرام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کے

دِل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ اگر تمام عُلمائے دین ہی انبیاء کے وارث ہیں تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کیا تخصیص ہے؟

مگر اِس سوال کا جواب مسطورہ بالا حدیث میں بالصراحت موجود ہے۔ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخوتِ صحابہ کرام کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ بھائی اور وارث ہونے کا اعزاز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمانا ہی اِس اَمر کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عِلمِ مقدّس کا بالا صالت اگر کوئی وارث ہوسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف تاجدارِ ہل اتے شیرِ خدا حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہی کی ذاتِ مقدس ہے۔

اور دیگر تمام علمائے اُمت میں سے خواہ وہ کوئی بھی ہو علومِ رسالت کا بالنیابت ہی وارث قرار پا سکتا ہے۔ اس وضاحت کے بعد جس اَمر کا اظہار مقصود ہے وہ یہ ہے کہ زیبِ عُنوان روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو خاص طور پر جو وراثت میں عطا فرمایا وہ علمِ کتاب اور اتباعِ سُنت ہے۔

یہی وجہ ہے

یہی وجہ ہے کہ قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے، اور علیؑ ہی سب سے زیادہ حضور کی سُنت کو جاننے والے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہوتا

ہے کہ قرآنِ مجید کے وہ تمام تر اسرار و رموز اور مفاہیم و مطالب اِمام انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کو ودیعت فرما دیئے تھے، جن کے بغیر اعزاز وراثت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

اندریں حالات یہ گمان کرنا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کے دامن کو جھٹک کر کسی دوسرے ذریعہ سے قرآنی علوم پر دسترس حاصل کی جا سکتی ہے تو یہ محض دیوانگی اور حقائق سے اعراض ہے۔

قرآن میں کیا ھے؟

ہم جلد اوّل میں شرح و بسط کے ساتھ بتا چکے ہیں کہ کتابِ مقدّس قرآنِ مجید تمام تر علوم پر محیط ہے حتیٰ کہ لوحِ محفوظ جس پر ہر رطب و یابس مرقوم ہے وہ بھی قرآنِ مجید ہی میں موجود ہے۔ مگر اِن علوم و اسرار پر کامل دسترس ہر کسی کو حاصل نہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ ہر شخص اُن تمام تر علوم و اسرار کو اپنے سینے میں سمو سکے جو صاحب قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائے اور پھر وہ علوم حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس امانت کی صورت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف منتقل ہو گئے۔

بلا شک و ریب قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں تمام تر علوم اجمالی طور پر موجود ہیں لیکن اُن علوم کی تفصیل پر کما حقہ، وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے جس کو

مہبطِ وحی الٰہیہ خُود اُس پر مُطّلع کریں کیونکہ اِس اجمال کی تفصیل کو صرف حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جاننے والے ہیں اور آپ ہی نے خصوصیّت کے ساتھ اِس تفصیل سے جناب علی علیہ السّلام کو آگاہ فرمایا، نیز یہ کہ قُرآن مجید کے متعلّق اللہ تبارکؑ وتعالیٰ کا واضح ارشاد قرآنِ مجید میں ہی اِس طرح موجود ہے،

اور ہم نے آپ پر کتاب اُتاری جو تمام چیزوں کو بیان کرنے والی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

﴿سورۃ النحل آیت نمبر ۸۹ پارہ ۱۴﴾

قُرآن کی روشنی میں قُرآن پڑھو

اِس آئتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علاّمہ جلال الدّین سیُوطی علیہ رحمۃ لکھتے ہیں کہ روایت نقل کی سعید بن منصور اور ابنِ ابی شیبہ نے اور عبداللہ بن احمد نے "زوائد الزہد" میں اور ابنِ ضریس نے "فضائل قُرآن" میں اور محمد بن نصر نے کتاب اللہ میں اور طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان" میں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص عِلم حاصل کرنے کا اِرادہ رکھتا ہے تو وہ قُرآن کی روشنی میں کرے کیونکہ قُرآن میں اوّلین و آخرین کا عِلم ہے۔

متن یہ ہے۔

واخرج سعید بن منصور وابن ابی شیبة وعبد اللّٰہ بن احمد فی "زوائد الزھد" وابن الضریس فی فضائل القرآن و محمد بن نصر فی کتاب اللّٰہ والطبرانی والبیھقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود وقال من اراد العلم فلینورد القرآن فان فیه علم الاولین ولآخرین.

﴿تفسیر دُرِّ منثور جلد چهارم صفحه ۱۲۸﴾

مندرجہ بالا روایت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ قُرآنِ مجید میں اوّلین وآخرین کے تمام عُلوم موجود ہیں۔ اور اِس اَمر کا اظہار کرنے والا بھی وہ شخص ہے جو صاحبِ علم الکِتاب حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کا تلمیذِ ارشد اور شاگردِ خاص ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اِس قسم کا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جو یا تو اُن علوم سے خُود بہرہ مند ہو یا اُن کے متعلق اُس نے کسی جاننے والے سے سُنا ہو۔

بہرحال بتانا یہ بھی تھا کہ قُرآنِ مجید میں علم الاوّلین بھی ہے اور علم الآخرین بھی اور اگر کوئی شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو بقول ابنِ مسعودؓ قرآنِ مجید سے کرے۔

نُکتۂ دلنواز

قارئین! اِس لطیف ترین نکتہ سے یقیناً لطف اندوز ہوں گے کہ ایک طرف تو جناب مولا مرتضیٰ شیرِ خدا حضرت علی حیدرِ کرّار علیہ السّلام کے اُستادِ گرامی امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ اگر تُم علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو بابِ مدینۃ العلم یعنی علیؑ کی وساطت سے حاصل کرو قُرآن آپ کے لئے جبھی اپنے سینے میں چھپے ہوئے علم و عرفان کے خزانے ظاہر کرے گا جب آپ قُرآنِ ناطق جناب علی علیہ السّلام کے دامن سے کامل طور پر وابستہ ہونگے۔

بصورتِ دیگر قُرآنِ مجید تمام تر علوم و اسرار پر محیط ہونے کے باوجود آپ کے لئے حجاب ہی بنا رہے گا۔ خواہ آپ اپنے طور پر ظاہری عُلوم کی کتنی ہی ڈگریاں حاصل کرلیں۔ اور تفسیر کی کتنی ہی کتابیں ہضم کرجائیں۔

افسانہ نہیں حقیقت

قرآن اور علی میں مندرجہ بالا مناسبت محض افسانوی تخیّل یا فلسفیانہ نُکتہ آفرینی نہیں بلکہ قُرآن وحدیث کے متعدّد شواہد کا جوہر ہے اور جناب شیرِ خُدا علی علیہ السّلام کا اپنا فرمان اِس پر شاہد و عادل ہے کہ قُرآنِ مجید خاموش قرآن ہے اور میں بولنے والا قرآن ہوں چنانچہ آپ کے اِس ارشادِ عالیہ کو دیگر محدثین کے علاوہ خارجی عباسی کے معتمد شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

بھی ''ازالۃ الخفاء'' میں نقل کرتے ہیں اور یہ وہ کتاب ہے جس کی اکثر عبارتوں کو قطع برید کر کے عباسی نے اپنی کتاب ''خلافتِ معاویہ ویزید'' کی بنیادوں میں استعمال کیا۔

بہر حال شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نقل کرتے ہیں!

''حضرت مرتضٰی ﴿علیہ السّلام﴾ فرمود کہ ایں قرآنِ صامت است ومَن قُرآنِ ناطقم''

﴿ازالۃ الخفاء جلد اوّل ص ۱۵۳﴾

قُرآن حلق سے نہیں اُترتا

علاوہ ازیں ہمارے مندرجہ بالا موقف کی تائید میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد بھی پیش کیا جا سکتا ہے کہ لوگ قُرآن پڑھیں گے گے مگر قُرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اور وہ لوگ دین سے اِس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔

یہ حدیثِ پاک دیگر سینکڑوں کتابوں کے علاوہ بُخاری، مُسلم میں بھی موجود ہے جسے پوری شرح وبسط کے ساتھ جنگِ صفین کے موقعہ پر نقل کیا جائے گا۔

یہاں صرف یہی بتانے پر اکتفاء کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ فرمان محض اور محض دُشمنانِ حیدر کرار علیہ السّلام یعنی خوارج وغیرہ کے لئے ہے اور یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے۔

اِس حدیث کی موجودگی میں آسانی کے ساتھ یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ قُرآن صرف اُنہی لوگوں کے حلق سے اُتر سکے گا جن کے قلوب محبّتِ علی سے سرشار ہونگے۔

بصورتِ دیگر قُرآن کے اَسرار و رموز اور مفاہیم و مطالب سے آشنائی تو ایک طرف قُرآن کے ظواہر بھی حلق سے نیچے نہیں جائینگے خواہ الفاظِ قُرآنیہ کو کتنی ہی خُوش الحانی سے تلاوت کیا جائے۔

ناطقِ قُرآن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگردِ رشید عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول ہے کہ علم کی روشنی کے حصُول کا اِرادہ ہوتو قُرآن سے رجوع کرو کیونکہ اِس میں عِلمِ الاوّلین والآخرین ہے اِن دونوں روایات کا تجزیہ کریں تو صاف صاف وضاحت ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عُلوم کے حصُول کے لئے صرف دوہی ذریعے ہیں،

اور وہ علی اور قُرآن ہیں،

البتہ ان دونوں ذریعوں میں ایک اِنتہائی لطیف فرق ضرور موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ قُرآن مجید فُرقانِ حمید چونکہ کتابِ صامت اور جنابِ علیؑ کتابِ ناطق ہیں۔

قُرآن کو سمجھ کر قُرآن پڑھو

قُطب الاقطاب، فرُد الاحباب، سرتاج الواصِلین، اِمام المحدّثین

سیّدی و مُرشدی امام عبدالوہاب شُعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بُخاری میں آنے والی یہ حدیث مبارکہ اُن لوگوں کے حق میں ہے جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر قُرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا تو جاننا چاہیے کہ جو شخص مقام تلاوت قُرآن میں رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا وارث نہیں یعنی جس کو علوم و اسرارِ قُرآن بطور وراثتِ مُصطفٰے نہیں پہنچے وہ شخص حروف قُرآنیہ کو محض اپنے تصوّرات و تخیلات کی صُورت میں ادا کرتا ہے مگر قُرآن کے مطالب و معانی کی تلاوت نہیں کرتا اور محض صرف پڑھتا ہے یہی وجہ ہے کہ قُرآنِ مجید کے حروف و الفاظ ادا کر لینے کے باوجود اس کے دل میں کوئی چیز نہیں اُترتی

مندرجہ بالا روایت کی روشنی میں صاف طور پر وضاحت ہو جاتی ہے کہ قرآنِ مجید کے محض الفاظ و حروف کو پڑھ لینے سے اِن رموز و اسرار سے واقفیّت حاصل نہیں ہوتی جن کو " تِبیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ " سے موسُوم کیا گیا ہے۔

فی حدیث البخاری فی الذین یقرون القرآن لا یجاوز حناجرهم اعلم ان من لم یکن وارثا لرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی مقام تلاوته للقرآن انما یتلوا حروفا ممثلته فی خیاله لا نه ما تلا المعانی و انما تلا حروفاً فلا یصل الی قلبه شیء.

(الکبریت الاحمر مطبوعه مصر ص ۱۰۲ مؤلفه شعرانی)

بہر حال ہمارے سامنے سینکڑوں ایسے شواہد مزید موجود ہیں جن کی روشنی میں وارث علوم مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جناب علی المرتضےٰ علیہ اسلام کا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد قرآنِ مجید کے ظاہری باطنی علوم کا تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہونا قطعی طور پر ثابت ہے منجملہ ایک یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ارشاد فرمایا ! ''اے محبوب فرمادیجئے اللہ کافی گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے''

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ
وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ

﴿سورۃ الرعد آیت ۴۳﴾

یہ آیت کس کے حق میں ہے

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے مختلف روایات بیان کی ہیں ایک روایت میں ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم کہا گیا ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنی ہی ذات کریم ہے لیکن یہ روایت باطل بھی ہے اور نا قابلِ فہم بھی ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر تو آیت کی ابتداء ہی میں موجود ہے یعنی قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا لہٰذا یہاں صاحب علم الکتاب سے کوئی دوسرا مراد ہے۔

یہ حضور کے حق میں نہیں

اور اگر کوئی کہے کہ یہاں سے سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بنفسہٖ مراد ہیں تو آپ کا ذکر بھی پہلے آچکا ہے بلکہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور اُمتّ مُصطفٰے کے بعد " من عندہ علم الکتاب " کا تذکرہ آیا ہے اور درمیان میں واوٴ عاطفہ بھی موجود ہے جو پہلے دونوں سے تیسرے کو الگ کرتی ہے حالانکہ یہ حقیقت بھی بدستور اپنے مقام پر موجود ہے کہ اللہ تبارکؑ وتعالیٰ سے براہِ راست علم الکتاب کو حاصل کرنے والے خود حضُور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی ہیں اور دُوسرا شخص جو بھی ہے وہ حصُولِ علم کے لئے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ہی مُحتاج ہے۔

یہ جبریل کے حق میں نہیں

مفسّرین ایک قول یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ "من عندہ علم الکتاب" سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں لیکن وہ خود ہی اِس روایت کو قبول نہیں کرتے ویسے بھی یہ اَمر قرینِ قیاس نہیں کیونکہ جب جبریل علیہ السّلام حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے حُروفِ مُقطّعات کی تلاوت کرتے تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے تھے ہم جانتے ہیں اور جبریل علیہ السّلام عرض کرتے محبوب آپ کیسے جانتے ہیں جب کہ اِن کی ماہیت مجھے بھی معلوم نہیں بہر کیف یہ روایت جلد اول میں گذر چکی ہے۔

راجح قول یہ ہے

یہ آیتِ کریمہ بعض روایات کے مطابق علمائے یہود جو ایمان لائے تھے مثل سلمان فارسیؓ اور عبداللہ بن سلامؓ وغیرہم کے حق میں بتائی جاتی ہے لیکن اکثر طور پر جس روایت کو راجح قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ صرف حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مگر آیت مکّی ہے

مندرجہ بالا یہ راجح قول اپنے مفہوم کے اعتبار سے تو قابلِ قبول ہوسکتا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن سلام توَرات کا علم رکھتے تھے لیکن واقعاتی طور پر یہ درست ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اکثر مفسّرین کے نزدیک یہ آیت مکّی ہے جبکہ حضرت عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ عنہ نے مدینہ منوّرہ میں اسلام قبول فرمایا

تفسیر ابن کثیر میں ہے ''اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے بصیغہ قیل کہا کہ عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس روایت کے متعلق مجاہد نے کہا کہ یہ غریب قول ہے کیونکہ بے شک یہ آیت مکّی ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام اُس اوّل وقت میں اسلام لائے جب حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مدینہ منوّرہ میں ہجرت کرکے تشریف لائے۔

وقولـه ومن عنـده علـم الكتاب قيل نزلت في عبـدالـلّٰه بن سلام قاله مجاهد هذا قول غريب لان هـذا آلائتـه مكيه و عبداللّٰه بن سلام انما اسلم فى اول مقـدم الـنبـى صلـى الـلّٰـه عليـه و آلـه وسلم المدينه.

﴿تفسیر ابن کثیر مطبوعہ مصر جلد سوم صفحہ ۲۷۳﴾

خاتمِ حفاظِ مصر علامہ جلال الدّین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر دُرِ منثور میں اِس حقیقت کا اظہار یُوں فرماتے ہیں کہ،

روایت نقل کی سعید بن منصور، ابنِ جریر، ابنِ المنذر، ابنِ ابی حاتم نے اپنی کتابوں میں اور نحاس نے اپنی کتاب ناسخ میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے کہ جب اُن سے پوچھا گیا کہ،

''من عندہ علم الکتاب'' حضرت عبداللہ ابنِ سلام کے حق میں ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے اور یہ سُورت تو مکّی ہے۔

واخرج سعيد بن منصور و ابنِ جرير و ابن المنذر وابـن ابـى حـاتـم والـنحـاس فى ناسمنه عن جبير رضـى الـلّٰه تعالىٰ عنه انه سئل عن قوله" ومن عنده علـم الكتاب " أهو عبد اللّٰه بن سلام قال و كيف و

هذه السورة المكية.

﴿ دُرِ منثور جلد چهارم صفحه ۶۹ مطبوعه تهران﴾

عبد اللہ بن سلام کے حقّ میں کوئی آیت نہیں

اِس ضمن میں امام جلال الدّین سیوطیؒ مزید ایک یہ روایت بھی نقل فرماتے ہیں کہ ابنِ منذر نے شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ حضرت عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قرآن میں کوئی بھی چیز نازل نہیں ہوئی۔

واخرج ابن المنذر عن شعبی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه ، قال ما نزل فی عبد اللّٰہ بن سلام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه شئی من القرآن ،

﴿دُرِ منثور جلد ۴ صفحه ۶۹ ﴾

پیشوائے وہابیہ نواب صدّیق حسن بھوپالی بھی زیرِ آیت اِن دونوں روایات کو اِس طرح نقل کرتے ہیں۔

اور شعبی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام کے حق میں قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بھی نہیں۔ اور جب سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ یہ سُورت ﴿الرعد﴾ تو مکّی ہے اور عبداللہ بن سلام نے تو

مدینہ منوّرہ میں اسلام قبول کیا۔

وعن شعبی ما نزل فی ابنِ سلام شی من القرآن
وعن سعیدبن جبیرانه سئل آلا ناأهو ابنِ سلام
فقال کیف وهذاالسورۃالمکیه وعبداللہ سلام
اسلم بالمدینه

﴿تفسیر فتح البیان جلد سوم ص ۱۳۰ مطبوعه مصر﴾

مفسرین کی اِس تصریح سے یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ عبداللہ بن سلام کے علاوہ یہ آیت حضرت سلمان فارسیؓ اور دیگر احبار وعلمائے یہود جو مسلمان ہوگئے تھے کے حق میں ثابت نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ لوگ بھی مدینہ منوّرہ میں ہی دولت اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔

اَب کِدھر جائیں

اِس آیتِ کریمہ کے متعلق جس قدر بھی اقوالِ آئمہ تفسیر نے نقل کئے ہیں وہ ہدیۂ قارئین کردیئے گئے ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر یہ آیت کسی ایک پر بھی کامل طور پر چسپاں نہیں ہوتی تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خصوصیّت کے ساتھ اِس کا ذکر کیوں فرمایا کہ ”

” وَمَنْ عِندَهُ عِلْمُ الْكِتَابُ “

جب کہ پہلا جملہ اللہ تعالیٰ کا حضور سرورِ کائینات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور آپ کی ساری اُمّت پر گواہ ہونا بہر صورت کافی ہے۔

یعنی ”قُلْ کَفیٰ بِاللّٰہِ شَہِیداً بَینِي وَ بَینَکُم“

لہٰذا اب اِس کے سوا چارۂ کار نہیں کہ اللہ تبارکؑ وتعالیٰ اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے اُس مقدس ہستی کو تلاش کیا جائے جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت کے درمیان خُداوندِ قدوس کی شہادت میں بھی شامل ہے،

اور اُس کے پاس تمام کتاب کا بھی علم ہے۔ تو اُس کے لئے خالقِ کائنات کا قُرآنِ مجید میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ،

فاسئلو اھل الذکر،

یعنی جب تُمہیں کسی مُشکل کا سامنا ہو تو اس کا حل اہل ذکر سے دریافت کرو۔

اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ اہلِ ذکر تو کروڑوں کی تعداد میں ہونگے ان حالات میں کسی ایک کی تخصیص کیسے کی جائے؟

تو اِس کے لئے کُتب وتفاسیر واحادیث میں بِالوضاحت بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی اہلِ بیتِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔ اور بالاصالت اہلِ ذکر بھی یہی خانوادۂ نُور ہے۔ اگرچہ بالنیابت دُوسرے بھی کروڑوں خوش نصیب ہوں۔

علاوہ ازیں اِس امر کی تصدیق حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اِس فرمان سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے

ہوئے اپنی اُمت کے لئے جاری فرمایا کہ ''میں تم میں قرآن اور اہلبیت دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم اِن دونوں سے وابستہ رہے اور اِن کا دامن مضبوطی سے تھام رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے ''

قُرآن والوں سے پوچھ لیں؟

خُدا اور رسول کی طرف سے اس واضح ترین رہنمائی کے بعد ہمیں اِدھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے دامانِ اہلبیت میں ہی پناہ حاصل کرنی چاہیے کیونکہ جب ہم اِن مقدس نفوس سے اپنی مشکل کا حل طلب کریں گے تو ہمیں مایوسی کا منہ نہیں دیکھنا پڑیگا، چنانچہ اِس سلسلہ میں سب سے پہلے شہنشاہِ مملکتِ تقدّس وطہارت بحرالعُلوم، امام الآئمہ سیّدنا و مرشدنا حضرت امام باقر ابن سیّد الساجدین امام زین العابدین علیہما وعلیٰ آباءِ الکرام الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔

یہ آیت حضرت علی کے حق میں ہے

مشہور مفسرِ قرآن علاّمہ ثعلبیؒ اور معروف مُحدث اور سیرت نگار علامہ ابن مغازلی اپنی اپنی اسناد کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عطا فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے وہاں حضرت عبد اللہ بن سلام کے بیٹے کو دیکھا تو کہا کہ یہ اُس شخص کا بیٹا ہے جس

کے حق میں یہ آیت آئی ہے کہ اُسے کتاب کا علم ہے، امام عالی مقام حضرت محمد باقر علیہ السلام نے سن کر فرمایا کہ یہ آیتِ کریمہ علی ابنِ ابی طالبؑ کے حق میں آئی ہے۔

متن ملاحظہ ہو۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ الثعلبی وابن المغازلی بسندیهما عن عبدالله بن عطا قال کنت مع محمد الباقر ﴿علیه السلام﴾ فی المسجد فرائت ابن الذی ، عنده علم الکتاب قال انما ذالک علی ابن ابی طالب.

﴿ینابیع المودة جلد ۱ صفحه ۱۱۳﴾

علامہ ثعلبی اور علامہ ابنِ مغازلی کے علاوہ اِس روایت کو حافظ الحدیث اور ثقہ محدث حافظ ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء ودلائل النبوۃ نے بھی نقل فرمایا ہے، چنانچہ لکھا ہے کہ ثعلبی اور ابونعیم نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن حنیفہؓ کی روایت زادان نے بیان کی کہ محمد بن حنیفہ نے فرمایا'' کہ قرآنِ مجید کی آیت،

من عنده علم الکتاب ، جنابِ علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے حق میں ہے۔

فضیل بن یسار کی روایت ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے

فرمایا کہ آیتِ کریمہ ''

ومن عندہ علم الکتاب ،، یعنی وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے اِس سے مُراد حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام ہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں!

الثعلبی وابو نعیم بسندیھما عن زادان عن محمد بن الحنفیۃ قال " من عندہ علم الکتاب " علی ابن ابی طالب .

عن الفضیل بن یسار عن الباقر علیہ السلام قال ھذا الآئتہ نزلت فی علی علیہ السلام،

﴿ینابیع المودۃ جلد ۱ صفحہ ۱۰۳﴾

ارشادِ صادق علیہ السّلام

امام الآئمہ، سرتاجِ ولایت مرشدنا وہادینا امام جعفر الصّادق علیہ وعلیٰ آباءِ الصلوٰۃ متذکرہ روایت کے متعلق مزید وضاحت فرماتے ہیں۔

آپ کا ارشادِ گرامی ہے !

'' خُدا کی قسم! ہمارے پاس تمام کتاب کا علم موجود ہے جبکہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے وزیر کو اسمِ اعظم کا محض ایک حرف اور کتاب میں سے کچھ علم حاصل ہوا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے اُس کے پاس کتاب میں سے علم تھا یعنی کتاب کا بعض علم تھا اُس نے کہا کہ میں آنکھ جھپکنے

سے پہلے بلقیس کا تخت لا دیتا ہوں،

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے لئے فرمایا کہ ہم نے اُس کے لئے تختیوں پر ہر نصیحت تحریر فرمادی،

اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے لئے فرمایا کہ اُنھوں نے کہا اور میں اِس لئے آیا ہوں کہ تُم پر وہ بعض باتیں واضح کردوں جن پر تم جھگڑتے ہو یعنی بعض کلمات اور حضرت علی علیہ السّلام کو فرمایا اُس کے پاس تمام کتاب کا علم ہے اور فرمایا کہ کوئی خشک وتر ایسا نہیں جو قرآنِ مجید میں موجود نہ ہو اور یہ کتاب حضرت علی علیہ السلام کے پاس ہے۔"

متن ملاحظہ فرمائیں !

وقال الصادق علم الكتاب كله والله عندنا واما اعطى وزير سليمان بن داؤد عليهما السلام انما عنده حرف واحد من الا الاسم العظم وبعض الكتاب كان عنده قال الله تعالىٰ " قال الذى عنده علم من الكتاب " اى بعض الكتاب ، قال الذى " انا اتيک به قبل ان يرتد اليک طرفک" ﴿ النمل ﴾ قال الله تعالىٰ موسىٰ عليه السلام " وكتبنا له فى الالواح من كل شئ موعظة " ﴿انعام ۱۴۵﴾ وقال فى عيسىٰ عليه السلام "

لابین لکم بعض الذی تختلفون فیه " ﴿ زخرف ٦٣ ﴾ ای بکلمة بعض وقال فی علی علیه السلام ، ومن عنده علم الکتاب وقال لارطب ولایابس الا فی کتاب مبین ، هذا الکتاب عنده .

﴿ ینابیع المودة جلد اول صفحه ١٠٣ ﴾

قولِ صادقؑ کی دلیل

سیدُ السادات ، امیرِ کائنات سیّدنا و مُرشدنا امام ہمام امامِ عالی مقام امام جعفر الصادق علیہ السلام وعلیٰ آباءِ الکرام واولادہِ العظام الصلوٰۃ والسلام کی اِس تفسیرِ مبارکہ کی تائید رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اِس فرمانِ مقدّس سے بھی ہوتی ہے۔ جناب عطیہ بن عوفی سے روایت ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے آیتِ کریمہ "

وَالَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِنَ الْکِتَابِ ، کے متعلق پوچھا یعنی وہ شخص جس کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا ، تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا وزیر تھا۔ پھر میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا " وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَاب " یعنی وہ شخص کون ہے جِسے تمام کتاب کا علم ہے تو آپؐ نے فرمایا !

" یہ شخص میرا بھائی علی ابنِ ابی طالب ہے۔ "

متن ملاحظہ فرمائیں !

عن عطية العوفي عن ابو سعيد الخدري رضى الله عنه قال مسئلت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن هذا الآية " الذى عنده علم من الكتاب " قال ذلک وزيرا سليمان بن داؤد عليهم السلام مسئله عن قول الله عزوجل " ومن عنده علم الكتاب " ؟ قال ذالک اخى على ابن ابى طالبؑ .

﴿ينابيع المودة جلدا صفحه ۱۰۴ مطبوعه تهران﴾

﴿المناقب ابن شهر آشوب جلد ۲ صفحه ۲۹﴾

عِلمِ کتاب کیا ھے ؟

اِس سے پہلے کہ ہم سیّدنا حیدر کرارؑ کے صاحبِ علم کتاب ہونے پر دیگر دلائل پیش کریں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کا عِلم معمولی چیز نہیں قُرآنِ مجید اُس خُداوندِ قدّوس کا کلام ہے جس نے تمام کائنات ارضی وسماوی اور اِس کے علاوہ تمام تر موجودات ومخلوقات کو ایک لفظ کُن سے پیدا فرما دیا،

قُرآن مجید اُن تمام تر علوم واسرار کا جامع ہے جو پہلے انبیاء کرام کو عطا فرمائے گئے،

قُرآنِ مجید کلامِ خُداوندی کے اُن معجزات کا مخزن ومعدن ہے جو ہر قاری پر نئے سے نئے انداز میں رُونما ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ تا ابد الآباد

جاری وساری رہے گا،

حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، امام الانبیاء احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیاء ومرسلین کے سردار اور تمام مخلوقات سے اعلیٰ وافضل ہیں، لہٰذا آپ پر اللہ تبارکٌ وتعالیٰ نے کتاب بھی ایسی ہی اُتاری جو تمام کُتب وصحائفِ سابقہ سے افضل واعلیٰ ہے، بلاشُبہ انبیاء سابقین پر خُدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں بھی رموز واسرارِ الٰہیہ کا خزانہ تھیں مگر اُن پر اُسی قدر اسرار ودقائق منکشف کرنا ضروری تھا جن کی ضرورت تھی،

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت ورسالت کو قیامت تک باقی رہنا تھا اِس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پر ایسی کتاب اُتاری جو قیامت تک کے لئے ہر طبقہ کے لئے راہنمائی کرے۔

قُرآنِ مجید کے ظواہر کو ہی لے لیجئے اور پھر غور کیجئے کہ دُنیا کا ایسا کونسا علم ہے جس کی نشاندہی آیاتِ قُرآنیہ میں موجود نہیں، سیاست ہو یا سائنس ریاضی ہو یا عمرانیات دُنیا بھر کا کوئی بھی مسئلہ تو ایسا نہیں جس کا حل قُرآنِ مجید میں موجود نہ ہو،

ایسے ہی قُرآنِ مجید کے باطنی رموز واسرار پر آگاہی حاصل کرنے والے صاحبانِ علمِ طریقت ومعرفت سے جس قدر بھی خوارق وکرامات کا ظہور ہُوا ہے وُہ قُرآنِ مجید ہی کے باطنی اثرات کا مُعجزہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر جناب آصف بن برخیا کے

پاس کتاب ہی کے علم کا کچھ حصہ تھا جس کے اثرات کا ظہور اِس طرح ہوا کہ ملکہ بلقیس کا طویل و عریض تخت پلک جھپکنے سے پہلے سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے آ گیا۔

قرآن بلا وجہ بیان نہیں کرتا

قُرآنِ مجید نے اِس واقعہ کا خود اظہار فرمایا اور قُرآنِ مجید بلا وجہ کوئی واقعہ بیان نہیں کرتا، اِس قصے کے بیان سے منشاءِ ایزدی یہ تھا کہ لوگ کتابِ مُبین و مُحکم قُرآنِ مجید پر غور و تدبر کریں، یہاں یہ امر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قُرآنِ مجید کو پڑھ لینے سے یا قُرآنِ مجید کو حفظ کر لینے سے یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ قُرآن کا عِلم سیکھ لیا گیا ہے، جیسا کہ بعض جہلاء یہ گمان کرتے ہیں کہ قُرآنِ مجید کے ظواہرات کا عِلم ہو جانا ہی کافی ہے اور محض ظاہری معنوں سے ہی سے تعلیمِ قُرآن کا مقصد پورا ہو جاتا ہے حالانکہ ایسا گمان کرنا قُرآنِ مجید کی واضح ترین توہین کرنا ہے، اِس لئے کہ زبور شریف جو قُرآنِ مجید کے سرچشمہءِ علوم کا ایک حصّہ ہے اُس میں سے کسی ایک حصّے یا جملے کے باطنی عالم کا یہ حال تھا کہ اُس نے جنوں کے سردار کی قوت کو چیلنج کرتے ہوئے آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے تختِ بلقیس کو منگوا لیا، اب یا تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ زبور کا وہ علم قرآن میں نہیں ہے جس کہ بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آصف بن برخیا کے لئے ارشاد فرمایا کہ "عندہ علم من

الکتاب ” بصورتِ دیگر یہ تسلیم کرنا ازبس ضروری ہے کہ قرآن مجید میں وہ تمام علوم و اسرار موجود ہیں جنہیں جان لینے والا تمام کائناتِ ارضی وسماوی پر مُتصّرف ہوجاتا ہے، اور وہ اِس علم کی برکت سے تمام انبیاء کے مُعجزات کے مظاہر کرامات کی صُورت میں ظاہر کرسکتا ہے،

بلکہ حقّ بات یہ ہے کہ اولیاء کرام رضوان اللّٰد علیہم اجمعین سے جس قدر بھی کرامات کا ظہور ہُوا یا ہوتا ہے وہ قُرآنِ مجید ہی کے لفظوں کے اسرار کا ظہور ہے۔

غوثِ اعظم کے فرامین

غوث الثقّلین ، شیخ الکُل ، اِمام الاولیاء واَصفیاء سیّدنا عبد القادر جیلانی رضی اللّٰد تعالیٰ عنہ کے فرامین و کرامات قُرآنِ مجید ہی کا تو مُعجزہ ہیں جس آپ کا وہ راز قُرآنِ مجید کا ہی علم تو ہے جس کے متعلّق آپ فرماتے ہیں کہ

اگر میں اپنا یہ راز سُمندر پر ظاہر کردُوں تو وہ خشک ہوجائے۔

اور اگر میں اپنا راز پہاڑ پر ڈال دُوں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے،

اور اگر میں اپنا راز بھڑکتی ہوئی آگ پر ڈال دُوں تو وہ سرد ہوجائے،

اور اگر میں اپنا راز مُردے پر ڈال دُوں تو وہ زِندہ ہوکر کھڑا ہوجائے،

اور اِن تمام اُمور کی وجہ آپ نے اِس سے پہلے بیان کی ہے کہ مجُھ کو

رازِ قدیم پر اطلاع کی دی گئی ہے جبکہ یہ رازِ قدیم قُرآنِ عظیم ہی کے اسرار میں سے ہے۔

قُرآن خُود شاھد ھے

کاشف الغمہ اِمام الائمہ سیّد الاصفیاء فخرِ سادات سُلطان الاولیاء والتقیاء حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس قُرآنِ مجید کا وہ علم ہے کہ اگر ہم اِس کا ایک شمہ پہاڑوں پر ڈال دیں تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں،

امام صادق و مصدوق امامِ برحق سیّدنا امام جعفر صادق علیٰ آباہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمانِ عالیشان یُونہی نہیں کر دیا اور نہ ہی آپ کا یہ دعوٰی بے دلیل ہے بلکہ فی الحقیقت آپ کے پاس قُرآنِ مجید کا ایسا ہی عِلم تھا جیسا کہ زیبِ عُنوان آیتِ مُقدّسہ عندہ علم الکتاب کی تفاسیر سے ظاہر ہے۔

بلکہ قُرآنِ مجید کے بارے میں قُرآنِ مجید میں ہی اللہ تبارکؑ وتعالیٰ کا یہ ارشاد بالصراحت موجود ہے کہ اگر ہم اس قُرآن کو پہاڑوں پر نازل کرتے تو پہاڑ پھٹ جاتے اور ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

اسرارِ قُرآنی اور ظُھورِ کرامت

بتانا یہ تھا کہ قُرآنِ مجید کے اسرارِ باطنیہ کو جان لینے سے ہی اولیاء

اللہ سے ظہورِ خوارق اور صُدورِ کرامت ہوتا ہے اور قُرآنِ مجید کے کسی لفظ کے اسرارِ باطنیہ کے حصول سے ہی تقربِ خُداوندی حاصل ہوتا ہے جو ولایت کا مقصدِ اوّلین اور اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔

جیسا کہ سابقہ اوراق میں بتایا گیا ہے کہ سیّدنا حیدرِ کرار شیرِ خُدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم منبعِ ولایت ہیں اِس لئے ضروری تھا کہ اُن کے پاس کتاب کا وہ علم ہوتا جو اُممِ سابقہ کے اَولیاءِ کرام پر حُجت بھی ہوتا اور قیامت تک آنے والے اولیاء اللہ کی رہنمائی بھی کرتا،

زیبِ عُنوان آیتِ کریمہ عندہٗ عِلمُ الکتاب حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے عِلمِ مبارک پر خُداوندِ قُدّوس کی سب سے بڑی گواہی ہے اور اِس کی شہادت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کے حضرت علیؑ کے پاس کتاب کا علم ہے اور حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ ارشاد کہ علیؑ شہرِ علم وحکمت کا دروازہ ہیں ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں جو ایک دُوسرے کے ساتھ پورے طور پر مُنسلک ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے اَعلم النّاس ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

قارئین کے لئے اِس مقام پر جان لینا بھی از بس ضروری ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اعلم النّاس ہونا کسی بھی شخص کے علم کی نفی نہیں کرتا بلکہ اِس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دُوسروں سے زیادہ جانتے

ہیں جیسا کہ اوراقِ سابقہ میں متعدد روایات گذر چکی ہیں۔

بہر کیف! بابِ مدینۃ العلم سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام تر علوم کے جامع ہیں قرآن مجید کے الفاظ کے ظاہری معنی ہوں یا باطنی اسرار و رموز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر کامل طور پر منکشف تھے یہی وجہ ہے کہ آپ منبر پر بیٹھ کر کہا کرتے تھے کہ قرآنِ مجید کے بارے میں جو بھی پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو،

علاوہ ازیں قرآن مجید کے اسرار و رموز کو جان لینے ہی کے یہ اثرات ہیں کہ آپ آسمانی اُمور میں بھی تصرّف فرما لیتے تھے جبکہ جناب آصف بن برخیا علمِ زبور کی برکت سے تختِ بلقیس کو لانے کے لئے صرف زمین پر ہی متصرف ہوئے تھے۔

مُناسب یہ ہے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر چند ایک ایسی روایات پیش کر دی جائیں جن سے مولائے کائنات کا مُتصرّف کائنات ارضی و سماوی ہونا واضح طور پر ثابت ہو جائے۔ اِس سلسلے میں ہمارے سامنے بیشمار کتابیں اور حوالے پڑے ہوئے ہیں مگر اُن سب کو یہاں لانا نہایت مُشکل اَمر ہے اِس لئے تاجدارِ عرب و عجم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ایسے عُشاق کی کُتب سے استفادہ کیا جا رہا ہے جن کا عاشقِ رسول ہونا مسلّم ہے

جن کی وجاہتِ علمی مُصدقہ اور جن کی ولایت اہلِ سُنت کے نزدیک متفق علیہ ہے،

اِن میں سے ایک بزرگ قُطب الواصلین امامِ زمانہ عاشقِ رسول حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قُدّس سرہ لسامی ہیں اور دوسرے بزرگ شیخ المشائخ، وحید العصر قُطبِ ربّانی حضرت علامہ محمد اسماعیل بن یُوسف نبھانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، درج ذیل اقتباس بالترتیب ہر دو حضرات کی کُتب شواہد النبوت اور جامع کراماتِ اولیاء سے پیش کیے جا رہے ہیں ملاحظہ کریں اور غور فرمائیں، کہ!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوبِ دانائے کُلِ غیوب حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت علی مُرتضیٰ کرّم اللہ وجہہ الکریم کے دامن کو عُلوم و اسرارِ قُرآنیہ کی دولت سے کس قدر معمُور فرما رکھا ہے،

آپ کو اِن کرامات میں مولا علی شیرِ خُدا کے لامتناہی اور لاحصرِ علم مبارک کی جھلکیاں بھی نظر آئیں گی،

آپ کے تصرف فی الارض والسّمأ کے مناظر بھی سامنے آئیں گے آپ کے اُمورِ غیبیہ پر مطلع ہونے کے آثار بھی نُمایاں ہونگے اور یہ بھی واضح ہوگا کہ آپ رسُول اللہ کے عُلوم کے وہ وارثِ کامل و اکمل ہیں جنہیں آپ نے اپنا وصی بھی فرمایا اور اُن کا تذکرہ کُتب سابقہ میں بھی مذکور ہے۔

علیؑ کے لئے سُورج کی دوبارہ واپسی فرمانِ مُصطفیٰؐ سے

خُدا تعالیٰ نے آپؑ کے لئے دو دفعہ سُورج کو مغرب سے لوٹایا پہلی دفعہ عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور دُوسری دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد۔

حضرت اُمِ سلمہ، حضرت اسماء بنتِ عمیس، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دن آپ کے ہاں مقیم تھے اور آپؑ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھے تھے اچانک حضرت جبریل علیہ السلام وحی لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گرانیِ وحی کے باعث اپنا سرِ انور حضرت علیؑ کی ران سے نہ اُٹھایا۔ جناب امیر المومنین علیؑ نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز ادا کر لی۔ جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی ذاتِ گرامی سے ثقل وگرانیِ وحی ختم ہوئی تو پُوچھا،

اے علیؑ! تمہاری عصر کی نماز فوت ہو گئی ہے۔

اُنہوں نے عرض کی، حضور! میں نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز ادا کر لی تھی۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! دُعا کروں کہ ربّ العزّت سورج کو لوٹا دے تا کہ تُم نمازِ عصر بَروقت ادا کرلو۔

حضور علیہ السلام نے دُعا فرمائی تو آفتاب پلٹ آیا اور ایسا معلوم ہُوا جیسے نمازِ عصر کا وقت تھا۔ اِس طرح حضرت علیؑ نے نماز بروقت ادا کی۔

حضرت اسماء بنتِ عمیس فرماتی ہیں جب سورج غُروب ہوا تو آرا چلنے کی سُنائی دیتی تھی۔ یہ قصہ چونکہ پہلے گزر چکا ہے اور چونکہ روایتوں میں تفاوت تھا اِس لئے دوبارہ مذکور و مرقوم ہوا۔ حضور علیہ السّلام کی وفات کے بعد جو واقعہ پیش آیا وہ یُوں ہے:

دُعائے مُرتضیٰ سے

آپؑ بابل کی طرف جارہے تھے تو فُرات سے گزر کر نمازِ عصر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ ہُوا۔ آپ کے ساتھیوں نے دریائے فُرات سے اپنی سواریاں گزارنی شروع کردیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا اوران کی نماز قضاء ہوگئی۔ وہ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضرت علیؑ نے سُنا تو اللہ تعالیٰ سے سُورج کو لوٹانے کی التجاء کی تا کہ ان کے ساتھی نماز گزار لیں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے آپ کی دُعا قبول فرمائی، آفتاب نکل آیا اور عصر کا وقت ہوگیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو سُورج غروب ہوگیا اور اس

میں سے ہولناک آواز آنے لگی ، لوگوں پر خوف و ہراس چھا گیا اور وہ سُبحانَ اللّٰه ۔ لَااِلٰهَ الا اللّٰه ، اور اَستَغفِرُ اللّٰه پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

چشمہ کہاں سے نِکالا

جس وقت آپ جنگِ صفین میں مشغول تھے آپ کے ساتھیوں کو پانی کی سخت ضرورت پڑی۔ لوگ دائیں بائیں دوڑے لیکن پانی دستیاب نہ ہُوا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنی توجہ ایک کنوئیں سے ہٹائی تو لق ودق صحرا میں ایک کلیسا نظر آیا۔ آپؑ نے اِس کلیسا میں رہنے والے سے پانی کے متعلق پُوچھا !

اُس نے کہا ! یہاں دو فرسنگ کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔

آپ کے ساتھیوں نے کہا اے امیر المومنینؑ ! ہمیں اجازت دیجئے شاید ہم اپنی قوّت ختم ہونے سے پہلے پانی تک رسائی حاصل کر لیں،

حضرت امیر المومنین نے فرمایا! اس کی کیا حاجت ہے ؟ پھر آپ نے اپنے خچر کو مغرب کی طرف ایڑ لگائی اور ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا! یہاں سے زمین کھودو، ابھی تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تو نیچے سے ایک بڑا پتھر نکلا جسے ہٹانے کے لئے کوئی ہتھیار بھی کاری گر نہ ہو سکا۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا! یہ پتھر پانی پر واقع ہے اسے اُکھاڑ

پھینکو۔ آپ کے ساتھیوں نے ہر چند کوشش کی لیکن اُسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکے۔ اِس پر جناب امیر اپنے خچرّ سے نیچے تشریف لائے اور اپنی آستین چڑھا کر اپنی اُنگلیاں اُس پتھر کے نیچے رکھ کر زور لگایا۔ اُس پتھر کو پانی سے ہٹایا تو نیچے سے نہایت ٹھنڈا میٹھا اور صاف پانی نکل آیا۔ ایسا صاف کہ تمام سفر میں اُنھوں نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔

سب نے پانی پیا اور جتنا چاہا بھر لیا۔ پھر حضرت امیرؑ نے اس پتھر کو اُٹھا کر چشمہ میں رکھ دیا اور فرمایا! اِس پر خاک ڈال دو۔

جب راہب دَیر نے ان احوال کا مشاہدہ کیا تو کلیسا سے نیچے اُتر کر حضرت امیر المومنینؑ کے حضور میں آیا اور سامنے کھڑا ہو کر پُوچھا ! کیا آپ پیغمبر و مُرسل ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا ! نہیں

اُس نے پوچھا ! کیا آپ کوئی مَلکِ مُقرّب ہیں ؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا ! نہیں

اُس نے پُوچھا! پھر آپ کون ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا ! میں وصیٔ پیغمبر مُرسل جناب مُحمّد خاتم النّبیّن صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہوں۔

راہب کہنے لگا! ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اِسلام قبُول کروں۔

حضرت امیرؑ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو راہب نے کہا!

اَشْهَدُ اَنْ لَاۤ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّکَ عَلِيٌّ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔

بعدازاں حضرت امیرؑ نے اس سے پوچھا! اِس کی کیا وجہ ہے کہ تُم مُدّت سے پہلے اپنے دین پر کاربند تھے اور اب تُم ایمان لے آئے ہو ؟

اُس نے کہا! اے امیر المومنینؑ! اِس کلیسا کی بُنیاد اِس پتھر ہٹانے والے کے لئے تھی مجھ سے پہلے کئی راہب یہاں رہتے تھے کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے اور اپنے عُلماء سے سُنا ہے کہ اِس جگہ پر چشمہ ہے اور اس پر ایک نادیدہ پتّھر ہے جسے پیغمبر یا وصیٔ پیغمبر کے سِوا کوئی نہ اُکھاڑ سکے گا۔ جب میں نے دیکھا کہ آپؑ نے اُس پتّھر کو اُکھاڑ پھینکا ہے تو میری مُراد پُوری ہوگئی اور مُجھے جِس چیز کا اِنتظار تھا وہ مجھے مِل گئی۔

جب امیرالمومنینؑ نے یہ بات سُنی تو اتنے روئے کہ آپ کی داڑھی کے بال تر ہوگئے۔ پھر فرمایا ! سب تعریف اللہ ربّ العزّت کے لئے ہے کہ میں اُس کے ہاں بُھولا بسرا نہیں ہوں بلکہ اُس کی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔

اس کے بعد جب وہ راہب حضرت امیرؑ کا مُلازم بن گیا اور آپ کے ساتھ اہلِ شام سے مقاتلہ کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ حضرت امیرؑ نے اُس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اُسے دفن کیا اُس کے لئے دُعاءِ مغفرت

کی، جس وقت بھی اُس کا ذکر ہوتا آپ اُسے اپنا غُلام کہہ کر پُکارتے۔

کِتاب عیسیٰؑ میں ذِکر علیؑ

حیہ عرنی جو حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متوسّلین میں تھے کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ سے جنگ کے دَوران میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم نے دریا کہ کنارے پر پڑاوٗ ڈالا، اچانک وہاں ایک آدمی آیا اور کہا !

السّلام عَلیکَ یا اُمیر المومنینؑ!

حضرت علیؑ نے کہا: وَعلیکَ السّلام!

اُس نے بتایا ! میں سمعوم بن یوحنا ہوں اور اِس کلیسا میں رہتا ہوں۔ اُس نے کلیسا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا، پھر کہا ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے میراث دَر میراث چلی آرہی ہے اگر آپ چاہیں تو پڑھ کر سُناوٗں اگر آپ چاہیں تو حاضرِ خدمت کروں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا ! پڑھو

اُس نے پڑھنا شروع کی۔ اس کتاب میں حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نعت تھی اور آپ کے اَوصافِ حمیدہ تھے۔

آخری مضمون یہ تھا: ایک دن اِس دریا کہ کنارے وہ شخص اُترے گا جو اس زمانہ میں دین اور قرابت داری کے لحاظ سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ

وآلہ وسلّم کے قریب ترین ہوگا۔ وہ اہلِ مشرق کے ساتھ اہلِ مغرب سے مقاتلہ کرے گا اُس کے سامنے دُنیا کی قدر و قیمت ریت سے بھی کمتر ہوگی۔ وہ شدّت جنگ میں طوفانوں سے بھی زور دار ہوگا اور اُس کی نگاہوں میں موت اتنی عزیز ہوگی جتنا شربت ہوتا ہے اللہ کی مدد اُس کے شاملِ حال ہوگی اور اُس کے ساتھ قتل ہونا شہادت ہوگا۔

پھر اُس نے کہا ! جب وہ نبی مبعوث ہوئے تو میں اُن پر ایمان لے آیا اور جبکہ آپ نے یہاں پڑاؤ ڈالا ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں تاکہ زندہ و مُردہ آپ ہی کے پاس رہوں۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم رو دیئے اور آپ کے ساتھ حاضرین بھی رونے لگے پھر فرمایا ! سب تعریفیں اُس ذاتِ اقدس کے لئے ہیں جس نے میرا تذکرہ نیک لوگوں کے صحیفہ میں کیا۔

پھر حبہ عرنی سے کہا: اے حبہ ! اس کی صبح و شام نگہداشت کرتے رہو۔ اس کے بعد آپ جب بھی کھانا کھاتے اُسے طلب فرماتے۔ وہ راہب اس وقت لیلۃ الہریرہ میں شہید ہوا، جب حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم امیر معاویہ سے شدید جنگ کر رہے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس کی نمازِ جنازہ ادا کی اور اُس قبر میں اُتر کر فرمایا ! یہ شخص اہلِ بیت میں سے ہے۔"

جنّات پر تصرّفِ مُرتضیٰ

حضرت ابنِ عباسؓ کا بیان ہے جب سیّدِ عالم و عالمیان صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صُلح حدیبیہ کے دن مکّہ معظّمہ کو مراجعت فرمائی تو مُسلمان سخت پیاسے تھے کسی جگہ پانی دستیاب نہ تھا۔ حضور علیہ السّلام نے بمقام جحفہ قیام کیا اور فرمایا ! تم میں سے کون ہے جو فلاں کنویں پر جا کر مشکیں بھر کر پانی لے آئے تا کہ خُدا کا رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُسے جنّت کی ضمانت دیدے، ایک شخص اُٹھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں جاتا ہوں۔

حضور علیہ السلام نے اُسے سقّوں کی ایک جمعیّت کے ساتھ بھیجا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں اُن کے ساتھ تھا جب ہم اُس کنویں کے نزدیک پہنچے تو وہاں بہت سے درخت دیکھے جن سے طرح طرح کی آوازیں آ رہی تھیں اور وہ درخت عجیب طرح سے حرکت کر رہے تھے۔ ہم نے اُن سے آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے بھی دیکھے جن سے ہم سخت خائف ہوئے۔ اِس ڈر کے باعث ہم اُن درختوں سے گذر نہ سکے اور حضور علیہ السّلام کی خدمت میں واپس چلے آئے۔

حضور علیہ السّلام نے فرمایا ! وہ جنّوں کا ایک گروہ تھا جو تمہیں ڈراتا تھا۔ اگر تُم میرے کہنے کہ مطابق چلتے رہتے تو تمہیں کوئی گزند نہ پہنچتی۔

یہ سُن کے ایک اور صحابی اُٹھے اور عرض کی: یارسول اللہ صلّی اللہ علیک وسلم میں جاتا ہوں وہ بھی سقّوں کی اُسی جماعت کے ہمراہ روانہ ہوا لیکن اُنہیں بھی اسی حالت میں واپس آنا پڑا۔

حضور علیہ السّلام نے فرمایا ! اگر تُم میرے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے تو کوئی مکروہ چیز تمہیں آڑے نہ آتی اسی حیص وبیص میں شام ہوگئی اور صحابہؓ پر پیاس کا غلبہ ہونے لگا۔

حضور علیہ السّلام نے حضرت سیّدنا علیؑ کو بلایا اور فرمایا ! فلاں کنویں سے پانی بھر لاؤ۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں ہم اپنے کندھوں پر مشکیں اور ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے باہر آ گئے۔ حضرت علیؑ ہمارے آگے آگے چلتے گئے اور مندرجہ ذیل رجز پڑھتے گئے،

اعوذ بالرحمن ان ابیلا

عن غرف جن اظهرت تنویلا

وواقدة نیرانها تعویلا

وفرعه مع غرفها الطّویلاً

جب ہم اُس جگہ پہنچے تو وہی آوازیں آنے لگیں اور درختوں نے ہلنا شروع کر دیا، ہم پر خوف وہراس چھانے لگا۔ میں نے دِل میں کہا کہ علیؑ بھی پہلے دو آدمیوں کی طرح واپس لوٹیں گے، اِس پر حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم نے میری طرف دیکھا اور کہا میرے قدم بہ قدم چلتے آیئے جو تمہیں

نظر آ رہا ہے اِس سے مت ڈرو کیونکہ اب تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ جُونہی ہم درختوں کے جھنڈ میں آئے تو اُن میں آگ کے بھیانک شُعلے نکلنے شُروع ہوگئے، اُن شعلوں میں سے کٹے ہوئے سر ظاہر ہونے لگے جن میں سے سخت ہولناک آوازیں آتی تھیں، ان آوازوں سے ہمارے اوسان خطا ہوگئے۔ لیکن امیر المومنین علیہ السّلام اِن سروں سے گزرتے ہوئے کہتے جاتے تھے۔ میرے قدم بہ قدم چلتے آؤ اور دائیں بائیں مت دیکھو۔ اب کوئی خوف نہیں رہا۔ ہم آپؑ کے پیچھے چلتے گئے یہاں تک کہ اس کنویں تک جا پہنچے، ہم نے ایک ڈول کنویں میں ڈالا براء بن مالک نے ایک بار وہ ڈول سے ہی پانی نکالا تھا کہ رسّی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر گیا۔ کنویں سے قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں۔

حضرت علی علیہ السّلام نے کہا! کوئی ہے جو لشکرِ اسلام میں جا کر ایک اور ڈول لے آئے،

ساتھیوں نے کہا! یہ ہمارے بس سے باہر ہے کہ ہم اِن درختوں کے درمیان سے گزریں۔

حضرت علی علیہ السّلام کمر سے پٹکا باندھ کر کنوئیں میں اُتر گئے کنویں سے قہقہوں کی آوازیں اور زیادہ زوردار لہجے سے آنے لگیں۔

جب حضرت علی علیہ السّلام کنویں کے درمیان میں پہنچے تو آپ کا پاؤں پھسل گیا اور آپؑ نیچے گر گئے، کنویں سے عجیب وغریب غلغلہ اُٹھا اور

اِس طرح آواز آنے لگی جیسے کسی کا گلا گھونٹا جا رہا ہو۔ اچانک حضرت علی علی علیہ السلام نے اللہ اکبر انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پکارا اور کہا مشکیں نیچے پھینکو۔ آپ نے تمام مشکیں پانی سے بھر لیں۔ اُن کے منہ باندھے اور ایک ایک کر کے باہر نکالیں۔

بعد ازاں آپ نے دو مشکیں اُٹھائیں، اور ہم نے صرف ایک ایک، جب ان درختوں کے پاس پہنچے تو جو کچھ بھی ہم نے پہلے دیکھا اور سُنا وقوع میں نہ آیا، ہم درختوں سے گزرنے لگے تو ہمیں سہمگیں آواز سُنائی دی۔ ہاتف نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نعت اور حضرت علی علیہ السّلام کی منقبت پڑھنا شروع کی۔ جناب امیر المومنین علیہ السّلام نے تمام قصّہ حضور علیہ السلام کو آسُنایا۔ جناب ختمی مرتبت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا! وہ ہاتف عبداللہ جن تھا جس نے بتوں کے شیطان کے مسعر کو کوہِ صفا میں قتل کیا تھا۔

مقام کربلا کی نشاندھی

حضرت امیر المومنین علی علیہ السّلام نے براء بن عازبؓ سے قبل از واقعہ کرب وبلا کہہ دیا تھا کہ میرے لختِ جگر حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیری آنکھوں کے سامنے شہید کریں گے لیکن تو ان کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ جب حضرت امیر المومنین حسینؓ شہید کیے گئے تو براء بن عازبؓ کہنے لگے۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السّلام نے سچ فرمایا تھا حسینؑ شہید کیئے گئے اور مجھ سے اُن کی کوئی مدد نہ ہوسکی وہ یہ کہتے ہوئے اظہارِ ندامت کیا کرتے تھے

ایک دفعہ حضرت سیّدنا علی علیہ السّلام سرزمینِ کربلا سے گُذرے تو گریہ وزاری کرتے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اور کہا ! بخُدا ان کی شہادت اور ان کے اونٹوں کے مرجانے کے یہی موضع و محل ہیں۔

آپ کے ساتھیوں نے پوچھا ! یہ کونسا مُقام ہے ؟

آپؑ نے فرمایا! یہ کربلا ہے یہاں ایک ایسی جماعت کوشہید کیا جائے گا جو بغیر حساب و کتاب جنّت الفردوس میں داخل ہوگی یہ کہہ کر وہاں سے چلے آئے اور کسی کو اِن باتوں کی تاویل سمجھ میں نہ آئی یہاں تک کہ حضرت حسین علیہ السّلام کی شہادت کا واقعہ سامنے آیا۔

جس روز آپؑ نے کُوفہ سے لشکر طلب کیا تو اہلِ کُوفہ نے بقصد قال وقیل لشکر بھیجا اِس سے پیشتر کہ لشکر آپ کہ پاس آتا۔

آپ نے فرمایا! کہ کُوفہ سے بارہ ہزار ایک آدمی آرہے ہیں۔

آپ کے ایک ساتھی نے جب آپ کی یہ بات سُنی تو لشکر کی گُزرگاہ پر بیٹھ گیا، اُس نے ایک ایک آدمی گِنا اور اتنے ہی آدمی نکلے جتنے آپ نے بتائے تھے ان میں ایک کم تھا نہ ایک زیادہ۔

قرآن کیسے پڑھتے تھے؟

روایاتِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب آپؑ سواری کرتے وقت گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوتِ قرآن شروع کرتے اور دُوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو ختم کلامِ مجید کر لیتے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ گھوڑے پر پُوری طرح بیٹھنے سے پہلے قرآنِ کریم ختم کر لیتے۔

ابوُ ترابؑ سے زمین باتیں کرتی تھی

اسماء بنتِ عمیسؓ نے حضرت سیّدہ زہرا سلام اللہ علیہا سے روایت کی کہ جس رات حضرت سیّدنا علی علیہ السّلام نے میرے ساتھ شبِ زفاف گزاری مجھے آپ سے بہت خوف لاحق ہوا کیونکہ میں نے زمین کو آپؑ سے ہمکلام ہوتے ہوئے سُنا۔ صبح ہوئی تو میں نے یہ سارا واقعہ جناب رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سُنایا۔

جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک طویل سجدہ کیا اور سر اُٹھا کر فرمایا: اے فاطمہؑ! تجھے پاکیزہ اولاد کی خوشخبری ہو جن کو خُدائے تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور زمین کو حُکم دیا کہ وہ آپ کو ایسے تمام واقعات بتلائے جو مشرق و مغرب تک اِس پر واقعہ ہونے والے ہیں۔

دَریاؤں پر تصرّفِ مُرتضیٰ

اہلِ کُوفہ نے عرض کی! یا امیرالمومنین! اِمسال فُرات میں طغیانی

کے باعث ہماری کھیتیاں ضائع ہوگئی ہیں کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں کہ دریا کا پانی کم ہو جائے۔

آپ اُٹھ کر گھر تشریف لائے۔ لوگ گھر کے دروازہ پر آپ کا انتظار کرنے لگے، اچانک آپ حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا جُبہّ پہنے، عمامہ سر پر باندھے اور عصائے مُبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ایک گھوڑا منگا کر اُس پر سوار ہوئے۔ اپنے اور بیگانے سب لوگ آپ کے پیچھے پیچھے پا پیادہ چل دیئے۔ جب فُرات کے کنارے پر پہنچے تو آپ گھوڑے سے اُتر آئے اور جلدی سے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اُٹھ کر عصائے مبارک ہاتھ میں لے لیا اور فُرات کے پُل پر آ گئے اُس وقت حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ساتھ تھے۔ آپؑ نے عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک فٹ کم ہوگئی۔

آپؑ نے فرمایا ! کیا اتنا کافی ہے ؟

لوگوں نے کہا ! نہیں اے امیر المومنین !

آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا۔ پانی ایک فٹ پھر کم ہوگیا، جب تین فٹ سطحِ آب گر گئی تو لوگوں نے کہا ! یا امیر المومنین ! بس اتنا کافی ہے۔

بارگاہِ علیؑ میں جھوٹے کی سزا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص پر الزام لگایا کہ وہ اُن کی خبریں حضرت معاویہ کو پہنچاتا ہے اُس نے صحتِ اتہام سے انکار کر دیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ! قسم کھاتے ہو!

اُس نے قسم کھائی !

حضرت علیؓ نے فرمایا ! اگر تُم قسم کھانے میں جھوٹے ثابت ہوئے تو خدا تعالیٰ تمہیں اندھا کر دے گا،

ابھی ہفتہ ہی گزرا تھا کہ وہ عصا پکڑے ہوئے گھر سے باہر نکلا، اُسے نظر نہیں آتا تھا۔

اسی طرح امام مستغفرؒ نے دلائلِ النّبوۃ میں بیان کیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؓ نے رحبہ میں ایک شخص سے کسی بات کے متعلق پُوچھا اس نے سچ نہ بتایا۔ حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا ! تُم جھوٹ بولتے ہو،

کہنے لگا ! نہیں جناب۔

آپؑ نے فرمایا ! میں تمہارے حق میں دُعا کرتا ہوں اگر تُم نے جھوٹ بولا ہوگا تو خُداوند کریم تمہیں اندھا کر دے گا۔

کہنے لگا ہاں ! آپ دُعا کریں،

ابھی وہ شخص رحبہ کی حدود میں ہی تھا کہ اندھا ہو گیا۔

علیؑ سے جھوٹ بولنے والا مبروص ہوگیا

ایک دن آپؑ نے حاضرینِ مجلس کو قسم دی کہ جس نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد مَن کُنتُ مَولَاہُ فَعَلِیٌّ مَولاہ سُنا ہو وہ گواہی دے۔

اُس وقت انصار سے بارہ آدمی موجود تھے جنہوں نے گواہی دی۔ لیکن ایک شخص جس نے حضور علیہ السّلام سے یہ حدیث سُنی تھی نے گواہی نہ دی، حضرت امیر کرّم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ! تُم گواہی کیوں نہیں دیتے؟ تُم نے بھی تو حضور علیہ السّلام سے یہ سُن رکھا ہے۔

وہ بولا ! میں نے سُنا ہے لیکن بھول گیا ہوں۔

حضرت علیؑ نے دُعا کی ! اے پروردگار ! اگر یہ شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس کے چہرہ پر برص کے نشان ظاہر کردے جسے عمامہ بھی نہ ڈھانپ سکے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے بخدا وہ شخص دیکھا ہے، اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برص کے نشان تھے۔

علیؑ کا گواہ نہ بننے والا نابینا ہوگیا

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں ! میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا میں نے بھی یہ حدیث سُن رکھی تھی لیکن اِس کی گواہی نہ دی اور بات چھپائے رکھی۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے بصارت سے محروم کردیا کہتے ہیں وہ ہمیشہ گواہی

نہ دینے پر اظہارِ شرمندگی کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔

علیؑ کو جھٹلانے والا پاگل ہوگیا

ایک دن برسرِ منبر فرمایا !

انا عبد اللّٰہ واخو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم

نیز فرمایا !

نبیِ رحمت کا وارث میں ہوں،

سیّدۃ النساء العالمین کا خاوند میں ہوں،

وصیوں کا سردار میں ہوں،

اوصیاء کو ختم کرنے والا میں ہوں، میرے علاوہ جو اس بات کا دعویٰ کرے خدا تعالیٰ اُسے بدی میں مبتلا کر دے،

ایک شخص کہنے لگا ! اِس سے خُوش کون ہوسکتا ہے جو اپنے آپ کو انا عبد اللّٰہ واخو رسول اللّٰہ کہتا ہے، وہ شخص ابھی اپنی جگہ سے اُٹھا بھی نہ تھا کہ اس کے دماغ میں جنون و دیوانگی واقع ہوگئی۔ چنانچہ لوگ اُسے پکڑ کر مسجد سے باہر لے گئے، بعدازاں جب اس کے رشتہ داروں سے پُوچھا گیا کہ اُسے اس سے پہلے کبھی ایسا عارضہ لاحق ہوا یا نہیں تو اُنہوں نے کہا! نہیں، ہرگز نہیں۔

علیؑ غیب کی خبریں دیتے ہیں

یہ تیرا شوہر نہیں بیٹا ہے

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کوفہ میں آئے تو آپ کے پاس لوگ جمع ہو گئے۔ ایک روز حضرت امیر علیہ السلام نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں قصبہ میں جاؤ وہاں ایک مسجد ہے جس کے پہلو میں ایک مکان واقع ہے اس میں ایک عورت اور مرد باہم لڑ رہے ہیں انہیں میرے پاس لے آؤ۔

وہ شخص وہاں گیا اور اُن دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ! آج تمہارا جھگڑا طول پکڑ گیا تھا۔

نوجوان نے جواب دیا ! اے امیر المومنین علیہ السلام میں نے اِس عورت سے نکاح کیا لیکن جب میں اس کے پاس آیا تو مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی، اگر یارا ہوتا تو میں اسے اسی لمحہ اپنے پاس سے دُور کر دیتا۔ اِس نے میرے ساتھ جھگڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپؑ کا فرمان پہنچ گیا۔

حضرت امیر علیہ السلام نے اہلِ مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص بہت سی باتیں کہنا چاہتا ہے لیکن یہ نہیں چاہتا کہ کوئی اور اس کی باتیں سُن لے یہ سُنا تو تمام حاضرینِ مجلس وہاں سے چلے گئے اور صرف

وہ دونوں باقی رہ گئے۔ حضرت علی علیہ السّلام نے اس عورت کی طرف منہ کر کے پُوچھا ! اس نوجوان کو پہچانتی ہو؟

اُس نے جواب دیا ! نہیں جناب۔

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا ! میں تمہیں بتاؤں تا کہ تُو اسے پہچان لے لیکن شرط یہ ہے کہ خواہ مخواہ انکار نہ کرنا۔

اُس نے عرض کی: حضور! آپ کی بات کا بلاوجہ انکار نہ کروں گی۔

فرمایا ! تُم فلاں بنتِ فلاں نہیں ہو ؟

اُس نے کہا ! ہاں حضورؑ ! وہی ہوں۔

فرمایا ! کیا تُمہارا ایک چچا زاد بھائی نہ تھا اور تُم ایک دُوسرے کو بہت چاہتے تھے ؟

اُس نے کہا ! ہاں جناب۔

آپ نے فرمایا ! ایک رات تُم کسی کام کو باہر آئی تو اُس نے تجھے پکڑ کر تُجھ سے جماع کیا جس کے نتیجہ کہ طور پر تو حاملہ ہوگئی۔ یہ واقعہ تُو نے اپنی ماں کو بتا دیا لیکن باپ سے اِس راز کو پوشیدہ ہی رکھا۔ جب وضع حمل کا وقت آیا تو رات کا وقت تھا تیری ماں تُجھے گھر سے باہر لے گئی تیرے ہاں بچّہ پیدا ہوا تو تُو نے اُسے ایک کمبل میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے پھینک دیا جہاں سے آدمی آتے جاتے تھے۔ وہاں ایک کُتّا آیا جس نے اُسے سُونگھا، تُو نے اُس کُتّے پر ایک پتھر دے مارا جو بچے کہ سر پر لگا جس سے وُہ

زخمی ہو گیا۔ تیری ماں نے اپنے ازار بند سے کچھ کپڑا پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا۔ پھر تم دونوں واپس چلی آئیں اور پھر تمہیں اس کا کچھ پتا نہ چلا۔

اُس عورت نے جواب دیا: ہاں سرکار! ایسا ہی ہُوا تھا لیکن اے امیر المومنینؑ! اِس واقعہ سے میرے اور میری ماں کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی۔

آپؑ نے فرمایا ! جب صبح ہُوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اُٹھا کر لے گیا اور اس کی تربیّت کی یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا اور ان کے ساتھ ہی کُوفہ میں آیا اور اب تُجھ سے شادی کر لی، پھر آپ نے اُس نوجوان سے کہا! ذرا اپنا سر ننگا کرنا۔ اُس نے سر کو ننگا کیا تو زخم کا اثر نمایاں تھا پھر آپ نے فرمایا ! یہ تمہارا لڑکا ہے، ربّ العزّت نے اِسے حرام چیز سے محفوظ رکھا، اب جا اسے لے جا۔

تیرا قاتل حجاج ہوگا

حجاج بن یوسف نے حضرت کمیل بن زیادؓ کو بلایا لیکن اُنہوں نے ان کے پاس آنے سے گریز کیا اور تمام مراعات و وظائف جو انہیں حاصل تھے واپس کر دیئے۔ پھر اپنے آپ سے کہا ! میں تو اپنی عمر کے آخری ایّام پورے کر رہا ہوں۔ یہ مناسب نہیں کہ میں اپنی قوم کو بھی ان مراعات سے محروم کر دوں۔ چنانچہ آپ حجاج کہ پاس چلے گئے۔

حجاج نے کہا ! میں تجھے سیدھا کر دوں گا۔

حضرت کمیلؓ بولے ! میری عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہے تو جو دل چاہے کر لے ہمارا موعد پروردگار ہے لیکن یہ بات یاد رہے میرے قتل کے بعد حساب ہوگا اور مجھے امیر المومنین حضرت علی علیہ السّلام نے بتا دیا ہوا ہے کہ میرا قاتل حجاج ہوگا یہ سنتے ہی حجاج نے انہیں شہید کر دیا۔

حضرت قنبرؓ کی شہادت

ایک دن حجاج کہنے لگا ! میں چاہتا ہوں کہ حضرت علیؓ کے کسی مقرّب سے مل کر تقرّبِ ربّانی حاصل کروں۔

حجاج کے حاشیہ برادروں نے کہا ! ہم قنبر کے سوا اور کسی شخص کو نہیں جانتے جس نے اُن کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو۔

حجاج نے حضرت قنبر کو بلایا اور پوچھا ! کیا تم ہی قنبرؓ ہو ؟

قنبرؓ بولے ! ہاں

پھر حجاج نے پوچھا ! کیا تو غلامِ علیؓ ہے ؟

قنبرؓ نے جواب دیا ! میں تو اللہ کا بندہ ہوں اور حضرت علیؓ میرے ولی نعمت ہیں۔

حجاج بولا ! ان کے مذہب سے بیزار ہو جاؤ۔

قنبرؓ نے جواب دیا: ان کے مذہب سے بہتر کونسا مذہب ہے ؟

حجاج کہنے لگا ! میں تمہیں قتل کر دوں گا جس طریقے سے مرنا

چاہتے ہو تمہیں اختیار ہے،

قنبرؓ بولے ! میرے قتل کا ہر طرح تمہیں اختیار ہے آج کردو یا کل، مجھے تو جناب امیر المومنین علیؑ نے پہلے ہی خبر دے دی ہوئی ہے کہ تمہیں ظلم وستم کہ ہاتھوں شہادت حاصل ہوگی۔

یہ سُن کر حجاج نے جلاّد سے کہا ! جس نے قنبرؓ کو شہید کر دیا۔

تُجھے مصلُوب کیا جائے گا

حضرت امیر المومنین ایک شخص کو قبل اَز وقت خبر دار کیا کہ اُسے سُولی پر چڑھا دیا جائے گا۔

آپ نے وہ درخت جس کے ساتھ اُسے سُولی چڑھایا جانا تھا اور وہ مقام جہاں پر یہ واقعہ ہونا تھا بھی بتا دیئے۔ چنانچہ جس طرح آپؑ نے فرمایا تھا ویسے ہی ہُوا۔

جو کہا وُہی ہوا

جُندب بن عبدالازدی کہتے ہیں کہ میں جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ‘ الکریم کے ساتھ تھا۔ مجھے اِس بات میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ آپ حق پر ہیں۔ لیکن جب ہم نہروان میں ٹھہرے تو مجھے کچھ شک گزرا کہ ہمارے مخالف سب کے سب قاری اور نیک لوگ ہیں ان کا قتل کرنا تو کارِ عظیم ہے۔

صبح ہوئی تو میں لشکر سے باہر آیا، میرے ہاتھ میں لوٹا تھا، میں نے 3
اپنے نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا۔ اور اپنے سر کی اس سے ٹیک لگا کر اس کے سایہ میں بیٹھ گیا، اچانک جناب امیر المومنین علی کرّم اللہ وجہۂ الکریم وہاں تشریف لے آئے، اور پوچھا ! کچھ پانی ہے؟

میں نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ لوٹا لیکر اِس قدر دُور چلے گئے کہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر ظاہر ہوئے تو وضو فرما کر سایہء آسمان میں بیٹھ گئے۔ اِسی اثناء میں ایک گھڑ سوار آ کر مجھ سے آپؑ کے متعلق پُوچھنے لگا۔

میں نے کہا: اے امیر المومنینؑ ! یہ سوار آپؑ کی کیوں جستجو کر رہا ہے؟

آپ نے فرمایا ! اِسے بلاؤ۔ میں اُسے بُلا لایا۔

اُس نے عرض کی: اے امیر المومنینؑ ! مخالفین نے نہروان سے گزر کر پانی کاٹ دیا ہے۔

آپ نے فرمایا ! ہو نہیں سکتا کہ وہ وہاں سے گزر چکے ہوں، ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک اور شخص آیا جس نے مخالفوں کے نہروان سے گزرنے کی اطلاع دی۔

حضرت امیر علیہ السّلام نے فرمایا ! بخدا وہ نہیں گزرے۔

وہ بولا ! حضور میں تو اُنہیں دیکھ کر آیا ہوں، پانی کے اس جانب

اُن کے جھنڈے گڑے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! خُدا کی قسم وہ نہیں گزرے۔ جب گُزریں گے تو اُن کی شکست اور خونریزی کا مقام تو یہی ہے۔ اِس کے بعد آپ اُٹھے اور آپ کے ساتھ میں بھی اُٹھ کھڑا ہُوا۔ میں نے دِل میں کہا: الحمداللہ! اب میرے ہاتھ میزان آ گیا ہے جس سے میں اس شخص کے احوال جان لوں گا۔ اب معلوم ہو جائے گا کہ یہ جھوٹا ہے یا اللہ تعالیٰ کی مدد و نُصرت اِس پر عیاں ہے یا حضور علیہ السّلام نے اِسے ہر بات سے مطلع فرما دیا ہُوا ہے

میں نے دِل میں عہد کر لیا بارِ الٰہا ! اگر مخالفین کو نہروان سے گزرتا ہوا دیکھ لوں تو پہلا شخص میں ہوں گا جو اس شخص سے لڑوں گا اور اگر مخالفین نہروان سے نہ گزرے ہوں گے تو میں ان کے ساتھ میدانِ کارزار میں ثابت قدم رہوں گا۔ جب ہم صفوں سے آگے بڑھے تو ان کے جھنڈے ویسے کے ویسے ہی زمین میں گڑے تھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے پیچھے سے پکڑ کر جھنجھوڑا اور فرمایا! اے فُلاں! حقیقتِ کار تجھ پر روشن ہو گئی ہے یا نہیں ؟

میں نے عرض کی ! ہاں اے امیر المومنینؑ۔

پھر فرمایا ! اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ۔

میں نے لڑتے لڑتے ایک آدمی مارا، پھر دوسرا مارا، پھر تیسرے سے گھتم گھتا ہو کر اسے زخمی کر دیا۔ مجھے اس نے زخمی کر دیا۔ ہم دونوں زمین

پر گر پڑے۔ میرے ساتھی مجھے پکڑ کر ایک محفوظ جگہ پر لے گئے،

اور مجھے اس وقت تک ہوش نہ آیا جب تک امیرالمومنین علیہ السلام جنگ سے فارغ نہ ہو گئے۔

جب آپ نے خوارج کی طرف توجّہ کی تو فرمایا کہ جب تک وہ اِس جگہ سے نہ گزریں گے کبھی بھی قتل نہ ہونگے اور وُہ سب کہ سب قتل ہو جائیں گے اور صرف نو آدمی بچیں گے،

اور میرے ساتھیوں میں سوائے دس افراد کے کوئی بھی شہید نہ ہو گا پھر آپ خوارج سے جنگ میں مشغول ہوئے اور اس طریقے سے جنگ کی کہ ان میں سے صرف نو افراد باقی بچے اور آپ کے صرف نو افراد شہید ہوئے۔

پسند کا سودا

کہتے ہیں کہ ایک روز آپؑ کے پاس لوگوں کا ایک اجتماعِ عظیم حاضر ہُوا۔ لوگوں کی اس بھیڑ میں آپؑ کے پاؤں خون آلود ہو گئے۔ آپؑ نے دُعا مانگی: بارالٰہا ! مجھے یہ لوگ پسند نہیں اور نہ ہی یہ لوگ مجھے پسند کرتے ہیں۔ مجھے اِن سے اور اِنہیں مجھ سے خلاصی بخش چنانچہ اسی رات وقتِ سحر گاہی آپ کو مجروح و زخمی کیا گیا۔

رُوحانی معلومات ،سرِّ عارفان

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں اگر سیّدنا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے محافظوں کے ساتھ جھگڑوں سے فُرصت ملتی تو ہمارے لئے علمی اور رُوحانی معلومات کا وہ ذخیرہ چھوڑتے جسے دِل برداشت کرنے کے متحمّل نہ ہوتے۔

شرحِ تعرّف میں ہے کہ حضرت علی ابنِ ابی طالب سرِّ عارفاں ہیں، آپ کے حقایق آمیز کلمات کسی دُوسرے سے بیان نہیں ہوئے اور آپ کے بعد بھی کوئی شخص بیان نہیں کر سکے گا۔

حتیٰ کہ ایک دن آپ منبر پر تشریف فرما ہُوئے۔

"سلوني عمادون العرش فان مابين الحوائج
علماء بما هذا العاب رسول اللّٰه صلى الله عليه
وآله وسلم زقازقا فوالذى نفسي بيده لواذن
للتوريت والا نجيل ان يتكلما لرضعت وصاوه
فاجرت بما فيها فصد قو الذى علىٰ ذالک ."

اسی مجلس میں ایک شخص موجود تھا جو دعلب یمنی کے نام سے مشہور تھا، آپ نے فرمایا ! یہ شخص بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتا تھا مجھے اس کے دعوے کبھی بھی اچھے نہ لگے، چنانچہ وہ مجلس میں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں ایک سوال پُوچھنا چاہتا ہوں،

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا ! تم صرف فِقہ و دانائی کے متعلّق سوال اور آزمائش قابلیّت کے متعلّق بات نہ پُوچھنا۔

دعلب نے کہا ! اب آپ نے مجھے اس کا پابند بنالیا ہے چنانچہ آپ بتائیں۔

کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے ؟

فرمایا ! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں اور اُسے نہ دیکھوں۔

اُس نے کہا ! آپ نے اسے کیسا پایا ؟

آپؑ نے فرمایا ! آنکھوں کے مشاہدے سے تُم اُسے نہیں دیکھ سکتے بلکہ بصیرتِ قلب اور حقایق اور ایقان سے دیکھ سکتے ہو۔

وہ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی ولی نہیں، وہ بے نظیر بے مثال ہے اُس کا کوئی مکان نہیں اور نہ وہ کسی زمانے کا پابند ہے اس سے پہچانا نہیں جاسکتا اور نہ اُسے دوسرے انسانوں پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

دعلب یہ باتیں سن کر چیخنے لگا اور بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا، اَب میں نے اپنے خُدا سے عہد کرلیا ہے کہ کسی سے برسبیلِ امتحان و آزمائش سوال نہیں کروں گا۔

فاروقِ اعظمؓ کا مرجع

امام مستغفریؒ نے دلائل النّبوت میں لکھا ہے کہ رُوم کے بادشاہ نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوران چند مشکل سوال بھیجے،

﴿تفصیل کتاب مذکور میں درج ہے﴾ حضرت عمرؓ نے اُنہیں پڑھا اور لے کر حضرت علیؑ کے پاس چلے آئے۔ جب امیر المومنینؑ نے انہیں پڑھا تو قلم ودوات طلب فرما کران کا جواب لکھا،

پھر کاغذ لپیٹ کر قیصر کے سفیر کو دے دیا۔ قیصر کے سفیر نے اِستفسار کیا کہ جواب لکھنے والا کون ہے؟

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا ! یہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے عمّ زادہ ہیں، آپؐ کے داماد اور دوست ہیں۔

خطاب ابُو تراب

آپ بارہ اماموں میں سے پہلے امام ہیں۔ آپ کی کنیّت ابوالحسنؑ اور ابوتُراب ہے۔

آپ کو ابوتُراب سے زیادہ کوئی نام پسندیدہ نہ تھا۔ جب آپ کو اِس نام سے پُکارا جاتا تو آپ بہت مسرور وشادماں ہوتے۔

ایک دن حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام حضرت زہرؑا کے گھر تشریف لائے تو حضرت علیؑ کو گھر پر نہ پایا،

آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے پوچھا میرا عمّ زاد بھائی کہاں ہے ؟

حضرت سیّدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جواب دیا ! ہمارے درمیان کوئی بات واقع ہوگئی تھی جس سے آپؑ ناراض ہوکر چلے گئے ہیں اور میرے ہاں قیلولہ بھی نہیں کیا۔

حضور علیہ السّلام نے کسی سے فرمایا ! دیکھو علی کہاں ہے؟

اُس شخص نے آ کر جواب دیا: حضور! آپ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسجد میں پہنچے تو آپ کو اِس حال میں سویا ہوا پایا کہ آپؑ کی چادر کندھے سے سرکی ہوئی تھی اور آپؑ کے کندھے خاک آلود تھے۔

حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ شفقت سے ان کے کندھے سے مٹی جھاڑی اور فرمایا ! اے اَبُوتُراب اُٹھیے! اے اَبُوتُراب اُٹھیے !

آپ کے فضائل وشمائل اتنے زیادہ ہیں جتنے کہ زُبانِ تقریر وقلم ادا نہ کرسکے۔

سب سے زیادہ فضائل

حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں صحابہ کرامؓ میں سے

حضرت علیؓ سے زیادہ کسی کے فضائل وشمائل دستیاب نہیں ہیں۔

﴿ماخوذ شواهد النبوت مترجم میں ۲۷۳ تا ۲۹۲﴾

سیّد العلماء عارفِ حق حضرت علامہ عبد الرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ کی مشہور کتاب شواہد النّبوت کے یہ چند اقتباسات اہلِ محبّت سُنّی حضرات کے لئے ارمغانِ عقیدت اور مضطرب قسم کے سُنّی حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہیں، یہاں اُن نام نہاد سُنّی قلم کاروں کو بھی غور کرنا چاہیے جو سُنّت کا لباس پہن کر حقِ خارجیت ادا کر رہے ہیں اُن کو سوچنا چاہیے کہ عارفانِ حق جناب شیرِ خدا علیہ السلام کی سیرتِ پاک کے جن گوشوں کو نمایاں کرنے میں اپنی عافیّت کا سامان تلاش کرتے ہیں اُن پر پردہ ڈالنے والوں کا کیا حشر ہوگا۔

بہرکیف! اَب آپ راس العُلماء حضرت علاّمہ نبہانی علیہ الرحمۃ کی کتاب جامعِ کراماتِ الاولیاءؒ سے شانِ حیدر کرّار کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

مولا علی کی اہلِ قبور سے گفتگو

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن مسیّبؓ سے روائت کرتے ہیں کہ میں ایک روز امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی معیّت میں مدینہ منوّرہ زاد اللہ شرفہا و اکرامہا کے قبرستان میں گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اہلِ قبور کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ”اے اہلِ قبور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو تم ہمیں اپنے احوال سے آگاہ کرو گے یا ہم تمہیں

بتائیں۔

حضرت سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اہلِ قبرستان کی یہ آواز سنی کہ یا امیر المومنین ! آپؑ پر بھی سلام ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں آپ ہی ہمیں بتائیں کہ ہمارے بعد کیا کچھ ہوا ہے؟

تاجدارِ ہَل اَتیٰ، شیرِ خُدا، ولائت مآب، غالبِ علیٰ کُلِّ غالب مولا علی ابن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم نے اُنہیں مُخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تُمہارے بعد تُمہاری بیویوں نے دُوسرے لوگوں کے ساتھ نکاح کرلیا ہے تُمہارے اموال تقسیم ہو چکے ہیں، تُمہاری اُولادوں کا گروہ یتیموں کے زُمرہ میں شامل ہے اور جن مکانوں کو تُم نے بڑی محبّت سے تعمیر کیا اُن میں تُمہارے دُشمن رہائش پذیر ہیں۔

اِس کے بعد جنابِ امام المتّقین جناب امیر علیہ السّلام نے اُنہیں فرمایا کہ ہمارے پاس تُمہارے لئے یہ اطلاع ہے اَب تُم وہ خبر ہمیں دو جو تُمہارے پاس ہے؟

ایک مُردے کا جواب

چنانچہ ایک مُردے نے یہ جواب دیا کہ ہم کفنوں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ہمارا شعور بکھرا ہوا ہے۔

ہماری جلدیں قطع ہو چکی ہیں،

ہماری آنکھوں کی پُتلیاں حلقوں سے باہر نکلی ہوئی ہیں،

ہمارے نتھنوں کے زخموں میں سے پیپ رِس رہی ہے اور جو ہم نے یہاں پہلے ہی بھیج دیا تھا وہ ہمیں مِل گیا ہے اور جو ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے اُس کا ہمیں خسارہ پہنچا ہے اور ہم رہن کئے گئے ہیں۔

متن ملاحظہ کریں۔

اخرجه البهيقى ، عن سعيد بن المسيب قال ادخلنا مقابر المدينه المنوره مع على عليه السلام فنادى يااهل القبور السلام عليكم ورحمة الله ، تخبرونابا اخباركم أم تخبركم قال ! فسمعنا صوتا وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته يا امير المومنين ، خبرنا عما كان بعدنا ؟

فقال على عليه السلام ! امازواجكم فقدتزوجن، واموالكم فقد اقتسمت واما اولاد فقد حشرو فى زمرة اليتمىٰ واما بناء الذى شيدتم فقد سكنه اعداى كم فهذه اخبارما عندنا ، فما اخبار ما عندكم ؟ فاجابه ميت ! قد تخرقت الاكفان ، وانتشرت الشعور ، وقطعت الجلود ، وسالت

الأحداق على الخدود، وسالت المناخر بالقويح والصديد، وما قدمناه وجدناه، وماخلفناه خسرناه ونحن مرتهون.

﴿جامع کرامات الاولیاء للعلامہ النبہانی جلد اول صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ مصر﴾

ایک خطا کار کی اِلتجاء

حضرت تاج الدین سُبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "طبقات الاولیاء" میں روائت بیان فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم اور حضرات حسنین کریمین علیہما السلام نے ایک شخص کو رات کے وقت بارگاہِ خُداوندی میں یہ التجا کرتے ہوئے سُنا کہ،

اَے اندھیرے میں مضطر اور پریشان لوگوں کی دُعائیں سُن کر جواب دینے والے،

اَے بلاؤں اور مصیبتوں کے نقصان سے بچانے والے،

جب لوگ گھر کی چار دیواری میں سو جاتے ہیں تو اے حیٌّ و قیّومٌ تو نہیں سوتا،

اے حرم میں مخلوق کی اُمید گاہ مجھے اپنے جُود و فضل سے نواز اور میری ذلالت و رزالت سے دَرگُذر فرما،

جب خطا کار تیری بخشش اور عطا سے مایوس نہیں ہوتا تو گنہگاروں پر

تیری بخشش کا انعام ہو جاتا ہے۔

حضرت علیؑ کا جذبۂ رحم

اِمام المتقین، امیر المومنین مولا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے اُس شخص کی فریاد و فغاں سُنی تو حسنین کریمین علیہما السلام میں سے ایک کو ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو یہاں بُلا لاؤ، چنانچہ شہزادۂ حیدر کرّار علیہ السّلام نے اُس کو جا کر فرمایا کہ تمہیں حضرت علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم نے یاد فرمایا ہے،

تو وہ شخص اس حال میں حاضر ہوا کہ اُس کا جسم پھٹا ہوا تھا پھر وہ آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا۔ مولائے کائنات شیرِ خُدا حیدر کرّار علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے شخص ! ہم نے تمہاری اس دُعا کو سُنا ہے لہٰذا بیان کرو کہ تمہارا کیا قِصّہ ہے ؟

قصہ خطاکار کا

اُس شخص نے عرض کیا کہ میں طرب اور گناہوں میں ڈوبا ہوا شخص تھا۔ ایک دفعہ میرے باپ نے مجھے نصیحت کی اور فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قہر اور انتقام سے ڈر، اور اُس کا انتقام ظالموں سے دُور نہیں، پھر جب وہ نصیحت کرتے وقت گڑ گڑانے لگے تو میں نے اُن کو مارا۔

اُنہوں نے مجھے نہ بلانے کی قسم کھالی اور مکہ معظّمہ میں آ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں دُعا اور استغاثہ پیش کیا۔

چنانچہ ابھی اُن کی دُعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ میری حالت خراب ہونے لگی اور دائیں طرف سے جسم پھٹ گیا۔ پھر میں اپنے اِس فعل سے بہت نادم ہوا جو مُجھ سے سرزد ہو گیا تھا اور اُن کے پاس جا کر اُنہیں راضی کیا، اُنہوں نے مجھے آغوش میں لیکر دعا فرمائی۔

پھر میں نے ان کی خدمت میں اُونٹنی پیش کی اور وہ اُس پر سوار ہو گئے تو اونٹنی نے اُن کو دو بڑے بڑے پتھروں کے درمیان گرا دیا، وہ زیادہ چوٹ لگنے کی وجہ سے وہیں پر فوت ہو گئے۔

دُعائے مُرتضیٰ بخشش خُدا

اُس شخص کا واقعہ سُن کر حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اگر تیرا باپ تجھ سے راضی ہو گیا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی تجھ سے راضی ہو جائیں گے۔

اُس شخص نے عرض کیا کہ خُدا کی قسم ! میں نے جو کچھ بتایا ہے وہ بالکل درست ہے۔

پھر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُٹھ کر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اُس شخص کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں دُعا فرمائی۔ پھر اُس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا !

اے برکت والے اُٹھ، جب وہ شخص آپ کے حکم پر اُٹھ کے کھڑا

ہو گیا تو وہ مکمّل طور پر صحت یاب ہو چکا تھا۔

پھر جناب علی علیہ السّلام نے اُسے فرمایا ! اگر تُم نے اپنے باپ کو راضی نہ کر لیا ہوتا تو تمہارے لئے ہرگز دُعا نہ کی جاتی۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

وقال التاج فی " الطبقات " روی ان علیا وولدیه الحسنؑ والحسینؑ سمعوا قائلا یقول فی یوم اللیل یامن یجیب دعا المضطر فی الظلم ، یاکاشف الضر والبلوی مع القم قد نام وفدک ، روقدنام وفدک حول البیت وانتهبوا ، وانت یاحی یاقیوم لم تنم .

هب لی بجودک فضل العفو عن زللی ، یامن الیه رجاء الخلق فی الحرم . ان کان عفوک لایرجوه ذو خطا ، فمن یجود علی العاصین بالنعم .

فقال علی کرم الله وجهه الکریم لواحد طلب لی یذا القائل ، فاتا ، فقال احب امیر المومنین فأقبل یحبر شقه حتیٰ وقف بین یدیه فقال ! قد سمعت خطابک فما قصتک ؟ فقال ! انی کنت رجلا مشغولا بالطرب والعصیان ، وکان والدی یغطنی

ويقول ان اللّٰه سطوات ونغمات.

وما هي من الظالمين ببعيد ، فلما الح في الموعظة اضربته ،فخلف ليدعون علي ويأتي مكته مستغيثا الى اللّٰه ففعل ودعا ، فلم يتم دعاؤه حتىٰ جف شقي الايمن، فقدمت على ما كان مني وداريته وأرضيته الى ان ضمن لي انه يدعولي حيث دعا علي ، فقدمت اليه ناقته فاركبته ، فنفرت الناقته ورمت به بين صخرتين فمات حضاك ، فقال له علي عليه السلام ، رضي اللّٰه عنك ان كان ابوک رضي عنک ، فقال واللّٰه كذالک ، فقام علي كرم اللّٰه وجهه وصلي ركعات ودعا بدعوات أسرها الى اللّٰه عزوجل ثم قال ! يامبارک قم، فقام ومشي ودعاو الى الصحت كما كان ، ثم قال ! لولا انک حلفت ان أباک رضي عنک مادعوتک لک.

﴿جامع کراماتِ اولیاء علامہ نبہانی جلد اول صفحہ ۱۵۵﴾

چور کی سزا

امام فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم اجمعین کی کرامات بہت تھوڑی نقل فرمائی ہیں، تاہم وہ جناب شیرِ خُدا اُمیر المومنین، اِمام المتقین حضرت علی کرّم اللہ وجہہُ الکریم کی ایک یہ کرامت نقل فرماتے ہیں کہ

حضرت علی علیہ السّلام کی خِدمت میں آپ سے محبّت کرنے والا ایک سیاہ فام غلام چور کی حیثیّت سے پیش کیا گیا تو آپ نے اُس پر سوال کیا کہ کیا فی الواقع تُم نے چوری کی ہے ؟

اُس نے عرض کیا ! ہاں یا امیر المؤمنین مُجھ سے چوری کرنے کا جُرم سرزد ہوا ہے۔

چنانچہ اقبالِ جُرم کے بعد مولائے کائنات علیہ السّلام نے اُس کا ہاتھ کٹوا دیا جب وہ شخص عدالتِ مُرتضویہ علیٰ صاحبہا السّلام سے واپس ہوا تو اُس کی مُلاقات حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن الکواء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوگئی۔

ھاتھ کاٹنے والے کا قصیدہ

جنابِ ابنِ کواء نے اُس شخص پر سوال کیا کہ تُمھارا ہاتھ کس نے کاٹ دیا ہے ؟

اُس شخص نے کہا ! مومنوں کے اُمیر، دین کے سردار، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے داماد، اور جناب سیّدہ بتول سلام اللہ علیہا کے شوہر

حضرت علی علیہ السلام نے۔

جناب ابنِ الکواء نے فرمایا! تم عجیب آدمی ہو کہ اُنہوں نے تمہارا ہاتھ کاٹ دیا اور تم اُن کی تعریف اور مدح بیان کر رہے ہو۔

اُس شخص نے کہا کہ میں اُن کی مدح کیا بیان کر سکتا ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے جو میں نے بیان کی ہے۔

رہا یہ کہ اُنہوں نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے تو یہ اُنہوں نے ناحق تو نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے مجھے آگ سے نجات دلوائی ہے۔

کٹا ہوا ہاتھ پھر جوڑ دیا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے یہ پورا واقع مولائے کائنات، ولائت مآب، امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر بیان کیا تو آپ نے اُس سیاہ فام کو واپس بلایا اور اُس کا کٹا ہوا ہاتھ پھر جوڑ دیا۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

وقال الفخر الرازی، وقد ذکر قلیلا من کرامات الصحابة مماذکرته لهنا واما علی کرم الله وجهه نیروی أن واحد من مجیة سرق وکان عبدا أسور فاتی به الی علی، فقال له! أسرقت ؟ قال نعم! فقطع یده، فانصرف من انده فلقیه سلمان

الفارسی وابن الکوا رضی اللہ تعالیٰ عنھما فقال
ابن الکوا ! من قطع یدک ؟ فقال امیر المومنین ،
یعسوب الدین ، دفتن الرسول ، وزوج البتول ،
فقال ! قطع یدک وتمدحہ ؟ فقال ! ولم لأمدحہ
وقطع یدی بحق وخلعنی من النار ، فمع سلمان
رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ ذالک فاخبر علیا ، فدعا
الأسود ووضع یدہ علی ساعدہ وغطاہ بمندیل
ودعا بدعوات ، فسمعنا صوتا من السماء ارفع
الرواء عن الید فرفعناہ فاذا الید قد برأت باذن اللّٰہ
وجمیل صنعہ.

﴿جامع کرامات اولیاء صفحہ ۱۵۵﴾

مراجعت بجانب موضوع

بابِ مدینۃ العلم اور صاحبِ علم الکتاب امام الاولیاء والاتقیاء امینِ علمِ لدّنی وارثِ علمِ رسولؐ زوجِ بتول سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کراماتِ عالیہ کا احاطہ وحصر کرنا غیر ممکن بھی ہے اور محال بھی تاہم سُمندر سے چند قطرے یا مُشتے از خروارے کے طور پر چند کرامات بیان کرنے کے بعد ہم پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور اِس ضمن میں چند روایات مزید پیش کرتے ہیں کہ آیتِ کریمہ من عندہ، علم الکتاب کے صحیح مصداق حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم ہیں کیونکہ آپ قُرآنِ مجید کے ہمہ اقسام کے مفاہیم ومطالب اور رموز واسرار سے کما حقّہٗ واقف تھے چنانچہ روایات میں آتا ہے،

کہ جب حضرت سعید جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا گیا کہ آیتِ کریمہ من عندہ علم الکتاب حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں ہے؟

تو اُنہوں نے فرمایا ! نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ یہ سُورت مکّی ہے۔

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ خُدا کی قسم یہ آیت حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کے حقّ میں نہیں بلکہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ کے حق میں ہے کیونکہ وہ یقیناً قرآن مجید کی تفسیر و تاویل ناسخ ومنسوخ اور حلال وحرام کو جاننے والے تھے۔

حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کے پاس کتاب کا علم ہے اور وہ اِسے اوّل سے آخر تک جانتے ہیں۔

ثم روی ایضا انه سئل سعید بن جبیر ومن عنده علم الکتاب ، عبدالله بن سلام قال ! لا فکیف وهذه سورة مکیه ، وقد روی عن ابن عباس لا والله ما هو الا علی بن ابی طالب لقد کان عالم بالتفسیر والتاویل والناسخ والمنسوخ والحلال والحرام وروی عن ابی حنفیة علی ابن ابی طالب عنده علم الکتاب الاول والآخر.

﴿مناقب ابن شهر آشوب جلد ۲ صفحه ۱۵۵﴾

کوئی چیز بھی نہیں

واخرج سعید بن منصور وابن جریر ابن المنذر

وابن ابی حاتم والنحاس فی ناسخه عن سعید بن جبیر رضی الله عنه انه سئل قوله "ومن عنده علم الکتاب" اهو عبدالله بن سلام قال و کیف هذه السورة المکیه.

﴿ درِ منثور جلد چهارم صفحه ۶۹ مطبوعه تهران ﴾

اِس ضمن میں امام جلال الدّین سیُوطی رحمۃ اللہ علیہ مزید ایک مزید روایت یہ بھی نقل فرماتے ہیں کہ ابنِ منذر نے شعبی رضی اللہ عنہٗ سے روایت نقل کی کہ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے لئے قرآن میں کوئی چیز بھی نازل نہیں ہوئی۔

واخرج ابن المنذر عن الشعبی رضی الله تعالیٰ عنه، قال مانزل فی عبد الله بن سلام رضی الله تعالیٰ عنه شئی من القرآن ،

﴿درِ منثور صفحه ۶۹ جلد ۴﴾

ایک حوالہ ایک صراحت

پیشوائے وہابیہ نوّاب صدّیق حسن صاحب نے بھی زیرِ آیت اِن دونوں روایات کو اِس طرح نقل کیا ہے۔

وعن شعبی مانزل فی ابن سلام شی من القرآن

وعن سعید بن جبیر انه سئل عن الایة اهو ابن

سلام فقال کیف وھذاالاسورۃ لمکیۃ وعبداللّٰہ بن
سلام اسلم بالمدینہ،

اور شعبی سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن سلام کے حق میں قرآنِ مجید کی کوئی ایک آیت بھی نہیں اور جب سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ یہ آیت عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے؟

تو اُنہوں نے کہا! یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ یہ سورت ﴿الرعد﴾ تو مکّی ہے اور عبد اللہ بن سلام نے تو مدینہ منوّرہ میں اسلام قبول کیا۔

﴿تفسیر فتح البیان جلد سوم صفحہ ۱۲۰﴾

مفسّرین کی اِس تصریح سے یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ عبد اللہ بن سلام کے حق میں یہ آیت تو کیا اور کوئی آیت بھی نازل نہیں ہوئی جبکہ بعض مُفسّرین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حقّ میں آنے والی متعدد آیات کا رُخ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف موڑ دیا ہے،

ایک سوال اور اُس کا جواب

ایسا کیوں ہے اس سوال کو قلم انداز کرتے ہوئے آگے بڑھیں کیونکہ ایسا ہے اور اِس کی شہادت آپ کو آیتِ کریمہ انمـا ولیکم اللّٰہ

ورسولہ کی تفسیر میں مِل جائے گی جو آئندہ اوراق میں بیان ہو رہی ہے حالانکہ اُس مقام پر تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا کہ یہ آیت سِوائے حضرت علیؑ کے کسی اور کے حق میں ثابت کی جا سکتی ہے۔

بہر کیف ! ان اُلجھنوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم پھر اپنے مئوقف کی طرف آتے ہیں کہ عندہ ،علم الکتاب آیت کا اطلاق اگر پُوری خُوبصورتی کے ساتھ کسی شخص پر ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف مُولائے کائنات بابِ مدینۃ العلم حضرت علی کرّم اللہ وجہہُ الکریم کی ذاتِ اقدس ہے۔

علی وارثِ علمِ رسُول ہیں

اِس لئے کہ حضرت علی علیہ السّلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے وارث ہیں،

علی امامتِ کُبریٰ کا بار اُٹھانے والے ہیں،

علی ولایت کا کاروبار سنبھالنے والے ہیں،

علی امام الاوصیاء بھی ہیں اور امام الاولیاء بھی،

علی عالمِ علومِ قرآن بھی ہیں اور ناطق قرآن بھی،

علی مُفسرِ قرآن بھی ہیں، اور قرآن کی تفسیر بھی،

علی نکتہ دانِ قرآن بھی ہیں اور بسم اللہ کی با کا نقطہ بھی،

بہر کیف! علی بارِ امامت کو اُٹھانے والے ہیں اُن کے سِوا اِن تمام علوم کا متحمل کون ہو سکتا تھا جو صدرِ رسول سے سینۂ علی میں منتقل ہونا تھے۔

بقول شاہ عبدالعزیز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علم کی یہ امانت اُسی کے سپُرد کر سکتے تھے جِسکی تربیّت بچپن ہی سے خُود اپنے ہاتھوں میں کرتے۔

امامت کُبریٰ کا انکار و اقرار

اگرچہ بعض اچھے بھلے لوگ بھی کسی اہم ضرورت کے تحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی امامتِ کُبریٰ کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ اُنہی کے افرادِ خانہ میں سے ایک بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز آپ کی خلافت کُبریٰ کے نہ صرف مُقِر ہیں بلکہ اُس پر نصوص کے ساتھ پُر شکوہ استدلال قائم کرتے ہیں جس کی تفصیلی روائت مشکل کُشا جلد اوّل میں گذر چکی ہے اور اس کی مثل دوسری مختصر روایت ابھی بیان ہوگی۔

بہر کیف! اِس سے پہلے زیبِ عُنوان آیتِ کریمہ کی تائید میں ایک اور آیتِ مُقدّسہ ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے جو یقیناً اِس امر کی تقوّیت کا باعث ہے کہ حضرت علی ہی مخاطبِ عندہ علم الکتاب ہیں۔

علی امامِ مُبین ہیں

بِلا شک و ریب اکثر مفسّرینِ کرام نے "کل شئی احصینہ فی

امام مبین" کی تفسیر کرتے ہوئے اِمام مُبین سے مُرادلوحِ محفوظ کو ہی لیا ہے یعنی لوح محفوظ نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے لیکن اِس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر بھی چارہ کار نہیں کہ لوحِ محفوظ کے علوم کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جمع فرما رکھا ہے جس کا اجمالی خاکہ ہم مُشکل کُشا جلد اوّل میں پیش کر چکے ہیں اور اُس کی تفصیل آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی۔

لوحِ محفوظ کا قُرآنِ مجید فُرقانِ حمید میں ہونا محض ہمارا تخیّل ہی نہیں بلکہ یہ اَمر نصُوصِ صریحہ وقطعیہ سے ثابت ہے، جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

علاوہ ازیں اِس حقیقت سے بھی قارئین کرام رُوشناس ہو ہی چکے ہیں کہ قُرآنِ ناطق حضرت امیر المومنین ، امام المتقین ، اسد اللہِ الغالب علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم قُرآنِ مجید کے تمام تر علُوم پر احاطہ کئے ہوئے تھے جبکہ لوحِ محفوظ کے علُوم کے بارے میں تو قُدوۃُ العارفین سیّدنا جلال الدّین رُومی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مثنوی شریف یُوں ارشاد فرماتے ہیں،

لوحِ محفوظ اَست پیشِ اولیاء

اب جب کہ لوحِ محفوظ تمام اولیاء اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہے تو ظاہر ہے کہ امام الاولیاء والاصفیاء مُرشدی ومُولائی حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی نگاہِ عالی مرتبت سے کب پوشیدہ ہوگی۔

اِس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض اہلِ عرفان مفسرین کرام

امامِ مبین کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ لوحِ محفوظ بھی حقیقت میں جناب علی علیہ السلام کی ذاتِ والا صفات ہی ہے جو تمام تر اشیاء کے علوم پر محیط ہے۔

حوالہ جات پیش کرنے سے پہلے ہم اِس اُمر کو مزید آسان کرنے کے لئے آپ کی توجہ پھر اس امر کی طرف مبذول کرائیں گے کہ جناب علی المرتضیٰ شیرِ خدا مُشکل کُشا علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ،

"جمیع صحائف جو تمام تر انبیاء علیہم السّلام پر نازل ہوئے ان کے تمام علوم اور قرآن مجید کے تمام تر ظاہری، باطنی علوم سُورہ فاتحہ میں پوشیدہ ہیں اور سورۃ فاتحہ کے تمام تر علُوم بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمُ میں موجود ہیں اور بسم اللہ شریف کے تمام علوم اور اسرار بسم اللہ کی ب میں موجود ہیں اور ب کے تمام علوم ب کے نقطہ میں ہیں اور ب کا وہ نقطہ " میں " ہوں" یعنی

انا النقطةُ تحت الباء،

اور پھر آپ خُود کو قرآنِ ناطق کے لقب سے بھی مُلقب فرماتے ہیں اندریں حالات یہ سامنے کی بات ہے کہ جب آپ کی ذاتِ اقدس کا امامِ مُبین یعنی لوحِ محفوظ ہونا تو بدرجہء اولیٰ ثابت ہوتا ہے جبکہ لوحِ محفوظ بحکم

پروردگارِ عالم قرآنِ مجید میں ہی موجود ہے۔

یہاں یہ نُکتہ بھی ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ عارفِ رُومی نے جو یہ فرمایا ہے کہ " لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء " تو اِس سے مُراد بھی اولیاءِ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اُمیر المؤمنین ، اِمام المتقین سیّد الاولیاء والاصفیاء کی ذاتِ والاصفات سے مُکمل ترین رابطہ ہے۔

بہر کیف ! اَب آپ چند ایسے حوالہ جات مُلاحظہ فرمائیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر چیز کو احاطہ کرنے والے اِمام مبین بھی جناب امیر علیہ السلام ہی ہیں۔

گواھی اھلبیت کی

حضرت اِمام محمد باقر علیہ السّلام اپنے والدِ گرامی حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے اور وہ اپنے والدِ مکرم و معظّم اِمام ہمام حضرت امام حسین علیہ السّلام سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیتِ کریمہ "کل شئی احصینہ فی امام مبین " اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے نازل فرمائی یعنی ہم نے ہر چیز کو امام مبین میں جمع فرما دیا ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ! ﴿صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم﴾ کیا امام مبین سے مراد تورات وانجیل یا قرآنِ مجید ہے ؟

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ! نہیں۔

پھر میرے والدِ گرامی جناب علی علیہ السلام کی طرف توجّہ فرما کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص "امام مبین" ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے ہر چیز کو جمع فرما دیا ہے۔

دُوسری حدیث

دوسری روایت صالح بن سہل ھادِینا وَمُرشِدنا حضرت اِمام جعفر الصادق علیٰ آبا ئمہ الکرام علیہم وعلیہ الصّلوٰۃ وَالسّلام سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آیتِ مبارکہ وَکُلَّ شَیءٍ اَحصَینٰہُ فِی اِمَامٍ مُّبِینٍ، امیر المومنین، اِمام المتّقین مَولائے کائنات حضرت علی علیہ السّلام کی شانِ اقدس میں نازل ہوئی ہے۔

اِس ضمن میں تیسری حدیث مولائے کائنات سیّدنا حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا فرمان ہے۔

جو آپ نے حضرت عمّار بن یاسر اور حضرت اَبُوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ایک ہی قسم کے واقعہ کے سلسلہ میں الگ الگ موقعہ پر کیا،

تیسری روایت

حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ!

میں امیر المومنین، مَولا مُشکل کُشا، شیرِ خُدا علی المُرتضیٰ علیہ السّلام

کے ساتھ شریک سفر تھا کہ ہمارا گذر ایک ایسی وادی سے ہوا جو چونٹیوں سے بھری پڑی تھی۔

میں نے چونٹیوں کی اِس لاتعداد فوج کو دیکھا تو بارگاہِ ولایت مآب میں عرض کیا یا امیر المومنین ! آپ خداوند قدّوس جلّ مجدہٗ الکریم کی مخلوق میں سے کسی ایسے شخص کو جو یہ بتا سکے کہ اِن چونٹیوں کی تعداد کتنی ہے ؟

عمارؓ فرماتے ہیں کہ میرے اِس سوال کے جواب میں مولا علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہاں ! بلکہ اے عمارؓ میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جو یہ بھی بتا سکے کہ اِن چونٹیوں میں نر کتنے اور مادائیں کتنی ہیں۔

آپ کے اِس فرمان سے میرا تجسّس بڑھا تو میں نے مکرر عرض کیا یا مولا! وہ شخص کون ہے ؟

جناب علی علیہ السلام نے فرمایا ! تُم نے سورۃ یٰسین میں " کُل شئیٍ احصینا ہ فی امام مبین " آیت کو نہیں پڑھا۔

میں نے عرض کیا ہاں ! یا امیر المومنین میں نے پڑھا ہے، جناب شیرِ خدا علی المُرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ! اے عمار! وہ امام مبین میں ہی تو ہوں۔

منقولہ بالا روایت کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

چوتھی روایت

اِسی ضمن میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ روایت موجود ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں جناب شیرِ خُدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمراہ جارہا تھا کہ اچانک ہمارا گُذر ایک ایسی وادی سے ہُوا جہاں چونٹیوں کی اِس قدر بھر مار تھی جیسے چونٹیوں کا سیلاب آ گیا ہو۔

میں نے یہ عجیب و غریب منظر دیکھا تو میرے منہ سے بے اختیار نکلا اللہ اکبر! وہ بہت ہی بڑا ہے جو ان چیونٹیوں کی تعداد کو شمار فرمانے والا ہے۔

جناب علی علیہ السلام نے فرمایا ابوذر ! ایسا نہ کہو، بلکہ یوں کہو کہ ان کا پیدا فرمانے والا بہت بڑا ہے۔

قسم ہے اُس ذات کی جس نے تُمہیں اور مُجھ کو انسانی صورت میں پیدا فرمایا میں بِاذنِ اللہ تعالیٰ اِن کی تعداد کو بھی جانتا ہوں کہ اِن میں نر کتنے ہیں اور مادائیں کتنی ہیں۔

﴿ماخوذ ینابیع المؤدۃ ص ۷۸﴾

﴿از علامہ سلیمان حنفی قندوزی﴾

اگر تعجّب ہو ؟

اگر کوئی شخص جناب شیرِ خُدا مُشکل کُشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اِس فرمانِ عالی شان سے تعجب و تحیرّ کی وادیوں میں کھو جائے تو وہ

قرآن مجید میں سے سورۃ نمل کی وہ آیات پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے جن میں چیونٹیوں کا سردار حضرت سلیمان کے لشکر کی آمد کی خبر دیتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام میلوں پر بیٹھے ہوئے نہ صرف اُن چیونٹیوں کو دیکھ رہے ہیں بلکہ اُن کی گفتگو بھی سُن رہے ہیں۔

یہ کون ہیں ؟

خاتم المحدثین شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاجدارِ ہل اتیٰ شیرِ خُدا حضرت علی علیہ السلام کی شہادتِ مبارکہ کے واقعات بیان کرتے ہوئے مقامِ مرتضویؑ کی جو نشان دہی اپنے طویل مضمون میں فرمائی ہے اِس کے چند اقتباس ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ کریں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کو اپنا رہنما تسلیم کرتے ہوئے بھی بعض لوگ اُن کے مسلک سے کسی حد تک دُور ہو کر خارجیّت نوازی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

کیا فرما رہے ہیں

اِسی طرح امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا جسمانی وجود مبارک ہے۔ کیونکہ آپ خلافتِ حقّہ کو ختم فرمانے والے تھے۔

اور آپ کی ذاتِ اقدس جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہدایت کا نورِ مبارک آپ ہی کی ذات کے راستے جلوہ گر تھا اور آپؑ کے

قربِ معنوی کی روشنی اِسی راہ سے ظاہر تھی، نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت و نیابت آپ کے زمانہء خلافت میں آپ ہی کی ذاتِ والا صفات میں منحصر تھی۔

یہی وجہ ہے کہ جس طرح کعبہ اور قرآن کی طرف دیکھنا عبادت بتایا گیا ہے۔ اِسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے رُخِ انور کی طرف دیکھنا بھی عبادت قرار دیا گیا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے،

"النظر الی الکعبة عبادة"

یعنی "بیت اللہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے"

اور قرآنِ مجید کے متعلق آتا ہے۔

"النظر الی المصحف عبادة"

یعنی "قرآنِ مجید کے حروف کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔"

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں آیا

"النظر الی وجه علی عبادة"

یعنی "علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔"

تو اِس وقت حضرت علی علیہ السلام کا وجود شریف حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وجود مبارک کی مثل تھا۔ اِس واسطے کہ اُس وقت میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اُمّت کے پیاسے اُسی چشمہ خاص سے سیراب ہوتے تھے اور آپ کی ذات مبارک تمام تر صفاتِ کمالِ بشری

کے جمع ہونے کی وجہ سے ہر ظاہری اور باطنی حاجت کو پورا فرمانے میں کفایت کرتی۔

آپ کی شہادت سے نبوّت کی خلافت مُنقطع ہوگئی اور کوئی بھی قائم مقام اِس مرتبے کا نہ رہا، اِس اَمر کو جانتے ہوئے صحابہ کرامؓ نے نہایت افسوس کا اظہار کیا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کی شہادت کی خبر اُن کو پہنچی تو فرمایا ! اَب اہلِ عرب جو چاہیں کریں اب کوئی ایسا نہیں جو اُنہیں برے کام سے روکے۔

اب جاننا چاہیے کہ جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے وصال کے بعد صحابہ کرام میں علماء اور واعظ کثرت سے موجود تھے اور وہ بنو اُمیّہ کے بادشاہوں اور دوسرے سرداروں کو سچّی بات کہنے میں خاطر داری اور لحاظ نہیں کرتے تھے مگر اُن کا اچھّی بات کا حکم دینا اور بُری بات سے روکنا محض علماء کی طرح تھا اور راہنمائی کرنا مثل اولیاء کے تھا، نہ کہ پیغمبروں کے حکم کی مانند، چونکہ مثل پیغمبروں کے احکام صادر کرنے کی بات حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم پر ختم ہوگئی تھی، یہی وجہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا اب عرب جو چاہیں برے افعال کریں اُن کو روکنے والا اب کوئی نہیں۔

﴿تفسیر عزیزی ص ۳۲۷ تا ۳۲۸﴾

عِلم کا مخفی خزانہ

حضرت علامہ ابن طلحہ حلبی الشافعی ہل اُتٰی اِمام المُتقین ،امیر المومنین ولایت مآب غالبِ علیٰ کل غالب اَسد اللہ الغالب جناب علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے یہ اشعار اپنی کتاب ''الدُرّ المنظم'' میں رقم فرماتے ہیں جو آپؑ نے اپنی ہی ذات مُبارک کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔

میں اوّلین کے علوم سے بہرہ مَند ہُوں اور آخرین کے علُوم کا مخفی خزانہ ہوں۔

میں پوشیدہ رازوں اور غیب کے اسرار کو ظاہر کرنے والا ہوں۔

میرے پاس جدید و قدیم تمام باتوں کا علم ہے۔

میں تمام سہارا دینے والوں سے بہتر سہارا دینے والا ہوں۔

میں نے تمام جہانوں پر احاطہ کر رکھا ہے اور میں تمام اُمور کو جاننے والا ہوں۔

اِن اشعار کے بعد مولا علی عَلَیہِ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں سُورۃ فاتحہ کی تفسیر کرنا چاہوں تو ستّر ۷۰ اُونٹوں کا بوجھ بن جائے۔

لقد حزت علم الاولین وانني
ظنين بعلم الآخرين كتوم
وكاشف اسرار الغيوب باسرطها
وعندي حديث وحادث قديم

وانی القیوم علی کل قیم

محیط بکل العالمین علیم

ثم قال علیہ السلام لوشئت لاو قرت من تفسیر

الفاتحہ سبعین بعیرا.

میں سچ کہتا ہوں

مذکورہ بالا کتاب الدُّر المنظّم کے حوالہ سے حضرت سُلیمان حنفی قندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ جناب شیرِ خدا اہلِ اَتیٰ اِمام الاَولیاء والاصفیاء سراج المتقّین، اَمیر المومنین، سیّدنا ومُرشدنا حضُور ولائت مآب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ کا ایک اور ارشاد نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا!

خُدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو تُم لوگوں میں سے ہر شخص کو اُس کے مخرج اور مدخل کا پتہ بتادوں اور اُس کے تمام تر حالات سے آگاہ کردوں، لیکن مجھے خدشہ ہے کہ تُم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ اقدس سے کُفر نہ کر بیٹھو، ہاں البتّہ! میں ان علوم سے ان لوگوں کو یقیناً آگاہی بخشوں گا جو راسخ العقیدہ اہل ایمان ہیں،

مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس نے اپنے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو حق کے ساتھ معبوث فرما کر تمام تر خلائق میں برگزیدہ بنایا، میں جو کچھ بھی کہتا ہوں سچ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے مجھ سے اِن امور کا عہد لیا ہے۔

قُرآن بھی ذکر رُسول بھی ذکر

ناظرین اب علم کتاب کے سلسلہ میں نہایت لطیف اور وجدان آمیز چند نکتے ملاحظہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے قُرآن مجید میں قُرآن مجید کو ذکر کے نام سے موسوم کرتے ہوئے فرمایا ہے،

اِنّا نَحنُ نزّلنا الذّکرَ وانّا لَحافظوْن

﴿سورۃالحجر آیت ۹﴾

بے شک ہم نے اُتارا ذکر ﴿یعنی قرآن مجید﴾ اور ہم ہی اِس کے نگہبان ہیں،

ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ التّحیۃ والتسلیم کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرمایا!

قد انزل اللہ علیکم ذکرا رسولاً یتلوا علیکم آیات اللہ

﴿سورۃ الطلاق آیت ۱۰﴾

بے شک تُم پر اللہ نے ذکرِ رسول اُتارا جو تُم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے۔

اِن دونوں آیات سے یہ معنی مفہوم ہوتے ہیں کہ قرآن و رسول دونوں ذکر ہیں۔ اِس نکتے کو ذہن میں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

پڑھیں کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھو، مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں اہلِ ذکر ہم ہیں مُلاحظہ ہو،

ہم اہلِ ذکر ہیں (فرمانِ علیؑ)

جعفر جعفی سے اُس کی سند کے ساتھ روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ،

اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے سوال کرو۔

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہم اہلِ ذکر ہیں۔

روی بسندہ عن جابر الجعفی قال : لما نزلت

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون ، قال علی

علیہ السلام : نحن اھل الذکر

﴿تفسیر ابنِ جریر الطبری ج ۱۷ ص ۵﴾

اہلِ ذِکر ہی ذِکر ہیں

اندریں صورت حضرت علی علیہ السلام کا عندہ علم الکتاب کا مِصداق ہونا قطعی اور یقینی ہو جاتا ہے کیونکہ آپ اہلِ بیتِ رسول بھی ہیں اور اہلِ قرآن بھی۔

علی رسول اللہ کی جان بھی ہیں اور مَعَ القُرآن بھی

علی قرآنِ ناطق بھی ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے علم کا

ظرف بھی۔

یہی وجہ ہے کہ

قُرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور علی کو دیکھنا بھی عبادت ،

قُرآن کی آیات کی تلاوت کرنا بھی عبادت ہے اور علی کے چہرے کی تلاوت کرنا بھی عبادت ،

ذِکر یعنی قرآن و رسول کو بھیجنے والے کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے اور علی کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے۔

اگر قلبی تسکین اور ذہنی طمانیّت کے طلبگار ہو تو ذکرِ خُدا کے ساتھ ذِکرِ محمد مصطفٰے اور ذِکرِ علی المرتضٰی سے بھی رطب اللّسان رہا کرو، یہی منشاء ایزدی ہے اور اِسی میں نجات ہے۔

آیتِ کریمہ " فاسئلو اھل الذ کر ان کنتم لا تعلمون " کی تفسیر کرتے ہوئے مُفسرین کرام فرماتے ہیں یعنی " اگر تُمہیں عِلم نہیں ہے تو صاحبانِ ذِکر سے دریافت کرو۔"

ثعلبیؒ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت نقل کی ہے کہ امیر المومنین، امام المتقین ، ولائت مآب مولا علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن اہلِ ذِکر کا ذِکر فرمایا ہے، وہ ہم لوگ ہیں،

علاوہ ازیں آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ہمیں اس آیتِ کریمہ میں بھی ذکر کے نام سے یاد کیا ہے۔

فاتقوا اللّٰہ یا اولی الباب الذین آمنوا قد نزل اللّٰہ علیکم ذکر رسولاً یتلوا علیکم آیات اللّٰہ بینات ،

یعنی اے وہ لوگ جو دانش مند ہو اور ایمان لے آئے ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اُس نے تمہاری طرف ذکر نازل فرمایا جو کہ رسول ہے اور تم پر اللہ تعالیٰ کی روشن آیات تلاوت فرماتا ہے،

امام الآئمہ سیّدنا ومُرشدنا امام ہمام حضرت امام جعفر الصّادقؑ بن الامام محمد باقر علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں ذکر کو دو معنوں میں استعمال فرمایا گیا ہے،

ایک ذکر تو آنحضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور دوسرا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن مجید ہے۔

اھلبیت اھلِ ذکر

"عیون الاخبار" میں امام ہمام حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ رضا علیہما السلام کی بیان فرمودہ روائت نقل کی گئی ہے کہ آپ نے "فاسئلو اھل الذکر" کے ضمن میں فرمایا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

اُمتیوں کو چاہیے کہ ہم سے اُمورِ دین کے مسائل دریافت کرتے رہیں، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس آیتِ کریمہ میں ہمارے ہی اہلِ ذکر ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے،

علاوہ ازیں دیگر تمام اہلِ ذکر بطور تبعیّت ہوں گے۔

قیامت تک کا سوال کرو

حضرت ابی طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میری موجودگی میں حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا !

مجھ سے سوال کرو! خُدا کی قسم مجھ سے تم قیامت تک ہونے والی جس چیز کے بارے میں پوچھو گے تو میں تمہیں بتاؤں گا،

مجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے میں سوال کرو! خُدا کی قسم میں قرآن مجید کی ہر آیت کو جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی ہے یا دن کو اُس کا نزول میدان میں ہوا ہے یا پہاڑ پر،

ذاریات کیا ھے؟

آپ کا یہ ارشاد سنا تو ابن الکوا نے اُٹھ کر عرض کی اے امیر المومنین

ذاریات ذرواً کیا ہے؟

مولائے کائنات نے فرمایا! افسوس ہو تجھ پر مشکل کی بجائے تفقہ

کا سوال کرتا ہے اور پھر فرمایا!

والذاریات ذرواً ہوائیں ہیں

فالحاملات و قراً بادل ہیں

فالجاریات یسراً سفن یعنی زمین سے ٹکرا کر چلنے والی ہوائیں

ہیں اور فالمقسمات امراً فرشتے ہیں۔

چاند کی سیاہی کیا چیز ہے ؟

پھر اُس نے کہا! چاند میں جو سیاہی ہے وہ کیا چیز ہے؟

مولائے کائنات نے فرمایا! اندھے کو اندھیرے میں کیا دور کی ہے

سُوجھی پھر فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،

اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا تو

رات کی روشنی کو دُھندلا ہوا اور مٹا سا کر دیا اور دن کی

نشانی روشن کر کے دکھانے والی بنائی،

پس رات کی مٹی ہوئی نشانی چاند میں ہے،

ذوالقرنین کون تھا؟

ابن الکواء نے عرض کی ! ذوالقرنین نبی تھے یا بادشاہ،

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا! دونوں میں سے ایک بھی نہیں یعنی نہ تو وہ نبی تھے اور نہ ہی بادشاہ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غلام تھے، وہ اللہ تعالیٰ سے محبّت کرتے اور اللہ تعالیٰ اُن سے محبّت کرتا، اللہ تعالیٰ نے اُنہیں نصیحت کی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نصیحت کرنے والے تھے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں لوگوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو اُن لوگوں نے اُن کے دائیں سینگ پر ضرب لگائی جس کی وجہ سے وہ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا مُردہ رہے،،

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پھر لوگوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ اُنہیں ہدایت کی طرف بُلائیں تو اُن لوگوں نے اُن کے بائیں سینگ پر چوٹ لگائی اور اُن کے سینگ بیل کے سینگوں کی طرح نہیں تھے۔

قوس کیا ھے ؟

بعد ازاں ابن الکواء نے عرض کی ! قوّس کیا ہے؟

مولائے کائنات نے فرمایا!

یہ نُوح علیہ السلام اور اُن کے پروردگار کے

درمیان علامت ہے اور یہی امانِ غرقابی ہے۔

بیت المعمُور کیا ھے ؟

اُس نے کہا ! بیت المعمور کیا ہے؟

مولائے کائنات نے فرمایا!

ساتوں آسمانوں کے اُوپر اور عرش کے نیچے ایک گھر ہے جس میں ہر روز ستّر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں مگر اُن کو قیامت تک وہاں دوبارہ جانا نصیب نہیں۔

نعمت کو بدلنے والے؟

اُس نے سوال کیا! وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری میں تبدیل کر دیا؟

باب مدینۃ العلم علیہ السلام نے فرمایا! کہ یہ لوگ قُریش کے فجار ہیں جو بدر کے دن موت سے ہمکنار کر دیئے گئے۔

دُنیا کے لئے کوشش کرنے والے؟

بعد ازاں اُس نے کہا! وہ کون لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دُنیاوی زندگی میں گُم ہوگئیں اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں؟

مولائے کائنات نے فرمایا! اہل حروز یعنی خارجی اُنہیں میں سے ہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی الطفيل عامر بن واثلة قال !

شهدت علی بن ابی طالب علیه السلام یخطب فقال فی خطبته.

سلونی فوالله لا تسألونی عن شئی یکون الی یوم القیامة الاحدثتکم.

سلونی عن کتاب الله فوالله ما من آیة الا انا اعلم ابلیل نزلت ام بنهار ام فی سهل نزلت ام فی جبل

.

فقام الیه ابن الکواء فقال یاامیرالمومنین ما الذاریات ذروا ؟

فقال له ! ویلک سل تفقها ولا تسئل تعنتا، ﴿والذاریات ذروا﴾ الریاح ﴿فالحاملات وقراً﴾ السحاب ﴿ فالجاریات یسراً ﴾السفن ﴿فالمقسمات امراً﴾ الملائکه،

فقال ! فما السواد الذی فی القمر ؟

فقال ! اعمی یسأل عن عمیاء ، قال الله تعالیٰ !

وجعلنا اللیل والنهار آیتین فمحونا آیة اللیل وجعلنا آیة النهار مبصرة.

فمحو آیة اللیل السواد الذی فی القمر،

قال ! فما كان ذوالقرنين انبياً أم ملكا ؟

فقال ! لم يكن واحداً منهما، كان عبدالله احب الله وأحبه الله وناصح الله فنصحه الله ، بعثه الله الى قوم يدعوهم الى الهدى فضربوه على قرنه الأيمن ثم مكث ماشاء الله ثم بعثه الله الى قومه يدعوهم الى الهدى فضربوه على قرنه الأيسر ولم يكن له قربان كقرني الثور،

قال ! فما هذه القوس ؟

قال هي ! علامة كانت بين نوح وبين ربه وهي امان من الغرق .

قال ! فما البيت المعمور ؟

قال ! بيت فوق سبع سماوات تحت العرش يقال له الضراح يدخله كل يوم سبعون الف ملك ثم لا يعودون اليه الى يو م القيامة،

قال ! فمن الذين بدلوا نعمت الله كفراً؟

قال ! هم الأفجران من قريش قد كفيتموه يوم بدر .

قال ! فمن ﴿ الذين ضل سعيهم في الحياة الدنياوهم يحسبون انهم يحسنون صنعاً﴾

قال ! قد كان أهل حروراء منهم.

﴿كنز العمال جلد ۱ صفحه ۲۲۸﴾

﴿فتح الباری جلد ۱۰ صفحه ۲۲۱﴾

تورات کی خبریں

حضرت اصبغ بن نباتہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک یہودی نے آ کر کہا اے امیرالمومنین ! اللہ تعالیٰ کب سے ہے؟

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ غم وغصّہ کے ساتھ یہودی کی طرف بڑھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ! اِسے نکال دو،

پھر اُسے روک کر مولائے کائنات نے فرمایا ! اے یہودی سن جو بات ہم تیرے لئے کہیں اُنہیں کانوں سے سُن اور دِل میں محفوظ رکھ، یہ بات میں تجھے تیری اُس کتاب سے سُناؤں گا جو حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل ہوئی پس اگر تُو نے اپنی کتاب پڑھ کر یاد کی ہوگی تو تُجھے ضرور یہ پہنچی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اُس وقت سے ہے جب کچھ نہ تھا وہ بِلا کیف وکم اور بلا کینون وکائن ہر قبل سے قبل اور ہر بعد سے بعد ہمیشہ سے ہے اُس کی کوئی غایت نہیں اور نہ ہی کوئی غایت اُس پر منتہی ہوتی ہے، اُس کے سوا تمام غایتیں منقطع ہیں پس وہ تمام تر غایتوں کی غایت ہے۔

یہودی کا قبولِ اسلام

حضرت علی علیہ السلام سے بات سُن کر یہودی رونے لگا اور اُس نے کہا! خُدا کی قسم اے امیر المومنین یہ باتیں حرف بحرف توَرات میں موجود ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بندے اور رسول ہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

عن الأصبغ بن نباتة قال كنا جلوساً عند علي بن ابي طالب عليه السلام فأتاه يهودي فقال يا امير المومنين متى كان الله ؟

فقمنا اليه فلهزناه حتى كدنا نأتي على نفسه .

فقال علي عليه السلام ! خلوا عنه ، ثم قال ! اسمع يا اخا اليهود ماأقول لك فاسمعهُ باذنك ، واحفظه بقلبك ، فانما احدثك عن كتابك الذي جاء به موسى بن عمران فان كنت قد قرأت كتابك وحفظته فانك ستجده كما أقول انما يقال متى كان لمن لم يكن ثم كان ، فأما من لم يزل بلا كيف يكون بلا كينونة كائن ، لم يزل قبل القبل وبعد البعد لا يزال بلا كيف ولا غاية ولا

منتهی ، الیہ غایة انقطعت دونه الغایات فهو غایة کل غایة، فبکی الیهودی وقال ! والله یاامیر المومنین ، انها لفی التوراة هکذا حرفاً ، وانی اشهد ان لا اله الا اللّٰه واشهد ان محمد صلی اللّٰه علیه ﴿وآلہٖ﴾ وسلم عبده ورسوله ،

﴿کنز العمال جلد ۱ صفحه ۱۰۳﴾

کتاب ناطق سے پُوچھو

امام ابن جریر حضرت ابی طفیل سے روایت کرتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے سُنا تو مجھ سے بولنے والی کتاب اور سُنّتِ ماضیہ سے جو بھی پُوچھو گے میں تُمہیں بتا دوں گا پس ابن الکواء نے ذاریات کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ذاریات ہواؤں کو کہتے ہیں۔

روی بسنده عن أبی الطفیل قال : سمعت علیا یقول لا تسألونی عن کتاب ناطق ولا سنة ماضیه الا حدثنکم فسأله ابن الکوا عن الذاریات فقال : هیی الریاح ،

﴿تفسیر ابن جریر جلد ۲۶ صفحه ۱۱۶﴾

تنزیل تفسیرِ قرآن

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی گفتگو کے آخر پر فرمایا! بے شک حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دامادی کے شرف سے مشرف اور اپنے خاندان میں وسیع تر مقام پر فائز ہیں۔

آپ مانگنے والوں کو عطا کرنے والے ہیں ،قُرآن کی تنزیل کے عالم اور تفسیرِ قرآن کی فقاہت رکھنے والے ہیں۔

قال ابن عباس فی اخره : ولقد فاز علی علیه السلام بصهر رسول اللّٰه صلی الله علیه وآلهٖ وسلم وبسطة فی العشیرة ، وبذلاً للماعون، وعلماً بالتنزیل ، وفقهاً للتاویل ونیلاً للأقرآن ،

﴿کنز العمال جلد٦ صفحه ٣٩٣ جلد ١ صفحه ١٩٠﴾

حضرت ابنِ عباس کا خراجِ محبّت

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مُولائے کائنات بابِ مدینۃ العلم کے حضور میں خراجِ عقیدت و نیاز مندی پیش کرتے ہوئے آپ کا تعارف یُوں کروایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ابا الحسن یعنی حضرت علی علیہ السلام پر رحم فرمائے،

خُدا کی قسم ! آپ ہدایت کا علم اور مُتّقیوں کی پناہ گاہ تھے،

آپ محلِّ حُجّت اور عقل کا مینار تھے،

آپ اسرار و شرافت کا نُور اور اندھیروں میں روشنی تھے،

آپ اسرار و رموز کی طرف بُلانے والے تھے،

آپ پہلے صحیفوں یعنی انبیاء کرام پر نازل ہونے والی کتابوں کے عالم تھے،

آپ قُرآن مجید کی تفسیر و تاویل اور ذکر پر قائم تھے،

آپ کا تعلّق اسبابِ ہدایت سے تھا اور آپ ظلم و جور اور اذّیت کو ترک کرنے والے تھے،

آپ بُرے راستوں کی ناکہ بندی کرنے والے تھے،

آپ پرہیزگاروں اور مومنوں میں بہتر تھے،

آپ پہننے اور روکنے والوں کے سردار تھے،

آپ حجّ اور سعی کرنے والوں میں افضل تھے،

آپ عدل و انصاف کرنے والوں میں صاحبِ جُود تھے،

آپ حضُور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور دیگر انبیاء کے سوا تمام اہلِ عالم میں سب سے بہتر خطیب تھے،

آپ صاحبِ قبلتینؑ تھے اُن کے برابر توحید پرست کہاں ہے؟

آپ تمام عورتوں سے بہتر خاتونؑ سلام اللہ علیہا کے شوہر تھے،

آپ سبطین علیہما السلام کے والدگرامی تھے،

نہ میری آنکھ نے آپ جیسا کسی کو دیکھا ہے اور نہ قیامت تک اُن جیسا کوئی نظر آئے گا اور ملے گا،

الی ان قال فما تقول فی علی بن ابی طالب ؟ قال ! رحم اللّٰہ ابا الحسن کان واللّٰہ علم الھدی ، وکھف التقی ، ومحل الحجی ، وطود البھا ، ونور السری ، فی ظلم الدجی ، وداعیاً المحجة العظمی ، عالما بما فی الصحف الاولی ، وقائما بالتاویل والذکری، متعلقا باسباب الھدی ، وتارکاً للجور والاذی وحائدا عن طرقات الردی ، وخیر من آمن واتقی ، وسید من تقمص وارتدی وافضل من حج وسعی ، واسمع من عدل وسوی ، وأخطب اھل الدنیا الا الانبیاء والنبی المصطفیٰ ، وصاحب القبلتین ، فھل یوازیه موحد ؟ وزوج خیر النساء ، وأبو السبطین لم یرعینی مثله ولا تری الی یوم القیامة واللقاء،

﴿ذخائر العقبیٰ صفحہ ۷۸﴾

یہ تعارف

سیّدنا حیدرِ کرار شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ مختصر تعارف کرانے والی شخصیّت اُس ذات والا صفات کی مالک ہے جس کے علم و برکت کے لئے حضور تاجدارِ انبیاء سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دوبارہ دُعا فرمائی،

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسلام کے وہ بطلِ جلیل اور رجلِ عظیم ہیں جن کی علمی وجاہت کے پیشِ نظر اُن کو حِبر الامت کہا جاتا اُمت کا یہی عظیم عالم، بابِ مدینۃ العلم کا قصیدہ بیان کرتے ہوئے اُن کو دنیا کے سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے عادِل، سب سے بڑے خطیب، سب سے بڑے فقیہ اور سب سے بڑے مفسّرِ قرآن کہہ رہا ہے جناب عبد اللہ ابن عباس عام قصیدہ خوان نہیں وہ صحابئ رسول ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے بیانات و فرمودات سے سَنَد پکڑی جاتی ہے اور یہ وہ گفتگو ہے جسے حدیث کہا جاتا ہے،

بہر کیف! سیّدنا حیدر کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلم النّاس ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور وُہی شخص عندہ علم الکتاب کا مخاطب اور بابِ مدینۃ علم ہوسکتا ہے جو اعلم النّاس اور اخطب اہل الدُنیا ہو،

شہزادۂ کونین کی گواہی

روایات میں آتا ہے کہ تاجدار الاولیاء، امام الاصفیاء سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادتِ عُظمیٰ واقع ہوجانے کے بعد شہزادۂ کونین امام العارفین سیّدنا امام حُسین علیہ السلام نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے اپنے والدِ گرامی سیّدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں فرمایا!

اے لوگو! کل رات تُم سے وہ شخص الگ ہوگیا جس کہ علم پر نہ تو پہلوں نے سبقت حاصل کی اور نہ ہی بعد والوں میں سے کوئی ایسا نظر آتا ہے،

حدثنا وکیع عن شریک عن أبی اسحاق عن هبیره قال: خطبنا الحسین بن علی علیهما السلام فقال: لقد فارقکم رجل بالائمس لم یسبقه الاولون بعلم ولا یدرکه الاخرون ،

﴿مسند الامام احمد بن حنبل جلد ۱ صفحه ۱۹۹﴾

﴿کنز العمال جلد ۶ صفحه ۴۱۲﴾

﴿حلیة الاولیاء جلد ۱ صفحه ۶۵﴾

نبی کا وُصی زیادہ عِلم والا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں عرض کی !

یارسول اللہ ! ہر نبی کا وصی ہوتا ہے آپکا وصی کون ہے؟

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے میری طرف سے خاموشی اختیار فرمالی، پھر جب میں نے اِس کے بعد آپکی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا!

اے سلمان! کیا تجھے یہ پُوچھنے کی جلدی ہے؟ میں نے کہا لبیک،

آپ نے فرمایا! کیا تو جانتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا وصی کون تھا؟

میں نے عرض کی ! یُوشع بن نُون،

آپ نے فرمایا ! وہ کیوں وصی تھا ؟

میں نے کہا ! وہ اُس وقت سب لوگوں سے زیادہ عالم تھا،

آپ نے فرمایا ! میرا وصی اور میرے اسرار کا مقام اور جو میں نے تمہارے لئے اپنے بعد بہتری چھوڑی ہے اور میرے دین کے فیصلے کرنے والا علی ابن ابی طالب ہے؟

وعن سلمان قال قلت ! یارسو اللّٰہ ان لکل نبی وصیا فمن وصیک ؟ فسکت عنی فلما کان بعد رآنی . فقال ! یاسلمان فأسرعت الیہ ، قلت ! لبیک ،

قال ! تعلم من وصی موسی ؟

قال ! نعم یوشع بن نون ،

قال ! لم ؟

قلت ! لان کا ن أعلمهم یومئذ،

قال ! فان وصی وموضع سری وخیر من أترک بعدی وینجز عدتی ویقضی دینی علی بن ابی طالب،

﴿الھیثمی فی مجمع الزوائد جلد۹ صفحہ ۱۱۳﴾ قال رواہ الطبرانی،

نُکتہ آفرینی اور بات ھے

بعض عبارات کو الفاظ کے پیچ وخم میں اُلجھا کر نُکتہ آفرینی کر لینا اور بات ہے مگر فلسفیانہ استدلال اور منطقی اِستنباط صداقت کو تبدیل کر لینے پر قادر نہیں ہوسکتا،

حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے علوم واسرار کا وارث بنا کر اعلم النّاس کا خطاب دیا ہے اِس لئے وہ اعلم النّاس ہی رہیں گے اور اِس سلسلہ میں ایک سے بڑھ کر ایک شہادت موجود ہے،

کیسے مُحتاج ھوئے ؟

ابی زہرا حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اِس وقت پوری رُوئے زمین پر تین عالم ہیں۔ ایک عالم شام

میں ہے اور ایک عالم حجاز میں اور ایک ہی عالم عراق میں ہے۔

شام کے عالم حضرت ابُودرداؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں،

حِجاز کے عالم حضرت علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم ہیں،

جبکہ عراق کا عالم تُمہارا بھائی یعنی میں عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں اور شام کے عالم ابودرداؑ اور عراق کے عالم حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہی حجاز کے عالم جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے محتاج ہیں مگر حجاز کے عالم جناب علی علیہ السلام ان دونوں میں سے کسی کے بھی محتاج نہیں۔

عن ابی الزهراء عن عبد اللّٰه ، يعنى ابن مسعود قال ! علماء الأرض ثلاثه ،عالم بالشام، وعالم بالعراق ، فأما عالم الشام فهو أبو الدرداء ، وأما عالم أهل الحجاز فهو على بن طالب عليه السلام وعالم أهل الشام وعالم اهل العراق يحتاجان انى عالم أهل الحجاز وعالم أهل حجاز لا يحتاج اليهما.

﴿الرياض النضرة جلد ۲ صفحه ۲۲۱﴾

یہ حدیث

بیشک ہم نے اِس سے پہلے حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کے متعلّق

میں ہے اور ایک عالم حجاز میں اور ایک ہی عالم عراق میں ہے۔

شام کے عالم حضرت اَبُو درداؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں،

حجاز کے عالم حضرت علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم ہیں،

جبکہ عراق کا عالم تُمہارا بھائی یعنی میں عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں اور شام کے عالم ابو درداؑ اور عراق کے عالم حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہی حجاز کے عالم جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے محتاج ہیں مگر حجاز کے عالم جناب علی علیہ السلام ان دونوں میں سے کسی کے بھی محتاج نہیں۔

عن ابی الزهراء عن عبد الله ، يعنی ابن مسعود قال ! علماء الأرض ثلاثه ،عالم بالشام، وعالم بالعراق ، فأما عالم الشام فهو أبو الدرداء ، وأما عالم أهل الحجاز فهو علی بن طالب عليه السلام وعالم أهل الشام وعالم اهل العراق يحتاجان انی عالم أهل الحجاز وعالم أهل حجاز لا يحتاج اليهما.

﴿الرياض النضرة جلد ٢ صفحه ٢٢١﴾

یہ حدیث

بیشک ہم نے اِس سے پہلے حضرت علی کرّم اللہ وجہہُ الکریم کے متعلّق

ایسی روایات نقل کی ہیں کہ آپ مُطلق طور پر سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور یہ علم سُنّت کے ساتھ ہے۔

اور بے شک آپ دارالعلم کا دروازہ ہیں اور تمام صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی سوائے آپ کے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو چاہو مُجھ سے پوچھ لو۔

عِلمِ غیب کیا ھے؟

مندرجہ بالا روایت سینکڑوں ثِقہ کُتب میں موجود ہے، یہاں تک کہ مخالفین کو بھی اِس کے جُھٹلانے پر جرأت نہیں ہو سکی،

بایں ہمہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ جلّ مَجدہٗ الکریم کے علمِ مبارک حقیقی اور ذاتی کی آڑ لے کر حضور رِسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے اُس علم مبارک کی بھی نفی کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں جو اُنہیں اللہ تبارکؐ وتعالیٰ نے محض اپنے فضلِ خاص سے عطا فرمایا ہے جبکہ اِس علمِ مُبارک کی وُسعت کا یہ عالم ہے کہ بقول علامہ بوصیری لوح وقلم کا علم محبوبِ ربّ العالمین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے علم مُبارک کا کچھ حِصّہ ہے، اور اِس اَمر کی تصدیق قُرآن مجید کی اُن آیاتِ مُبارکہ سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ لَوحِ محفوظ نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اور وہ قُرآن مجید میں ہے اور قُرآنِ مجید اپنے متعلّق یہ بھی بتاتا ہے کہ مجھ میں ہر چیز کی تفصیل ہے،

اندریں حالات حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے علم

مُبارک کو محدود کرنے کی کوشش غیر عاقلانہ فعل ہے کیونکہ قیامت تک کی ہر بات بتانے کا اِعلان تو اُس شہرِ علم کا دروازہ کر رہا ہے، بہر حال مزید دیکھیں،

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہؐ ! مجھے وصیّت فرمائیں تو آپ نے فرمایا ! یا علی کہو کہ میرا پروردگار میرا اللہ ہے اور پھر اِس پر قائم ہو جاؤ،

میں نے آپ کے ارشاد کے جواب میں یہ آیت تلاوت کی،

ربی اللّٰہ وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب ،

یعنی میرا پروردگار میرا اللہ ہے نہیں مجھ میں توفیق مگر ساتھ اللہ تعالیٰ کہ مجھے اُسی پر بھروسہ ہے اور میں اُسی کی طرف رجوع کرنے والا ہوں،

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ تُم عِلم سے خوب سرشار ہو اور سیر ہو اور بے شک علم کا شربت تُم نے سیر ہو کر پیا ہے۔

روی بسنده عن أبی صالح الحنفی عن علی علیه السلام قال ! قلت یارسول اللّٰه اوصنی،

قال ! قل ربی اللّٰه ثم استقم ، قال ! قلت اللّٰه ربی وما توفیقی الا باللّٰه علیه توکلت والیه انیب ،

فقال ! لیھنک العلم أبا الحسن لقد شربت العلم
شربا ونھلته نھلاً،

﴿ریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۲۲۱﴾

﴿حلیة الاولیاء لابی نعیم جلد ۱ صفحه ۶۵﴾

﴿ایضاً جلد ۷ صفحه ۵۴﴾

علی خدا کے چنے ہوئے ہیں

حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی صاحبزادی والا شان سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اُن کی شادی مُبارک کے موقع پر فرمایا! بیٹی تو کیا اِس پر خوش نہیں کہ میں نے تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو اسلام میں اوّل المُسلمین ہے اور اُن میں سب سے زیادہ عالم ہے اور تو اِس اُمت کی عورتوں کی سردار ہے جس طرح مریمؑ اپنی قوم کی عورتوں کی سردار تھیں،

اَے فاطمہؑ ! کیا تو خوش نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین سے دو افراد کو چُنا تھا جن میں ایک تیرا باپ ہے اور ایک تیرا شوہر،

قال ! أما ترضین انی زوجتک اول المسلمین
اسلاما ، واعلمھم علماً،

فانک سیدة نساء امتی کما سادت مریم قومھا
أما ترضین یافاطمة أن اللّٰه اطلع علی أھل الارض

فاختار منهم رجلين فجعل أحدهما أباک والآخر بعلک،

﴿کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳﴾

علمِ رسولؐ کی زنبیل

مولائے کائنات بابِ مدینۃ العلم سیّدنا حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ فرمان آپ سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ

"علی عیبته علمی"

یعنی "علی میرے علم کا برتن ہے"

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیان کردہ اِس حدیث میں آنے والے لفظِ عیبہ کے لُغات میں کئی معنی بیان کیے گئے ہیں جن میں مطلق معنےٰ ظرف یا برتن بتایا گیا ہے جبکہ اِس کا اِطلاق صندوق، زنبیل اور تجوری وغیرہ پر بھی ہوتا ہے یعنی ایسا ظرف جس میں کسی قسم کا خزانہ محفوظ کیا جا سکے،

اندریں صورت یہ اَمر اُن تمام تر شکوک وشُبہات سے پاک ہے جو بعض لوگوں کے دِلوں میں خواہ مخواہ پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ آپ کے علم سے فُلاں لوگ مُستفیض ہوئے اور فُلاں فُلاں نے اِستفادہ نہیں کیا، کیونکہ حضرت علی وہ خزانہ ہیں جس میں عُلومِ رسُول موجود ہیں۔

اخرجه ابن عدی عن ابن عباس قال ! ان النبی صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم علی علیه السلام عیبة علمی ،

﴿کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳﴾

تبصرہ اِس حدیث پر

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمانِ اقدس پر علامہ مناوی فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں علاّمہ ابنِ درید کا تبصرہ یوں بیان کرتے ہیں!

یہ آپؐ کے اُس مختصر اور آسان کلام میں سے ایک ہے جس کی مثال پہلے کہیں نہیں ملتی کیونکہ اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اُن اُمورِ باطنیہ پر مُطلع ہونے کی خصوصیّت مُراد ہے جن پر اُن کے سِوا کسی شخص کو بھی اطلاع نہیں اور یہ حضرت علی علیہ السلام کی اِنتہائی مدح ہے یا اِس کا مقصد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مدحت ومنقبت بیان کرنا ہے،

علاوہ ازیں یہ حدیث جناب علی علیہ السلام کے دُشمنوں لپٹے ہوئے ضمیروں کو اُن کی تعظیم کے عقائد کی طرف لاتی ہے،

وذكره المناوی وقال فی الشرح ! قال ابن درید وهذا من كلامه الموجز الذی لم یسبق ضرب المثل به فی ارادة اختصاصه بأموره الباطنة التی لا یطلع علیها احد غیره وذلک غایة فی مدح علی علیه السلام ، وقد كانت ضمائر أعدائه منطویة علی اعتقاد تعظیمه ،

﴿فیض القدیر جلد ۴ صفحه ۳۵۶﴾

قرآن کی دلیل

عبید ابن ابی رفاعہ انصاری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عُمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس عزل کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے، حضرت عمر فاروقؓ نے اُنہیں فرمایا! اگر آپ جھگڑا کر رہے ہیں جن میں اُخیارِ بدر موجود ہیں تو آپ کے بعد لوگوں کا کیا حال ہوگا ؟

اِسی اثناء میں دو شخص آپس میں سرگوشی کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ کیسی سرگوشی ہے ؟

کہا! کہ اس یہودی کا گمان ہے! کہ یہ چھوٹا مادہ ہے،

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! یہ مادہ وجود میں نہیں آتا یہاں تک کے اُسے سات مراحل سے گذرنا پڑتا ہے،

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے! کہ بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا فرمایا ہے،

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سُن کر حیران ہو گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے،

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت شریفہ سُورۃ مومنون کی ہے اور پوری آیات یہ ہیں،

ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ، ثم جلناه نطفة في قرار مكين ، ثم خلقنا النطفة علقة ، فخلقنا العلقة مضغة ، فخلقنا المضغة عظاماً فكسونا العظام لحما ، ثم انشأناه خلقاً آخر فتبارك الله احسن الخالقين.

پھر ہم نے اِس نُطفہ کو قرار گاہ کا مکین بنایا، پھر اس پانی کے قطرے کو خُون کی پھٹکی اور پھر گوشت بنایا پھر گوشت کے لوتھڑے کو ہڈیاں بنایا اور پھر اُن ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر اُسے اور ہی صُورت دی یعنی صُورتِ انسان میں ڈھالا تو برکت والا اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے،

پس سات مرتبہ گذرنے سے مراد مٹی، نُطفہ،

منجمد خون، گوشت کا لوتھڑا، ہڈیاں گوشت اور تخلیق

آخری ہے،

روی بسندین عن عبید بن ابی رفاعة الانصاری قال ! تذاکر اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم عند عمربن الخطاب العزل ، فاختلفوا فیه ، فقال عمر ، قداختلفتم وأنتم اهل بدر الاخیار فکیف بالناس بعدکم ؟

اذ تناجی رجلان فقال عمر ! ماهذه المناجاة ؟

قال ! ان الیهود تزعم الماوودة الصغری ،

فقال علی علیه السلام ! انها لا تکون مؤودة حتی مالتارات السبع فی ،﴿ ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ﴾ الی آخر الآیة فتعجب عمر من قوله وقال ! جزاک اللّٰہ خیراً،

والآیة الشریفة میی فی سورة المومنون وتمامها هکذا ﴿ ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ، ثم جلناه نطفة فی قرار مکین ، ثم خلقنا النطفة علقة ، فخلقنا العلقة مضغة ، فخلقنا المضغة عظاماً فکسونا العظام لحما ، ثم انشأناه خلقاً آخر فتبارک اللّٰہ احسن الخالقین﴾فالمراد من ،

والـلحم والخلق الاخر التارات السبع هو الطين ،

والنطفة ، والعلقة ، والمضغة ، والعظام،

﴿مسكل الآثار للطحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۷۳﴾

علم و حکمت سے بھرا ہوا سینہ

وعن ابن عباس ، وقد سئال الباس فقالوا ای رجل کـان عـلی عـلیه السلام ؟ قال ! کان ممتلئاً جوفه مسـکـما وعلماً وباساً ونجدة مع قرابته من رسول الـلّـه صـلی اللّٰه علیه وآله وسلم .﴿ اخرجه احمد فی المناقب﴾

﴿الریاض النضرة جلد ۲ صفحہ ۱۹۴﴾

جب حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لوگوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا!

اُن کے سینے میں علم و حکمت اور جُرأت وشُجاعت کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے اور اِس پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اُن کے ساتھ قرابت مُستزاد ہے،

علمِ قرآن علمِ علی پر مُنحصر ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق گذشتہ اوراق میں آپ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ملاحظہ فرما چکے ہیں

کہ آپ سابق الاسلام، عالمِ قرآن، عالمِ فقہ وسُنّت، بہادر و شجاع اور جوّاد و سخی تھے،

چنانچہ اِس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں فرماتے ہیں،

امامِ غزالیؒ نے کہا کہ بے شک اوّلین و آخرین کا علم اور فہم قرآن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم پر مُنحصر ہے اور جو اِس بات سے جاہل ہے وہ اس دروازے کا راستہ کھو چکا ہے جو اس کے پیچھے ہے جس سے اللہ تعالیٰ دِلوں کے پردے اُٹھاتا ہے یہاں تک کہ اِس دروازے پر جانے سے اِس کو حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے اور پردہ اُٹھنے میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

قال ! المناوی فی الشرح ما هذا لفظه ، قال الغزالی ! قد علم الأولون والآخرون ان فهم کتاب الله منحصر الی علم علی ومن جهل ذلک فقد ضل عن الباب الذی من ورائه یرفع الله عن القلوب الحجاب ، حتی یتحقق الیقین الذی لا یتغیر بکشف الغطاء ،

﴿فیض القدیر جلد ۳ صفحه ۴۶﴾

خُدا کی نعمت کا چرچا کرو

علامہ رازی نے" واما بنعمة ربک فحدث " کی حدیث

میں یہ تفسیر بیان کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علی علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کی کہ کچھ اپنے بارے میں بیان فرمائیں،

چنانچہ آپ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا !

میں جب سوال کرتا تھا تو مُجھے عطا کیا جاتا تھا اور جب میں خاموش ہوتا تھا تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خُود ابتداء فرماتے تھے اور میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان علم بھرا ہوا ہے پُوچھو کیا پوچھنا ہے،

فی ذیل تفسیر قوله تعالیٰ ! ﴿ واما بنعمة ربک فحدث ﴾ في سورة والضحي،

فقالوا له ، یعنی لعلی علیه السلام ، فحدثنا عن نفسک ، فقال ! انی احدث ، کنت اذا سئلت اعطیت ، واذا سکت ابتدیت، وبین الجوانح علم جم فاسألونی ،

﴿ الفخر الرازی فی تفسیرہ الکبیر جلد ۸ صفحه ۶۴۰ ﴾

یہودیوں کو الزامی جواب

محمد بن قیس سے روایت ہے کہ چند یہودیوں نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا! آپ لوگوں نے اپنے نبیؐ کے بعد پچیس سال بھی صبر نہیں کیا اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے ؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! بیشک یہ صبر اور خیر ہے بیشک یہ

صبراور خیر ہے،

مگر تمہارے پاؤں ابھی سمندر کے پانی سے خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ تم نے کہنا شروع کر دیا ! اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایسے معبود مقرر کر جیسے اُن کے لئے ہیں۔

وعن محمد بن قیس علی بن ابی طالب علیه السلام فقالوا له ،

ماصبرتم بعد نبیکم الا خمسا وعشرین سنة حتی قتل بعضکم بعضاً،

فقال علی علیه السلام ! قد کان صبر وخیر ، قد کان صبر وخیرو لکنکم ما جفت اقداکم من النحر حتی قلتم یاموسیٰ اجعل لنا الها کما لهم آلهة ،

﴿اخرجهٔ احمد فی المناقب﴾

﴿الریاض النضرة جلد ۲ صفحه ۱۲۲﴾

سب سے زیادہ علم والے ہیں

گواہی ایک مُبشر کی

حضرت قیس بن حازمؓ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ کہ بازار میں گھومتا ہوا احجارِ زیت پر پہنچا تو ایک گھوڑے کے اسوار کو لوگوں سے گھرا ہوا

پایا جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا اور لوگ اُس کے گرد جمع تھے،

اِسی اثناء میں حضرت سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وہاں تشریف لے آئے اور اُن لوگوں کے پاس رُک کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

لوگوں نے بتایا کے یہ شخص حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دیتا ہے،

حضرت سعد نے اُسے جا کر کہا! اَے شخص تُو علی ابن ابی طالب کو کیوں بُرا کہتا ہے؟

کیا تُو نہیں جانتا کہ وہ اوّل المُسلمین ہیں؟

کیا تجھے نہیں معلوم کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ہیں؟

کیا تُو نہیں جانتا کہ وہ سب سے بڑے عالم ہیں ؟

یہاں تک کہ آپ نے فرمایا! کیا تُو نہیں جانتا کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دَاماد ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صاحبزادی کہ شوہر ہیں،

کیا تُو نہیں جانتا کہ وہ غزوات میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پرچم بردار ہیں،

شاتمِ علی پر گرفتِ خداوندی

بعدازاں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبلہ رُخ ہوکر دونوں ہاتھ اُٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی الٰہی! یہ شخص تیرے ایک ولی کو گالیاں دیتا ہے، اِس مجمع کے مُنتشر ہونے سے پہلے پہلے اپنی قُدرت کا نمونہ دکھادے،

حضرت قیس فرماتے ہیں! خُدا کی قسم ہم لوگ ابھی مُتفرّق نہیں ہوئے تھے کہ اُس شخص کو اُس کے گھوڑے نے زِین سمیت نیچے گرادیا اور اُن پتّھروں پر دوڑتے ہوئے اُس کی کھوپڑی پاش پاش کردی پس اُس کا دماغ پھٹ گیا اور وہ وہیں پر واصلِ جہنّم ہوگیا،

روی بسنده عن قيس بن ابی حازم قال كنت بالمدينة فبينا انا اطوف في السوق اذبلغت احجار الزيت فرأيت قوم مجتمعينعلي فارس قد ركب دابة وهو يشتم علي بن ابی طالب ، والناس وقوف حواليه ، اذقيل سعد بن ابی وقاص فوقف عليهم فقال ! ما هذا ؟

فقالوا ! رهك يشتم علی ابن ابی طالب فنقدم سعد فأخرجواله حتی وقف عليه فقال ! ياهذا علی تشتم علی ابن ابی طالب ؟ الم يكن اول من اسلم؟

الم یکن اول من صلی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم ؟

الم یکن اعلم الناس ؟ وذکر حتی قال !

الم یکن ختن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم علی ابنتہ ؟

الم یکن صاحب رایة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فی غزواتہ ؟

ثم استقبل القبلة ورفع یدیہ وقال ! اللھم ان ھذا یشتم ولیا من اولیائک فلا تفرق ھذا الجمع حتی تریھم قدرتک .

قال قیس ! فواللّٰہ ما تفرقنا حتی ساخت بہ دابتہ فرمتہ علی ھامتہ فی تلک الاحجار فانفلق دماغہ فمات.

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین

﴿مستدرک الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۴۹۹﴾

شہیدِ بغاوت کی گواہی

یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دورانِ خطابت ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا!

اے امیر المومنین ! مجھے بتائیں کہ اہلِ جماعت، اہلِ فرقہ، اہلِ سُنّت واہل بدعت کون ہیں ؟

جناب مُولائے کائنات نے ارشاد فرمایا! اب تو جو کچھ بھی تُم لوگ مُجھ سے پُوچھتے ہو میں بتا دیتا ہوں مگر میرے بعد تُمہیں تمہارے سوالات کا جواب دینے والا کوئی نہیں ہوگا،

لوگوں نے آپ کا یہ ارشاد سُنا تو ہائے وائے کرنے لگے تو حضرت عمارؓ بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا !

اَے لوگو ! اگر تُم حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ الکریم کی اِتبّاع و اطاعت کرتے رہے تو یہ اتبّاع و اطاعت تمہیں ایک بال کے برابر بھی تُمہارے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے طریقے اور راستے سے نہیں ہٹنے دے گی اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ حضور رِسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُنہیں وصایا و منایا اور فصل الخطاب ہارُون بن عمرانؑ کی طرح اُس وقت ودیعت فرمائے جب آپ نے فرمایا تھا!

" یا علی! تُو مجُھے ایسے ہے جیسے مُوسیٰ کو ہارُونؑ
مگر میرے بعد نبی نہیں،"

حضرت عمارؓ مزید فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالٰی نے اُنہیں اپنے

اُس اکرام کی وجہ سے جو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اُنہیں اپنے فضل خاص سے نوازا ہے اور اُنہیں وہ کچھ عطا کیا ہے جو تمام مخلوق میں سے کسی دوسرے کو عطا نہیں کیا۔

عن یحییٰ بن عبد اللّٰہ بن الحسن عن ابیه قال ! کان علی علیه السلام یخطب ، فقام الیه رجل فقال ! یاامیر المومنین اخبرنی من اهل الجماعة ومن اهل الفرقة ومن اهل السنة ومن اهل البدعة ؟ فقال ! ویحک اما اذا سألتی فافهم عنی ولاعنیک ان تسأل عنها احداً بعدی ،

وتنادی الناس من کل جانب اصبت یاامیر المومنین اصاب اللّٰہ بک الرشاد والسداد،

فقام عمار فقال ! یاایهاالناس انکم واللّٰہ ان اتبعتموه واطعتموه لم یضل بکم عن منهاج نبیکم قیس شعرة وکیف لا یکون ذلک وقد استودعه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم المنایا والوصایا وفصل الخطاب . علی منهاج هارون بن عمران ، اذقال له رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآله وسلم ان منی بمنزله هارون من موسی الا انه لا

نبـی بـعـدی ، فـضلاً خـصه اللّٰه به اکراماً منه لنبیه صـلّی اللّٰه علیه وآله وسلم حیث أعطاه مالم یعطه احدا من خلقه،

﴿کنزالعمال جلد ۸ صفحه ۲۱۵﴾

منقبت کے پھول

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس مقام پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں آنے والی چند ایسی روایات مُبارکہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کرلی جائے،

جن میں آپ کی ہمہ گیر شخصیت کے چند ایسے پہلو نمایاں ہوں جو آپ کو وارثِ علمِ رسول ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے دیگر متعدد قسم کے اعزازت کی بھی نشاندہی کرتے ہوں ملاحظہ ہو !

قل كفىٰ بالله شهيداً بيني وبينكم ومن عنده علم الكتاب .

آیتِ کریمہ کے ضمن میں درج ذیل مضمون میں جس اُمر کی وضاحت مقصود ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح آپ سابقہ اَوراق میں مُولا مشکل کشا شیرِ خُدا حضرت علی علیہ السلام کے اہلِ ذکر اور امامِ مبین ہونے میں قُرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر ملاحظہ فرما چکے ہیں اس طرح آپ پر یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ حضرت علی کلمۃ اللہ بھی ہیں،

بلا شبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کوکلِمَۃ اللہ کے نام سے موسوم کیا ہے مگر اس امر میں شک وریب کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی کلماتِ ربّانی سے ایک کلمہ ہیں،

چونکہ ہم نے اِس عنوان کا نام "منقبت کے پھول" رکھا ہے لٰہذا اُن پھولوں میں آپ مختلف قسم کی رنگینیوں اور خُوشبوؤں میں خنکی نگاہ اور مشامِ جان کو معطّر کرنے کا سامان بھی پائیں گے اور ضمناً حضرت علی علیہ السلام کے کلمۃ اللہ ہونے کے دلائل کا بھی مشاہدہ کریں گے، ملاحظہ ہو،

آدم کا وسیلہ کون بنا؟

بعض لوگ علمائے سوء کی غیر متوازن اور فرضی عبارات کے پیچ وخم میں اُلجھ کر اِس قسم کے عقیدہ کو راہِ نجات متصوّر کئے ہوئے ہیں کہ اگر ہم نے کسی دُوسرے کو اپنا واسطہ یا وسیلہ بنا کر خُداوندِ قدُوس سے اپنی حاجات طلب کیں تو ہم مشرک ہو جائیں گے۔

حالانکہ یہ تصوّر قطعی طور پر غیر اسلامی اور قُرآن وحدیث کی تعلیماتِ مُقدّسہ کے سراسر خلاف ہے یہ لوگ اگر اِس تخیّلاتی شرک کو محض اپنی ذات تک محدود رکھتے تو اسلام کے ساتھ شائد اِس قدر سنگین مذاق نہ ہوتا جو ہو رہا ہے، کیونکہ یہ طائفہ ہر اُس مسلمان پر مُشرک ہونے کا فتویٰ چسپاں کئے بیٹھا ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اُولیاء کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خُدا تعالیٰ

کے حضور میں اپنا وسیلہ و واسطہ بنا کر حاجتیں طلب کرتا ہے۔

اور یہی اِس فرقہ ءضالہ کی بدقسمتی ہے کیونکہ اِس فتویٰ سے نہ صرف یہ کہ قرآن وحدیث کی تکذیبِ صریح ہوتی ہے بلکہ یہ اِن لوگوں کے جہنّمی ہونے کی بھی واضح ترین بُرہان ہے،

کیونکہ بفحوائے حدیثِ مُصطفیٰ یہ ایک مُسلّمہ اصول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مُسلمان کو کافر کہتا ہے اور وہ مُسلمان فی الواقع مرتکبِ کفر نہیں ہوا تو وہ شخص یقیناً کافر ہو جائے گا جس نے اُسے کافر کہا۔

اِس فرمانِ رسولِ انام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پیشِ نظر یہ سمجھ لینا قطعاً دُشوار نہیں کہ اگر قائلینِ وسیلہ مشرک نہیں تو جو شخص اُنکو مشرکین کی صف میں شمار کرتا ہے وہ خُود یقیناً مشرک ہو جاتا ہے اور مشرک کی سزا از رُوئے قُرآن وحدیث ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنّمی ہو جانا ہے۔

یہ موضوع چونکہ طویل وضاحت کا مقتضی ہے اِس لئے ہم اِسے باب ''علی مشکلکشا ہیں'' میں ضمناً بیان کریں گے اور یہاں صرف یہ بتائیں گے کہ تمام بنی نوع انسان کے جدِامجد سیّدنا آدم علیہ السلام باوجود خلیفۃ اللہ اور رفیع الشان پیغمبر ہونے کہ حضور سرورِکائنات سیّدالانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آلِ عبا علیہم السلام جن میں تاجدارِ ہَل اَتیٰ جناب حیدر کرار علیہ السلام بھی شامل ہیں کے وسیلہ سے حاجت طلب کرتے ہیں اور آپ کی توبہ انہیں خمسہ نفوسِ قُدسیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ اور وسیلہ

سے قبول ہوئی۔

سیّدنا آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سُنت قیامت تک کے لئے تمام اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لازمی قرار دے دی گئی ہے چنانچہ جب تک کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی آلِ پاک پر دُرود نہیں بھیجے گا اُس کی دعا کبھی بابِ اجابت تک نہیں پہنچے گی بلکہ راستہ ہی میں معلق ہو کر رہ جائے گی۔ ''دُرود اور دُعا'' بھی ایک الگ حیثیت کا حامل مضمون ہے اِس لئے اسکی وضاحت باب ''علیٰ آلِ محمد ہے'' میں کی جائے گی۔ یہاں آپ صرف یہ ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کیسے قبول ہوئی۔

قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے،

فتلقیٰ آدم من ربه کلمات فتاب علیه

﴿سورۃ بقرہ آئت ۳۷﴾

یعنی پھر آدم ﴿علیہ السلام﴾ نے اپنے پروردگار سے چند کلمات سیکھ لئے ﴿جن کی وجہ سے﴾ اللہ تعالیٰ اُن کے حال پر متوجہ ہو گیا۔

کلمات کیا تھے؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کلمات کیا تھے جن کے ادا کرنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص رحمت جناب آدم علیہ السلام کے شریکِ حال ہو گئی

بعض نے لکھا ہے کہ وہ دُعا تھی جو حضرت آدم علیہ السلام اکثر کیا کرتے تھے یعنی "ربنا ظلمنا انفسنا آخر لآیۃ، مگر یہ دُعائیہ کلمات تو جناب آدم علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے اُسی وقت ادا کر دیئے تھے جب آپ کو جنّت سے باہر بھیج دیا گیا تھا اگر یہی کلمات تھے تو پھر آپ کا مدّتِ مدید تک آہ وزاری کرتے رہنا اور دُعا کا شرفِ قبولیّت حاصل نہ کر سکنا، کن معنوں میں متصوّر ہوگا،

اِس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ اللہ تبارکؐ وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی توجہ مُنعطف کرانے کے لئے جو کلمات سکھائے تھے وہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا کے علاوہ کوئی دوسرے ہی کلمات تھے،

خاتم حفاظِ مصر سیّد المُفسّرین، سندُ المُحدّثین اِمامِ اجلّ علاّمہ جلال الدّین سیُوطی قُدِسؔ سِرہ العزیز اپنی مشہور زمانہ تفسیر "دُرِّ منثور" میں زیرِ آیت "فتلقیٰ آدم من ربہٖ کلمات فتاب علیہ" روائت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ،

دیلمی نے مُسندِ فردوسؔ میں سند کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے "فتلقیٰ آدم من ربہٖ کلمات،، کے متعلّق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدمؑ کو ہندوستان میں اور حوّا کو جدّہ میں اور ابلیس کو بیسان میں اور سانپ کو اصبہان میں پھینکا۔

حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں سو سال تک ٹھہرے اور اپنی

نادانستہ لغزش پر آنسو بہاتے رہے حتیٰ کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبریل کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اُے آدم!

کیا میں نے تجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا ؟

کیا میں نے تجھ میں اپنی رُوح نہیں پھونکی ؟

کیا میں نے تجھے اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کروایا ؟

کیا میں نے اپنی کنیز حوّا سے تیرا نکاح نہیں کیا ؟

جناب آدم علیہ السلام نے کہا ! کیوں نہیں

جبریل نے پوچھا ! یہ اگر درست ہے تو پھر یہ رونا کیسا،

جناب آدم علیہ السلام نے کہا کہ میں کیوں نہ روؤں جب کہ مجھے جوارِ رحمٰن سے دُور کردیا گیا ہے۔

جبریل نے کہا کہ تُمہاری توبہ کی قبولیّت اور مغفرت کے لئے یہ کلمات ہیں،

کہیئے الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بحقّ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم و آلِ محمد تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی جان پر ظُلم کیا ہے، میری توبہ قبول فرما بے شک تُو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے، پس یہ کلمات تھے جو آدم علیہ السّلام کو سکھائے گئے۔

واخرج الديلمي في مسند الفردوس بسنده رواه

عن علي قال سئالت النبي صلى الله عليه وآله

وسلم عن قول اللہ ، فتلقیٰ آدم من ربه کلمات فتاب علیه ،، فقال ان اللہ اهبط آدم بالهند وحوا ، بجدة و ابلیس ببسیان والحیة باصبهان وکان للحیة قوائم کقوائم البعیر ومکث آدم بالهند مائته سنته باکیة علی خطیٔته حتیٰ بعث اللہ الیه جبریل وقال یا آدم ! ائم اخلقک بیدی ائم انفخ فیک من روحی ائم اسجد لک ملائکتی ائم ازوجک حوا امتی ، قال بلی ، قال بما هذا البکا؟ قال وما یمنعنی من البکا ء وقد اخرجت من جوار الرحمن قال ! فعلیک بهولاء والکلمات فان اللہ قابل توبتک وغافر ذنبک قل اللهم انی اسئالک بحق محمد وآل محمد سبحانک لااله الا انت عملت سواء وظلمت نفسی فاغفرلی انک انت الغفور الرحیم ، اللهم انی اسئالک بحق محمد وآل محمد سبحانک لااله الا اللہ انت عملت سواء وظلمت نفسی فتب علی انک انت التواب الرحیم فهٰولاء الکلمات التی تلقی آدم،،

﴿تفسیر در منثور جلد اول صفحه ۶۰﴾

امام المحدثین امام جلال الدّین سیُوطی علیہ الرحمۃ زیرِ آیت دُوسری روایت اس طرح بیان کرتے ہیں، کہ ابنِ نجار نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اِن کلمات کے متعلّق پُوچھا جو انہیں توبہ قبول کرنے کے لئے سکھائے گئے تھے،

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! کہ بحقِّ محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحُسینؑ سوال کرو تا کہ تمہاری توبہ قبول کرلی جائے۔

امام جلال الدّین سیُوطی کے علاوہ سندالمحدّثین، رأس المحققین، شیخ المشائخ، شاہ عبدالحقّ محدّث دہلوی قدس سرّہٗ العزیز "جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب میں توبہ کے ضمن میں فرماتے ہیں،

جیسا کہ قرآن میں ہے "فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ "اور حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے جانے والے کلمات یہ تھے،

یا اللہ بحرمت محمد و آلِ محمد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجھے بخش دے،

﴿جذب القلوب مترجم ص ۲۳۵﴾

مفتیٔ اعظم قسطنطنیہ حضرت علاّمہ سُلیمان حنفی نقشبندی قندوزی رحمۃ اللہ علیہ جگر گوشۂ بتولؑ آلِ رسول امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر مبارکہ کے حوالہ سے روائت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ روائت بیان کی

سیّد السّاجدین امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے والدِ گرامی شہزادۂ گلگوں قبا حضرت امام حُسین علیہ السلام سے اُنہوں نے اپنے والدِ معظّم امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے کہ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم نے ہماری صُورتیں صُلبِ آدم علیہ السلام میں منتقل فرمائیں تو اُنہوں نے اپنی پُشتِ انور میں ایک شُعلہ نُور جلوہ فگن ہوتا ہوا ملاحظہ فرمایا۔

جناب آدم علیہ السلام نے اُس نُور کی تجلّیات کو مشاہدہ تو فرمالیا لیکن ہماری شکلوں کو نہ پہچان سکے، اور بارگاہِ خُداوندی میں عرض پرداز ہوئے کہ الٰہی یہ نُور کیا ہے؟

خُداوند قدّوس نے فرمایا کہ یہ صُورتوں کے وہ انوار ہیں جنہیں ہم نے عرشِ معلیٰ کے بہترین مقامات سے منتقل کرکے تُمہاری پُشت میں جاگزیں فرمایا ہے۔

اور انہیں انوار کی بدولت ہم نے ملائکہ کو حُکم فرمایا کہ وہ تُمہیں سجدہ کریں، تُمہاری ذات اِن نُور بیز صورتوں کے لئے مثل ایک ظرف کے ہے۔

جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمانِ خُداوندی سُنا تو عرض کی کہ اے میرے پروردگار یہ مُقدس صُورتیں مجھ پر ظاہر فرمادے۔

خُداوند قدّوس جلّ مجدہٗ العلیٰ نے التجائے آدم علیہ السلام کو قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا آدم! عرش کی طرف دیکھو، جب آدم علیہ السلام

نے نظر اُٹھائی تو ہماری صورتیں دامانِ عرش پر متجلی ہو گئیں،

گویا عرش پر ہماری شکلیں تصویروں کی صورت میں طبع ہو گئیں،

جناب آدم علیہ السلام نے اِن صُورتوں کا مشاہدہ کیا تو بارگاہِ ایزدی میں معروض ہوئے الٰہی یہ شکلیں کیا ہیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا! اے آدم، یہ صُورتیں میری تمام مخلوق اور خلقت سے افضل واعلیٰ ہیں،

یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور میں اپنے افعال میں محمود ہوں، میں نے اسمِ محمد کو اپنے اسمِ محمود سے نکالا ہے،

یہ علی ہیں اور میں علی العظیم ہوں اس نام کو بھی میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔

یہ فاطمہ ہیں اور میں فاطر السّماوات وَالاَرضْ ہوں فیصلہ کے دن یعنی قیامت کے روز اپنے دُشمنوں کو اپنی رحمت سے الگ کر دوں گا اور اُن لوگوں کو اِن لوگوں سے دُور رکھوں گا جو ان پر تبرّا کرتے ہیں اوران کو متّہم کرتے ہیں، میں نے ان کے نام کا اِشتقاق بھی اپنے نام سے کیا ہے۔

یہ حَسن و حُسین ہیں اور میں مُحسن ہوں اور اِحسان کرتا ہوں ان دونوں کہ اسماء بھی میں نے اپنے نام سے مشتق کیے ہیں، یہ میری مخلوق کے بہترین لوگ ہیں اور میری خلقت میں کرامت اور بزرگی والے ہیں، ان

کی دشمنی کی وجہ سے میں لوگوں پر گرفت کروں گا اور ان کی دوستی کی وجہ سے میں عطا کروں گا، انہی کی وجہ سے لوگوں کو معذّب کروں گا اور انہی کی وجہ سے لوگوں کو اجر و ثواب عطا فرماؤں گا۔

اے آدم! اگر تمہیں کوئی مُشکل درپیش آجائے تو انہی کے ذریعہ سے مجھ سے رابطہ قائم کرنا اور ان کو اپنا شفیع بنانا،

مَیں نے اپنی ذات کی قسم اُٹھا رکھی ہے کہ ان کے وسیلہ سے جو شخص بھی میرے حضور میں کوئی اُمید لے کر حاضر ہوگا میں اُسے مایوس نہیں کروں گا یہی وجہ تھی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان پانچوں نفوسِ قُدسیہ کے وسیلہ سے خالقِ کائنات کے حضور میں دُعا کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس دُعا کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی۔

کتاب المناقب میں جنابِ مفضل سے روائت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر الصّادق علیہ السلام سے آئتِ کریمہ " واذ ابتلٰی ابراھیم ربه بکلمات " کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ کلمات ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو القاء کیے گئے اور انہیں کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی،

حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خُداوندی میں اس طرح عرض کیا

تھا کہ اے میرے پروردگار میں تجھ سے جناب محمد و علی و فاطمہ حسن و حُسین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں میری توبہ قبول فرما چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمالی بیشک اللہ تعالیٰ ربّ الرحیم ہے۔

ینابیع المودّۃ کی روایت

ینابیع المودۃ میں علامہ ابن المغازلی کی مُسند کے حوالہ سے بھی اس ضمن میں روائت موجود ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ابن مغازلی اپنی مُسند میں حضرت سعید بن جبیرؒ سے روائت لائے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پُوچھا کہ وہ کون سے کلمات تھے جنہیں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سیکھ کر توبہ کی تو توبہ قبول ہوگئی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام نے میرے علاوہ علی و فاطمہ حسن و حسین کا واسطہ دے کر دعا کی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے شرفِ قُبولیت عطا فرمایا۔

چوتھا حوالہ

آئت کریمہ "فتلقیٰ آدم من کلمات ربہ" کے تحت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی بیان فرمودہ طویل حدیث مبارکہ سے ملتی جُلتی روائت حضرت علامہ عبد الرحمٰن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تالیف نزہتہ

المجالس میں امام برحق حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام کی سند سے نقل فرمائی ہے جس کا اُردو ترجمہ پیش کرنے پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے کیونکہ تفسیرِ عسکری کی طویل عربی عبارت ہدیہءِ قارئین کی جا چکی ہے ملاحظہ ہو،

امام برحق امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام جنت الفردوس میں رہائش پذیر تھے کہ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام ان دونوں کو سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ایک قصرِ معلّیٰ میں لے گئے اُس عظیم الشّان محل میں یاقوت کا تخت بچھا ہوا تھا اور اس تخت پر ایک نور کا قُبّہ رکھا ہوا تھا اُس قُبّہ مبارکہ میں ایک نورانی پیکر جلوہ افروز تھا جس کے فرقِ اقدس پر نُور کا تاج تھا اور گوش ہائے مبارکہ میں مروارید کے گوشوارے تھے اور گُلوئے انور نور کے گلوبند سے مُزّین تھا،

جنابِ آدم اور جناب حوا علیہا السلام نے جب اُس پیکرِ نورانی کی زیارت کی تو اس قدر متحیّر و متعجّب ہوئے کہ عالمِ بےخودی میں ایک دوسرے کو بھول گئے اور پوچھنے لگے کہ اس نورانی صورت کا اسمِ گرامی کیا ہے؟

ارشاد ہوا کہ یہ فاطمہ بنت محمدؐ ہے ﴿علیٰ ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ﴾ ان کے سرِ انور پر جو نورانی تاج ہے وہ ان کے والدِ گرامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کا مقدس گلوبند ان کے شوہر معظّم جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے گوش ہائے انور میں جو آویزے ہیں وہ ان کے صاحبزادے جناب حسنؑ اور حُسینؑ علیہما السلام ہیں،

اس وضاحت کے بعد اچانک حضرت آدم علیہ السلام نے اس قبۂ مبارک کی طرف نگاہ اُٹھائی تو دیکھا کہ وہاں پر یہ کلمات تحریر ہیں،

میں محمود ہوں، اور یہ محمد ہیں۔

میں اعلیٰ ہوں اور یہ علی ہیں۔

میں بنانے والا فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہیں۔

میں محُسن ہوں اور یہ حسن ہیں۔

میں اِحسان کرتا ہوں اور یہ حُسین ہیں، متن ہے۔

انا المحمود و هذا محمد ، انا الا علیٰ وهذا علی، انا الفاطر و هذا الفاطمه ، انا المحسن و هذا الحسن ، احسان المنی و هذا الحسین ،،

حضرت آدم علیہ السلام ان اسماء مقدسہ کا مشاہدہ فرمارہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ان اسماء گرامی کو یاد فرمالیجئے کیونکہ ایک دن آپ کو ان کی ضرورت پیش آنے والی ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان اسماء گرامی کو یاد فرمالیا اور پھر جب آپ کو جنت الفردوس کی فضائیں چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا تو آپ تین سو سال کے طویل عرصہ تک روتے رہے کہ ان اَسمائے مبارکہ کو وسیلہ بنا کر بارگاہِ خُداوندی میں عرض کیا کہ الٰہی بحق محمد و علی و فاطمہ و حَسن و حُسین مجُھ سے

درگذر فرما، اے اعلیٰ اے فاطر اے محسن، متن ہے،

اَللّٰھُمَّ اَغْفِرْ بِحَقِّ مُحَمَّد وَ عَلِی وَ فَاطِمَه وَ

حَسَنْ وَ حُسَین یَا اعلیٰ یَا فَاطِرُ یَا مُحْسِنْ .

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کا سلسلہ جاری تھا کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ،اے آدم! اگر تُو نے ان مقدّس اسماء کے وسیلہ سے اور واسطہ سے اپنی تمام اولاد کی مغفرت طلب کی ہوتی ہم ضرور بخش دیتے۔

﴿نزھۃ المجالس عربی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۲۸﴾

قارئین مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں جان ہی چکے ہیں حضرت علی صاحب علم الکتاب ہونے کے علاوہ اہلِ ذِکر، اِمام مبین اور کلمۃ اللہ بھی ہیں اِس ضمن میں مزید بھی سینکڑوں حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں مگر اس مضمون کو سمیٹتے ہوئے سیّد العارفین حضرت مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار کا ترجمہ مع متن پیش کرنے کیساتھ اس باب کا اختتام کیا جاتا ہے ان اشعار میں کیا ہے خود غور فرمائیں۔

پیر رومی دَر حضور مرتضیٰ

اگر اخلاصِ عمل سیکھنا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سیکھ اور دیکھ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ شیر فریب کاری اور حیلہ جوئی سے کسطرح مُنزّہ ہے۔

جنابِ شیرِ خدا نے دورانِ جنگ میں ایک پہلوان کو زور ید اللّٰہی سے زمین پر گرا دیا اور جب آپ کی شمشیرِ جواہر دار اُس پہلوان کی گردن پر چلنے ہی والی تھی کہ اُس نے آپ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا۔

اُس ذاتِ اقدس کے چہرہ پر جو ہر نبیؑ اور ہر ولی کے لئے باعثِ افتخار و مباہات ہے۔ اُس چہرۂ انور پر جو آسمان کے چاند کی سجدہ گاہ ہے اور چاند اُس کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔

جب آپ کی ذُوالفقار کی زَد میں آئے ہوئے شکار نے یہ گستاخانہ حرکت کی تو آپ نے اُس کی گردن پر پھرنے سے پہلے ہی تلوار کو اُس کی گردن سے اُٹھا لیا اور آپ کی فطرتی بَرق اندازی تساہل پذیر ہو گئی۔

آپ کے روّیہ میں اچانک تبدیلی دیکھی تو آپ کا شکار عرض پرداز ہوا کہ،

یا علی! آپ تو اپنی تیز تلوار سے میری گردن کاٹنے والے تھے، آپ نے کس چیز کا مشاہدہ فرمایا ہے جو کہ مجھے قتل کرنے سے رُک گئے؟

کیا آپ پروردگار کے شیر نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو پھر شفقت و مروّت کس وجہ سے ہے؟

یا علیؑ آپ تو عقلِ کُل اور بصارت تمام ہیں، ان میں ایک ذرّہ کا ہی اظہار فرما دیجئے کہ آپ نے کیا مشاہدہ فرمایا ہے؟

اے علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہ! سوءِ قضا کے بعد اس حسنِ قضاء کا راز تو

آشکار فرما دیجئے؟

اے شیرِ خدا! آپ جبکہ مدینۃ العلم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دروازہ ہیں اور آفتابِ حلم و شفقت ہیں تو اے بابِ مدینۃ العلم! مجھ پر بھی تو وہ دروازہ کھول دیجئے تا کہ دروازہ کا متلاشی اپنے مطلب و مقصد تک رسائی حاصل کرلے۔

اے مظہر ذاتِ کفواً احد! یعنی اے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے مثل ذات کے عکسِ جمیل اور اے تاابدالآباد رحمت کے دروازے! مجھ پر بھی یہ راز افشا فرما کہ آپ کیا دیکھ کر مجھے قتل کرتے کرتے رُک گئے؟

اے شہنشاہِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی درسگاہِ عظیم سے ان اسرار و رموز کے سیکھنے والے! مجھے بھی اِس بھید سے آشنائی عطا فرمائیں۔

اَے شہنشاہِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے حلقۂ دام میں آنے والے شہباز اور بغیر فوج کے فوجوں کو زیروزبر کرنے والے! آپ اکیلے ہی لاکھوں پر بھاری ہیں۔

یا علیؑ! آپ کی عقابی قوّتوں کا شکار انسان بنتے ہیں مجھے کچھ تو بتا دیجئے کہ مجھے چھوڑ دینے میں کیا راز ہے؟

جنابِ شیرِ خُدا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اے شخص! میں نے محض تم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے تلوار اُٹھائی تھی اس لئے کے میں اپنے جسم کا بندہ نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہوں۔

میں ہوس کا شیر نہیں بلکہ حق کا شیر ہوں۔

میرا ہر کام میرے دین کے لئے ہوتا ہے، میں تو چمکتی ہوئی تلوار ہوں مگر چلانے والا وہ درخشاں آفتاب ہے جس کا ارشاد مَارَمَیتَ اِذْ رَمَیتَ ہے، یعنی جنگ میں جو تیر تُم نے چلایا وہ میں نے چلایا ہے، جب تم نے چلایا

اور پھر میرے حِلم کی تلوار نے میرے غُصّے کی گردن کو کاٹ دیا اور حق کا غُصّہ مُجھ پر رحمت بن کر وارد ہو گیا۔

میں انوارِ الٰہیہ کی تجلّیات میں گُم ہوں اگر چہ بظاہر میرا جسم پراگندہ ہے،

اگر چہ میں ﴿بُوتراب﴾ مٹی کا باپ ہوں مگر رُوحانیت کا چمنستان بن گیا ہوں،

میرے بخل وعطا محض اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہیں بلکہ میرا جو کچھ ہے صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے۔

اور میرا اپنا تو کچھ بھی نہیں، یہی وجہ تھی کہ جب میں نے تجھے گرا کر قتل کرنا چاہا تو وہ محض خوشنودی خدا تعالیٰ کے لئے تھا اور جب تُم نے مجھے میری ذات کے لئے غصّہ دلانا چاہا تو میں نے تجھے چھوڑ دیا۔

از علیؑ آموز اخلاص عمل
شیرِ حق را داں منزّہ از دغل

در غزا بر پہلوانے دَست یافت
رود شمشیرے بَر آور دو شتافت
اوخدو، اندافت برروئے علی
افتخار ہر نبیؑ و ہر ولی
اوخدو ، انداخت برروئے کہ ماہ
سجدہ آرد پیش اُودر سجدہ گاہ
در زماں انداخت شمشیرآں علی
کرد او اندر غزائش کاہلی
گفت! برمن تیغ تیز افراشتی
ازچہ افگندی مرا بگذاشتی
در شجاعت شیرِ ربّانیستی
در مروّت خود کہ داند کیستی
اے علیؑ کہ جملہ عقل و دیدہٖ
شمہ واگو از آں چہ دیدہٖ
راز بکشا اے علیؑ المرتضیٰ
اے پس سوء القضا حسن القضاء
چوں تو بابی آں مدینہ علم را
چوں شعاعے آفتاب حِلم را

باز باش اَے باب برجوِ یائے باب
تا رسند از تو قشور اندر لباب
باز باش اَے باب رحمتِ تا ابد
بارگاہِ مالہٗ کفواً احد
باز گو اَے باز پر افروختہ
باشاد با ساعدش آموختہ
باز گو اَے باز عنقا گیر شاہ
اے سپاہ اشکن بخود نے با سپاہ
امت وحدی یکے و صد ہزار
باز گو اَے بندہ بازت را شکار
گفت من تیغ از پئے حق میزنم
بندۂ حقم نہ مامورِ تنم
شیرِ حقم ، نیستم ، شیرِ ہوا
فعل من بردین من باشد گوا
من چوں تیغم واں زنندہ آفتاب
مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ در حراب
تیغ حِلم گردن خشم زدست
خشم حق برمن چوں رحمت آمدست

غرقِ نورم گرچہ سقفم شد خراب
روضۃ گشتم گرچہ ہستم بو تراب
بخل من للہ عطا للہ زِبس
جملہ للہ ام نیم من آن کس

﴿ مثنوی شریف جلد اوّل ص ۲۳۰ : ۲۳۲ ﴾

بَابْ

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ
فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ
مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا
وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ
وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ
لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

﴿سورۃ آلِ عمران آیت ۶۰۔۶۱﴾

آیت مباہلہ

قرآن مجید سورۂ آل عمران میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ترجمہ! محبوب انہیں فرما دیجئے کہ ہم تم بلائیں
اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری
عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ
کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

پیش ازیں بھی ہم آیت مباہلہ کی شانِ نزول کے بارے میں اجمالی طور پر اپنی چند ایک تصانیف میں بتا چکے ہیں، مگر بعض احباب نے ہماری توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کروائی کہ یہ واقعہ نہائیت شرح وسط اور تفصیل کے ساتھ لکھنا چاہیے تا کہ پڑھتے وقت تشنگی کا احساس باقی نہ رہے

چنانچہ ہم اپنے ان احباب کی فرمائش کو پورا کرتے ہوئے نہائت تفصیل کے ساتھ تمام واقعات ہدیۂ قارئین کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اُن شکوک وشبہات کا بھی مکمل طور پر ازالہ کر دیا گیا ہے جو خارجی قسم کے لوگ آئے دن اپنی رسوائے زمانہ کتابوں کے ذریعہ سے عوام النّاس کے دلوں

میں پیدا کرتے رہتے ہیں،

مکتوب بنام اہلِ نجران

نجران ملکِ عرب ہی کی ایک بستی ہے اور مکہ معظّمہ سے یمن کو جاتے ہوئے سات منزلوں کی مسافت پر واقع ہے۔ ملک عرب میں تاجدار انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تشریف آوری سے قبل اصنام پرستوں کے علاوہ یہُود و نصاریٰ کی خاصی تعداد بھی مُختلف مقامات پر موجود تھی۔

نجران میں آباد لوگوں کی کثیر تعداد نصاریٰ یعنی عیسائیوں پر مشتمل تھی۔

حضور رحمۃ اللعٰلمین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان لوگوں کو بھی دعوت اِلی الحق کا فریضہ انجام دینے کے لئے مکتوب لکھا اور صحابہؓ کے ایک وفد کے ذریعہ حقانیّتِ اِسلام سے روشناس کرانا چاہا۔ چنانچہ جب اہلِ اسلام کا وفد اُن لوگوں کے پاس نبی آخر الزّمان کا مکتوب لے کر پہنچا تو انہوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ ہم آپ کے پیغام پر غور و فکر کرنے کے بعد خُود حاضرِ خدمت ہو کر گفتگو کریں گے۔

یہ ۱۰ ھ کا واقعہ ہے اور اس وقت عرب کے اکثر حصّہ پر اسلام کی عظمت و شوکت پُورے جاہ جلال کے ساتھ نمایاں ہو چکی تھی۔

چنانچہ اہلِ نجران کے لئے سوائے اس کے چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ

ایفائے عہد کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اُن کے دِلوں میں اپنے مذہب کی حقانیت اور سچّائی پُورے طَور پر سمائی ہوئی تھی اور وہ اپنے مذہب کے مقابلہ میں اسلام کو ہرگز ہرگز بہتر مذہب قبول کرنے کو تیّار نہیں تھے۔

اِسی داعیہ کے تحت اُن لوگوں نے باقاعدہ طور پر ایک جنرل میٹنگ کا اہتمام کیا اور پھر مختلف قبائل کے چوّدہ سرداروں کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ مناظرہ کے لئے باقاعدہ طور پر منتخب کرلیا۔

بعض روایات کے مطابق ان چودہ سرداروں کے ساتھ عام لوگ بھی اس مناظرہ کا منظر دیکھنے کے لئے مدینہ منوّرہ کو جانے کے لئے تیّار ہو گئے اور ان سب کو ملا کر کُل تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی۔

ساٹھ کی روایت

ووفد علیہ وفد نصاریٰ نجران ایضاً بعد الھجرۃ و کانوا ستین راکبا،

﴿سیرت حلبیہ ۲۲۵ : ۳﴾

مگر دیگر کتبِ مُعتبرہ میں ان لوگوں کی تعداد چودہ ہی بتائی گئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ صرف گروہ کی نمائندگی کرنے والوں کا ذکر ہی ضروری سمجھا گیا ہو کیونکہ ان چودہ سرداروں کی مزید درجہ بندی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے صاحبِ تفسیر مظہری ان کے ساتھ باقی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ ان کی تعداد ساٹھ افراد پر مشتمل تھی۔

علاّمہ بغوی نے کلبی اور ربیع بن انس کا قول بھی یہی لکھا ہے کہ ان آیات کا نزول نجران کے نمائندوں کے متعلّق ہوا جن کی تعداد ساٹھ تھی۔

اس سے پہلے آپ دلائل النّبوۃ بیہقی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابنِ اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے محمد بن سہل بن ابی امامہ نے کہا کہ جب نجران کے نمائندے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے متعلّق سوال کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو اُن کے متعلق سورۃ آلِ عمران شروع سے اسی 80 آیات آخر تک نازل ہوئی۔

آگے چل کر لکھا ہے کہ نجران کے عیسائی اُونٹوں پر سوار ہوکر آئے تھے۔ پُوری جماعت کے سردار چودہ اشخاص تھے اور ان میں صرف تین لیڈر تھے۔

﴿۱﴾ ان سب کے امیر اور مشیر اعلیٰ کا نام عاقب تھا جس کے مشورہ کے بغیر اہلِ وفد کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

﴿۲﴾ امیرِ سفر کا لقب سیّد اور نام ایہم تھا۔

﴿۳﴾ اہلِ قافلہ کے مذہبی عالم اور پادری کا نام ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔

﴿تفسیر مظہری جلد دوم صفحہ ۱۷۰﴾

دیگر کُتبِ کثیرہ میں لکھا ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ

وسلّم کی خدمت میں جب اہلِ نجران کو مکتوبِ گرامی بھیجا تو اُن میں سے چودہ سردار بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے اور اُنہوں نے مسجد نبوی میں مشرق یعنی بیت المقدّس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

اُن لوگوں نے ریشمی منقّش لباس پہنا ہوا تھا اور نہایت فاخرانہ انداز سے چلتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں شرف ہم کلامی حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے اُن سے اِعراض فرماتے ہوئے رُخ پھیر لیا اور گفتگو نہ کی۔

گفتگو نہ کرنے کی وجہ

معارج النبوّت میں مزید تفصیل ہے کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نجرانی عیسائیوں کے سرداروں کو شرفِ ہم کلامی سے محروم کر دیا تو وہ لوگ مسجد سے باہر نکل آئے بیرون مسجد اُن کی ملاقات حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہو گئی اور وہ اُن سے واقف بھی تھے۔

دورانِ ملاقات اُن لوگوں نے اِن دونوں حضرات سے شکایتاً کہا کہ آپ لوگوں نے ہمیں خود مکتوب لکھا اور دعوت دی جس کے جواب میں ہم فوراً حاضر ہو گئے۔

مگر نہ تو آپ کے نبی نے ہمارے سلام کا جواب دیا ہے اور نہ ہی

ہماری طرف اِلتفات فرمایا ہے کیا آپ ہماری راہنمائی کریں گے کہ اندریں حالات ہم لوگ واپس چلے جائیں یا ابھی کچھ دیر ٹھہریں۔

اِسی اثناء میں سیّدنا حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں تشریف لے آئے سیّدنا عثمانِ غنی ذُوالنُّورَین اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تمام ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کر کے پوچھا یا اباالحسن ! آپ اِس سلسلہ میں کیا مشورہ دیتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا ! میرا مشورہ یہ ہے کہ یہ لوگ ریشمی ملبوسات اور طلائی انگوٹھیاں اُتار کر عام کپڑے پہن کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ملاقات کریں تو یقیناً اِن کو پذیرائی حاصل ہو جائے گی۔

چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے مشورہ پر عمل کیا تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے شرفِ ملاقات و ہم کلامی حاصل ہو گیا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ! بخُدا جب یہ لوگ پہلے آئے تھے تو اِن کے ساتھ شیطان بھی ہماری مسجد میں در آیا تھا۔

فارسی متن ملاحظہ ہو۔

وچوں از نماز باز پرداختند نزد آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آمدند ہر چند تکلم نمودند ہیچ جوابے نہ شنید از مسجد بیرون رفتند امیر المومنین عثمان وعبد الرحمٰن بن عوف درآں جا پیدا شدند، بنا بر سبقت معرفتے بایشاں

داشتند از ایشاں پرسیدند کہ شما مکتوبے از برائے ما نوشتہ مارا دعوت کردہ اید و ما آمدیم و تحیت وسلام بجا آوردیم جواب نشنیدیم ہر چند سخن کردیم بجز سکوتے چیزے نہ دیدم اکنوں مصلحت شما چیست باز گردانیم دیارِ خود یا توقف کنیم؟

در مجمع امیرالمومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حاضر بود، عثمان وعبدالرحمٰن بعلی رضی اللہ عنہم خطاب کردند یا اباالحسن رائے تو دریں باب چیست؟ گفت رائے من ایں است کہ ایں جامہائے ابریشمین و انگشتریہائے زریں از خود دور کنند۔

آں قوم بموجب فرمودہ علی عمل نمودہ بمہ بمجلسِ انور آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدندم سلام کردند آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دادہ فرمودسو گند باں کس کہ مرا بدرستی بخلق فرستادہ کہ نوبت اول کہ ایں جماعت بمجلس من درآمدند شیطان باایشاں بود بجہت آں جواب ایشاں نہ دادم۔

﴿معارج النبوت جز چہارم صفحہ ۲۵۰﴾

ایک سوال کا جواب

پیشتر اس کے کہ ہم اِس واقعہ کو مزید آگے بڑھائیں ایک ایسے شُبے کا ازالہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں جو خاص طور پر اُن لوگوں کے اذہان میں ہلچل پیدا کر سکتا ہے جو بجائے اہلِ اسلام کے مُستشرقین کی تصانیف سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور وہ یہاں سے اپنی پراگندہ خیالی کو سہارا دینے کے لئے مُتعصّب مستشرقین کی تائید کا پہلو نکالنے کے وہم میں مُبتلا ہو سکتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے ذہن میں جن منفی اُثرات مرتّب ہونے کا خدشہ ہے وہ یہ ہیں کہ جب یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مجسمہ مہر ومحبّت اور پیکرِ حُسنِ اخلاق تھے، اور آپ کا خُلقِ عظیم آپ کی بہترین صفات میں شامل ہوتا ہے تو آپ نے اُن لوگوں سے گفتگو کرنے اور اُن کے سلام کا جواب دینے سے کیوں اعراض فرمایا، جن کو خود دعوت دے کر بلایا گیا تھا اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ تو دشمنوں کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے تھے پھر اُیسے لوگوں کے لئے جو دامنِ اسلام میں آنا چاہتے تھے کیوں ایسا شدید برتاؤ کیا گیا۔

اس قسم کے تمام شکوک وشُبہات کا مختصراً جواب ایک تو یہ ہے کہ وہ لوگ ہرگز ہرگز اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے نہیں آئے تھے بلکہ وہ واضح طور پر پُوری تیاری کے ساتھ تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ

بحث ومناظرہ کی غرض سے مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے تھے۔

بلکہ وہ بحث ومناظرہ سے ایک قدم آگے بڑھ کر گھر ہی سے یہ ارادہ لے کے آئے تھے کہ ہم مسلمانوں کے رسول سے مباہلہ کریں گے۔

فقر کی لاج رکھنا تھی

آپؐ کے عیسائیوں کے ساتھ اِس روّیہ کی دوسری وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ باوجود اسلام کا عرب کے کثیر حصّہ پر سکّہ بیٹھ جانے کے مدینہ طیبہ میں رہنے والے مُسلمانوں کی اکثریت پیوند شدہ کپڑوں میں ملبوس تھی،

خاص طور پر مسجدِ نبوی شریف میں رہنے والے اصحابِ صُفّہ تو فقرِ مُصطفائی کا واضح ترین عکسِ جمیل تھے۔ حضور رَحمۃً لِلعالمینؐ، تاجدارِ انبیا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہرگز یہ گوارا نہیں فرما سکتے تھے کہ آپ کے درویش صفت غلام عیسائیوں کے ریشمی ملبوسات اور طلائی زیورات سے مرعُوب ہو کر اپنی تذلیل محسوس کریں۔

کیونکہ اگر حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اُن کے اِس فخر و اِستکبار اور نخوت وغُرور کے انداز کو پسند فرما کر اُن کا والہانہ اِستقبال کرتے تو غُربا ومساکینِ اہلِ اِسلام کے اذہان پر اُس کے مثبت اثرات مرتّب ہونا ہرگز ممکن نہ تھا۔

مزید حکمتیں

علاوہ ازیں نصاریٰ کے ساتھ آپ کے اِس برتاؤ کے سلسلہ میں تیسری خاص حکمت جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے متکبّر سر براہوں کے ذہنوں سے یہ خناس نکل جائے کہ ان کا بیش بہا اور فاخرہ لباس ایک بوریہ نشین پیغمبر کو اپنی طرف خاص طور پر متوجہ کر لینے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

علاوہ ازیں حضورِ رحمۃ للعالمین، سرورِ کائنات، مُختارِ کُل، تاجدارِ انبیاء و مُرسلین، مامور من اللہ بھی تھے اور عالم مَا کَانَ وَمَا یکُون بھی تھے آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ ابھی راہِ راست پر نہیں آئیں گے فی الحال اِن کے غرور و تکبر کی دِھجیاں اُڑانا ضروری ہے اور اِسی میں اہلِ اسلام کی عزّت اور اسلام کی عظمت کا راز مُضمر ہے اور یہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

قارئین ! اندازہ لگائیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اُن عیسائیوں کی آمد کے وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہتے ہیں کہ۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے کہ یہ وفد مسجد میں داخل ہوا یہ لوگ منقّش یمنی کپڑے کی عبائیں پہنے ہوئے اور اِنتہائی قیمتی چادریں اوڑھے ہوئے اِس انداز فاخرانہ میں آئے کہ ہم نے

اِس سے پہلے اِس شان کا کوئی ''ڈیپوٹیشن'' نہیں دیکھا۔

﴿مظہری وغیرہ﴾

بہرحال ! مقصدِ رسالت پُورا ہو کر رہا آپ نے ان لوگوں پر واضح کرنا تھا کہ خدا تعالیٰ کا پیغمبر بوریہ نشین ہو کر بھی تاج وتخت کے مالکوں سے مرعُوب نہیں ہو سکتا اور خُدا کا رسول عالمِ فقر میں بھی شانِ استغناء کا تحفّظ کرنا جانتا ہے اور پھر وہ رسولِ غیب دان جس کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن غرباء اور مساکین کی جماعت ہی میرے ساتھ محشور ہو گی لہٰذا نصاریٰ کے سرداروں کا سب سے پہلے غرور توڑنا اِنتہائی ناگزیر تھا جب انہوں نے اپنی ظاہری شوکت کا تارو پُود خُود ہی بکھیر لیا تو پھر انہیں شرف ہم کلامی بھی عطا فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب تُم پہلے آئے تو تُمہارے ساتھ شیطان بھی موجود تھا اور پھر اُن کو اُن کی خواہش کے مطابق بحث ومناظرہ کا وقت بھی دیا اور پھر اُن کی آخری خواہش جو کہ مباہلہ کرنے کی تھی بحکمِ پروردگار وہ بھی پُوری فرمادی یہ الگ بات ہے کہ اُن کے مقدّر میں ابھی مزید ذلیل ورُسوا ہونا لکھا تھا جس کی تفصیل ہم ابھی بیان کرنے والے ہیں۔

حق و باطل کا تاریخی مکالمہ

عیسائی سرداروں کے مذہبی پیشوائے آغازِ گُفتگو کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں عرض کیا کہ آپ نے جس مقصد کے لیۓ ہمیں مکتوب گرامی لکھا ہے وہ بیان فرمائیں۔

آپ نے قُرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ ہم تمہیں دَولتِ اِسلام سے سرفراز کرنا چاہتے ہیں لہٰذا تُم لوگ اِسلام قبول کر کے مُسلمان ہو جاؤ۔

نجرانی! ہم تو اس سے پہلے بھی مُسلمان ہیں۔

سرکارِ دو عالمؐ! تم اس سے قبل ہرگز مُسلمان نہیں بلکہ جھُوٹ کہتے ہو۔

نجرانی! آپ کس وجہ سے ہمیں مُسلمان نہیں مانتے۔

سرکارِ دو عالمؐ! تمہیں یہ تین چیزیں اسلام سے روکتی ہیں۔

اوّل یہ کہ تُم صلیب کی عبادت کرتے ہو،

دوم یہ کہ تم خنزیر کا گوشت کھاتے ہو،

سوم یہ کہ تم جنابِ مسیح علیہ السلام کو خُدا تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہو۔

نجرانی! ہاں یہ بات تو ہے مگر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلّق کیا عقیدہ رکھتے ہیں کیا وہ بندہ ہے؟

سرکارِ دو عالمؐ! ہم انہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اُس کا رسول سمجھتے ہیں نیز انہیں اللہ تعالیٰ کا کلمہ سمجھتے ہیں جو جناب مریم علیہ السلام پر اِلقاء کیا گیا۔

نجرانی! ﴿غضب ناک ہو کر﴾ کیا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے؟

کیا وہ غیب کی خبریں نہیں بتاتے تھے؟

کیا وہ مُردوں کو زندہ نہیں کرتے تھے؟

کیا وہ مٹی کے پرندے پیدا نہیں کرتے تھے ؟

اگر یہ درست ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے بیٹے کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے اور وہ آپ سے افضل ہیں۔

ابھی سرکارِ دو عالم عَلَیہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَام اُن کو جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔

آسمانی دلیل

نیز یہ آیتِ کریمہ نازل ہو گئی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی طرح ہے اُسے مٹّی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا، وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

اِنَّ مَثَلَ عِیسٰی عِندَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ.

﴿سورۃ آل عمران آیت ۵۹﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خُدا تعالیٰ کی نازل فرمودہ آیت اُن کے سامنے پیش کی تو وہ لاجواب ہو گئے، مگر اپنی بات پر اَڑے رہے حالانکہ اگر اُن کی قسمت یاور ہوتی تو وہ یقیناً دولتِ اسلام سے مشرّف ہو جاتے کیونکہ انہیں تو صرف اِس ایک گمان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے پر مجبور کر دیا تھا کہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے حالانکہ اُن کو اُن کی والدہ مکرّمہ نے جنا تھا۔

اور خداوندِ قدوس کی وحی فرمودہ مثال تو اِس سے کہیں بڑھ کر تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر محض لفظ کُن سے پیدا فرما دیا تھا۔

بہر حال ! عیسائی اِس بات کو تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ آدم علیہ السلام ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے اپنی ہٹ پر قائم رہے جس کے جواب میں اتمامِ حُجت کے طور پر خالقِ کائنات نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ،

پھر اَے محبوب ! جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حُجت کریں بعد اِس کے کہ تمھیں عِلم آچکا تو اِن سے فرما دو ، آؤ ہم بُلائیں اپنے بیٹے اور تُمھارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تُمھاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تُمھاری جانیں پھر مباہلہ کریں گے اور جُھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالیں گے۔

چنانچہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نجرانی وفد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم اپنی ضد پر قائم ہی رہنا چاہتے ہو تو پھر ہمارے ساتھ مباہلہ کرو تا کہ فیصلہ ہو جائے کہ کون سچا ہے اگر ہم حق پر ہیں اور سچّی بات کہتے ہیں تو پھر تمھیں تُمھارے بطلان کی سزا مل جائے گی اور اگر تُم حق پر ہوئے تو نتیجہ اس کے برعکس ہوگا۔

نجرانی عیسائیوں کا دم خم اب ٹوٹ چکا تھا اور سب کے کس بَل نکل چکے تھے لہٰذا فوراً ہی کوئی فیصلہ کُن جواب دینے کی بجائے کہنے لگے کہ ہمیں

آج شب کی مہلت دی جائے، کل ہم لوگ حتمی بات کریں گے۔

حضور تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُن کی اس عرض کو منظور کرتے ہوئے غور و فکر کر لینے کی مہلت مرحمت فرما دی، چُنانچہ وہ لوگ مسجدِ نبوی سے اُٹھ آئے اور جہاں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں پہنچ گئے۔

تخلیہ میں آ کر اُن لوگوں نے اپنے رہنما "عاقب" سے پُوچھا کہ عبدالمسیح تمہاری اِس معاملہ میں کیا رائے ہے غور و فکر کے بتایئے کہ کیا ہمیں مباہلے کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیئے؟

عاقب نے کہا کہ مسیحی بھائیو ! تُم اچھّی طرح پہچان چکے ہو کہ مُحمد ﴿صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم﴾ نبی مُرسل ہیں، خُدا کی قسم کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ کیا ہو اور پھر اُن میں سے کوئی چھوٹا یا بڑا بچا ہو یا چھوٹے کو بڑھنے کا موقع نصیب ہوا ہو، بہر حال کل صبح دیکھا جائے گا، چنانچہ وہ شب بھر مختلف قسم کے مشوروں میں اُلجھے رہے۔

ارشادِ ربانی کی تعمیل

اِدھر عیسائیوں پر تو یہ اضطرابی کیفیّت طاری تھی اور اُدھر حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ارشادِ ربانی کی تعمیل کے لئے تیّاری مکمل فرما چکے تھے۔

چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ اپنی صاجزادی والا شان سیّدۃ النساء

العالمین، مخدومۂ کائنات، طیّبہ طاہرہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے دَولت کدہ پر تشریف لے گئے اور تمام حالات سے آگاہ فرما کر مُباہلہ کی تیاریوں کا حُکم فرمایا۔

جناب سیّدۃ النساء العالمین سیّدہ فاطمۃ الزّہرا سلام اللہ علیہا نے والدِ گرامی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ارشاد کی فوراً تعمیل کی اور اُسی وقت اپنی مقدّس ردا کو فرقِ ہمایوں سے لے کر مُبارک قدموں تک بُرقعہ کی طرح اوڑھ لیا۔

اسی اثناء میں جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو بھی ارشادِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہوا کہ علی تم بھی ہمارے ساتھ چلو اور ہمارے جگر گوشوں حسنین کریمین کو بھی ساتھ لے لو۔

چند ہی لمحوں میں جب یہ سب لوگ تیار ہو گئے تو حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِن چاروں نفوسِ قُدسیہ کی طرف اشارہ کر کے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی !

"یا اللہ ! یہ میرے اہل بیت ہیں"

یہ بہت بڑا اعزاز ہے

جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور جنابِ حسنین کریمین علیہما السلام کو جمع فرما کر حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم کا خصوصیّت کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنا کہ "یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں" کوئی معمولی اعزاز نہیں یہ مختصر سا جملہ اپنے دامن میں اِس قدر وسیع تر مضامین سمیٹے ہوئے ہے جن اظہار کے لئے بے شمار دفاتر درکار ہیں۔ بہر حال،

قافلہ ءِ نُور

بعد ازاں دولت سرائے فاطمہ سے یہ مختصر مگر عظیم تر قافلہ ءِ نور اِس شان سے جلوہ گر ہوا کہ جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سیّدنا حسین علیہ السّلام کو اپنی آغوشِ رافت میں اُٹھایا ہوا تھا اور سیّدنا حسن علیہ السلام کی اُنگلی تھامی ہوئی تھی،

آپ کے عقب میں جنابِ سیّدۃ النساء العالمین سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے آپ کی مقدّس کملی کا کنارا تھاما ہوا تھا اور جناب سیّدہ کے عقب میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان کے جسدِ اطہر سے لپٹی ہوئی رِدائے نُور کا آنچل پکڑے ہوئے چل رہے تھے۔

نقشِ قدم کا پردہ

جناب رسول کریم علیہ التحیّۃ والتسلیم کی والا قدر اور عصمت مآب صاحبزادی کے پردے کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جبکہ آپ کا پورا جسمِ انور بھی دوہرے پردے میں چھپا ہوا ہے اور آپ کے مقدس پاؤں بھی

نعلینِ اقدس کے پردے میں مستور ہیں اور اس پر مُستزاد یہ کہ آپ اپنا قدم مُبارک اپنے والدِ گرامی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نقشِ قدم پر رکھتی ہیں اور جنابِ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم آپ کے نقشِ قدم پر اپنا قدم مبارک رکھ دیتے ہیں تا کہ اگر تحت الثریٰ والے اُوپر نظر اُٹھائیں تو انہیں جنابِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نقشِ قدم نظر آئیں اور اگر آسمان والے زمین کی طرف دیکھیں تو وہ صرف جناب حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم کا نظارا کر سکیں۔

زمیں کی حُور کا پردہ تو دیکھو
چھپائے جا رہے ہیں نقش پا کے
نظر نقشِ قدم آئیں نبی کے
اگر دیکھیں مکیں تحت الثّریٰ کے
فلک والے نِگاہوں کو جُھکا کر
اگر صائم زمیں کی سمت دیکھیں
نظر بس نقش پا آئیں گے اُن کو
جناب مُرتضیٰ مُشکل کُشا کے

شہزادی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقوشِ پا کا بھی یوں زیرِ پردہ کر دیا جانا بظاہر تو جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا کے بے مثال پردہ کا ہی آئینہ دار معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اُمت کی

عورتوں کے لئے وہ عظیم ترین درسِ حیات ہے جس پر عمل کر کے دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال ہوا جا سکتا ہے اور بقول حضرت اقبال علیہ الرحمۃ ایسی لازوال زندگی کا حصول ہو جاتا ہے جسے کبھی فناء نہیں۔

آپ مُسلمان عورت کو مخاطب کر کے مشورہ دیتے ہیں کہ اگر تُو اس درویش کی نصیحت پر عمل کر لے تو خواہ ہزار قومیں فناہ ہو جائیں مگر تو نہیں مر سکے گی اور وہ مشورہ یہ ہے کہ بنتِ محمد مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدہ بتول علیہا الصلوٰۃ کے نقشِ قدم پر چلتی ہوئی خود کو زمانے کی نظروں سے پوشیدہ کر لے تا کہ تیری گود میں بھی کوئی عزمِ حسینؑ کا وارث آ جائے۔

اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار اُمّت بمیرد تُو نہ میری
بتولےؑ باش پنہاں شوَ ازیں عصر
کہ در آغوش شبیّرے بگیری

بناتِ قوم کو یہ مفید مشورہ عرض کرنے کے بعد ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں خاندانِ مصطفٰےؐ کا یہ مقدّس قافلہ چند قدم آگے بڑھتا ہے "پنجتن پاک" کی اس نورانی جماعت کے خرامِ ناز کے اِس منظر کو احاطہء تحریر میں کون لا سکتا ہے۔

جگر گوشہء بتول جنابِ امام حسن علیہ السلام نانا جان کی انگشت شہادت کو تھامے ہوئے آپ کی ساقِ اقدس کے ساتھ لپٹ لپٹ کر یوں چل

رہے ہیں، جیسے آفتاب کے گوشہ زیریں سے چاند طلوع ہو کر آفتاب کے ساتھ ہی ساتھ آگے بڑھتا جائے۔

جنابِ امام حسین علیہ السلام اپنے مقدّس نانا جان کی گود میں یوں جلوہ افروز تھے جیسے صدرِ آفتاب سے ایک اور آفتاب طلوع ہو رہا ہو یا پھر اُس منظر کا عکسِ جمیل اِس شعر کو سمجھ لیجئے۔

یُوں جلوہ گر حُسین تھے نانا کی گود میں
قرآں ہو جیسے ہاتھ میں قرآں لئے ہوئے

بہر حال ! الفاظ کی بُوقلمونیاں اُس رنگ و نور اور نکہت و لطافت میں ڈوبے ہوئے لآویز منظر کی عکاسی کرنے سے قطعی طور پر عاجز ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان چاروں رفقاء کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کی جب ہم اہلِ نجران کے ساتھ مُباہلہ فرماتے وقت دُعا کریں تو تم ہماری دُعا کے ساتھ آمین کہتے رہنا۔ سب نے تعمیل ارشاد کرنے کے لئے سرِ تسلیم خم کر دیا اور پھر یہ قافلہء نور آہستہ آہستہ چلتا رہا۔

نجرانیوں کا مُباھلے سے فرار

اہلِ نجران نے جب اِن نفُوسِ قُدسیہ کو مُباہلے کے لئے تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو کانپ کر رہ گئے اُن کے پادری ﴿عالم﴾ کے چہرے پر خوف کی آندھیاں چلنے لگیں اور وہ اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے پکار اُٹھا

کہ

اے گروہ نصاریٰ ان لوگوں سے ہرگز ہرگز مُباہلہ نہ کرنا

خدا کی قسم ! میں ان میں وہ صورتیں دیکھ رہا ہوں

کہ اگر وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ٹل جانے کے لئے اللہ

سے سوال کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو بھی اُس جگہ سے ہٹا

دے گا۔

اُس کے ساتھیوں کو تو آفتابِ صداقت کی نُور بیز شُعاعیں پہلے ہی یُوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے اُن کے سروں پر بجلیاں کوند کوند کر اُن کے خرمنِ حیات کو جلا دینے کے لئے پَر تول رہی ہوں۔

فوراً کہنے لگے کہ تُم سب سے زیادہ عالم اور سمجھ دار ہو جو مناسب سمجھو کرو ہمیں کوئی عذر نہیں ہوگا۔

چنانچہ ان لوگوں سے آگے بڑھ کر عرض کی کہ اے ابوالقاسم ہم آپ سے مباہلہ نہیں کریں گے۔

آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر تم مُباہلے سے فرار چاہتے ہو تو پھر اسلام قبول کر کے مُسلمان ہو جاؤ جو مُسلمانوں کے حقوق و فرائض ہیں وہی تمہارے ہو جائیں گے۔

اُنہوں نے کہا ! یہ تو نہیں ہو سکتا اور آپ نے فرمایا کہ اگر مُباہلہ بھی نہیں کرتے اور مسلمان بھی نہیں ہونا چاہتے تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو

جاؤ۔ اسقف یعنی عیسائیوں کے سردار "عاقب" نے کہا کہ ہم آپ سے جنگ بھی نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہم میں عربوں کے ساتھ جنگ لڑنے کی طاقت ہی نہیں۔ البتہ آپ ہمارے ساتھ اِس شرط پر صُلح کر لیں کہ نہ تو آپ ہم پر لشکر کشی کریں اور نہ ہی ہمیں خوفزدہ کریں اور نہ ہی ہمیں اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کریں۔ اس کے عوض میں ہم لوگ آپ کو جزیہ کے طور پر ہر سال دو ہزار جوڑے کپڑوں کے ادا کرتے رہیں گے، ایک ہزار جوڑا کپڑے صفر المظفّر کے مہینہ میں اور ایک ہزار جوڑے رجب المرجب میں،

حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُن کی اِس شرط کو منظور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہم ان عیسائیوں پر لعنت فرما دیتے تو اُن کی صورتیں مسخ ہو جاتیں اور یہ لوگ بندر اور سؤر بن جاتے اِن کا شہر تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا اور تمام شہری جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاتے۔

اور اُن پر آگ اِس طرح برستی کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے تمام پرندے جل جاتے اور تمام عیسائی ہلاک ہو جاتے۔

قارئین ! پہلے اب تک مُباہلہ صُورت میں پیش کیے گئے

واقعات میں سے انتہائی ضروری حصوں کا عربی متن ملاحظہ فرمائیں۔

فاتوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم قد احتضن الحسن واخذ البیدالحسین وفاطمة تمشی خلفه وعلی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم اجمعین یمشی خلفها والنبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم نقول لهم اذادعوت فآمنوا فلما راهم اسقف نجران قال یا معشر النصاریٰ انی لارایٰ وجوها لوشا لوا اللّٰہ ان یزیل جبلا من مکانه لازاله فلا تبتهلوا فتهلکوا ولا یبقی علی الارض نصرانی الی یوم القیامة ، فقالوا یا ابا القاسم قد رائنا ان الانبیاء هلک۔

﴿تفسیر کبیر جلد ۲ صفحه ۵۰۰﴾﴿نورالابصار صفحه ۱۱۱﴾
﴿خازن جلدا صفحه ۳۰۲﴾ ﴿معالم التنزیل جلد ۱ صفحه ۳۰۲﴾
﴿سیرت حلبیه جلد ۳ صفحه ۲۳۶﴾
﴿تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحه ۲۰۰﴾
﴿تفسیر مظهری جلد ۲ صفحه ۲۵۴﴾

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم والذی نفسی بیده ان العذاب تدلی اهل نجران ولولا عنوا المسخوا قردة وخنازیر ولاضطرم علیهم الوادی ناراً ولاستاصل اللّٰہ نجران واهله

حتی الطیر علی الشجر ولما حال اطول علی النصاریٰ کلھم حتی ھلکوا.

﴿تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۰۲﴾

﴿معارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۹۶﴾

﴿اشعۃ اللمعات جلد ۲ صفحہ ۲۸۲﴾

﴿تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۰۲﴾

﴿معالم التنزیل جلد ۱ صفحہ ۳۰۲﴾

﴿تفسیر مظھری جلد ۲ صفحہ ۳۵۴﴾

آیتِ مُباہلہ کی شانِ نزول کے متعلق ہم اپنی متعدّد تصانیف میں قبل ازیں بھی بتا چکے ہیں۔ چونکہ پیش ازیں اس واقعہ کا پس منظر اجمالی طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ بعض احباب کی فرمائش تھی کہ مزید بھی وضاحت کی جائے چنانچہ یہ واقعہ مناسب حد تک تفصیل سے پیش کر دیا گیا ہے اُمید ہے کہ قارئین کرام اب تشنگی محسوس نہیں کریں گے۔

ان معروضات کے بعد ہم اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر کے چند ایسے پہلو ناظرین کے سامنے لانا ضروری سمجھتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح زیرِ بحث آتے ہی رہتے ہیں۔

مُباہلہ نہیں ہوا

پہلی بات تو یہ ہے کہ دورِ حاضر میں خارجیوں کا ایک گروہ اِس بات پر اڑا ہوا ہے کہ آیتِ مُباہلہ کے بارے میں جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں

وہ رافضیوں کے من گھڑت ہیں اور بعض سُنیّوں نے بھی غالی شیعوں کی ہمنوائی میں یہ واقعات بغیر کسی تحقیق کے اپنی تصنیفات میں درج کر رکھے ہیں۔

اس کے لئے اِس گمراہ کُن اور گمراہ فرقہ کے گُرو گھنٹال عباسی وغیرہ دلائل پیش کرتے ہیں۔

﴿ا﴾ چونکہ مُباہلہ ہوا ہی نہیں تھا۔ اِس لئے جنابِ حیدرِ کرار، جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا اور جنابِ حَسنین کریمین علیہم السلام کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تشریف لانا محض بے بنیاد بات ہے۔

﴿ب﴾ یہ کہ نجران کے عیسائی اپنے ساتھ اپنی عورتیں اور بیٹے لے کر نہیں آئے تھے اِس لئے اُن کے مقابلہ میں حضور کا کسی کو ساتھ لیکر آنا ناقابلِ فہم اَمر ہے۔

﴿ج﴾ یہ کہ آیت کریمہ میں نِسَاءَنَا وَ نِسَاءَکُمْ کا جملہ اس بات کا متقاضی ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی ازواجِ مطہرات کو ساتھ لاتے نہ کہ بیٹی کو۔

﴿د﴾ کوئی عرب بھی نساءنا سے اپنی بیٹی مراد لینے کی غلطی نہیں کر سکتا کیونکہ اس لفظ کا اطلاق محض بیوی پر ہوتا ہے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ اِسی فرقہ ءملعونہ نے ایک یہ دلیل ابھی تیار کر رکھی ہے کہ اگر حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم "نِسَاءَنَا" سے بیٹی یا بیٹیاں

مُراد لیتے تو پھر یقیناً وہ اپنی ساری صاحبزادیوں کو ساتھ لے کر تشریف لاتے۔

تیسری بات بھی انہی لوگوں سے متعلّق ہے اور وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ مُباہلہ ہوا تو نہیں تھا تاہم حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مُباہلہ کی تیاری کے طور پر جن لوگوں کو منتخب فرمایا تھا وہ دیگر حضرات تھے اور ان چاروں میں سے ایک بھی اُن میں شامل نہیں ہے، یہاں تک تو تھا خارجیوں کا وہ شاخسانہ جو محض اور محض بُغضِ اہلبیت کی بناء پر تیار کر رکھا ہے۔

چوتھی بات انتہائی عجیب بھی ہے اور حیرت انگیز بھی اور وہ یہ ہے کہ بعض سُنّی حضرات نے بھی یہ شوشہ چھوڑ رکھا ہے کہ

آیتِ مُباہلہ کے نازل ہونے پر حضور سرورِ کائنات نے فی الحقیقت اِنہی چاروں نفوسِ قُدسیہ کو ساتھ لیا تھا مگر اس میں یہ چیز غلط ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو " اَنفُسَنَا وَ اَنفُسَکُمْ " کے تحت شامل فرمایا، بلکہ درست یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا " اَبنَاءَ نَا وَ اَبنَاءَ کُم " کے زُمرہ میں شامل فرمایا۔

اِس سے پہلے کہ ہم ان تمام تر عتراضات کا ردِّ بلیغ ہدیۂ قارئین کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خارجیوں کی واقعہ مباہلہ کو من گھڑت قرار دینے والی تحریر بلفظہٖ ہدیہء قارئین کر دی جائے۔

خارجیوں کے گُرو گھنٹال نا محمود عباسی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب

"خلافتِ معاویہ ویزید" کے مقدمہ میں جو خرافات درج کی ہے وہ یہ ہے کہ،

رشید رضا نے تفسیر القرآن میں آیتِ مباہلہ کے سلسلہ میں وضعی روایتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اِن روایتوں کا منبع اور مَصدر شیعہ ہیں، ان روایتوں کی اشاعت حتّی الامکان کی گئی ہے یہاں تک کہ اہلسُنّت میں سے کثیر تعداد بھی متاثر ہوئی۔

مگر ان روایتوں کو وضع کرنے والوں نے اِس آیت پر تطبیق عمدگی کے ساتھ نہیں کی کوئی عرب نِسَاء کا لفظ اور کلمہ اپنی زبان پر اس طرح نہیں لاسکتا کہ مُراد اس کی اس لفظ سے بیٹی سے ہو خاص کر جب اُس بیٹی کا شوہر بھی موجود ہو اور نہ اُن کی لُغت سے اِس لفظ کا یہ مفہوم پیدا ہو سکتا ہے اور اس سے بعید بات یہ ہے کہ اَنْفُسَنَا مراد علی کی ذات سے لی جائے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ جن کہ بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی نہ اُن کی بیویاں تھیں۔ نہ اُن کے بیٹے اور اولاد نہ مباہلہ ہوا نہ مباہلہ کی شرائط کہ عیسائی جب تک اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو نجران سے نہ بلا لیتے

پوری ہوتیں۔

اگر پُوری ہوتی تو آپ اپنی اَزواج مطہرات اور اپنے فرزند ابراہیم کو ساتھ لیتے نہ کہ بیٹی اور نواسوں کو جن پر اِس آیت کے لفظ نِسَاءَنَا وَاَبْنَاءَنَا کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ مفتی محمد عبدہ اور علامہ رشید رضا نے فرمایا ہے نساء کا لفظ کوئی عرب بیٹی کے لئے استعمال نہیں کرسکتا اور ابن کا لفظ نواسہ کے لئے نہیں ہوسکتا۔

﴿مقدمہ خلافت معاویہ ویزید ص ۳۸﴾

لفظ نِساء کا اطلاق بیٹی پر

نامحمود عباسی کی زہریلی تحریر قارئین کرام ملاحظہ فرماچکے ہیں جسے اس نے اپنے ہی ایک ہم جنس کی کتاب سے نقل کر کے بزعمِ خویش میدان مارلیا ہے،

اور نہایت چالاکی سے اپنے مؤقف کو مزید مضبوط کرنے کے لئے آخر پر دو مفسّرین کے نام بھی لکھ دیئے۔

حالانکہ رشید رضا اور محمد عبدہٗ دونوں اُستاد شاگرد ہیں اور دونوں نے مل کر قرآنِ مجید کو نشانۂ قلم بنایا ہے اور جگہ جگہ تفسیر بالرّائے کا اعادہ کرتے ہوئے اپنی خارجیانہ ذہنیّت کو مکمل طور پر اُجاگر کیا ہوا ہے اور دونوں کی ایک

4 تفسیر ہے جس کا نام ''منارالایمان'' ہے۔ ہم نے ناصحمود عباسی کی مذکورہ بالا بدیانتی کی وضاحت مجمل طور پر اپنی کتاب ''شہید ابنِ شہید حصّہ دوم'' میں بھی کر دی تھی۔

تاہم اب نہایت تفصیل کے ساتھ اس فراڈ کو بے نقاب کیا جاتا ہے بلکہ اس کا خاتمہ بھی کر دیا ہے ان خارجیوں کا کہنا ہے کہ کوئی عرب اپنی بیٹی پر لفظِ نساء کا اطلاق کر ہی نہیں کرسکتا اور نہ ہی لُغت عرب نساء کے مفہوم کو بیٹی کے معنوں میں لانا جائز قرار دے سکتی ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ خُدا تعالیٰ جب کسی کو جہنّم کا ایندھن بنانے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو پھر اُسے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ، کے زُمرہ میں مکمل طور پر داخل فرما دیتا ہے اور اس زُمرہ میں داخل ہونے والے کی قلبی بیماری میں زیادتی تو ہوسکتی ہے کمی نہیں آتی۔

ہم ان لوگوں کے لئے ہدایت کی دُعا تو نہیں کر سکتے تاہم اتنا ضرور کہیں گے کہ آخر انکے مُتبعّین کی عقلیں کیوں خبط ہوکر رہ گئیں ہیں۔ جبکہ وہ خود کو کبھی اہلحدیث اور کبھی اہل سنّت والجماعت کے نمائندوں کی صُورت میں پیش کرتے ہیں۔

ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کے عباسی کا ناپاک قلم اب اُسے جہنم کے اُس مقام پر پہنچا چکا ہے جہاں سے اس کی واپسی قطعی طور پر ناممکن اور امرِ محال ہے۔ اس کو جہاں جانا تھا جا چکا لہٰذا اُسے واپس لانے کی

کوشش بےکار ہے۔

کم از کم اُس کی اندھی تقلید کرنے والوں کو تو کچھ عقل سے کام لینا چاہیئے ۔کیا یہ لوگ بھی اس مقامِ وحشت تک رسائی حاصل کرنے کا پورا پورا ارادہ کر چکے ہیں۔ جسے عباسی نے اپنا ایمان اور اپنی غیرت بیچ کر حاصل کیا ہے۔

کیا ان کو معلوم نہیں کہ شارح علَیہِ الصّلوٰۃ والسلام کسی بھی اُمر کو خاص فرما سکتے ہیں۔

جبکہ ان کی مزعومہ صحاحِ ستّہ ہی کی مُعتبر کتابوں مُسلم شریف اور ترمذی شریف میں باسناد صحیحہ یہ روایت موجود ہے کہ حضور سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خُدا تعالیٰ کے فرمانِ عالیشان کی تعمیل کرتے وقت نِساءَنا کے لئے صرف اور صرف جناب سیّدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا کو ہی مخصوص فرمایا۔

اب جبکہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عملی طور لفظِ نساء کی تفسیر فرماتے ہوئے اپنی عالی قدر صاحبزادی کو خاص طور پر مُنتخب فرماتے ہیں تو پھر اس سے بڑھ کر عربوں کی اور کس لُغت کی ضرورت ہے جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کہ لفظِ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہو سکتا ہے یا نہیں۔

تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بڑھ کر دُنیا کا کون عربی دان اور لُغتِ عرب سے واقف ہو سکتا ہے کیا قرآن مجید کی آیتِ مُقدسہ اور

محبوبِ کبریا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اَحادیثِ مُبارکہ کسی لُغت کی محتاج ہیں۔ ارے نادانو! قرآن واحادیث کی تلمیحات نے ہی تو لُغتِ عرب کے دامن کو وسیع تر کیا ہے، اور تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ قُرآن و حدیث لُغاتوں کے ماتحت ہیں۔

یہاں پر ایک نئی بحث چھڑ جانے کا امکان ہے اس لئے ہم اس بحرِ ذخّار میں اُترنے سے دانستہ گریز کرتے ہیں ورنہ ہم تمہیں بتاتے کہ قرآن و حدیث لُغات کے محتاج نہیں بلکہ لُغات قرآن وحدیث کی محتاج ہے۔ اور تمہاری لُغت دانیوں نے تمہیں جن سرابوں میں دھکیل رکھا ہے وہ تمہیں کبھی منزل سے ہمکنار نہیں ہونے دیں گے۔

بہرحال حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا نِسَاءَنَا کے ارشادِ ربّانی کی تعمیل میں اپنی بیٹی کو خاص فرما دینا بھی بجائے خود ایک زبردست دلیل ہے کہ لفظِ نِساء کا اطلاق بیٹی پر ہو سکتا ہے۔

اب ہم پھر عباسی کو مخاطب کرتے ہوئے پُوچھتے ہیں کہ اُرے فاتر العقل، نادان بُڈھے تم نے جبکہ اپنی تصنیفی خرافات کی بنیاد خاندانِ نبوّت کے سب سے بڑے معاند ابنِ تیمیہ کی کتاب نام نہاد منہاج السّنۃ پر رکھی ہے تو اس مقام پر اُسے کیوں نظر انداز کر کے رشید رضا اور محمد عبدہٗ کے پیچھے دوڑ پڑے ہو کیا تمہارے مُطلق العنان اور بے حیا قلم کو کہیں قرار بھی ہے یا نہیں؟

تمہیں یقیناً معلوم ہے کہ ابنِ تیمیہ اُس بُغضِ اہلبیت کے پیشِ نظر

جواس کے قلبِ مبغوض میں ہوا ہے شانِ اہلبیت میں آنے والی سینکڑوں روایتوں کوموضوعات کا پلندہ قرار دینے کے باوجود اس حدیث سے انحراف نہیں کرسکا۔

بلکہ تصدیق کرتا ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مباہلہ کے وقت جناب حیدر کرّار جناب فاطمۃ الزہرا جناب حسنین کریمین کو ہی منتخب فرمایا تھا، اوران چاروں کو جمع فرما کر بارگاہِ ایزدی میں عرض کی تھی! یااللہ یہ میرے اہلبیت ہیں، اوراب وہ اس حدیث پاک کواس لئے مُستر دنہیں کرسکا کہ یہ مُسلم شریف اور ترمذی شریف میں بھی موجود ہے۔ ورنہ اگر یہ اس قسم کی چھ کتابوں کے علاوہ خواہ کسی بھی ثِقہ کتاب میں موجود ہوتی تو وہ اسے واہی اور موضوع قرار دینے میں ذرّہ برابر بھی جھجک محسوس نہ کرتا،

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں ابنِ تیمیہ کا بھی باوا جان ثابت کرنے کے لئے ابنِ تیمیہ ہی کی کتاب سے اس روایت کی ثقاہت کو بیان کر دیا جائے۔

ابنِ تیمیہ کیا کہتا ہے؟

ابنِ تیمیہ نے لکھا ہے کہ اور جو یہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے علی اور حسن و حُسین کو مباہلہ کے وقت ساتھ لیا تو یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ مُسلم میں سعد بن ابی وقاص کی طویل روائت موجود ہے کہ جب آیتِ مباہلہ نازل ہوئی تو رسول

اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حُسین کو بُلایا اور فرمایا کہ یا اللہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ مگر یہ روائت اہلِ بیت کی امامت اور فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔ متن یہ ہے۔

ان یقال اما اخذعلیا والحسن و الحسین فی المباھلة فحدیث صحیح رواہ مُسلم عن سعد بن ابی وقاص قال فی حدیث طویل لما نزلت ھذہ لآئت . فقل تعالو اندع ابناکم و نساء نا ونساء کم وانفسنا و وسلم علیا و فاطمة و حسنا و حسینا فقال اللھم ھولاءِ اھلی .ولکن لادلالة فی ذالک علی الامامة ولا عن الفضیلة .

﴿ منھاج السُنة ابن تیمیه ۴: ۳۴﴾

ابنِ تیمیہ نے اگر چہ اپنی شقاوتِ قلبی کا اظہار آخر پر کر ہی لیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہونے کے باوجود بھی جناب حیدر کرّار کی اِمامت اور فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔

حالانکہ اس حدیث کو بیان فرمانے والے جناب سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشّرہ میں سے ہونے کہ باوجود جناب حیدر کرّار کا مباہلہ کے دن منتخب ہونا عظیم ترین وجہ فضیلت قرار دیتے ہیں جس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی۔

اب جبکہ ابن تیمیہ جیسا غالی اور متشدد ترین شخص بھی یہ تسلیم کرتا ہے

کہ تاجدارِ انبیاء سیّد المرسلین شارح علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے نِساء نا کی تعمیل کے لئے محض اپنی بیٹی کو ہی خاص فرمایا۔ اگرچہ اس میں بقول اُس کے عظمت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا تو کم از کم تمہیں اس قسم کی تاویلات کا سہارا نہیں لینا چاہیئے جس سے تمہارے معنوی والدِ گرامی ابنِ تیمیہ کا بھی رافضیوں میں شامل ہونے کا گمان پیدا ہونے لگے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے لفظِ نساء کا اطلاق اپنی عالی قدر بیٹی پر فرما کر قطعی طور پر فیصلہ فرمایا ہے کہ لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہوسکتا ہے اور یہ لفظ صرف بیویوں پر ہی حصر نہیں اور پھر قرآن وحدیث میں تو سینکڑوں ایسے شواہد موجود ہیں کہ بیویوں کے علاوہ بھی دیگر سب عورتوں کے لئے مجموعی طور پر لفظِ نساء ہی استعمال ہوتا ہے اور بیوی کے لئے خاص طور پر لفظ اِمراۃ، آتا ہے یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک بیویوں کو اَزواج النبّی کہا گیا ہے۔

خُدا تعالیٰ اور لُغتِ عرب

اب ہم تمہاری فوت شدہ عقلوں کے تابوت میں آخری کیل کی صورت میں قُرآن مجید کی ایک واضح ترین ایسی آئت کریمہ پیش کرتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہاری فرسودہ عقلیں خداوند قدّوس جلّ وعلا کو بھی لُغتِ عرب

سے ناواقف قرار دیں اور تم مزید تاویلات میں اُلجھ کر مزید اُلٹی سیدھی ہانکنا شروع کردو۔ مگر تمہاری یہ حماقت مآبیاں قیامت تک بھی قرآن مجید کے واضح ارشادات کو تبدیل کرنے سے قطعی طور پر قاصر رہیں گی۔

ہم سے پہلے بھی اس آئتِ کریمہ کو علمائے حقّہ نے معترضین کا منہ بند کرنے کے لئے یقیناً متعدد بار پیش کیا ہوگا مگر ہم اسے خصوصی اہتمام سے تمہارے سامنے لا رہے ہیں تا کہ آئندہ تمہیں کبھی یہ جسارت نہ ہو سکے کہ اس قسم کی شاطرانہ چالوں کو بروئے کار لاسکو۔

اور وہ اہتمام یوں کیا ہے۔ کہ تمہارے نزدیک بھی اگر کوئی ثقہ مُفسرّ یا مترجم ہے تو اُس کی تفسیر اور ترجمہ بھی تمہارے سامنے آجائے اور تمہارے متبعین اچھّی طرح جان جائیں کہ تم لوگ محض اور محض کُھلا ہُوا فراڈ ہونے کے ساتھ ساتھ حدودِ اسلام سے اِس قدر دور ہو۔ ممکن ہے ہماری اس کوشش سے تمہارا کوئی نیا شکار تمہارے دامِ فریب میں پُوری طرح آنے سے پہلے ہی اپنا بچاؤ کر سکے اور خُود کو جہنّم کی دہکتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگانے سے باز رکھ سکے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دینے کے جنون میں فرعون نے یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ بنی اسرائیل کے گھروں میں جب بھی کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اُسے اُسی وقت قتل کروا دیتا اور جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو اُسے زِندہ چھوڑ

دیتا، اور اس مقام پر خود خالقِ کائنات جَل مجدہٗ الکریم نے بیٹوں کے لئے لفظ ابناءکم اور بیٹیوں کے لئے لفظ نساءکم استعمال فرمایا ہے۔ پہلے تم وہ آیت پڑھ لو تو پھر اس کی مزید وضاحت کی جائے گی۔

وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ ،

ترجمہ:

اور یاد کرو جب ہم نے تُم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تُم پر عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تُمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔

﴿سورۃ البقرہ آیت ۴۹﴾

اس سے پہلے کہ ہم اس آیتِ کریمہ کے دیگر تراجم و تفاسیر کی طرف رجوع کریں تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ فرعون کے سپاہی بنو اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر کے اُن کی بیویوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے یا پھر اُن کی عورتوں کے ہاں بیٹوں کے علاوہ بیویاں پیدا ہوتی تھیں۔

حیرت ہے کہ خُداوند قُدّوس جلّ شانہٗ کو بھی لُغتِ عرب کا پتہ نہ چل سکا۔ اور ابناءکم کے ساتھ بجائے بناتکم کے نساءکم فرمادیا اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ تُمہاری غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے تاہم تمہیں کم از کم اس قدر تو شرم آنی چاہئیے کہ تمہاری لُغت دانیوں کے فریب سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ

اقدس ہی محفوظ رہ سکے۔ کیا اب تم اپنی اتّباع کرنے والوں کے ساتھ ساتھ خداوندِ قدّوس کو بھی لغتِ عرب کے قاعدے پڑھانا شروع کردو گے؟

احناف کے مقتدر مفسر امام نسفیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں نِساءکم سے مراد بناتکم یعنی بیٹیاں ہیں جنہیں فرعون کے سپاہی اس لئے زندہ رہنے دیتے تھے کہ اُنہیں کنیزیں بنا کر خدمت کروایا کریں گے۔ متن ہے۔

تفسیر نسفیؒ مدارک ، یستحیون نِساء کم یتر کون بناتکم احیاء للخدمة .

﴿مدارک علی الخازن ۴۹: ۱﴾

خاتم حفّاظِ مصر جلال الدّین سیُوطی علیہ الرحمۃ زیرِ آیت فرماتے ہیں کہ زنانِ بنو اسرائیل کے ہاں جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو فرعونیے اس کو قتل کر دیتے اور لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ رہنے دیتے۔

تفسیر دُرِ منثور! زیرِ آیت،

فاذا ولدت امرأة غلاما أتی به فرعون فقتله ویستحیی الجواری ،

﴿در منثور ۶۹۔ ۱﴾

تفسیر مواهب الرّحمٰن

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَ كُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَ كُمْ، تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے یعنی فرعون کے حکم سے اگر

بنی اسرائیل کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ قتل کر دیا جاتا اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ چھوڑ دی جاتی تھی۔

﴿تفسیر مواہب الرحمٰن جلد اوّل ص ۱۸۵﴾

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے واضح طور پر لکھتے ہیں کہ فرعونیے بیٹوں کو قتل کرتے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تا کہ جب وہ بڑی ہو جائیں تو ان کی کنیزیں بنا کر خدمت لی جائے،

تفسیرِ عثمانی

فرعون نے خواب میں دیکھا تھا نجومیوں نے اس کی تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو تیرے دین اور سلطنت کو غارت کر دے گا فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بیٹا پیدا ہو اس کو مار ڈالو اور جو بیٹی ہو اُس کو خدمت کے لئے زندہ رہنے دو۔

﴿تفسیر عثمانی ص ۱۲﴾

اگرچہ ان حوالہ جات کو مزید وسعت دی جا سکتی ہے تاہم اہلِ فکر و دانش کے لئے یہی کیا کم ہیں اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر یہاں کوئی ایک حوالہ بھی نہ دیا جاتا تو جب بھی آیتِ کریمہ کا مطلب صاف طور پر واضح ہے کہ یہاں لفظ نساء کم سے خالقِ کائنات کی مُراد قطعی طور پر بنا تکم ہے، اور اگر نساء کم سے خالقِ کائنات کی مراد بنی اسرائیل کی اَزواج ہوتیں تو پھر

آیت کے الفاظ یہ ہوتے کہ فرعون نے لڑکوں کو قتل کر کے اُن کی ماؤں کو زندہ رہنے دیتے اور بجائے نِساءکُم لفظ کے اُمّہاتھم استعمال ہوتا۔

بہر حال یہ بات اپنے مقام پر قطعی طور پر اٹل حقیقت کی حیثیّت رکھتی ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں یا تو بیٹے جنتی تھیں یا بیٹیاں یہ تو ممکن ہی نہیں کہ وہ لڑکوں کی صُورت میں بیٹے جنتی تھیں اور لڑکیوں کی صُورت میں بیویاں جنتی تھیں۔

عباسی اور اس کے پیش رُو رشید رضا وغیرہ کو چُلّو بھر پانی میں ڈُوب مرنے کی کوشش کرنی چاہیئے، جو خُداوندِ قُدّوس جلّ وعلا کے واضح ترین فرمان کی موجودگی میں اس واہیات جسارت کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں کہ لُغتِ عرب کے لحاظ سے لفظِ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ کوئی عرب یہ گوارا ہی نہیں کر سکتا کہ وہ لفظِ نساء سے مُراد اپنی بیٹی لے۔

اس وضاحت کے بعد ہم چاہتے تھے کہ ان متعدّد تفاسیر کے حوالے بھی یہاں پیش کر دیئے جاتے جن میں صاف طور پر آتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مباہلہ کے دن جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ہی نِساءنا میں شامل فرمایا۔

مگر بخوفِ طوالت اس لئے قلم انداز کر رہے ہیں کہ وہ تمام حوالے جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفسِ رسولؐ ہونے کی بحث میں آ رہے ہیں اور جن مُفسرین نے "انفسنا" سے مُراد حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور

جناب حیدر کرار علیہ السلام کی پاک جانوں کو لیا ہے وہ سب کے سب قطعی طور پر متفق ہیں کہ حضورؐ نے "نِسَاءَ نَا" میں صرف جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ہی داخل فرمایا تھا۔

حسنین کریمین بیٹے نہیں

عباسی اور اس کے ہمنواؤں کا یہ توجیہہ پیدا کرنا کہ حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ابناءنا میں اپنے نواسوں کو کس طرح شامل فرما سکتے تھے جبکہ وہ ابناءنا کا صاف مطلب ہمارے بیٹے ہے چونکہ نواسے بیٹے نہیں ہو سکتے اس لئے یہ بالکل فرضی افسانہ ہے کہ آپؐ نے مباہلہ میں شمولیت کے لئے جناب حسنین کریمین کا انتخاب فرمایا۔

چونکہ یہ سب باتیں خلافِ واقعہ ہیں اس لئے مباہلہ ہوا ہی نہیں اور ہاں البتہ اگر مباہلہ ہوتا تو حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ابناءنا کی تعمیل میں اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیتے نہ کہ اپنی بیٹی کے بیٹوں جناب حسنؑ و حُسینؑ علیہما السلام کو لیتے۔ خارجیوں کے اس فرضی شاخسانہ کے جواب میں نہایت اختصار سے کام لیتے ہوئے چند دلائل ہدیۂ قارئین ہیں۔

اوّل یہ کہ نبی المختار حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم قطعی طور پر صاحبِ اختیار اور مختارِ کُل ہیں آپ ماُمورِ من اللہ اور ماذُون من اللہ

ہیں آپ کو کُلی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہے کہ جس کے لئے بھی چاہیں کوئی بات مخصوص کر دیں مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جناب سلمان فارسی اور جناب اسامہ بن زیدؓ کو فرمانا کہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ ہم اس کے علاوہ سینکڑوں ایسے اُمور یہاں بیان کر سکتے ہیں جن میں حضور سرورِ کونینؐ نے متعدد لوگوں کے لئے مختلف تخصیصات فرمائی ہیں لیکن طوالت سے بچنے کے لئے صرف وہی ایک دلیل پیش کی ہے جو بالعموم خارجی لوگ ''اہلِ بیتِ مصطفیٰ'' کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ اس دلیل سے یہ لوگ مُنحرف ہونے کی ہرگز کوشش نہیں کریں گے اور تسلیم کریں گے کہ ایسے ہی سرکارِ دو عالمؐ نے اپنے نواسوں کو ابناءنا میں شامل فرمالیا تھا۔

دوم یہ کہ اگر مباہلہ ہوتا تو سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لیتے نہ کہ نواسوں کو، تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جب اہلِ نجران مدینہ منوّرہ میں حاضر ہوئے تو بعض روایات کے مطابق اُس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حسرت آیات ہو چکی تھی۔ ثِقہ روایات کے مطابق آپ نے ۱۶ ماہ کی عمر مبارک میں ہی ربیع الثانی ۱۰ھ میں انتقال فرمایا جب کہ نجرانی عیسائی اِسی سال رَجَب المُرجَب کے مہینہ میں مدینہ منورہ پہنچے۔

بعض روایات کے مطابق نجرانی عیسائی اُسی ماہ میں آئے تھے جس

مہینے میں جناب ابراہیم ابنِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا وصال مبارک ہوا۔

ایک روایت کے مطابق وہ جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال مبارک سے دو مہینے پہلے یعنی صفر المظفر میں آئے تھے اور اگر اس روایت کو ہی درست تسلیم کر لیا جائے تو رسولِ غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فراستِ رسالت کو خراجِ عقیدت پیش کرنا پڑے گا کہ آپ نے محض اس وجہ سے انہیں شامل نہیں کیا ہوگا کہ اگلے چند روز میں ان کا انتقال ہونے والا ہے اور اگر مباہلہ کے فوراً بعد جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ خُداوندی میں پہنچ جاتے تو عیسائیوں کے علاوہ یہودیوں اور مشرکین وغیرہ پر اس کا ردِ عمل کیا ہوتا۔

قرینِ قیاس یہی ہے کہ یا تو نجرانی عیسائی رجب المرجب ۱۰ھ میں آئے تھے یا پھر صفر المظفر ۱۰ھ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا کیونکہ عیسائیوں کے صُلح نامہ میں ہر سال دو ہزار جوڑے کپڑے جزیہ کی صورت میں ادا کرنے کے لئے جو دو قسطیں مقرر ہوئیں ان میں انہیں دو مہینوں کا نام لکھا گیا تھا یعنی عیسائی کپڑوں کا ایک ہزار جوڑا رجب میں اور ایک ہزار جوڑا صفر کے مہینہ میں ادا کرتے رہیں گے۔

علاوہ ازیں ثقہ روایات کے مطابق جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش دولت کدۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بجائے ایک لوہار کی

بیوی کے سپرد تھی جو دایہ کے فرائض سرانجام دیتی تھی اور اس کا گھر آپ کے گھر سے کافی دور تھا تاہم اگر جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت بقیدِ حیات ہوتے اور آپ انہیں شامل فرمانے کا ارادہ رکھتے تو انہیں گھر میں منگوالینا اتنا مشکل بھی نہیں تھا مگر فراستِ نبوّت کو چیلنج کرنا بذاتِ خُود ایک شرمناک جسارت اور رزالت وضلالت کی انتہا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اِنتخاب پر جرح قدح کرنا سوائے اسلام سے رُوگردانی کے اور کچھ بھی نہیں۔ اس قسم کی خرافات کہ ایسا تھا تو ایسا ہونا چاہیئے تھا یہ کیوں ہوا۔ اگر ایسے ہوتا تو حضور کو ویسا کرنا چاہیئے تھا وغیرہ وغیرہ سب کی سب شیطنت اور کُفر وضلالت ہے۔

سوم یہ کہ محض مباہلہ کے دن پر ہی یہ امر موقوف نہیں کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جناب حسنین کریمین کو اپنے بیٹے فرمایا بلکہ آپؐ اکثر طور پر اپنے بیٹے ہی فرمایا کرتے تھے اور آپ کا یہ ارشاد خارجیوں کے نزدیک بھی ثِقہ ترین کُتب احادیث میں موجود ہے کہ تمام پیغمبروں کی نسل اُن کی پُشت سے چلی اور میری نسل صُلبِ علیؑ سے چلی ہے۔

علاوہ ازیں یہ حدیث تو خوارج کو بار بار پیش کرنا پڑتی ہے کہ امیر معاویہ اور حسن علیہ السلام کے درمیان صُلح کی پیش گوئی فرماتے ہوئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ، میرا یہ بیٹا دو مسلمان گروہوں کے مابین صُلح کرائے گا۔

کیا یہ مقامِ حیرت نہیں کہ اُس حدیث میں تو بڑے دھڑلے کے ساتھ جناب امام حسن علیہ السلام کو ابنِ رسول اللہ تسلیم کیا جاتا ہے اور آیتِ مباہلہ کے وقت اس قسم کی تاویلیں کی جاتی ہیں کہ امام حسن و حسین تو آپ کے نواسے تھے آپ نواسوں کو بیٹے کیسے قرار دے سکتے تھے لہٰذا ابناءنا میں جناب حسنین کریمین آ ہی نہیں سکتے وغیرہ وغیرہ اگرچہ ہماری خواہش ہے کہ مسئلہ میں انتہائی اختصار سے کام لیا جائے لیکن وضاحت طلب امور بغیر تفصیل میں جانے کے تشنہ تکمیل رہتے ہیں۔

حالانکہ ابناءنا کی بحث اب بھی مزید تشریح کی متقاضی ہے لیکن اُسے یہاں اس لئے قلم انداز کر دیا گیا ہے کہ وہ نہایت لطیف واضح اور بے شمار حوالہ جات سے مُزیّن پوری کی پوری بحث ہماری کتاب'' شہید ابنِ شہید '' جلد دوم میں موجود ہے قارئین اگر اس مسئلہ کی وضاحت کا مزید اشتیاق رکھتے ہوں تو کتاب مذکورہ بالا کا مطالعہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں جن مفسّرین کرام نے انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آیتِ مباہلہ میں اَبْنَاءَنَا سے مراد جناب حسنین کریمین علیہما السلام ہی ہیں۔ اُن کی تفصیل بھی لفظ اَنْفُسَنَا کی بحث میں ملاحظہ کریں کیونکہ جن مفسرین نے اَنْفُسَنَا سے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور جناب مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مراد لیا ہے وہ سب کے سب نساءنا سے جناب سیّدۃ نساء العٰلمین سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ

علیہا اور ابناء نا سے جناب حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذواتِ مبارکہ کو ہی مراد لیتے ہیں۔

انہی الفاظ پر اس بحث کا اختتام کیا جاتا ہے تاہم آئندہ اوراق میں ہم کئی ایک معروف ثقہ کتابوں کے حوالہ جات آیتِ مباہلہ کے ضمن میں پیش کر رہے ہیں۔ جن میں قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ آیتِ مباہلہ کی تفسیر بننے والے پنجتن پاکؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔

علی نفس رسول نہیں؟

جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں بتا چکے ہیں کہ خوارج کی ہمنوائی میں بعض سُنّی العقیدۃ حضرات بھی جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نفسِ رسول ماننے سے گریز کرتے ہیں حالانکہ ایسا گمان کرنا قطعی طور پر خلاف واقعہ اور غیر حقیقی بات کو درست مان لینے کے مترادف ہے۔

اس سے پہلے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نفسِ رسول اور جانِ مصطفیٰ ہونے کے تفصیلی شواہد پیش کیے جائیں اختصار کے ساتھ ان چند احادیث کے ترجمہ کو اجمالی خاکہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے جن کی تصویر سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک مصرع میں اس طرح کھینچی ہے۔

لحمک لحمی جسمک جسمی فرق نہیں مابین پیا

حضور امام الانبیاء تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تمام اُمت کو مخاطب کر کے یہ اعلان فرما رکھا ہے کہ:

علی سے محبّت کرنا ہم سے محبت کرنا ہے اور ہم سے محبّت کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبّت کرنا ہے۔

علی سے عداوت اور بُغض رکھنا ہم سے بُغض و عداوت رکھنا ہے اور ہم سے بُغض و عداوت رکھنا اللہ عزّوجل سے دشمنی اور بغض رکھنا ہے۔

علی سے دوستی رکھنا، ہمیں دوست بنانا ہے اور ہمارے ساتھ دوستی رکھنا اللہ تبارک وتعالیٰ کو دوست بنانا ہے۔

علی کو تکلیف و ایذا دینا، ہمیں تکلیف و اذیّت دینا ہے اور ہمیں اذیّت دینا خُدا تعالیٰ کو اذیّت دینا ہے۔

علی سے محبّت کرو ہماری وجہ سے اور ہم سے محبّت کرو اللہ تبارک وتعالیٰ کی وجہ سے۔

علی کا اِکرام ہماری وجہ سے کرو اور ہمارا اکرام اللہ تبارک وتعالیٰ کی وجہ سے کرو۔

علی کا گوشت ہمارا گوشت ہے اور علی کا خُون ہمارا خُون ہے۔

علی کا جسم ہمارا جسم ہے اور علی کی رُوح ہماری رُوح ہے۔

علی کا تعلّق ہم سے ایسے ہے جیسے سر اور جسم۔

علی کا تعلّق ہم سے ایسے ہے جیسے جسم اور رُوح۔

علی مُجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔

علی کا نُور اور ہمارا نُور ایک ہے۔

علی اور ہم ایک نُور سے ہیں۔

علی اور ہم ایک درخت سے ہیں۔

علی ہمیں ایسے ہے جیسے ہماری جان۔

علی ہمارے بعد تمام مومنوں کے ولی ہیں اور جس کے ہم ولی ہیں اُس کے علی ولی ہیں۔

علی تمام مومنوں کے مولا ہیں جس کے ہم مولا ہیں اس کے علی مولا ہیں۔

جس نے علی سے صُلح رکھی اُس نے ہم سے صُلح رکھی اور جس نے علی سے جنگ کی اُس نے ہمارے ساتھ جنگ کی۔

ہر نبی کا وارث و وصی ہوتا ہے اور ہمارا وارث وصی علی ہے۔

ہمارا پیغام سوائے علی کے کوئی دُوسرا نہیں پہنچا سکتا۔ اپنا پیغام یا ہم خود پہنچائیں گے یا علی پہنچائیں گے۔

سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں۔

یا اللہ! علی سے محبت کرنے والوں کو اپنا دوست بنا اور علی سے دُشمنی رکھنے والوں کو اپنا دُشمن بنا۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے حضور تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔

یا علی جس نے تمہاری اطاعت کی اُس نے ہماری اطاعت کی اور جس نے ہماری فرمانبرداری کی اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی اور جس نے تمہاری نافرمانی کی اُس نے ہماری نافرمانی کی اور جس نے ہماری نافرمانی کی اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی کی۔

یا علی تمہاری محبت ہماری محبت ہے اور تمہارا دوست اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے۔ تمہارا دشمن ہمارا دشمن ہے۔ اور ہمارا دشمن اللہ تبارک وتعالیٰ کا دشمن ہے۔

یا علی ہمارا فارق اللہ تبارک وتعالیٰ میں فرق کرنے والا ہے اور جس نے تم میں فرق کیا اُس نے ہم میں فرق کیا۔

تُو اور نہیں مَیں اور نہیں

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند ارشاداتِ عالیہ کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد ہم اہلِ انصاف حضرات سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ

اگر کوئی شخص کسی ایک روایت کو مختلف تاویلوں کی نظر بھی کر دے تو اسے حاصل کیا ہوا اور اُس نے اس بے جا کوشش سے اہلِ سُنّت و جماعت کی کون سی خدمت سرانجام دی۔

تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تعلقات کو جن جن صُورتوں میں واضح فرمایا ہے، وہ کسی دوسری دلیل کے محتاج نہیں اور نہ ہی وہ کسی تاویل کا سہارا طلب کرتے ہیں۔ بلکہ قطعی طور پر اِس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔

تاکس نہ گوید بعد ازیں
مَن دِیگرم تُو دِیگری

آیتِ مباہلہ کے ضمن میں ہم قدما مفسّرین کی متعدد تفاسیر کی روشنی میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ واضح کر چکے ہیں کے رسول ہاشمی علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے ارشادِ ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے نِساءَ نا میں جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اور ابناءَ نا میں جناب حسنین کریمین علیہما السلام کو اور اَنفُسَنا میں اپنی ذاتِ سُتودہ صفات کو اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شامل فرمایا تھا۔

اگر اِن تمام روایات کی تشریحات اور متن کو جو ہم اب تک آپ کے سامنے پیش کر چکے ہیں رکھ کر تجزیہ کیا جائے تو جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو جانِ رسول مان لینے اور اَنفُسَنا میں شامل کر لینے میں عقلی طور پر بھی

کوئی اَمر مانعِ نظر نہیں آتا۔

جان نہیں داماد

بایں ہمہ جو صحت مند لوگ، ٹھوس اور درست مسلک کے پیرو کار ہونے کے باوجود محض ایک گروہ کی مخالفت کے پیشِ نظر 'اَنفُسنا' میں حیدر کرارؓ کو شامل کرنے سے گریز کرتے ہیں اُن کی بات کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے۔

حالانکہ وہ نہ تو خارجیوں کی طرح آیتِ مباہلہ میں پنجتن پاک کی شمولیّت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اُن کے دل میں بظاہر بُغضِ اہلِ بیت کا کوئی شائبہ موجود ہے۔

اِن حالات میں اُن کی مَن گھڑت تاویل کا سختی سے نوٹس لینا کس قدر مشکل کام ہے کہ حضرت علی اَنفُسَنا میں نہیں اَبنَاءَنَا میں شامل تھے کیونکہ آپ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے داماد تھے اور داماد بیٹے کی جگہ ہوتا ہے۔

ہم اُن کی اس خود ساختہ دلیل کو مُسترد کر دینے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں جبکہ ہمارا واسطہ تو اُن لوگوں سے پڑا ہوا ہے۔ جو اہلِ بیتِ مصطفیٰ کی شان میں آنے والی ہر روایت کو صفحۂ ہستی سے مِٹا دینے کے مذمُوم عزائم لے کر میدانِ عمل میں آ چکے ہیں۔

بہر حال قارئین کرام کو اتنا ضرور بتائیں گے کہ اگر کوئی شخص حضرت

علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو اَنفُسَنَا کی بجائے ابناءنا میں شمار کرتا ہے یہ تو اس کی اپنی رائے اور ذاتی خیال ہے بلکہ فی الحقیقت یہ تفسیر بالرّائے ہے، کیونکہ جمہورِ مفسّرین اس امر پر متفق ہیں کہ اَنفُسَنَا سے مراد حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذواتِ مبارکہ ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم ضمن میں متعدّد تفاسیر کے حوالے ہدیہء قارئین کریں۔ اس امر کی نشاندہی کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آخر اس قسم کی تفسیر بالرائے کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور وہ کون سی مصلحت ایسی تھی جس کی بناء پر ایک سیدھی سی بات کو چیستان بنانا پڑا۔

مصلحت یہ تھی

ایک مسلّمہ حقیقت سے اِنحراف کی وجہ وہ خود ہی اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

ایک گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جانِ رسول ہونے کی حیثیت سے خلیفہٴ رسولؐ بلا فصل ثابت کرتا ہے۔

یہ تھی وہ وجہ جو تفسیر بالرّائے کرانے کا موجب بنی، حالانکہ یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ کسی گروہ کی تردید میں حقیقت کو تبدیل کرنے کی کوشش کر ڈالی جائے،

ہم کہتے ہیں کہ روافض کے اِس خیال کی تردید کرنے کے لئے

تھوڑی سی محنت کرلی جاتی تو روایت کو غلط تاویل کی نذر کرنے کے بغیر بھی کام چلایا جاسکتا تھا۔

مَن گھڑت تفسیر کرنے کی بجائے خارجیوں کے باوا آدم "ابن تیمیہ" کا اس قسم کا قول دہرادینا ہی کافی تھا کہ اگرچہ یہ روایت پنجتن پاک کے حق میں ہے اور اَنفُسَنا سے مراد بھی حضور سَرورِ کونَین اور حضرت علیؑ ہیں مگر اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل ثابت نہیں ہوتی۔

ابنِ تیَمیہ کیوں ؟

ہمارا یہاں یہ مقصد نہیں کہ لازمی طور پر ابنِ تیمیہ کا ذکر یہاں کیا جائے یہ ذکر اِس لئے کیا گیا ہے کہ ایک تو خارجیوں پر ایک بار پھر واضح ہو جائے کہ وہ آیتِ مُباہلہ کو پنجتن پاک کے ہی حق میں مانتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ تفسیر بالرّائے کرنے سے بہتر ہے کہ مخالفین کے غلط استدلال کو تحکم سے مسترد کردیا جائے۔

صاحبِ تفسیرِ مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آیتِ مُباہلہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نفسِ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسلیم کرلینے کے بعد پُوری قُوّت سے تحریر فرماتے ہیں کہ "ان احادیث سے جنہیں ایک گروہ اپنے جواز میں پیش کرتا ہے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں۔

علاوہ ازیں دیگر مُتقدّمین مفسّرین کی سینکڑوں ایسی تحریریں مل سکتی تھیں جنہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بِالفصل کے ثبوت میں پیش کیا سکتا ہے۔

اگرچہ اس میں قدرے مشقّت تو ضرور ہوتی، تاہم ایک تو تفسیر بالرّائے کرنے سے نجات حاصل ہو جاتی اور دوسرے اہلسنّت و جماعت کے لئے اِنتہائی کارآمد ذخیرہ جمع ہو جاتا۔

بہرحال قارئین کرام! پہلے تو چند مُعتبر کُتبِ تفاسیر کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جن سے واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مولائے کائنات سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "ابناء نا" میں نہیں بلکہ "اَنْفُسَنَا" میں شامل فرمایا تھا لہٰذا علی نفسِ رسول اور جانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

﴿۱﴾ عن شعبی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ
انفسنا وانفسکم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ
وسلم وعلی کرم اللّٰہ وجهه الکریم.
ابنآء نا وابنآء کم الحسنا والحسین.
نساء نا ونساء کم فاطمہ رضی اللّٰہ تعالیٰ
عنهم.

﴿دلائل النبوۃ صفحہ ۲۹۸﴾

﴿۲﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالب.

﴿ ابنِ کثیر ص ۳۷۱﴾

﴿۳﴾ ﴿ انفسنا وانفسکم ﴾ رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالب.

﴿ تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۹۹﴾

﴿۴﴾ ﴿ انفسنا وانفسکم ﴾ رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی .

﴿ در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۸﴾

﴿۵﴾ ﴿ وانفسنا ﴾ عن نفسہٖ وعلیا.

﴿ خازن جلد ۱ صفحہ ۱۲۳﴾

﴿۶﴾ ﴿وانفسنا﴾ عن نفسہٖ وعلیا.

﴿ معالم التنزیل جلد ۱ صفحہ ۱۲۳﴾

﴿۷﴾ ﴿ انفسنا وانفسکم ﴾ رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالب.

﴿ عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۳۵۱﴾

﴿۸﴾ ﴿ انفسنا وانفسکم ﴾ رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی .

﴿ تفسیر مدارک جلد ۱ صفحہ ۱۲۱﴾

﴿۹﴾ ﴿ انفسنا وانفسکم ﴾ رسول اللّٰہ

صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی .

﴿ تفسیر ابی سعود جلد ۲ صفحہ ۲۹۸﴾

﴿۱۰﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالب:

﴿الاتقان جلد ۲ صفحہ ۲۰۰﴾

﴿۱۱﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالب.

﴿تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۵﴾

﴿۱۲﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی کرم اللہ
وجہہ.

﴿زاد المعاد صفحہ ۲۹۱﴾

﴿۱۳﴾ ﴿انفسنا وانفسکم﴾ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ.

﴿فتح الباری﴾

تاویل بیکار ھے

اگر چہ اِس ضمن میں دیگر بے شمار حوالہ جات بھی پیش کئے جا سکتے ہیں تاہم اہل علم و دانش کے لئے یہی کیا کم ہیں۔

ہماری مخلصانہ تحقیق کے مطابق یہ قطعی اور آخری بات ہے کہ جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے "اَنفُسَنَا" میں شامل فرمایا ہے لہٰذا اس کے خلاف جو کچھ بھی بیان کیا جائے گا وہ محض ایک ایسا مفروضہ ہو گا جو حقیقت سے کوسوں دُور ہو۔

بایں ہمہ اگر کوئی شخص من گھڑت تاویلوں میں اُلجھنا چاہتا ہے تو یہ اُس کا اپنا ذوق ہے ہم اُسے کیا کہہ سکتے ہیں۔

البتہ اتنا ضرور ہم بتائیں گے کہ اگر آیتِ مُباہلہ میں پیش کردہ ان تمام حقائق سے رُوگردانی کرتے ہوئے ان تمام حوالہ جات سے صرفِ نظر

بھی کر لیا جائے تو جب بھی ایسی بے شمار احادیثِ مصطفےٰ موجود ہیں جن سے جنابِ علی علیہ السلام کا جانِ رسول ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اس لئے صرف ایک اس روایت میں تاویلیں پیش کرنا بے کار محض ہے۔

گذشتہ اوراق میں قارئین متعدّد ایسی احادیث کا ترجمہ ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم سے اپنے مخصوص ربط و تعلق کی کھلی وضاحت فرما رکھی ہے آخر پر اسی ضمن میں دو روایتوں کا ترجمہ مزید ملاحظہ فرمائیں۔

علی جانِ رسول ہیں

حضرتِ عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے ارض جذام جسے السلاسل بھی کہتے ہیں روانہ فرمایا۔

﴿کامل ابنِ اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۵۶﴾

وہاں سے کامیاب ہو کر لوٹنے کے بعد میرے دِل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے بڑھ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو کوئی عزیز نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنا یہ خیال بارگاہِ مصطفوی میں پیش کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! فِداکَ امیّ وَابی آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو سب سے زیادہ عزیز کون ہے ؟

حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ! عائشہ

میں نے عرض کیا ! میں نے عورتوں کے متعلّق سوال نہیں کیا، تو

آپ نے فرمایا ! عائشہ کا باپ

میں نے عرض کی ! ابوبکر صدیقؓ کے بعد کون پیارا ہے ؟

آپ نے فرمایا ! حفصہ

میں نے پھر عرض کی کہ میں نے عورتوں کے متعلّق نہیں پوچھا تو

آپؐ نے فرمایا ! حفصہ کا باپ

میں نے عرض کی یارسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان

ہوں علی کہاں گئے ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صحابہ کرامؓ کو

مخاطب کر کے فرمایا اس کو دیکھو یہ میری جان کے متعلق سوال کرتا ہے۔

﴿اسد اللہ صفحہ ۲۷﴾

درج ذیل روایات کی تفصیل قارئین غزوۂ طائف اور بنوثقیف کے

اسلام قبول کرنے کے ضمن میں مع حوالہ جات ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں اِس

لئے محض ترجمہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ

جب فتح مکہ کے بعد طائف میں پہنچے تو سترہ یا اُنیس راتوں کا محاصرہ کے بعد

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

اُس خطبہ میں آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد ارشاد

فرمایا کہ میں تمہیں اپنی عزّت کے ساتھی بھلائی کی وصیّت کرتا ہوں اور ﴿ اس کے عوض ﴾ حوضِ کوثر کا وعدہ کرتا ہوں اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہء قُدرت میں میری جان ہے اگرتُم نے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیا تو تُمہاری طرف ہماری جانب سے ایک ایسا شخص آئے گا جو تُمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور وہ شخص مجھے ایسے ہے جیسے کہ میری جان اور پھر آپ نے جنابِ حیدرِ کرار کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ وہ شخص یہ ہے۔

اور یہی خطبہ آپ نے بنو ثقیف کے وفد کے سامنے ارشاد فرمایا جو بغرضِ صُلح مدینہ منوّرہ آیا تھا۔ آپ نے انہیں واضح طور پر فرمایا کہ اگر تم نے احکاماتِ خُداوندی میں فروگذاشت کرنا چاہی تو وہ شخص جو مجھے میری جان کی طرح ہے تمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور وہ شخص علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

حوالہ جات

اب آپ آیتِ مباہلہ کے ضمن میں حوالہ کی ان کتابوں کے نام ملاحظہ فرمائیں جن میں شُرکائے علیہم السلام پنجتن پاک ہی کو بتایا گیا ہے۔

﴿۱﴾ مُسلم شریف جلد۲ صفحہ ۲۷۸

﴿۲﴾ ترمذی شریف جلد۲ صفحہ ۲۳۶

﴿۳﴾ المُستدرک للحاکم جلد۲ صفحہ ۵۹۴

﴿۴﴾ تلخیص ذہبی جلد۲ صفحہ ۵۹۲

﴿۵﴾ مُسند احمد جلد۴ صفحہ ۴۲۴

﴿۶﴾ تُحفۃ الاحوذی شرح ترمذی جلد۴ صفحہ ۱۲۲

﴿۷﴾ فتح الباری شرح بخاری جلد۶ صفحہ ۵۳

﴿۸﴾ مشکوٰۃ المصابیح جلد۲ صفحہ ۳۶۲

﴿۹﴾ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد۱۰ صفحہ ۱۳۷

﴿۱۰﴾ اشعات اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد۴ صفحہ ۶۸۲

﴿۱۱﴾ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد۴ صفحہ ۱۴۶

﴿۱۲﴾ لمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۸ صفحہ ۳۳۹

﴿۱۳﴾ مرأۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۷ صفحہ ۲۳۲

﴿۱۴﴾ دلائل النبوۃ صفحہ ۲۹۸

﴿۱۵﴾ البدایہ والنہایہ ۸/ ۳۵

﴿۱۶﴾ زاد المعاد ﴿ابن قیم﴾ جلد ا صفحہ ۴۹۱

﴿۱۷﴾ الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۲

﴿۱۸﴾ الاستعیاب

﴿۱۹﴾ اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۴

﴿۲۰﴾ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴

﴿۲۱﴾ نسیم الریاض شرح شفاء جلد ۳ صفحہ ۲۶۷

﴿۲۲﴾ ریاض النضرۃ فی مناقب عشرۃ مبشرہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۴

﴿۲۳﴾ صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۷

﴿۲۴﴾ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۵

﴿۲۵﴾ معارج النبوۃ جلد ۴ صفحہ ۳۰۶

﴿۲۶﴾ طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۰۱

﴿۲۷﴾ شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۴۴

﴿۲۸﴾ نور الابصار صفحہ ۱۲۴

﴿۲۹﴾ اسعاف الراغبین صفحہ ۱۰۶

﴿۳۰﴾ سیرت حلبیہ جلد۳ صفحہ۵۴۴

﴿۳۱﴾ سیرت رسول عربی صفحہ۳۶۱

﴿۳۲﴾ الشّرف المؤبد صفحہ۱۰۶

﴿۳۳﴾ الکوکب الدری صفحہ۱۴۵

﴿۳۴﴾ مرعاۃ شرح مشکوٰۃ جلد۴ صفحہ۲۳۴

﴿۳۵﴾ کنزالاعمال جلد۵ صفحہ۱۱۲

﴿۳۶﴾ تاریخ اسلام جلد۲ صفحہ۱۱۹

﴿۳۷﴾ تفسیر ابن جریر جلد۳ صفحہ۳۰۱

﴿۳۸﴾ تفسیر رُوح المعانی جلد۳ صفحہ۳۱

﴿۳۹﴾ تفسیر رُوح البیان جلد۱ صفحہ۱۱۴

﴿۴۰﴾ تفسیر بحرالمحیط جلد۲ صفحہ۴۴۵

﴿۴۱﴾ تفسیر قرطبی جلد۴ صفحہ۱۰۵

﴿۴۲﴾ نہایہ ابن اثیر جلد۴ صفحہ۱۷

﴿۴۳﴾ تاریخ کامل ابن اثیر جلد۳ صفحہ۲۴

﴿۴۴﴾ خصائص نسائی صفحہ۱۴

﴿۴۵﴾ ینابیع المودۃ صفحہ۱۰۵

﴿۴۶﴾ مودۃ فی القربیٰ صفحہ۱۴

﴿۴۷﴾ مکتوبات مجدد

﴿۴۸﴾ تفسیر مظہری جلد۲ صفحہ ۱۷۰

﴿۴۹﴾ تفسیر جامع البیان جلد۱ صفحہ ۲۳۱

﴿۵۰﴾ تفسیر مواہب الرحمٰن جلد۱ صفحہ ۴۲۶

﴿۵۱﴾ تفسیر فتح البیان جلد۱ صفحہ ۴۰۵

﴿۵۲﴾ تفسیر کشاف جلد۱ صفحہ ۳۶۹

﴿۵۳﴾ تفسیر جمل علی الجلالین جلد۱ صفحہ ۲۸۳

﴿۵۴﴾ تفسیر صاوی علی الجلالین جلد۴ صفحہ ۱۰۵

﴿۵۵﴾ تفسیر دُرِ منثور جلد۲ صفحہ ۶۱

﴿۵۶﴾ زرقانی علی المواہب جلد۵ صفحہ ۴۷

﴿۵۷﴾ ارشاد الساری شرح بخاری

﴿۵۸﴾ فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۳۲۲

﴿۵۹﴾ تحفہ اثناء عشریہ صفحہ ۱۲۳

﴿۶۰﴾ تفسیر مجمع البیان جلد۱ صفحہ ۱۴۷

﴿۶۱﴾ تفسیر کبیر جلد۲ صفحہ ۴۹۹

﴿۶۲﴾ فتوحات مکیہ

﴿۶۳﴾ تفسیر نیشاپوری حاشیہ جلد۲ صفحہ ۳۰۱

﴿۶۴﴾ تاریخ ابن خلدون

﴿۶۵﴾ تفسیر خازن جلد۱ صفحہ ۳۰۲

﴿۶۶﴾ تفسیر معالم التنزیل جلد ا صفحہ ۳۰۲

﴿۶۷﴾ تفسیر جلالین جلد ا صفحہ ۱۵۰

﴿۶۸﴾ تفسیر عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۳۵۱

﴿۶۹﴾ تفسیر ابوسعود جلد ۲ صفحہ ۶۹۸

﴿۷۰﴾ تفسیر مدارک نسفی جلد ا صفحہ ۱۴۱

﴿۷۱﴾ تاریخ طبری

﴿۷۲﴾ تفسیر حقانی جلد ا صفحہ ۱۵۳

﴿۷۳﴾ تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۳۷۱

﴿۷۴﴾ تفسیر عدۃ الابرار جلد ا صفحہ ۴۲۸

﴿۷۵﴾ تفسیر مراح لبید صفحہ ۱۴۶

﴿۷۶﴾ تفسیر نعیمی جلد ۲ صفحہ ۶۳۷

﴿۷۷﴾ تفسیر بیضاوی جلد ا صفحہ ۱۱۲



وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

﴿سورۃ الدھر آیت ۸﴾

اعتذار

ناظرین ہمیں افسوس ہے کہ باوجود کوشش کے منتخب مضامین کو اُس صورت میں نہیں پیش کر سکے جو ہمارا منشا تھا، ہم چاہتے تھے کہ علی فی القرآن کے زیرِ عنوان مولائے کائنات سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں آنے والی تین صد آیات کو یکے بعد دیگرے نقل کر کے حوالوں سے مزّین کرتے مگر ہماری یہ کوشش اِس لئے ثمر بار نہ ہوسکی اور نہ ہوسکتی ہے کہ جس ہولناک دور سے ہم گذر رہے ہیں اُس میں ایسا ہونا ممکن ہی نہیں، خوارج کی شورشوں میں دِن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے اور فیصلہ شُدہ اُمور از سرِ نو نام نہاد ریسرچ کی زد میں آتے جارہے ہیں حالانکہ یہ تحقیق سرے سے تحقیق کہلانے کی مُستحق ہی نہیں بلکہ تحقیقِ جدید کے نام پر قرارِ واقعی حقائق کو مسخ کردینے کی ایک گستاخانہ جرأت اور مذموم کوشش ہے۔

اندریں صورت اُس ترتیب کو قائم رکھنا نہایت مُشکل امر ہو کر رہ گیا ہے ہر ثقہ روایت اعتراضات کے بوجھ تلے دبائی جارہی ہے اور اِن خوارج کے اعتراضات کو رفع کرتے وقت کسی بھی بحث کا طویل ہوجانا لازم ہے۔ علاوہ ازیں ایسی کربناک صورت سے بھی گذرنا پڑتا ہے جو ہمیں ہرگز پسند

نہیں اور وہ صورت یہ ہے کہ کچھ ایسے لوگ بھی بحث میں شامل کرنا پڑتے ہیں جو الگ ہی رہتے تو اچھا تھا۔

بہر کیف ! اپنا ذوق پورا کرنے کے لئے آئندہ جلد میں زیادہ سے زیادہ آیات کو زینت بنانے کی کوشش کی جائے گی فی الحال آپ جنابِ شیرِ خدا علیہ السلام کی شان میں دو آیات مزید ملاحظہ فرمائیں،

تاجدارِ ھَلْ اتٰی

امام المتقین، اشجع الاشجعین، امیرالمومنین، تاجدارِ ہَل اتٰی، مرتضیٰ، مشکلکشا، شیرِ خدا، امام الاوصیاء سیّدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حیاتِ طیبہ طاہرہ اور مبارکہ اور معظّمہ کا ہر گوشہ اِس قدر منوّر، اس قدر تابندہ اور اس قدر درخشندہ ہے کہ اس کی آفتابی شعاعوں اور ماہتابی کرنوں کا راستہ روکنے والے تعصّب و عناد کے ہزاروں ابرِ سیاہ کے ٹکڑے اُمڈ اُمڈ کر آتے رہے مگر خود ہی پاش پاش ہو کر وادیٔ فنا میں گم ہوتے گئے۔

درج ذیل واقعہ اور اس کے ضمن میں آنے والی آیتِ کریمہ جنابِ حیدرِ کرّار علیہ السلام کی عظمت و رفعت کی وہ اَنمٹ تصویر ہے جسے کسی بھی طرح دھندلایا نہیں جا سکتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ با ایں ہمہ یہ واقعہ بھی عقل کے دامِ فریب میں جکڑے ہوئے لوگوں کی دست برد سے محفوظ نہیں رہ سکا۔

ہم آئندہ اوراق میں اس واقعہ کی اہمیت کم کرنے والے حضرات کے عقلی دلائل کا شاخسانہ پیش کرنے کے بعد انشاء اللہ العزیز اِس کا ردِّ بلیغ بھی ہدیۂ قارئین کریں گے۔ فی الحال آپ وہ واقعہ تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں جس کی وجہ سے جنابِ علی شیرِ خدا علیہ السلام کو تاجدارِ ہل اتٰی کہا جاتا ہے۔

تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی زیر آیت وَیُطعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسکِیناً وَّیَتِیماً وَّاَسِیرًا " نقل فرماتے ہیں،

بیماری میں منّت ماننا

تفسیرِ واحدی اور دوسری تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت امامین حسنین کریمین علیہما السلام ایک دفعہ بیمار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صاحبزادگان والاشان کی عیادت کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثیر جماعت کے ساتھ تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک شخص نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں مشورۃً عرض کیا ! آپ اپنے صاحبزادگان علیہم السلام کی مرض سے رہائی کے لئے نذر مقرر فرمالیں اور منّت مان لیں "

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس مشورہ کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ میں خداوندِ قدوس جلّ وعلا کے لئے تین روزے نذر کرتا ہوں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ نذر مقرر کی تو سیّدۃ النساء العالمین، بضعۃ الرّسول خاتونِ جنّت سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور آپ کی کنیز جنابِ فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے لئے یہی نذر مقرر کرلی، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ صاحبزادگان کو صحت یاب فرمائے تو ہم بھی تین

تین روزے رکھیں گی۔

روزوں کی منّت مانی گئی تو خُداوندِ قدوس جلَّ مجدہ الکریم نے فضل فرمایا اور امامین کریمین علیہما السلام شفایاب ہو گئے، چنانچہ تینوں بزرگواروں نے ایفائے نذر کرتے ہوئے پہلا روزہ رکھ لیا۔

خاندانِ رسالت کا فقیر

روزہ تو رکھ لیا گیا مگر اس روز افطاری کے لئے دَولت کدۂ بتول میں کھانے کی کوئی چیز بھی موجود نہیں تھی، جنابِ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ حال دیکھا تو آپ ایک خیبری یہودی شمعون نامی غلہ فروش کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے قرض کی صورت میں اناج طلب فرمایا۔

یہودی پھر یہودی تھا عداوتِ اسلام تو ان لوگوں کے سینوں میں کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی ہے اس نے اُدھار غلّہ دینے سے پہلے تو صاف انکار کر دیا اور پھر کافی ردّوکد کے بعد بارہ آثار جو دینے پر رضامند ہو گیا۔

جنابِ شیرِ خُدا حضرت علی علیہ السلام وہ جو لے کر گھر تشریف لے آئے تو جنابِ سیّدۃ النساء العالمین بنتِ رسول سیّدہ زہرا بتول صلوٰۃ اللہ علیہا نے اُن میں سے ایک تہائی جو خود اپنے مقدس ہاتھوں سے چکّی میں پیس کر آٹا فِضّہ کنیز کے حوالے فرما دیا اور فِضّہ نے پانچ روٹیاں اہلِ خانہ کے اعداد کے

مطابق پکالیں ، چنانچہ جب افطاری کا وقت ہوا تو وہ روٹیاں سامنے رکھ کر ابھی کھانے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ اچانک دروازہ پر کسی سائل نے آواز دی یا اہلبیت محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو، میں گدایانِ اسلام میں سے ایک گدا ہوں اور آپ کے دروازے پر آیا ہوں کہ مُجھے کچھ کھانے کے لئے عطا کیا جائے میرے اہل وعیال پانچ افراد پر مشتمل ہیں آپ ہمیں کھانا کھلائیں اللہ تبارکؐ وتعالیٰ آپ کو جنّت الفردوس کے خوانہائے نعمت سے کھانا کھلائے۔

عطائے اهل بیت

حضراتِ اہلبیت کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے مسکین کی صدا سُنی تو پانچوں روٹیاں اُٹھا کر اس کے حوالے کر دیں اور خود پانی سے روزہ افطار فرما لیا اور سوائے پانی کے کچھ بھی نہ کھایا پیا۔

صبح ہوئی پھر روزہ رکھ لیا گیا اور روزِ اوّل کی طرح ایک تہائی جو پیس کر پانچ روٹیاں تیار کر کے اسی طرح افطاری کے وقت کھانے کے لئے جمع ہوئے تو اچانک دروازے پر ایک یتیم کی صدا اُٹھی کہ ﴿ اے اہل بیت محمد یتیم ہوں کھانا عطا کیجئے ﴾

چنانچہ اہلبیتِ محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وہ پانچوں روٹیاں یتیم کے حوالے کر دیں اور خود پہلے دن کی طرح پانی سے روزہ افطار کر لینے پر

ہی اکتفا فرمایا،

تیسرے دن پھر آخری روزہ رکھ لیا گیا اور باقی ماندہ جو پیس کر پانچ روٹیاں پکائی گئیں، افطاری کے وقت جمع ہوئے تو دروازہ پر ایک اسیر کی آواز آئی کہ اے اہلبیت محمد اسیر ہوں بھوکا ہوں کھانا کھلائیں تو خانوادۂ رسول نے اس روز بھی سب روٹیاں اُٹھا کر سائل کر حوالے کر دیں اور خُود پانی کے چند گھونٹ پینے پر اِکتفا فرمایا۔

جب چوتھی صبح طلوع ہوئی تو سب لوگوں پر بُھوک کی وجہ سے ضعف و نقاہت کا یہ عالم تھا کہ حرکت کرنے کی طاقت بھی نظر نہیں آتی تھی اور بچے بھوک سے یُوں نڈھال تھے جیسے کسی پرندہ کے ننھے ننھے بچے لرز رہے ہوں۔

بیتابیٔ مصطفےٰ

اُسی روز سرورِ کائنات حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صاحبزادگان والا شان امامین کریمین کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے، تو بچوں کی کمزوری اور نقاہت کو دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ؑ سے پوچھا کہ میری بیٹی کہاں ہے ؟

جنابِ حیدرِ کرّارؑ نے عرض کی ! یارسول اللہ وہ تو اپنی محراب میں نماز پڑھنے میں مشغول ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آگے بڑھے اور اپنی مقدّس بیٹی کا

حال دیکھا۔

حضور پرنور، تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضور رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیکرِ صبر و رضا بیٹی جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اس حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ جناب سیّدہ کا شکمِ اطہر کمر مبارک کے ساتھ لگا ہوا ہے اور نقاہت کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں، سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حال دیکھا تو آبدیدہ ہو گئے۔

تاجدارِ انبیاء کی چشمانِ مبارک کو آنسوؤں سے تر دیکھا تو اُسی وقت جبریلِ امین علیہ السلام پیغامِ خداوندی لیکر حاضرِ دربار ہو گئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ سورۂ مبارکہ "الدھر شریف" آپ کو اور آپ کی اہلبیت کو مبارک ہو اور یہ آیات پڑھیں،

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّاَسِيرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾

ترجمہ ! اور کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبّت میں مسکینوں کو اور یتیموں کو اور اسیروں کو ﴿ اس ارادے سے کہ ﴾ ہم تو تم کو بس اللہ ہی کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔

﴿سورۃ الدھر آیت ۸۔۹﴾

متن ملاحظہ ہو۔

در واحدی و دیگر تفاسیر مذکورہ است کہ حضرت امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار شدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائے عیادت ایشاں تشریف آوردند وہمراہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ بسیار آمدندم ﴿رضی اللہ عنہم﴾ شخصے از آں جماعت بحضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ گفت کہ مرض فرزندان شما صعب اس بائید کہ نذرے مقرر کنید، ایشاں گفتند کہ من سہ روزہ برائے خدا نذر کردم۔

حضرت خاتونِ جنت نیز ہمیں نذر بر خود مقرر کردند و کنیزک ایشاں کہ فِضّہ نام داشت نیز ہمیں نذر مقرر کد، حق تعالیٰ فضلِ خود فرمود کہ حضرت امامین رضی اللہ عنہما شفا یافتند وہ ہر کسہ موافق نذر خود روزہ دار شدند ودر آں روز از اسباب خوردنی ہیچ موجود نہ بود۔

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ پیش شمعون خیبری یہودی کہ غلہ فروش بود تشریف بردو قرض خواہ شدند واو بنا بر عداوتِ اسلام در دادن قرض استادگی کرد آخرِ بعد کدو کاوش بیسار دو آزہ آثار جو یا

ایشاں داد بخانہ آوردند، حضرت خاتونِ جنت چہار آثار جو در آسیہ انداختند آس کردند کنیز یک ایشاں پنج نان را آوردہ پیشِ حضرات گذاشت می خواستند کہ ازآں نان ہا تناول فرمانید ناگاہ بردروازہ گدائے آمدہ ایستادہ گفت کہ سلامِ خدائے تعالیٰ برشما بادائے اہلبیتِ محمد گدائے از گدایانِ اسلام بر دروازہ شما آمدہ است چیزے بخورانید و پنج کس در عیال دار و شمارا حق تعالیٰ از خوان ہان ہائے جنت خواہد خورانید۔

ایں صاحبان ہر پر پنج نان را بآں گدا حوالہ کردند و غیر از آب آں شب چیزے نخوردو صبح روزہ دار برخاستند چوں شام شد وقتِ افطار طعامِ معلوم تیار کردہ بردستار خوان نہادند ناگاہ یتیمے پیدا شد آں روز طعامِ معلوم را بہ یتیم دادند۔

وروزے سوم اسیرے پیدا شد طعام آں روز باسیر دادند چوں روز چہارم صبح خواستند مانند چوزہ جانورے می لرزیدند واز شدت گرسنگی اصلا طاقتِ حرکت نماندہ بود، آں حضرت درآں روز برائے دیدن حضرت امامین تشریف آوردند، ایں حالت

رادیدہ بیتاب شدند و فرمودند کہ دخترِ من کجا است؟ حضرت مرتضٰی کرم اللہ وجہہ عرض کردند یا رسول اللہ درمحرابِ خود مشغول بہ نماز است۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیشِ آں خاتونِ جنت تشریف بُردند۔

دیدند شکمِ ایشاں بالپشت چسپیدہ است و ہر دو چشم ایشاں فرورفتہ بہ سبب دیدن ایں حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اشک ریز شُدند، درہمیں اثناء حضرت جبرائیل نزول فرمودد گفت کہ بگیرائے پیغمبرایں سورہ رامبارک شد تُرا در اہلِ بیتِ تو وایں آیات خواندند بعدازاں حق تعالٰی فتوحِ ظاہری می فرمودد بازبایں شدّتِ فقر مبتلا نہ شدند، گویند کہ دریں ہر سہ شب جبرائیل بصورتِ گداو یتیم واسیر شدہ برائے اِمتحان صبرِ اہلبیتؑ علیہ السلام تشریف آوردہ بودند۔"

﴿تفسیر فتح العزیز مطبوعہ دھلی پارہ ۲۹ صفحہ ۲۶۷﴾

﴿مؤلفہ شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اِس واقعہ کے بعد اللہ

تبارک وتعالیٰ نے خاندانِ مصطفےٰ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے اور اس کے بعد پھر کبھی یہ لوگ اِس قسم کی شدّتِ فقر میں مبتلا نہیں ہوئے۔''

مفسّرین فرماتے ہیں کہ ہر سہ شب جبرائیل علیہ السلام سوالی کی صُورت میں مسکین، یتیم اور اسیر بن کر اہلبیتِ کرام کے صبر کا اِمتحان لینے کے لئے بحکمِ خُداوندِ قدوس حاضر ہوتے رہے۔

اگرچہ تفسیرِ عزیزی کی اِس واضح ترین عبارت کے بعد اس ضمن میں کوئی حوالہ بھی نہ پیش کیا جائے تو جب بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ شانِ اہلبیت میں آنیوالی ہر آیت اور ہر روایت کا رُخ کسی نہ کسی طرح کسی دُوسری طرف پھیر دینے کا فریضہ پُوری قوّت سے سرانجام دیتے رہے ہیں اور دے رہے ہیں، اِس لئے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو اِس واقعہ کی صحت پر مزید استدلال کی صُورت میں چند دیگر معتبر تفاسیر کے حوالے پیش کر دیئے جائیں اور پھر بعض لوگوں کے ان مضطرب اور منتشر خیالات کو غلط محض ثابت کر دیا جائے جو اس کے برعکس متصوّر کیئے ہوئے ہیں۔

تفسیر خازن
تفسیر معالم التنزیل
تفسیر فتح البیان

علامہ خازنؒ تفسیرِ خازن میں اور علامہ بغویؒ تفسیرِ معالم التنزیل میں اور نواب صدیق حسن بھوپالی تفسیر فتح البیان میں روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیاتِ کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شانِ اقدس میں نازل ہوئی ہیں اور اس کی تفصیل یہ ہے۔

کہ آپ کسی یہودی سے کچھ جو لائے اور اُن میں سے ایک تہائی کو پیس کر روٹیاں پکائیں۔ ابھی آپ نے کھانا بھی نہیں شروع کیا تھا کہ ایک مسکین نے روٹی کا سوال کیا آپ نے وہ تمام روٹیاں اُٹھا کر اُسے عطا فرمادیں۔ پھر دُوسری تہائی کی روٹیاں پکائی گئیں اور ابھی آپ نے کھانا شروع بھی نہیں فرمایا تھا کہ ایک یتیم نے سوال کیا تو آپ نے وہ سب کی سب روٹیاں اُٹھا کر اس یتیم کے حوالے کر دیں۔

تیسری دفعہ باقی ماندہ آٹا یعنی آخری تہائی کی روٹیاں پکائی گئیں اور

ابھی آپ نے کھانا بھی شروع نہیں کیا تھا کہ مُشرکین میں سے ایک قیدی نے روٹی کا سوال کر دیا تو آپ نے وہ تمام روٹیاں اُٹھا کر اُس کو عطا فرما دیں تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی،

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿٧﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴿٨﴾

متن ملاحظہ فرمائیں !

روی ابن عباس رضی اللّٰہ عنهما انها نزلت فی علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه وذالک انه عمل لیهودی بشیٔ من شعیر فقبض ذالک الشعیر فطحن منه ثلثه واصلحوا منه شیئا یا کلونه فلما فرغ اتی مسکین فسائل فاعطوه ذالک ثم عمل الثلث الثانی فلما فرغ اتی یتیم فسائل فاعطوه ذالک ثم عمل الثلث الباقی فلما تم نفجه آتی اسیر من المشکرین فسئال فاعطوه ذالک وطو و ایونهم ولیلتهم فنزلت هٰذا الآیة ویطعمون الطعام علیٰ حبه الی آخر الآ یة .

﴿تفسیر خازن ج چهارم ص۱۸۹﴾
﴿تفسیر معالم التنزیل ج۴ص۱۸۹﴾
﴿تفسیر فتح البیان جزوهم ۱۰ ص۱۳۹﴾

تفسیرِ کبیر

امام فخر الدین رازیؒ زیرِ آئت تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مزید فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے علاّمہ واحدی نے اپنی تصنیف کتاب البسیط میں نقل کیا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت اِمام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اس کے بعد یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن و حسین علیہما السلام بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان کی عیادت کو مع صحابہ کے تشریف لائے۔ الخ، آگے چل کر لکھا ہے۔

جناب فاطمۃ الزہرا نے پانچ روٹیاں پکائیں تو مساکین میں سے ایک مسکین نے کہا اَے اہلِ بیت محمد علیہم الصّلوٰۃ والسّلام مجھے کھانا کھلایئے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو کھانا کھلائے گا۔

پھر لکھتا ہے کہ،

جناب علی علیہ السلام نے حضرت حسؑن اور حسین علیہما السلام کو ساتھ لیا اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ جناب فاطمۃ الزہرا محراب میں مصروفِ عبادت ہیں۔

دیگر متعدّد تفاسیر میں مندرجہ بالا واقعات کی تفصیل اس طرح ہے کہ

یہ آیتِ کریمہ جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم' جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور جناب فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب حضرت حسنین کریمین علیہما السلام بیمار ہوئے تو ان تینوں نے نذر مانی کہ ہم تین روزے رکھیں گے، چنانچہ جب حضرات حسنین کریمین کو اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی تو جناب علی علیہ السّلام ایک یہودی سے تین صاع جَو لائے ان میں سے ایک صاع جَو حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے پیس کر روٹیاں پکائیں اور اسی اثناء میں ایک مسکین نے کھانے کا سوال کیا۔

تو تمام روٹیاں سائل کو عطا کر دیں۔ اور اہلِ بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی سے روزہ افطار کیا۔

دوسرے دن جناب فاطمۃ الزہراؑ نے پھر ایک صاع جَو پیس کر روٹیاں پکائیں تو ایک یتیم نے روٹی کا سوال کیا تو اہلِ بیت کرام نے تمام روٹیاں یتیم کو عطا فرما دیں اور پہلے دن کی طرح پانی سے روزہ افطار فرمایا۔

تیسرے روز حسب معمول جب پھر روٹیاں پکائیں گئیں تو ایک اسیر نے سوال کر دیا کہ یا اہلِ بیتِ محمدؐ بھوکا ہوں کھانا کھلائیں تو خاندانِ مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تمام روٹیاں اُٹھا کر اس کے حوالے کر دیں اور خود پانی سے روزہ افطار فرمایا۔

ان هذا الآية نزلت في علي بن ابي طالب

عليه السلام والواحدي من اصحابنا ذكر في

كتاب البسيط انها نزلت فی حق الحسن والحسین علیهما السلام .

فروی عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما ان الحسن والحسین علیهما والسلام مرضا فعادهما رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم .الخ

فی اناس من شعیر فطحنت فاطمه صاعا واختبزت خمسة اقراص علی عدهم فقال السلام علیکم مسکین من مساکین المسلمین اطعمونی اطمعکم اللّٰه اخذ علی علیه السلام الحسن والحسین ودخل علی رسول اللّٰه علیه والصلوٰة والسلام معهم فرائی فاطمة فی مهرابها .

﴿تفسیر کبیر جلد ۸ص۲۷۶﴾

دیگر تفاسیر میں ہے !

نزلت فی علی وفاطمة وفضه جارية لهما مرض الحسن والحسین رضی اللّٰه عنهما نذر و اصوم ثلثة ایام فاسقرض علی رضی اللّٰه عنه عن یهودی ثلاثة اصوع من الشعیر فطحنت فاطمة رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما کل یوم صاعا وخبزت ثلاثه عشایا علی انفسهم مسکیناً ویتیماً واسیرا

ولم یذوقوا الا الماء فی وقت الفطار .

﴿تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۱۸﴾

﴿تفسیر نیشا پوری مع ابن جریر ج ۲۹ ص ۱۱۲﴾

﴿تفسیر مھامی ج ۱ ص ۳۷۹﴾ ﴿تفسیر کشاف ج ۲ ص ۲۳۲﴾

﴿تفسیر در منثور ج ۶ ص ۲۹۹﴾ ﴿ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۷۴﴾

اعتراض

اِس واقعہ پر بعض لوگوں نے جو اعتراض کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ چونکہ سُورۃ الدّہر شریف مکّی ہے اور یہ واقعہ مدینہ منوّرہ کا ہے اس لئے یہ آیات خاندانِ اہلِ بیت کی شان میں نازل ہونا قرینِ قیاس نہیں بلکہ واضح طور پر خلاف واقعہ ہے۔

جواب

اس انتہائی معمولی سے اعتراض کا جواب ایک تو یہ ہے کہ اصولِ تفسیر کی کُتب کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ بعض مکّی سورتوں میں مدنی آیات بھی موجود ہیں اور ایسے ہی مدینہ منوّرہ میں نازل ہونے والی بعض سُورتوں میں مکّی آیات موجود ہیں جیسا کہ سورۃ توبہ شریف پوری کی پوری مدنی ہے لیکن اس کی آخری دو آیات مکّی ہیں یہی نہیں بلکہ اس قسم کی بیسویں مثالیں کتبِ تفاسیر میں موجود ہیں جن سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

دوسری خاص بات یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں مسکین اور یتیم کے ساتھ اسیر کا بھی ذکر آیا ہے۔ جب کہ سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکّی زندگی میں اسیر کا تصور ہی موجود نہیں چنانچہ مفسّرین کرام نے بالوضاحت لکھا ہے کہ یہ اسیر مشرکین میں سے تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کسی مسلمان کو قیدی بنایا ہی نہیں جاتا تھا۔

اب جبکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدینہ طیبہ کی حیاتِ طیبہ میں بھی کسی مسلمان کے قیدی ہونے کا تصور موجود نہیں تو مکّہ معظّمہ میں کسی مسلمان کے اسیر ہونے کا گمان کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مفسّرین قیدی کو مشرکین میں سے بتاتے ہیں جبکہ مکّہ معظّمہ میں مسلمانوں میں بظاہر وہ قوّت ہی موجود نہ تھی، جس کے بل بوتے پر کسی کافر و مشرک کو قیدی بنا سکتے۔

مکّی بھی اور مدنی بھی

چنانچہ تفسیر دُرِ منثور میں خاتم حفاظِ مصر علاّمہ جلال الدین سیُوطی رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا دونوں اقسام کی روایات اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

اوّل:

نحاس سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ سورۃ الانسان ﴿الدھر﴾ مکہ معظّمہ میں نازل ہوئی اور ابن

مردویہ، ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں فرمایا کہ سورۃ ھل اتیٰ علی الانسان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ متن ہے،

اخرج النحاس عن ابن عباس قال نزلت سورة الانسان بمكة واخرج ابن مردويه عن ابن الزبير قال أنزلت بمكة سورة هل اتىٰ على الانسان .

﴿تفسیر دُرِ منثور جلد ششم ص ۲۹۷﴾

دوم :

ابن غریس و ابن مردویہ اور بیہقی حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ سورۃ الانسان مدینہ منوّرہ ﴿زاداللہ شرفہا﴾ میں نازل ہوئی ہے متن ہے۔

واخرج ابن الغريس و ابن مردويه والبهيقى عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه' قال نزلت سورة الانسان با لمدينة .

﴿تفسیر دُرِ منثور جلد ششم ۲۹۷﴾

اس ضمن میں دیگر بھی بے شمار آثار و اقوال اور اصول و شواہد پیش کیے جا سکتے ہیں مگر خواہ مخواہ طوالت سے گریز کرتے ہوئے اس بحث کو انہیں الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے۔ البتہ اگر کبھی ضرورت محسوس ہوئی تو تیسری جلد میں مزید حوالے بھی پیش کر دیئے جائیں گے۔

مسکین کو کھانا کھلانے کے لئے جناب سیّدہ سے خِطاب

اگر چہ تفاسیر واحادیث اور تواریخ وسیر کی متعدّد کتابوں کے حوالہ جات اس ضمن میں پیش کئے جا چکے ہیں تاہم مسکین، یتیم، اور قیدی کو کھانا کھلانے کا واقعہ خود جناب حیدرِ کرار علیہ السلام نے اپنے اشعار میں بھی قلمبند کیا ہے جسے قارئین کی دلچسپی کے لئے نقل کیا جارہا ہے جب مسکین نے آپ کے دروازہ پر روٹی کا سوال کیا تو آپ نے سیّدۃ نساء العالمین سلام اللہ علیہا سے فرمایا!

اَے بزرگی کی مالک اور یقین کرنے والی فاطمہؑ اور اے تمام لوگوں سے بہتر باپ کی بیٹی آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ آپ کے دروازہ پر ایک مسکین فریاد کررہا ہے۔

اور وہ نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں دُعا کررہا ہے اور نہایت غمزدہ ہو کر ہم سے بھوک کی شکایت کرتا ہے۔

ہر شخص اپنے کیے ہوئے کام کا ذمّہ دار ہے اور نیکی کرنے والا وہی ہے جو قرض دیتا ہے۔

فاطمة ذات الجد واليقين

يا بنت خير الناس اجمعين

امـا تـريـن ألبـآئـس المسكين

قـد قـام بـالبـاب لـه حـنـيـن

يـدعـوا الـى الـلـه ويستـكين

يشـكـوا اليـنـا جائـع حـزيـن

كُـلّ اِمـرءٍ بـكـبـه رهـيـن

وفـاعـل الـخـيـرات مـن يدين

﴿ديوان علی علیه السلام ص۱۸۵﴾

جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا نے جواب میں عرض فرمایا،

اے ابنِ عّم! میں نے آپ کا حُکم سُنا بھی اور تسلیم بھی کیا میں ابھی اسے کھانا کھلاتی ہوں اور مجھے بھوکے رہنے کی ہرگز کوئی پرواہ نہیں۔

امـرک سـمـع یاابن عم وطاطة

اطـعـمـه ولا اُبـالـی السـاعة

﴿ديوان علی علیه السلام صفحه ۱۸۵﴾

یتیم کو کھانا کھلانے کے لئے سیّدہ سے خِطاب

اے سرورِ کونین اور بزرگ و کریم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا خُدا آج اس یتیم کو آپ کے دروازے

پرلایا ہے تو جو شخص اس پر رحم فرمائے گا وہ رحیم و مہربان ہوگا۔ اور اس کے لئے اُس جنّتِ نعیم کا وعدہ ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کمینوں پر حرام کر رکھا ہے۔

فاطمة بنت سيد الكريم
بنت نبي ليس بالزنيم
قد جاء نا للّٰه بذاليتيم
من يرحم اليوم فهو رحيم
موعده في جنة النعيم
حرمها اللّٰه على اللئيم

جنابِ سیّدہؑ کا جواب

اے میرے سرتاج میں اس یتیم کو کھانا ضرور عطا کروں گی۔ اور اپنی بھوک کی ہرگز پرواہ نہ کروں گی اور اپنے بچوّں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کو ترجیح دوں گی۔ میرے ان بچوں نے بھوکے رہ کر صبح سے شام کی ہے اور اُن میں سے میرا چھوٹا بچہ اچانک شہید کر دیا جائے گا۔ اور اس کے قاتل پر تباہی اور وبال آئے گا۔

انى اعطيه ولا اُبالى
واوثر اللّٰه على عيالى

وامسوا جياعاً وهم شيالی

اصغر هم يقتل باغتيالی

للقاتل الويل مع الوبال

﴿دیوانِ علی السلام ص ۱۹۴﴾

قیدی کو کھانا کھلانے کے لئے جناب سیّدہؑ کو فرمایا

یا فاطمہ بنتِ احمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور اے اس رسول اکرم کی صاحبزادی جو دونوں جہان کی سردار ہیں،

اس ﴿اسیر کو﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازک گردن سے مُزّین کر کے نبیءِ مُہتدیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا قیدی بنایا ہے۔

یہ زنجیر میں بندھا ہوا اور طوق میں مقیّد ہو کر ہمارے پاس حد سے بڑھی ہوئی بھوک کی شکایت لے کر حاضر ہوا ہے۔

آج جو کچھ بھی اس کو کوئی کھلائے گا، خُداوند اعلیٰ و بالا اور واحد ویکتا کے پاس اس کا صلہ پائے گا۔

زراعت پیشہ نے جو بویا ہے وہی کاٹے گا۔ لہٰذا آپ بغیر کسی قسم کا احساس جتائے اسکو کھانا کھلائیں، حتیٰ کہ اس کا وہ بدلہ عطا فرمایا جائے جس کے لئے نہ زوال ہے نہ فنا۔

فاطمہ یا بنت النبی احمد

بنت نبی سید مستردا

قد زنہ اللّٰہ بجبیرا غیدا

ھذا اسیر للنبی المھتدی

مُکبلٌ فی غلۃِ متید

یشکوا الینا الجوع قد تمددا

من یطعم الیوم یجدہ فی غدِ

عند العلی الواجد الموحد ا

مازرع الزارع سوف یحصد

فاطمعی من غیر من انکداء

حتیٰ تجازی بالذی لا ینقد

جناب سیّدہ کا جواب

جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا نے جواب دیا اے سرتاج! جو کچھ آپ لائے تھے ان میں سوائے اس ایک صاع جَو کے کچھ بھی باقی نہیں بچا اور میرا ہاتھ بھی پیمانہ کے ساتھ جاتا رہا یعنی تھک گیا ہے۔

خُدا کی قسم میرے بچّے بھُوکے ہیں اور ان کا باپؑ نیکی اور خیرات کرنے والا ہے اور طرح طرح سے نیکی کرتا ہے۔

لـم يبـق مـمـا جئت غير صـاعِ
قـد ذهبـت كـفـى مـع الـذراع
ابــنــاى والــلّــه مـن الـجيـاع
ابـوهـمـا لـلـخيـر ذو اصطنا ع
يـصـطـنـع الـمـعروف باعتراع

﴿ديوان على كرم اللّٰه وجهه الكريم ص ٥٩﴾

فصل دوم

محبّت حیدر کرّار

محبوب مومنین

تاجدارِ ہل اتیٰ امیر المومنین سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رکھنا مومن ہونے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔

محبّت حیدرِ کرار علیہ السلام ایک ایسا معیار ہے جس کے پیشِ نظر ہر شخص آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ ایماندار ہے یا نہیں قارئین حیران ہونگے کہ یہی ایک بات بار بار کیوں کرتے ہیں جبکہ کسی ایک بات کو ایک ہی بار کہہ دینا کافی ہوتا تو اس کے جواب میں ہم آپکو یقین دلاتے ہیں کہ اس تکرار کی ذمہ داری ہم پر ہرگز عائد نہیں ہوتی بلکہ خُداوند قدوس جل وعلیٰ اور جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء نے مُحبتِ حیدر کرار کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے بار بار اس امر کا تذکرہ فرمایا ہے اور اگر وہ تمام فرامین خُدا اور رسول جو محبّتِ علی کے بارے میں وارد ہیں ایک جگہ جمع کر دئے جائیں تو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ایک علیحدہ کتاب معرضِ وجود میں آسکتی ہے اس لئے بغیر

تحیر کی وادیوں میں گم ہونے کے بعد آپ یوں سمجھ لیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید فرقانِ حمید میں نماز پڑھنے کے لئے مُسلسل سات سو بار اپنے ایک ہی حُکم کا اِعادہ کیا ہے۔

حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کسی ایک بات کو ایک ہی مرتبہ ارشاد فرما دینا بہرصورت کافی ہے مگر اس بار بار کی تاکید میں نُکتہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق کا حال بھی اچھّی طرح جانتے ہیں۔ خالقِ حقیقی اور قادرِ مطلق کے علمِ ازلی میں یہ بات موجود تھی کہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد نمازوں سے جی چُرائیں گے۔

اور ان کا یہ تساہل ان کے لئے مصائب اور تباہیوں کا پیش خیمہ ہوگا اس لئے بار بار ایک ہی اَمر کا اِعادہ کر کے واضح کر دیا گیا کہ اِنسان اپنی فطرت کے مطابق بار بار یاد دلانے پر ہی راہِ راست پر آ سکے تو یہ غیر ممکن نہیں بلاتشبیہ یہی حال جناب علی علیہ السلام کی محبّت کا ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بحکمِ ایزدی اہلِ اسلام کو بار بار متنبّہ کیا کہ علی سے محبّت رکھنا ہی مومن ہونے کی دلیل ہے۔ چونکہ امام الانبیاء رسول غیب دان صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اچھّی طرح جانتے تھے کہ کچھ لوگ اسلام قبول کر لینے کے باوجود حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی محبّت سے تہی دامن ہوں گے۔

ان کے دلوں پر بُغض ونفاق کی تہیں جم جائیں گی۔ اس لئے بار بار

اس امر کا اعادہ کیا گیا تا کہ جو لوگ ازلی شقاوت سے بچے ہوئے ہیں وہ راہِ راست پر آجائیں اور منافق ہونے سے بچ جائیں،

ہم آئندہ اوراق میں اس کے متعلّق مزید وضاحت بھی پیش کریں گے۔ فی الحال آپ قُرآن مجید کی ایک ایسی آیت ملاحظہ فرمائیں جس میں جناب حیدرِ کرار شیرِ خُدا حضرت علی علیہ السلام کی محبّت کو مومنوں کے دلوں میں اُتار دینے کی ذمہ داری خُود خالقِ کائنات جلّ مجدہٗ الکریم نے قبول کی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ☆

﴿سورۃ مریم آیت ۹۶﴾

ترجمہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کیۓ تو خُدائے رحمٰن اُن کے لئے محبت پیدا کردے گا۔

مفسّرین و محدثین کرام نے لکھا ہے کہ آیتِ مذکور تاجدارِ ہل اتیٰ مرتضیٰ، مشکل کُشا، شیرِ خُدا، اُمیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ خُداوندِ قدّوس جلّ وعلا کی طرف سے لوگوں کے محبوب کیۓ گۓ ہیں۔ چنانچہ امام جلال الدّین سیُوطی رحمۃ اللہ علیہ زیرِ آیت رقمطراز ہیں۔

تفسیر دُرِ منثور

ابن مردویہ اور دیلمی اپنی اپنی کتاب میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا یا علی! اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ دُعا کرو الٰہی مجھے اپنا وعدہ کیا گیا بنا اور مجھے اپنا محبوب بنا، اور مومنین کے دلوں میں میری محبت جاگزین فرما، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا .

فرمایا کہ یہ آیت مولا علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

واخرج ابن مردویه والديلمی عن البراء قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم لعلی قل اللّٰهم اجعل لی عندك عهدا واجعل لی عندك ودا واجعل لی فی صدور المومنین مودّة.

فانزل اللّٰه اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا . قال فنزلت علی .

﴿ در منثور جلد چهارم صفحه ۲۸۷﴾

تفسیر کی اِسی کتاب میں دوسری روایت اس طرح ہے: طبرانی اور

ابن مردویہ نے اپنی کتابوں میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے فرمایا کہ مومنوں کے دلوں میں علی کی محبت ہے۔

واخرج الطبرانی وابن مردویہ عن ابن عباس قال فنزلت فی علی ابن ابی طالب ان الذین آمنوا ، الی آخر الآیۃ قال محبۃ فی قلوب المومنین .

﴿در منثور جلد۴ صفحہ ۲۸۷﴾

تیسری روایت امام جلال الدّین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ حکیم ترمذی اور ابن مردویہ نے اپنی کتابوں میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا . کا مطلب کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ محبّت جو مومنین اور ملائکۃ المقرّبین کے دلوں میں ہے اور پھر فرمایا، یاعلی اللہ تعالیٰ مومن کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے۔

منّت ومحبت اور حلاوت وہیبت صالحین کے سینوں میں ہے۔

واخرج الحکیم الترمذی وابن مردویہ عن علی

قال سئالت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم

عن قوله "سیجعل لهم الرحمن ودا ما هو ؟ قال

المحبة فی قلوب المومنین والملائکة المقربین

یاعلی ان اللّٰہ اعطی المومن ثلاثه المنة والمحبة

والحلاوة والهابة فی صدور المومنین .

﴿ در منثور جلد ۴ صفحہ۲۸۷﴾

انوار محمد یه من مواهب الدنیه

ریاض النضره فی مناقب العشرة

سیرت کی مشہور کتاب مواہب الدنیہ میں علامہ نبھانیؒ اور مناقب کی عظیم کتاب ریاض النضرہ میں محبّ طبریؒ رقمطراز ہیں کہ نقاشؒ نے ذکر کیا ہے کہ،

اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا .

حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے کوئی ایسا مومن نہیں دیکھا جو علی علیہ السلام اور اہلِ بیت کرامؑ سے محبت نہ کرتا ہو۔

﴿ گویا جس کے دل میں سیّدنا حیدرِ کرار کی محبت نہیں وہ مومنین کے زمرہ سے ہی خارج ہے ﴾

وقد ذكر النقاش ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا .﴾ نزلت فی علیٍ وقال محمد بن الحنفیه لا تجد مومنا الا وهو یحب علیا والبیة.

﴿انوارِ محمد من مواهبِ اللدنیه مطبوعه مصر صفحه ۲۳۶﴾

ریاض النضر ہ کی عبارت میں ہے۔کوئی مومن باقی نہیں مگراس کے دل میں علی اوراہلِ بیت کی محبت ہے۔

لایبقی مومن الا وفی قلبه ودلعلی واهل بیته

﴿الریاض النضرة فی مناقب العشره جلددوم صفحه ۲۸۷﴾

﴿للمحب طبری مطبوعه مصر﴾

تفسیرِ کشاف

زیرِ آیت علامہ زمخشری اپنی مشہور کتاب تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:

مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کوفرمایا: یاعلی کہئے یااللہ تو میرے لئے وعدہ فرما اور مومنوں کے سینوں میں میری مودّت قائم فرما۔تواللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

کہ بیشک جوایمان لائے اورنیک عمل بھی کئے تورحمٰن ﴿لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کردے گا﴾

وروی ان النبی صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم

قال لعلی رضی اللّٰہ عنہ یاعلی ! قل اللھم اجعل
لی عند عھد واجعل لی فی صدور المومنین مودۃ
فانزل اللّٰہ ھذہ الآیۃ۔

﴿تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلدسوم صفحہ ۱۸﴾
﴿ للعلامۃ الزمخشری﴾

الصواعق المحرقہ

طبرانی حسن سند کے ساتھ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا جس نے ﴿علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت رکھی اُس نے مُجھ سے محبت رکھی﴾ اور جس نے مُجھے محبوب بنایا اُس نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اور جس نے علی سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے عناد رکھا اور جس نے مجھ سے عناد رکھا اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے بُغض رکھا۔

اخرج الطبرانی بسند حسن عن ام سلمۃ
عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم قال من
احب علیا فقد احبنی ومن احبنی فقد احب اللّٰہ
ومن البغض علیا فقد البغضنی ومن البغضنی فقد
ابغض اللّٰہ۔

﴿الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۳﴾

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ جناب شیرِ خُدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

باب محبت کا یہ مختصر ترین حصہ ہے جسے ہم نے یہاں ضرورتاً نقل کیا ہے ورنہ یہ تو ایک ایسا بحرِ بیکنار ہے جسے ایک پوری جلد میں بھی نہیں سمویا جاسکتا،

اس مقام پر چند اوراق پیش کرنے کی غایت یہ ہے کہ جو لوگ محض چند عقائد میں مقید ہو کر مُحبانِ علی ہونے کے دعوے دار ہیں وہ حضرت علی علیہ السلام سے ہی پوچھ لیں کہ اُن کا شیعہ اور اُن کا حبدار کون ہے چنانچہ اس سلسلہ میں ایک ثقہ روایت پیشِ خدمت ہے۔

محبّتِ علی کا جُھوٹا دعوے دار

اصبغ بن نباتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا، اسی اثناء میں ایک شخص بارگاہِ مُرتضویؑ میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ اے اُمیر المومنین! میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں۔

مولائے کائنات تاجدارِ ہل اتےٰ شیرِ خُدا امیر المومنین، امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس کا یہ زبانی دعویٰ سُنا تو ارشاد فرمایا۔

اے مُجھ سے دعویٰ محبت کرنے والے سن! مُجھے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہزار نصیحت کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے جن میں سے ہر ایک حدیث کا ایک ایک ہزار باب ہے۔

تمام لوگوں کی عالمِ ارواح میں ایک دوسرے سے باہم ملاقات

ہوئی تھی جس شخص کو وہاں کسی دوسرے کا تعارف حاصل ہو گیا وہ اس جہان میں بھی اس کے ساتھ خاص طور پر مانوس ہے اور ان میں اپنائیت اور یگانگت پائی جاتی ہے، اور جس شخص نے عالمِ ارواح میں کسی دوسرے کا انکار کیا اور اس کے لئے اپنے دِل میں مغائرت کا جذبہ محسوس کیا تو وہ یقینی طور پر اس دنیا میں بھی اس سے اختلاف رکھتا ہے اور ذہنی طور پر اُس کا منکر ہے۔

خُدا کی قسم! تم میرے ساتھ دعوئ محبّت میں ہر گز مُخلص نہیں ہو بلکہ واضح طور پر کِذب سرائی اور افتراء سے کام لے رہے ہو، اور میں دیکھ رہا ہوں کے تُمہارا چہرہ مُجھ سے محبّت کرنے والوں کے چہروں جیسا نہیں ہے اور تُمہارا نام میرے مُحبّین کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔

محبّتِ علی کا سچّا دعویدار

جناب شیرِ خدا مرتضیٰ مُشکل کشا علیہ السلام نے ابھی اپنی گفتگو ختم فرمائی کہ ایک اور شخص آپ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا امیر المومنین علیہ السلام میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم کی خاطر آپ کو اپنا دوست رکھتا ہوں۔

حضور مولائے کائنات علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یقیناً تم اپنے دعوئ محبّت میں سچّے ہو، پھر فرمایا کہ ہماری طِینت اور ہمارے حُبداروں کی طِینت خُداوندِ قدوس کے علمِ مقدس میں خزانہ کی صورت میں موجود ہے

چنانچہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پُشتِ انور میں اس سے وعدہ لیا گیا تھا کہ نہ تو اِس طینت کے لوگ ایک دُوسرے کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی اِس سے الگ طینت کے لوگ اِن میں داخل ہو سکتے ہیں۔

اے میرے مُحبّ! تو اپنے لئے فقر کی ردا تیار کر لے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ،

خُدا کی قسم! فُقر ہمارے دوستوں کی طرف ڈھلوان کی طرف دوڑنے والے سیلاب سے بھی زیادہ قُوّت اور تیزی سے دوڑے گا۔

﴿ماخوذ از ینابیع المودۃ جلد اوّل ص ۷۴﴾

شیعانِ علی کون ہیں

عصرِ حاضر میں چند وضعی عقائد کی بناء فرقہ خود کو شیعانِ علی متصوّر کئے ہوئے ہے اس لئے خاص طور پر مندرجہ ذیل فرامین حیدر کرار علیہ السلام لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتے ہیں کاش یہ فرقہ اپنے اَفعال و کردار کا موازانہ ان لوگوں کے ساتھ کرتا جن کو جنابِ شیرِ خدا علیہ السلام نے اپنے حُبدار ہونے کی سند عطا فرما رکھی ہے۔

اِس حقیقت سے شاید کوئی شوریدہ سَر ہی انکار کرے کہ "شیعانِ علی" کی اصطلاح جنگِ صفین کے موقع پر ہی ظہور پذیر ہوئی تھی، اگر چہ بعض لوگ بزعمِ خویش اِس اصطلاح کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے وقت سے ہی فرض کئے ہوئے ہیں، مگر اِس مفروضہ کو نہ تو تاریخی شواہد کی

شنی میں ہی ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی نصِ قطعی پیش کی جاسکتی ہے۔

ہاں! اگر اس لفظ کے حقیقی معنی و مطالب کو سامنے رکھا جائے تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنا دوست، اپنا مولا اور اپنا ولی سمجھتے تھے، چونکہ درج ذیل مضمون اس قسم کی مباحث کا متحمل نہیں ہے لہٰذا جناب شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام کا قائم کردہ وہ معیار ہدیہء قارئین جو آپ نے اپنے شیعوں یعنی دوستوں اور حُب داروں کے لئے قائم فرمایا ہے۔

مولا علی سے پُوچھ لیتے ہیں

ایک جماعت کا گذر حضرت علی علیہ السلام کے پاس سے ہوا تو وہ لوگ جلدی سے آپ کی طرف ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ کس قوم سے تعلّق رکھتے ہو؟

انہوں نے کہا یا امیر المومنین ہم لوگ آپ کے شیعہ ہیں۔

آپ نے فرمایا بہت خُوب! پھر اس کے بعد اُن کو مخاطب کر کے فرمایا۔

میں تُم میں اپنے شیعوں کی کوئی علامت نہیں دیکھتا اور نہ ہی اپنے دوستوں کے لباس میں تمہیں ملبوس دیکھتا ہوں۔

آپ کا یہ ارشاد سُنا تو وہ لوگ مارے شرم کے جواب دینے سے رُک گئے۔

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ایک شخص موجود تھا نے آپ کی خدمت میں عرض کیا، میں آپ سے اُس ذات کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے آپ اہلِ بیت کو مکرّم بنایا اور آپ کو مخصوص کیا اور آپ کو نوازا ہمیں اپنے شیعوں ﴿دوستوں﴾ کی علامت سے آگاہ فرمایئے۔

جنابِ شیرِ خُدا، تاجدارِ ہَلْ اتیٰ ، مَولائے کائنات، غَالِب علیٰ کُلِّ غالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ہمارے شیعہ یعنی دوست ﴿۱﴾ عارف باللہ ہوتے ہیں

﴿۲﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔

﴿۳﴾ فضائل کے مالک ہوتے ہیں اور ٹھیک بات کہتے ہیں۔

﴿۴﴾ اُن کی خوراک قُوتِ لَا یُمُوتْ ہوتی ہے یعنی خوردن برائے زیستن۔

﴿۵﴾ اُن کا لباس چھوٹا موٹا ہوتا ہے۔

﴿۶﴾ اُن کا چلنا تواضع ہوتا ہے۔

﴿۷﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کرتے وقت اُس سے ڈرتے رہتے ہیں۔

﴿۸﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرتے وقت خشوع وخضوع

ظاہر کرتے ہیں۔

﴿۹﴾ چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو دیکھنے کی بجائے نگاہیں نیچی کر کے چلتے ہیں۔

﴿۱۰﴾ اپنے کان اپنے ربّ کے علم پر لگائے رہتے ہیں۔

﴿۱۱﴾ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہو جاتے ہیں۔

﴿۱۲﴾ اگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی زندگیاں مقرّرہ وقت تک متعیّن نہ کی ہوتیں تو اُن کی روحیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملاقات اور ثواب کے شوق کے جسموں میں قرار نہ پکڑتیں۔

﴿۱۳﴾ دردناک عذاب کے خوف کی وجہ سے اپنے پیدا کرنے والے کو اپنے دلوں میں بڑا سمجھتے ہیں اور اس کے سوا ہر چیز کو چھوٹا تصوّر کرتے ہیں۔

﴿۱۴﴾ جنّت اُن کے نزدیک ایسی ہے گویا انہوں نے جنّت کو دیکھا ہوا ہے۔

﴿۱۵﴾ دوزخ اُن کے نزدیک ایسے ہے گویا اُنہوں نے اسے دیکھا ہوا ہے اور اس میں انہیں عذاب دیا گیا ہے۔

﴿۱۶﴾ انہوں نے تھوڑے دنوں تک صبر کیا ہے۔ مگر ان کا انجام کار بہت لمبی راحت ہے۔

﴿۱۷﴾ دُنیا نے اُن کو چاہا مگر اُنہوں نے دُنیا کو نہ چاہا۔

﴿۱۸﴾ دُنیا نے اُن کو طلب کیا لیکن وہ دُنیا کے قابو سے باہر رہے۔

﴿۱۹﴾ میرے دوست رات کے وقت صفیں باندھ کر اپنے قدموں پر قائم رہتے ہیں۔

﴿۲۰﴾ ترتیل کے ساتھ اجزائے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور اُس کی مثالوں کی اپنے دِلوں میں عزت کرتے ہیں۔

﴿۲۱﴾ کبھی اس کی دوا سے اپنے دُکھوں کا علاج کرتے ہیں۔

﴿۲۲﴾ کبھی اپنے چہروں، ہتھیلیوں، گھٹنوں، اور اپنے قدموں کو زمین پر بچھاتے ہیں۔

﴿۲۳﴾ اُن کے آنسو اُن کے رُخساروں پر بہتے ہیں۔

﴿۲۴﴾ جبّارِ عظیم کی بزرگی بیان کرتے ہیں۔

﴿۲۵﴾ اپنی گردنوں کو چھڑانے کے لئے اُس سے التجاء کرتے ہیں یہ اِن کی رات ہے اور یہ ان کا دن ہے۔

﴿۲۶﴾ یہ لوگ عُلماء دانا، نیک اور پرہیز گار ہیں۔

﴿۲۷﴾ پاکیزہ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتے ہیں تھوڑے اعمال کے ساتھ راضی نہیں ہوتے اور بڑے اعمال کو بہت زیادہ خیال نہیں کرتے۔

﴿۲۸﴾ وہ اپنے نفسوں کو اتہام لگاتے ہیں۔ اور اپنے اعمال سے ڈرتے رہتے ہیں۔

﴿۲۹﴾ ہمارا دوست دین کے بارے میں قوی اور نرمی میں اِحتیاط والا ہوتا ہے۔

﴿۳۰﴾ ہمارا دوست اِیمان میں یقین والا، علم میں حریص۔ فِقہ میں فہم والا اور صبر میں علم والا ہوتا ہے۔

﴿۳۱﴾ ہمارا دوست اِرادہ میں غنی، تنگ دستی میں صاحبِ تحمّل، تکلیف میں صابر اور عبادت کے وقت تواضع والا ہوتا ہے۔

﴿۳۲﴾ ہمارا شیعہ! لوگوں پر رحم کرنے والا، لوگوں کا حق دینے والا، کمانے میں نرمی برتنے والا اور حلال چیز کا طالب ہوتا ہے۔

﴿۳۳﴾ ہمارا شیعہ ہدیہ دینے میں خُوش ہونے والا، خواہش ﴿نفسانی﴾ سے رُکنے والا ہوتا ہے۔

﴿۳۴﴾ ان لوگوں کا کام اللہ کا ذکر ہے، ان کا فکر اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔

﴿۳۵﴾ وہ رات اس حالت میں بسر کرتا ہے کہ غفلت کی اونگھ سے ڈرتا رہتا ہے۔

﴿۳۶﴾ جو کچھ اللہ کا فضل اور رحمت حاصل ہو جاتی ہے، اس کی وجہ سے صبح خوشی کی حالت میں بسر کرتا ہے۔

﴿۳۷﴾ رحمتِ خُداوندی سے جو چیز باقی رہ جائے اُس کی رغبت رکھتا ہے۔

﴿۳۸﴾ جو چیز فنا ہو جائے اُس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔

﴿۳۹﴾ اُس نے علم کو عمل سے ملا دینا ہے۔ اور علم کو دائمی بردباری سے مقرون کر رکھا ہے۔

﴿۴۰﴾ اُس کی خوشی دُور ہے اور اسکی سستی قریب ہے۔

﴿۴۱﴾ اُس کی آرزو تھوڑی ہے اور وہ منکسر المزاج زاہد ہے۔

﴿۴۲﴾ اُسکا دل اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا ہے۔

﴿۴۳﴾ اُس کا ربّ اُس کو بُری باتوں سے منع کرتا یعنی بچائے رکھتا۔

﴿۴۴﴾ اُس کا نفس بچنے والا اور اس کا دین غصہ پی جانے والا ہے

﴿۴۵﴾ اُس کا غصہ اس سے امن میں ہے۔

﴿۴۶﴾ اُس کا ہمسایہ اُس سے آرام میں ہے۔

﴿۴۷﴾ اُس کا حکم منقود ہے اور اُسکا صبر بہت زیادہ ہے۔

﴿۴۸﴾ نیکی کا کوئی کام ریا کاری کی وجہ سے نہیں کرتا اور نہ ہی اسے حیا کی وجہ سے چھوڑتا ہے۔

بات سُن کر جان دے دی

اور پھر فرمایا ان صفات کے حامل لوگ ہمارے شیعہ اور ہمارے

دوست ہیں اور ہم لوگوں میں سے ہیں ۔ اور ہمارے ساتھ ہونگے ۔ ان کے ملنے کا ہمیں کتنا شوق ہے ۔ آپ کے یہ ارشادات آپ کے ایک ساتھی نے سُنے تو چیخ بُلند کی اور غش کھا کر گر پڑا جب اُسے ہلایا گیا تو وہ دُنیا چھوڑ چکا تھا اُس شخص کا نام ہمام بن عباد بن خشیم تھا اور یہ عبادت گُذار لوگوں میں سے تھا اُس کو غسل دیا گیا تو جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے اُن لوگوں کے ساتھ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھی ۔

دوست کی یہ صفات

امیر المومنین ، امام المتقین ، تاجدارِ ہل اتیٰ ، مُرتضیٰ شیرِ خُدا ، مشکل کشا اسد اللہ غالب جناب علی ابنِ ابی طالب علیہما السلام نے اپنے حُبداروں کی جو مندرجہ بالا نشانیاں ارشاد فرمائیں ہیں ان کے پیشِ نظر محبتِ علی کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص نہایت آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ اپنے مولا کے قائم فرمودہ معیار میں کہاں تک پورا اُتر سکتا ہے ۔

زیبِ عنوان روایت امام ابنِ حجر مکی ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی لاجواب کتاب الصواعق المحرقہ میں بھی ہے اور دیگر کُتب معتبرہ میں بھی موجود ہے جسے متن سمیت کسی دوسرے مقام پر متعدد اضافوں کے ساتھ بیان کیا جائے گا تاہم متذکرہ بالا ترجمہ شدہ اردو عبارت ہم نے دانستہ طور پر ایک ترجمہ نگاری شیعی عالم ملک محمد شریف کی ترجمہ شدہ کتاب ینابیع المودّۃ شریف کے

باب نمبر ۷ سے پیش کی ہے۔ اُمید ہے کہ شیعانِ علی کہلانے والے حضرات اس عبارت پر ہمدردی سے غور فرما کر مخلصانہ تجزیہ فرمائیں گے اور کوشش کریں گے کہ حق وانصاف کے قریب تر آیا جا سکے۔

مولائے کائنات حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں کو جو نشانیاں بیان کی ہیں اُنہیں تلاش کریں ہمیں یقین ہے کہ وہ آپ کو قطب الواصلین داتا گنج بخش علی ہجویری غوث العالمین سیّدنا عبد القادر جیلانی، خواجہء خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور فردِ فرید حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے طائفہ میں کامل طور پر نظر آ جائیں گی۔



نماز میں خیرات

آیتِ کریمہ

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ
آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ .

﴿سورۃ المائدہ آیت ۵۵﴾

ترجمہ

تمہارے ولی نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان
والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

تفسیر

روی انها نزلت فی علی کرم الله وجهه
الكريم حسين سئاله سائل وهو فی الصلوٰة فنزع
خاتمه وأعطاه له .

﴿صاوی علی الجلالین ۲۵۳ ۔ ۱﴾

یہ آیت

یہ آیتِ کریمہ قرونِ اُولیٰ میں متنازعہ فیہ نہ بھی رہی تو کم از کم سات آٹھ صدیوں سے دو متحارب گروہوں کے لئے شدید دلچسپی کا باعث رہی ہے حالانکہ ان دونوں گروہوں کے مابین مفسّرین و محدّثین کا ایک ایسا غیر متعصّب گروہ بھی موجود ہے جس نے دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی صاف طور پر علیحدہ علیحدہ کر رکھا ہے۔ اور یہ گروہ قرونِ اُولیٰ بھی موجود تھا اور اب بھی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ متذکرہ بالا ہر دو گروہ کسی بھی صورت میں ان کی حقیقت پسندانہ تحقیق سے مستفید ہونے کو پسند نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے ضمن میں اب تک ہزاروں صفحات سیاہ کئے جا چکے ہیں اور کئے جا رہے ہیں لیکن معاملہ بجائے سلجھنے کے مزید پیچ و خم کا شکار ہو رہا ہے۔

ہماری دلی خواہش تو یہ ہے کہ یہ معاملہ کسی طرح سُلجھ جائے لیکن اس اُمر کا بہت کم امکان ہے کیونکہ جو لوگ جدل و مناظرہ کے ذریعے گروہ بندی کو قائم رکھنے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں ہماری گذارشات سے نہ تو خود خاطر خواہ فائدہ حاصل کر سکیں گے اور نہ ہی دوسروں کو کرنے دیں گے۔ البتہ اس بات کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ لوگ جو حقیقت پسندانہ

طرزِ عمل کو اپنانا ہی نجاتِ اُخروی کا باعث خیال کرتے ہیں ہماری بے لاگ اور کھری کھری باتوں سے یقینی طور مُستفید ہوسکیں گے۔

اِسی امکان کے پیشِ نظر ہم اس آیتِ مقدّسہ کے متعلّق ہر دو متحارب اور متصادم گروہوں کے ذہنی تصوّرات کا وسیع تر جائزہ پیشِ خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ اُن لوگوں کی تحریریں بھی ہدیہء قارئین کریں گے جن کا مقصد محض اور محض پوری دیانت داری کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرامین لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ اور وہ ان فرامین مُقدسّہ میں ذاتی طور پر کسی قسم کا تصرّف کرنا پسند نہیں کرتے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد اب ہم جانبین کے دلائل کا خلاصہ پیشِ خدمت کرتے ہیں۔ اور پھر جانبین کی مختلف تحریریں جن میں بعض کافی طویل بھی ہیں ہدیہء ناظرین کرنے کے بعد پُوری دیانت داری کے ساتھ اصل حقائق سامنے لانے کی کوشش کریں گے ممکن ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے ہماری اس سعی وکاوش بعض حقیقت پسند حضرات کے لئے مشعلِ راہ بنا کر ہمارے لئے بھی نجاتِ اُخروی کا باعث بنائے۔

پہلے آپ اس آیتِ کریمہ کا ظاہری مفہوم اپنے ذہن میں اچھی طرح محفوظ فرمالیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

بے شک تمہارے ولی بس اللہ اور اس کا رسول اور مومنین میں وہ

مومنین جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرتے ہیں۔

تین راستے

ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں مومنوں کے ولی سے مراد "اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں"، اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آ رہی ہے۔ یہاں تو یہ بتانا ہے کہ اس گروہ کا تصوّر یہ ہے کہ چونکہ یہاں اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد بالتخصیص حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ولی فرمایا گیا ہے، لہٰذا حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بعد آپ کی مسندِ خلافت پر اگر کوئی متمکن ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف حضرت علی علیہ السلام ہی کی ذاتِ والا صفات ہے۔ چنانچہ یہ گروہ یہاں ولی کے معنی حاکم خلیفہ والی قسم کے لیتا ہے اور ان معنی کی رو سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل ثابت کرنا چاہتا ہے۔

دُوسرے گروہ نے پورا زور اس بات پر صَرف کر رکھا ہے کہ سرے سے یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے ہی نہیں، لہٰذا ولی کے معنی حاکم وغیرہ کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اس گروہ میں بعض افراد ایسے بھی ہیں جو اس آیتِ کریمہ تفسیر کرتے وقت بے شمار من گھڑت تاویلیں بھی پیش کرتے ہیں۔ جس کا تذکرہ ابھی ہوگا۔

ان دو متحارب اور متصادم گروہوں کے بَین بَین ایک حقیقت پسند گروہ ایسا بھی ہے جو اس آیتِ کریمہ کا نزول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں تسلیم کرتا ہے، اور ان نصوصِ حدیث کی نشاندہی کرتا ہے جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ فِی الواقِع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اس وقت نازل ہوئی جب آپ نے رکوع کی حالت میں سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی۔ اور بلا شک و رَیب حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مومنوں کے ولی ہیں۔ اور اگر یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نہ بھی ہوتی تو جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر بے شمار فرامین ایسے موجود ہیں جن سے قطعی طور پر وضاحت ہو جاتی ہے کہ حضور مولائے کائنات تاجدارِ ہل اتی حیدر کرار جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مومنوں کے والی، ولی اور مولا ہیں، لیکن آپ کے ان اِعزازات میں آپ کی اس خلافت بلافصل کا کوئی واضح ارشاد موجود نہیں جو مابہ اِنتزاع ہے۔

پہلے گروہ کے لئے ہم نہایت شرح وبسط کے ساتھ مشکل کشا کی پہلی جلد میں وضاحت کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ملنے والی خلافت کس نوعیت کی تھی۔ تاہم آئندہ اوراق میں ان کے پیش کردہ استدلال کو حقائق کی روشنی میں لانے کی

مزید کوشش کی جائے گی۔ اگرچہ ہمیں یقین ہے کہ تعصّب کو ہوا دینے والے حضرات ہماری گذارشات پر قطعی طور پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کریں گے۔ کیونکہ اپنی انا کو محض حق کی خاطر قربان کر دینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔

دوسرا گروہ

مقابل میں دوسرا متعصّب گروہ خوارج کا ہے۔ اور اس گروہ کا واحد مقصد یہ ہے کہ ہر اس آیت اور حدیث کو جو جناب علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے یا تو دُوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف منتقل کر دیا جائے یا پھر اُن روایات کو واہی اور باطل قرار دے دیا جائے جو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں آنے والی آیات و احادیث کی جانب نشاندہی کرتی ہیں۔

اس گروہ میں اگرچہ بڑے بڑے جغادری قسم کے لوگ ہو گذرے ہیں اور اب بھی اپنی تمام خبث باطنیوں سمیت پورے کرّوفر سے اپنے مکروہ عقائد کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں، تاہم اس گروہ کو جس قدر کثیر مگر باطل مواد ابنِ تیمیہ نے اپنی کتاب "منہاج السنۃ" کے ذریعے فراہم کیا ہے اس کی مثال شائد کہیں بھی موجود نہ ہو۔

ابنِ تیمیہ نے اگرچہ یہ ضخیم کتاب ایک رافضی کی چھوٹی سی کتاب کی تردید میں ترتیب دی ہے تاہم اس میں اہلِ سُنّت کے مسلمہ اصول وضوابط

اور افعال و عقائد کی جس طرح دھجیاں بکھری گئیں ہیں اور صحت مند روایات کی تکذیب کی گئی ہے اُس کی نظیر نہیں ملتی۔

منقولہ بالا کتاب کے مطالعہ سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ ابنِ تیمیہ نے یہ تمام تر کاوشِ باطلہ اور سعیٔ ضالہ تردیدِ روافض کے لئے نہیں بلکہ تذلیل و تنقیضِ اہلِ بیتِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے لئے کرتا رہتا ہے۔

مگر افسوس ہے

ابنِ تیمیہ کی یہ گمراہ کن تصنیف جب اُس وقت کے علمائے اہلسنّت کے سامنے آئی تو انہوں نے حسب حیثیت پوری کوشش کے ساتھ اِس کی تکذیب و تردید بھی کی اور عوام النّاس کو اس گمراہ کُن اور شر انگیز کتاب کے مطالعہ سے روکنے کے لئے بھی پوری پوری قوت صرف کر دی جس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آئے گی، مگر افسوس اِس اَمر کا ہے کہ بعد میں آنے والے بعض عُلمائے اہلِ سُنّت روافض کے دلائل کا جواب دینے کے لئے اس رُسوائے زمانہ کتاب سے استدلال کرنے لگے اور اس توازن کو برقرار نہ رکھ سکے جو اہلِ سُنّت کے مسلّمہ اصول و ضوابط سے قائم تھا۔

اور اس سے بھی افسوسناک پہلو یہ ہے کہ بعض مُقتدر عُلماءِ اہلِ سُنّت نے ابنِ تیمیہ کے استدلال کو براہِ راست اپنے نام سے پیش کرنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوتا کہ سوادِ اعظم کے کچھ لوگ ان گمراہ کن

دلائل کو اہلِ سُنت کے عقیدے کا ہی ایک جُزو قرار دینے لگے۔

اگر ایسا نہ ہوتا

ابنِ تیمیہ کے پیش کردہ دلائل اگر اُس کی کتاب منہاج السُّنۃ کے حوالہ سے ہی پیش کئے جاتے تو یہ امر یقینی تھا کہ وہ لوگ جن پر مُصنف و تصنیف کی حقیقت پُورے طور پر واضح ہے کسی بھی دلیل کو اخذ کرتے وقت یقینی طور پر احتیاط کرتے مگر جب وہی استدلال باطلہ اہلسنّت والجماعت کے بڑے بڑے عُلماء کے نام سے عُلمائے متاخرین کے سامنے آیا تو اُن کا اُن سے متاثر ہو جانا بدیہی اَمر تھا جب کہ مقابل میں فتنہء رافضیت بھی اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ موجود ہو۔

یہ تحریریں

عُلمائے اہلِ سُنّت کا ابنِ تیمیہ کی زہر آلودہ تحریروں کو بغیر اُس کا حوالہ دے اپنی کتابوں میں نقل کر دینا ایک طرف تو عصرِ حاضر کے عُلمائے حقّہ کے ٹھوس اور صحت مند عقائد کو متزلزل کر دینے کا ذریعہ ثابت ہو رہا ہے اور دُوسری طرف موجودہ دَور کے خوارج کو بھی مزید کُھل کھیلنے کا موقع فراہم ہو گیا۔ اور یہ لوگ ان عبارتوں کو مزید کانٹ چھانٹ اور تراش خراش کے ساتھ عوامُ النّاس کے سامنے پیش کر کے خاندانِ مصطفٰی سے ازلی عداوت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

متذکرہ بالا جن بعض علماء نے ابن تیمیہ کے معاندانہ اذکار سے متاثر ہو کر تردید و تکذیب روافض میں اپنا زورِ قلم صرف کیا ہے ان میں مشہور محدّث شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نام پیش پیش ہے۔

آپ نے رافضیوں کی مزعومہ خلافت بلا فصل جو وہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے ہیں کی تردید میں اکثر اُنہی دلائل کا سہارا لیا ہے۔ جنہیں ابنِ تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں پیش کیا ہے اور چند دلیلیں ایسی بھی بیان فرمائی ہیں جو امام فخر الدین رازی نے معتزلہ کے جواب میں فلسفہ کے زور پر پیدا کی ہیں۔

بہر حال یہ ایک ایسی خطرناک صورتحال ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں یہ مضمون وسیع سے وسیع تر کرنا پڑے گا۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی طویل ترین بحث کا معتدبہ حصہ ہدیہء قارئین کر کے اُن مقامات کی نشاندہی کرنا پڑے گی جن سے سوادِ اعظم اہلِ سُنّت و جماعت جن میں صوفیاء کرام کی کثیر جماعت شامل ہے کے عقائد کی تکذیب ہونے کا واضح ترین احتمال موجود ہے۔ مگر اس طویل تر اور صبر آزما بحث کے آغاز سے پہلے ہم گروہِ اوّل کے حقیقت پسند حضرات کے سامنے خلافت بلا فصل کے متعلق چند ایسے عقلی دلائل پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کی روشنی میں حقیقت کے قریب تر آیا جا سکتا ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ چند لمحوں کے لئے تعصب کا دامن چھوڑ کر اور خالی الذہن ہو کر حقائق کا تجزیہ کرنا پڑے

گا۔

اور اگر ذہن پر نفرت و حقارت اور تعصّب و شدائد کے تہہ بر تہہ دبیز پردے پڑے ہوئے ہوں تو پھر ہماری یہ گذارشات قطعی بے سود اور بے اثر ثابت ہوں گی۔ تاہم ہمیں اس موقع ملا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے والہانہ محبت رکھنے کے باوجود ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ چند متنازعہ فیہ مسائل کا قابلِ قبول حل بھی چاہتے ہیں۔

خلافت بلا فصل کیا ھے

بہر حال ہمارا کام نہایت دیانتداری اور خلوص سے ان حقائق سے قارئین کو روشناس کرانا ہے جو جانبین کی فرقہ وارانہ شدّت وحِدّت سے قطعی طور پر بالاتر ہوں اور عقلِ سلیم اُنہیں قبول کرنے کے لئے از خود مائل ہو۔

تاجدارِ ہل اتٰی مولا حیدرِ کرار علیہ السلام کی خلافت بلافصل کے اثبات میں جو منتہی دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

﴿۱﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے قرآنِ مجید میں جناب مولا مشکل کشا شیرِ خدا علی المرتضےٰ علیہ السلام کو تمام مومنین کا ولی فرمایا ہے۔

اور ولی کے معنیٰ حاکم ہوتے ہیں اس لئے آپ خلیفۂ رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بلافصل ہیں۔

﴿۲﴾ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے متعدد مقامات پر جناب علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ، وصی، وارث، ولی، بھائی اور اپنی جان کہا ہے اس لئے آپ خلیفہء رسولؐ بلافصل ہیں۔

﴿۳﴾ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے لئے فرمایا ہے جس کا میں مولےٰ ہوں اُس کا علی مولا ہے۔ لہٰذا آپ خلیفہء رسولؐ بلافصل ہیں۔

﴿۴﴾ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے اپنے بے شمار ایسے فرامین کُتبِ احادیث وسِیَر میں موجود ہیں جن میں آپ نے اپنی خلافت کا تذکرہ فرمایا، اس لئے آپ خلیفۂ رسولؐ بلافصل ہیں۔

ان تمام تر امور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم نے مُشکل کشا جلد اوّل میں جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کے متعلق بالوضاحت بتایا تھا کہ ان تمام شواہد کی روشنی میں آپ یقیناً رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے رُوحانی خلیفہ بلافصل اور جانشینِ اوّل ہیں۔ لہٰذا اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافتِ حکومت آپ کی خلافتِ بلافصل کی ضِد اور نقیض نہیں۔

بہرحال یہ بات تو ہو ہی چکی ہے اب آپ جنابِ علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی اُس خلافت بلافصل کے متعلق معلومات حاصل کریں جو بعض حضرات کے نزدیک غصب کر لی گئی اور اُس کا شاخسانہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔

نمبر ایک

حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نائبِ اوّل اور خلیفہ بلافصل ہیں۔

نمبر دو

حضرت علی عَلَیہِ السلام کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مُسلمانوں پر اپنے بعد حاکم مقرر فرمایا تھا لیکن آپ کی خلافت سیاست کے ذریعہ سے بزور چھین لی گئی۔

ایک سوال

دیکھنا یہ ہے کہ تاجدارِ ہل اتیٰ امیر المومنین، امام المتقین جناب علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خلیفہ بلافصل تھے یا خلیفہ بلافصل ہیں ؟

اگر یہ ذرا سی بات سمجھ میں آجائے تو تمام تر اُلجھنیں خود بخود ختم ہو جاتیں ہیں۔ اگر آپ کا یہ گمان ہو کہ جناب شیرِ خُدا نبی اکرمؐ کے خلیفہ بلا فصل تھے، مگر آپ کی خلافت غصب کر لی گئی یا بزور چھین لی گئی اور آپ کی اس بلافصل خلافت پر مُسلسل تین حضرات نے ڈاکہ زنی کرتے ہوئے آپ کو اس منصب سے محروم کر دیا تھا، تو اس تخیّل سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُنہیں براہِ راست اپنا خلیفہ، وصی اور

جانشین بنایا تھا مگر کچھ لوگوں نے سازش کے ذریعہ سے یہ منصب آپؑ سے چھین لیا اور جو مسند حضور سرورِ کائنات نے آپ کے لئے مخصوص کی تھی اس پر دُوسرے لوگ قابض ہو گئے۔

یہ مفروضہ

یہ مفروضہ درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر صاف صاف مطلب یہ ہوگا کہ جناب مُولا مرتضٰی کی خلافت کھجوروں کے باغ کی طرح وراثت میں دی گئی تھی لیکن دوسروں نے اِس پر قبضہ کر کے یا تو بیت المال کے کھاتہ میں ڈال دی یا پھر مروانی بادشاہوں نے اس پر قبضہ کرلیا۔ حلانکہ وہ حضرت علی علیہ السلام کا حق تھا مگر اس سے دوسرے لوگ فائدہ اُٹھاتے رہے۔

اب اگر اذہان میں کسی ایسی ہی خلافت کا تصوّر ہو تو مشکل یہ سامنے آئے گی کہ آپ اُس خلافتِ کُبریٰ سے جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُنہیں تفویض فرمائی تھی کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ اور جب آپ کا ذاتی طور پر کچھ نفع حاصل نہ کرنا ثابت ہے تو آپ دوسروں کو اس سے کیا فائدہ پہنچا سکتے تھے۔ چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پورے اہتمام سے عطا فرمائی ہوئی خلافت جسے تا قیامِ قیامت جاری و ساری رہنا تھا اُس کا سلسلہ وصالِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد پہلے ہی مرحلہ پر یا خود منقطع ہو گیا۔ اور ہمارے سامنے صرف یہ تصوّر رہ گیا کہ حضرت

علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ ضرور تھے مگر خلافت آپ کو نہ ملی۔

تاجدارِ ہل اتیٰ شیرِ خدا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے جانشینِ اوّل تھے! مگر مسند کسی اور نے سنبھال لی۔

فاتحِ خیبر واحزاب رسول اللہ کے وارث تو ضرور تھے! مگر آپ سے وہ وراثت چھین لی گئی۔

خدارا ذرا خیال تو کریں کہ اس تصوّر کے ساتھ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ امیر المومنین، امام المتقین جناب علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ، جانشین، وصی اور وارث تھے یا ہیں؟

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا استحقاقِ خلافت چھیننے کا تصوّر قائم کر لیا جائے تو فلسفہ کا تمام زور اور منطق کی تمام قوّتیں مجتمع ہو کر بھی یہ ثابت نہیں کر سکتیں کہ آپ کو اب بھی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانشین، خلیفہ، وصی، وارث اور نائب کہا جا سکتا ہے۔

اس لئے کہ یہ سب کچھ اسی صورت میں تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اگر حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے تو آپ کی خلافت چھینی نہیں جا سکتی البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ابلیس صفت انسان اس خلافت کا انکار کر دے، لیکن کسی ایک کے انکار کے باوجود بھی اس خلافت میں نقص لازم نہیں آتا۔

اِسی طرح اگر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آپؑ کو اپنا وصی فرمایا ہے تو آپ سے یہ منصب تمام دنیا بھی مل کر نہیں چھین سکتی۔

ایسے ہی اگر سرکارِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جناب مولا مشکل کشا کو اپنا وارث قرار دیا ہے تو بخدا قیامت تک آپ ہی اس منصب پر قائم رہیں گے، کسی دُوسرے کی مداخلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشاد "وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی" کی تفسیر اور عین فرمانِ خُداوندی ہے۔ اور کسی کو خُدا اور رسولؐ کی طرف سے دیے گئے اعزازات کوئی دوسرا چھین سکتا ہے۔

اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب شیرِ خُدا علیہ السلام کو تمام مومنوں کا ولی اور مولا بنایا ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کا یہ حقِ ولایت کوئی دوسرا چھین لے۔

ہم حقائق پسند حضرات کو اس مقام پر پھر دعوتِ غور و فکر دیتے ہیں کہ اگر علی علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل مانتا ہے تو اُسی طرح تسلیم کرو جس طرح تاجدارِ مدینہؐ نے آپ کو خلافتِ کُبریٰ تفویض کی تھی، اور یہ وہی خلافتِ کُبریٰ ہے جو جناب شیرِ خُدا علیہ السلام کی اُولادِ طاہرہ کی طرف یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی اور گیارہ اماموں کے بعد اب یہ نعمتِ عظیمہ اور غیر مترقبہ جناب امام مہدی آخر الزّمان علیہ السلام کو تفویض ہوگی۔

آخر پر ایک بار پھر سمجھ لیں کہ اگر حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم

خلیفہء بلافصل تھے تو پھر یقیناً آپ سے خلافت چھن گئی ہوگی اور ماننا پڑے گا کہ آپ اُس نعمت سے اُسی وقت محروم ہو گئے۔

اور اگر جناب حیدرِ کرّار علیہ السّلام خلیفہ بلافصل ہیں تو آپ کی خلافت چھن جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اِنہی الفاظ پر اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے دوسرے گروہ کی سُنیئے۔

علیؑ کے لئے امامتِ کُبریٰ نہیں

جب دو فریقوں کی آپس میں ٹھن جاتی ہے تو ایسی کئی گفتنی اور ناگفتنی باتیں ہو جایا کرتی ہیں، جن کو مُعیار بنا لینے سے حقیقتوں کا وجود تک چھپ جاتا ہے۔

فنِّ مناظرہ سے واقفیّت رکھنے والا طالب علم جانتا ہے کے مناظرے کی ہار جیت کا انحصار اکثر طور پر منطقی دلائل اور مناظرہ کی قوّتِ بیانیہ پر ہوتا ہے۔

اگر مناظر حقائق کے کوہسار و اُبحار کو سینے میں بند کر لینے کے بعد منطقی اِستدلال اور قُوّتِ بیانیہ سے محروم ہو تو اس کا میدانِ جدَل سے سُرخرو ہو کر آنا کسی مُعجزہ کا آئینہ دار ہی ہو سکتا ہے ورنہ اکثر طور پر نتیجہ اس کے برعکس ہی ہوتا ہے۔

بہر حال! اس پیش منظر کی عکاسی کا مقصد محض یہ ہے کہ حضور رسالت

مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تمام تر مقدّس و مطہّر خاندان بالعموم اور سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کی ذاتِ اقدس بالخصوص چودہ صدیوں سے جانبین کی گفتنیوں اور ناگفتنیوں کا ہدف بنے ہوئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ عَلی مَعَ الحق اور حق مَعَ العَلی ہے اور بلاشبہ سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام سراپا حق اور حق کے امام ہیں۔ اور آپ کا حق ہونا نہ ہونا تو حق ثابت کرنے والوں کا محتاج ہے اور نہ ہی وہ باطل کے نام کے ساتھ موسُوم ہونے سے متاثر ہوتا ہے۔

تاجدارِ مملکتِ رُوحانیت، شہر یار سلطنتِ طریقت، امیر المومنین، امام المتقین، قائد الغر المحجلین، خلیفۃ المسلمین وارث وصیِّ رسول، نائب رسول جانشینِ رسول، اخی رسول، سیّدنا و مُرشدنا حضور ولائت مآب غالبِ علیٰ کُلِّ غَالِب علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی اِمامت و خلافتِ کبریٰ کے اثبات پر اہلِ طریقت حضرات نے جو کچھ اب تک تحریر کیا ہے اگر ایک جگہ پر مجتمع ہو جائے تو ہزاروں صفحات سے بھی متجاوز کر جائے، مگر جانبین کے جدل و مناظرہ کا نتیجہ جو ہمارے سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک فرقہ کے کچھ لوگوں کے آپ کی خلافت و امامتِ کبریٰ کو ایک مخصوص قسم کا لبادہ اوڑھانے کی کوشش میں دوسرے فرقہ کے کچھ لوگ سرے سے ہی آپکی خلافت و امامتِ کبریٰ کا انکار کر بیٹھے۔

تعجّب خیز اور حیرت انگیز

سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کی خلافتِ علیہ اور امامتِ کُبریٰ کا انکار کر دینے سے زیادہ سے زیادہ یہی حاصل کیا جا سکتا ہے جو اُس شخص نے حاصل کیا تھا جو آفتابِ عالمتاب کو نصف النہار پر دیکھ کر پہلے تو کمرے میں بند ہو گیا اور پھر آنکھیں بند کر کے چلانے لگا کہ آفتاب یا تو طلوع ہی نہیں ہوا یا غروب ہو گیا ہے۔

بہر کیف! حضرت علی علیہ السّلام کی خلافت و امامتِ رُوحانیہ کو دُنیوی رنگ آمیزی سے پیش کرنے والے حضرات کو بھی تعصّب سے بالاتر نہیں کیا جا سکتا تاہم اِس تعصّب یا ناحق آشنائی کا یہ توڑ انتہائی تعجّب انگیز اور حیرت انگیز ہے کہ سرے سے آپ کی خلافت و امامتِ کُبریٰ کا انکار کر دیا جائے اور اس انکار کے لئے اُن لوگوں کی منفی تحریریں پیش کی جائیں جنہوں نے اس کے اقرار و اثبات میں سینکڑوں صفحات تحریر کر رکھے ہوں۔

خطرناک صُورت

جدل و مناظرہ ایک ایسا بھیانک اور ہولناک راستہ ہے جو کبھی منزل آشنا نہیں ہونے دیتا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس فن کو بلندیوں سے ہمکنار کرنے والے بزرگوں کی تحریریں نہ صرف اجتماع الضّدین ہو کر رہ جاتی ہیں بلکہ اُن کی بزرگی کا بھی بھرم کھول دیتی ہیں۔

آئندہ صفحات میں ہم شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی مُتعدّد صفحات پر پھیلی ہوئی ایک ایسی طویل تحریر پیش کررہے ہیں جو اگرچہ اُنہوں نے مولا مرتضیٰ شیرِ خُدا سیّدنا علی علیہ السلام کی امامت وخلافتِ کُبریٰ کو لُٹوا بیٹھنے والوں کے ردِّ عمل کی صورت میں زینتِ قرطاس کی ہے مگر فی الحقیقت آپ کی اس تحریر کا ایک ایک لفظ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ ردِّ عمل کا طریق عالمانہ ہوتے ہوئے بھی مناظرانہ ہوگیا ہے۔ اور مناظرہ کی صورت میں شاہ صاحبؒ ہرگز ہرگز اپنے قلم پر قابو نہیں رکھ سکے، اور کچھ ایسی باتیں تحریر کر گئے ہیں جن کا اُن کے نام منسوب ہونا ایک نہایت ہی خطرناک ترین صورت اختیار کر چکا ہے۔

اس لئے کہ ایسے خُود ساختہ دلائل کی تکذیب کے لئے تین ایسے مضبوط ذرائع موجود ہیں جو ایک دُوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

پہلا ذریعہ! شاہ صاحب کی اپنی ہی وہ بے شمار تحریریں جو تصوّرِ بالا کے برعکس ہیں۔

دُوسرا ذریعہ! آپکے والد شاہ عبدالرّحیم صاحب کے بے شمار لطائفِ طریقت وشریعت۔

تیسرا ذریعہ! آپکے بیٹے شاہ عبدالعزیز صاحب کی مضبوط تر تحقیقِ انیق۔ بہرکیف! ہم اپنے موقف کو قوّت دینے کیلئے یقیناً ان ذرائع سے بھی افادہ کرینگے، تاہم پہلے شاہ ولی اللہ صاحب کی تصوّراتی نگارشات ملاحظہ فرمائیں۔

یہ آیت
حضرت علیؑ کے حقّ میں نہیں

آیتِ کریمہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ کے ضمن میں درج ذیل طویل ترین عبارت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مشہور کتاب "اِزالۃ الخفاء" سے متناً وترجمتاً بلفظہٖ نقل کی جارہی ہے، ترجمہ مولانا اِشتیاق احمد دیوبندی کا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد!

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ.

﴿۵۔۵۵﴾

جس کو شیعہ حضرات نے حضرت علی اَلمُرتضٰی کے حقّ میں بیان کیا اس آیت کا سیاق مُرتدین کا ذکر اور اُن کے ساتھ جہاد ہے۔

قولہ تعالیٰ " اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ " سیاق آیت ذکر مرتدین است وجہاد بایشاں ایں معنی باتفاق مفسرین درحق حضرت ابوبکر صدیق است، قالہ قتادہ

مُحققّین کے حقّ میں ھے

مؤرّخین میں سے کون ہے جو یہ یاد رکھتا ہے کہ اس لمبی اور دراز مُدّت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سوا کوئی اور بھی تھا جو یہ وصف رکھتا تھا کہ اُس نے لوگوں کو جمع کر کے مرتدین کے ساتھ قتال کیا۔ اور لفظِ اِنَّمَا کلام عرب میں جملہ سابقہ کی دلیل اور اس کی تحقیق وتثبیت کے لئے آتا ہے۔

معنٰے یہ ہُوئے کہ اَے مُسلمانو! عرب کے اِرتداد اور ان کے اِجتماع سے تُم کیوں ڈرتے ہو سوائے اس کے کچھ نہیں کے تُمہارا کارساز دَر حقیقت خُدا ہے جو کہ اِلہام کرتا ہے اور اِلہام کے ذریعے سے تدبیرِ اُمور فرماتا ہے اور اس کا رسول کہ جہاد پر ترغیب کا سلسلہ عالم میں اُسی کی ذات سے وابستہ ہے۔ اور وہ دُعائے خَیر سے اپنی اُمّت کی مدد کرتا ہے۔ اور ظاہر ﴿واسباب کے درجہ﴾ میں مُحققّین اہلِ ایمان ہیں جو کہ اقامت وصلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ اور

والضحاک والحسن بصری وحوادثے کے دو عالم پیدا شد اول دلیل است بر اں از میان ازیں مورخین کیست یاد دارد کہ کسے دریں مدت متطادلہ بوصف جمع رجال نصب قتال با مرتدین نمودہ باشد سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دوم آنکہ یوتون صیغہ مضارع است دلالت می کند بر استمرار تجددی

اس کی حمد وثناء کرنے کے اوصاف اور خشوع سے متصف ہیں اور داعیہ الٰہیہ کے تحمل کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ان کے ہاتھ پر اصلاحِ عالم کی تکمیل فرماتا ہے۔

حاصِل یا لاَ حاصِل

الحاصل آیت مذکورہ اِنّما ولیکمُ سیاق وسباق کی شہادت سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اُن کی اور اُن کے متابعین کی طرف تعریفیں کرتی ہے۔ اور اگر صیغہ کے عموم سے ہم دلیل پکڑیں تو تمام محققین کو ﴿یعنی ان سب کو جن سے اس سلسلہ میں مساعی محقق ہوئیں﴾ شامل ہے اور اسی بناء پر ابوجعفر محمدؒ بن علی الباقر علیہ السلام نے جب اُن سے کہا گیا کہ یہ آیت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو فرمایا کہ وہ بھی ان مومنین میں سے ہیں۔ اخذ کیا اس کو بغوی نے اور جابر بن عبداللہ کا یہ قول ہے کہ یہ عبداللہ بن سلام کے حقّ میں نازل ہوئی جب کے اُن کو اُن کی

پس اگر مفید فتحیا شیں شود بحال می باید کہ چندیں دفعہ ایتاز کوٰۃ در حین رکوع بعمل آمدہ باشد و یک بار کفائت کند والا قائل بہٖ،

ولفظ انما کلام عرب برائے دلیل جملہ سابقہ و تحقیق وتثبیت اومی آید یعنی اے مسلمانان از ارتداد عرب و جموع متجمعہ چرا می ترسید غیر ازیں نیست کہ کارساز

قوم نے چھوڑ دیا تھا۔ اب مبتدعین کی کج روی کا تماشا دیکھو کہ اس سیاق و سباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے کس طرح پیچھے پڑے ہیں، زیدی نے اساس میں کہا قول باری تعالیٰ والذِینَ آمَنُوا سے تنہا علی علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ اس پر مفسرین واہلِ تواریخ کا تواتر واقع ہوا ہے۔ صیغہ جمع سے آیت کا ورود ہوا یہ اطلاق العام علی الخاص کی قسم میں سے ہیں اور اس کی نظیر یہ ارشاد ہے۔

هم الذین یقولون

تواتر کہاں ہے

یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس جمع ہیں اُن پر کچھ مت خرچ کرو۔ اور مراد اس سے تنہا ابن اُبَیء ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ شخص جس تواتر کو منہ سے نکال رہا ہے وہ یہاں نہیں ہوسکتا، تواتر

شما در حقیقت خدا است کہ الہام می کند وتدبیر امور ہارا الہام می فرمائد ورسول او کہ سر رشتہ ترغیب بر جہاد او در عالم آوردہ است وبدعائے خیر دستگیر خود است ودر ظاہر محققین اہل ایمان کہ باقامت صلوۃ وایتاء زکوۃ بوصف نیائش وخشوع متصف اند ولہذا داعیہ الہیہ دارند وخدائے تعالیٰ بردست ایشاں اصلاح عالم ای فرمائد۔

کے معنے یہ ہیں کہ ایک جماعتِ عظیم کو اتنے لوگوں کا عادۃً کذب پر جمع ہونا محال ہو وہ کسی چیز کو حس سے ادراک کرلیں اور اُس اپنے ادراک کی خبر لیں۔

یہاں پر حس کوئی نہیں ہوسکتی بجز سمع کے صادق و مُصدّق علیہ السلام سے۔ اور اس بارے میں کوئی مرفوع بھی ثابت نہیں تو اتر کہاں سے آ جائے گا۔ اور تواتر کے اصطلاحی معنے مردانہ لئے جائیں۔ تو یہ منع کی حد میں داخل ہے۔ جیسا کہ حضرت جابرؓ اور حضرت اِمام باقر علیہ السّلام سے روایت گذر چکی ہے۔ بلکہ یہ تاویل خُود ایک اَمر مختلف فیہ ہے۔ اِس میں تامّل کرنا چاہیے۔ اگر قاعدے کے مطابق ہو تو ہم لے لیں اور خلاف قاعدہ ہو تو ردّ کریں۔

پس انما ولیکم بشہادۃ سیاق وسباق نازل است در باب ابوبکر صدیق وتعریض است باؤ ومتابعان او واگر بعموم صیغہ متمسک شویم جمیع محققین راشامل است، قال ابو جعفر محمد بن علی الباقر حین قیل لہ انہا نزلت فی علی قال ہو من مومنین اخرجہ البغوی وقال جابر بن عبداللہ نزلت فی عبداللہ بن سلام لما ہجرہ قومہ حالا زلغ این مبتدعان راتماشا کن کہ این سیاق وسباق را گذشتہ درپے ترویج ہوائے باطل خدا افتادہ اند،،

پھر ہم کہتے ہیں کہ کونسی ضرورت پیش آئی کہ لفظ عام کے معنی خاص مُراد لینے چاہئیں، بالخصوص جب کے لفظ جمع کو مُفرد مراد لینا ہو تو اس قسم کی تاویل بعید کے لئے قرینہ قویّہ ہونا چاہئیے اور ایسا قرینہ کہاں ہے؟

قال الزبیدی فی الاساس المعنی لقولہ "والذین آمنوا علی وحدہ لوقوع التواتر بذالک من المفسرین بلفظ الجمع من باب الطلاق العام علی الخالص ونظیرہ قولہ تعالیٰ "ہم الذین یقولون لاتنفقوا علی من عندہ ورسول اللہ" والمعنی بہا ابن ابی وحدہ اما تواترے کہ بآں تفوہ می کند ممنوع است، معنی تواتر آں است کہ جماعت عظیمہ کہ تواطور ایشاں عادۃ بر کذب ممتنع باشد بحس ادراک کردہ باشند چیزے راو خبر دہند از اں ادراک خویش ایں جا حس غیر سمع از صادق مصدوق نمی تواند بود ہیچ حدیث مرفوع ثابت نیست چہ جائے تواتر۔

واگر بماعد از لفظ تواتر اتفاق ارادہ کردہ شود آں در حیز منع است لما تر جابرؓ والباقرؑ بلکہ ایں تاویل امریست مختلف فیہ تامل می باید کرد ودر آں اگر بر قاعدہ باشد اخذ کنیم واگر خلاف قاعدہ است رد نمائم،

بازی گوئم کہ کدام ضرورت پیش آمدہ کہ از لفظِ عام معنی خاص ارادہ می باید کرد بتخصیص آں کہ از جملہ جمع مفرد را مراد باید گرفت ایں قسم تاویل بعید را قرینہ قویہ می باید وآں قرینہ کجا است،

اختراعی قصّہ

فقیر کا ظن جو کچھ کام کر سکا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ بطریقِ تعریض اس لفظ سے حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کو سمجھے ہوں اور تعریض ایک جدا امر ہے۔ تخصیص عام سے، اس جگہ عام اپنے عموم پر باقی رہتا ہے اس کے باوجود قرائن دلالت کرتے ہیں۔ عام میں صرف فردِ واحد کے داخل ہونے پر بلکہ اس بات پر کہ بات کا یہ اندازِ بیاں اسی کے لئے تھا۔ جیسا کہ تعریضات کی فصل میں، ہم نے مُفصّل لکھا ہے۔ لیکن یہ شخص اپنی قلّت معلومات کے سبب اس معنے کا آشنا نہیں ہے۔ اس لئے تخصیص پر محمول کر رہا ہے ہم پھر کہتے ہیں کہ یہاں تعریض اُس وقت صادق آئے گی جب کہ وَھُمۡ رَاکِعُوۡنَ حال واقع ہو تنہا یؤتون الزکوٰۃ سے۔

آنچہ ظن فقیر کاری کمند آں است کہ بعض مردم بطریقِ تعریض حضرت مرتضیٰؑ را ازیں لفظ فہمیدہ باشند و تعریض امر جدائی است غیر تخصیص عام ایں جا عام بر معنی عموم خود باقی است معہذا قرائن دلالت می نمایند بر دخول فردِ واحد در عام بلکہ بر آنکہ سوق کلام برائے او بودہ است چنانچہ در فصل تعریضات بسط نموریم لیکن ایں شخص بسبب قلت معلومات خود باں معنی آشنا نیست بر تخصیص فرود می آرد۔

بار بار انگوٹھی دیتے

اور وہ قصہ مخترعہ حضرت علی سے مکرّر واقع ہوا ہو اور دونوں باتیں ممنوع ہیں تین وجہ سے نمبرایک وَھُمْ رَاکِعُوْنَ حال واقع ہوا ہے بعد ایسے دو جملوں کے جو ایک ہی نسق پر ارشاد ہوئے ﴿یعنی یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ اور یُؤتُوْنَ الزّکوٰۃَ ﴾ جو صلہ ﴿ الَّذِیْنَ ﴾ کے احاطہ میں داخل ہیں اور مبتنیٰ ہیں ضمیر جمع پر جو کہ اُن دونوں کی فاعل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں جملوں سے حال واقع ہوا ہو اور اس صورت میں معنیٰ مربوط نہیں ہوتے ۔ کہ یہ صُورت ہوگی کہ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ، بخلاف اس کے یوں کہا جائے کہ! خاشعون اللّٰہ فی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ اللہ کے لئے

باز می گویم کہ ایں جا تعریض دقیقے راست بیاید کہ وھم راکعون حال واقع شود از یوتون الزکوٰۃ تنہا و آں قصہ مخترعہ مکرر از مرتضیٰؑ واقع شدہ وکلا ہما ممنوعان بسہ وجہ یکے آں کہ وھم راکعون حال واقع شدہ بعد دو جملہ متناسقہ داخلہ در حیز صلہ و مبتنی بر ضمیر جمع کہ از ہر دو جملہ حال واقع باشد و حینئذ معنی مربوط نہ گردد کہ یقیمون الصلوٰۃ وھم راکعون بخلاف آنکہ گویم وھم خاشعون اللہ فی اقامتہ الصلوٰۃ وایتا الزکوٰۃ یا گویم یقیمون الصلوٰۃ المفروضۃ ویوتون الزکوٰۃ الکتوبتہ وھم راکعون مواظبون علی النوافل،

عاجزی کرنے والے ہیں، نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے میں یا یوں کہیں ''
یقیمون الصلوٰۃ المفروضۃ ویوتون الزکوٰۃ المکتوبۃ وھم
راکعون مواظبون علی النوافل ،،فرض نمازیں قائم رکھتے ہیں اور فرض
زکوٰۃ ادا کرتے ہیں دراں حالیکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں، یعنی نوافل پر
مواظبت رکھنے والے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یوتون صیغہ مضارع ہے جو دلالت کرتا ہے
استمرار تجدّدی پر، تو اگر یہ حال سے مقیّد ہوگا تو چاہیئے کہ بار بار زکوٰۃ دینا رکوع
کے وقت عمل میں آیا ہو اور ایک بار کا عمل استمرار تجدّدی کے لئے کافی نہیں ہوتا
اور کوئی اس کا قائل نہیں۔

یہ بھی کوئی اِعزاز ہے

تیسری وجہ یہ ہے کہ جو توجیہ ہم نے اختیار کی ہے وہ تہذیب نفس

دوم آنکہ یوتون صیغہ مضارع است دلالت می کند بر استمرار تجددی پس
اگر مقید شود بحال می باید کہ چندیں دفعہ ایتاز کوٰۃ درحین رکوع بعمل آمدہ باشد
و یک بار لم آیت نمی کند ولا قائل بہ
سوئم آنکہ توجیے کہ ما اختیار کردیم ادخل است در تہذیب نفس و اوفق
است بکتاب و سنت زیرا کہ خشوع در وقت صلوٰۃ و صدقہ مطلوب شرعی است و

میں بڑا دخل رکھتی ہے۔اور کتاب وسُنّت کے ساتھ پُوری موافقت رکھتی ہے
اس لئے خشوع نماز کے وقت میں اور صدقہ دونوں مطلوب شرعی ہیں اور
ہزاروں دلائل شرعیہ اُن کے مطلوب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔اور اِسی
طرح فرائض کو قائم رکھنا اور نوافل پر مواظبت شریعت میں ممدُوح ہے اور
افرادِ بشر کی فضیلت واکملیّت کا ان پر مدار واقع ہوا ہے۔بخلاف رکوع کے
وقت صدقہ دینے کہ کوئی مناسب الاصدِ شرعیہ کے ساتھ اس میں واضح نہیں
ہے بجز اس کے کہ صدقات میں مسارعت پر فی الجملہ دلالت اور اِس صورت
میں حُسنِ عبارت یہ ہوگی کہ یُوں کہیں گے وھم یسارعون فی الصدقہ
خصوصیّتِ رکوع کا اس میں کوئی دخل نہیں کہ مدح اس پر دائر ہو۔

ہزاراں دلیلِ شرعی بر مطلب آں دلالت می نماید وہمچناں اقامت بر فرائض یا
واظبت بر نوافل ممدوح است در شریعت سو مدار افضلیت واکملیت اِفرادِ بشر
قع شده بخلاف صدقه دادن در وقت رکوع که هیچ مناسبت مقاصد شریعه
المی کند الا آنکه فی الجمله دلالت دارد بر مسارعت در صدقات وحینئذ حسن
ت آں باشد که گویند وهم یسارعون فی الصدقة خصوصیت رکوع وداخلے
ایت ایں ماجرا وارد است بر مشرکان عرب بالغ وجوه که می گفتند لولا انزل
آن علی رجل من القریتین عظیم چوں معنی آیت دانسته شد می گویم ایں جا

میں بڑا دخل رکھتی ہے۔اور کتاب وسُنّت کے ساتھ پُوری موافقت رکھتی ہے اس لئے خشوع نماز کے وقت میں اور صدقہ دونوں مطلوبِ شرعی ہیں اور ہزاروں دلائل شرعیہ اُن کے مطلوب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔اور اِسی طرح فرائض کو قائم رکھنا اور نوافل پر مواظبت شریعت میں مَمدُوح ہے اور افرادِ بشر کی فضیلت واکملیّت کا ان پر مدار واقع ہوا ہے۔بخلاف رکوع کے وقت صدقہ دینے کہ کوئی مناسب الاصدِ شرعیہ کے ساتھ اس میں واضح نہیں ہے بجز اس کے کہ صدقات میں مسارعت پر فی الجملہ دلالت اور اِس صورت میں حُسنِ عبارت یہ ہوگی کہ یُوں کہیں گے وھم یسارعون فی الصدقه خصوصیتِ رکوع کا اس میں کوئی دخل نہیں کہ مدح اس پر دائر ہو۔

ہزاراں دلیلِ شرعی بر مطلب آں دلالت می نماید وہمچناں اقامت بر فرائض یا مواظبت بر نوافل ممدوح است در شریعت سو مار افضیلت واکملیت اِفرادِ بشر واقع شدہ بخلاف صدقہ دادن در وقت رکوع کہ ہیچ مناسبت مقاصد شریعہ پیدا نمی کند الا آنکہ فی الجملہ دلالت دارد بر مسارعت در صدقات وحینئذ حسن عبارت آں باشد کہ گویند وہم یسارعون فی الصدقۃ خصوصیت رکوع وداخلے ودر حکایت ایں ماجرا دست بر مشرکان عرب بابلغ وجوہ کہ می گفتند لولا انزل ہذا القرآن علیٰ رجل من القریتین عظیم چوں معنی آیت دانستہ شدمی گوئم ایں جا

مت تسلیم کریں

پھر اگر ہم تسلیم کر لیں کہ یہ آیت حضرت مُرتضیٰؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ دلالت اس بات پر ہوگی کہ حضرت علی المرتضیٰؑ مُسلمانوں کو مدد دینے والے ہیں اور یہ بات حسبِ واقعہ ہے کیونکہ خُدا تعالیٰ نے مرتضیٰ ﴿علیہ السلام﴾ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ مواقع قتال میں توفیقِ عظیم عطا فرمائی تھی یہاں تک کہ ان سے اُمورِ عجیبہ کا ظہور ہوا جیسا کہ روزِ بدر اور غزوۂ اُحد میں آپ کا معاملہ کرنا اور عَمرو بن عبدود کو قتل کرنا غزوۂ خندق میں اور واقعہ خیبر میں قلعہ کا فتح کرنا اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ اور یہ نصر مُسلمین ﴿یعنی مسلمانوں کی مدد﴾ تھی خلافت کہاں سے مفہوم ہوگئی اور دوسرا تحقیقی امر یہ ہے،

کہ قُرآن میں جس جگہ لفظِ ولایت آیا ہے اُس کے معنی نصرت یعنی

اصلاً ذکر خلافت نیس و مدلول آیت با مسئلہ ما مساسے نہ دارد و ذکر نبوت و وحی است و علی التسلیم لفظ ظالم حقیقتاً بر شخصے مطلق است کہ در وقت وقوع مضمون جملہ باشد نہ ہر شخصے کہ در زمانے کہ قبل اُوست یا بعدِ اوست ظالم بود اطلاق عصیر بر خمر یا خمر بر عصیر مجاز است بالاتفاق و ابوبکر صدیق در وقت نیل خلافت ظالم نہ بود،

مدد لئے گئے ہیں۔ سورۃ انفال میں ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ آمَنُوا وَھَا جرو اء الخ

﴿۸۔۷۲﴾ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا اور جن لوگوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دُوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک کہ وہ گھر نہ چھوڑ آئیں اور اگر وہ تُم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے اُن کی مدد کرنی۔

اور سورۃ مائدہ میں ہے،

لا تتخذو ا الیھود ، الخ ﴿۵،۵۱﴾

اے ایمان والو! مت بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں یار و مددگار ہیں ایک دوسرے کے ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ خصوصاً اس آیت میں سیاق و سباق نُصرت کے معنے پر صاف صاف دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ اوّل یہ فرما کر پھر آگے یہ فرماتے ہیں۔

یَاایھا الذین آمنوا من یرتد ، الخ ﴿۵،۵۴﴾

اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا کر دے گا جن کو اللہ تعالیٰ سے محبّت ہو گی اور اللہ تعالیٰ کو اُن سے محبّت ہو گی۔ الخ اور یہ نصرت کی طرف ہی اشارہ ہے اس کے بعد فرماتے ہیں،

و من یتول اللہ ، الخ ﴿۵۔۵۶﴾

اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بے شک غالب ہے،

اور یہ نصرت کے معنی صریح ہے۔ انصاف کرو کے یہ دلیل فی نفسہٖ حضرت مرتضیٰؑ کی خلافت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے؟ یا ہوائے نفس کی بیماری سے اپنے سینے کو ہلکا کرنے کے لئے دُور دراز سے کھینچ کر اپنے مدّعا پر آیت کو ڈال دیا ہے۔

مفکرِ اسلام شاہ ولی اللہ صاحب کی فکر انگیزیوں کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔

زیبِ عُنوان آیت کے ضمن میں مخالفین کی پیش کردہ یہ حدیثِ رسول کہ اَے علی کیا تُم اس پر خُوش نہیں کہ تُم مجھے اَیسے ہو جیسے موسیٰ کو ہارون، اب شاہ صاحب کے زیرِ تبصرہ ہے مُلاحظہ فرمائیں۔

جیسے موسیٰؑ کو ھارونؑ

اصل قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم غزوہٗ تبوک کی طرف متوجّہ ہوئے اور حضرت علی المرتضیٰ ﴿علیہ السلام﴾ کو اپنی خانگی

قولہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی اصل قصہ آں است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مصلحتوں کی وجہ سے گھر میں چھوڑا۔ اس کی وجہ سے ایک گونہ ملال حضرت مُرتضیٰؑ کے دل میں پیدا ہوا کہ جنگ کے وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ نہ ہونگے۔

تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کیا تُم اس سے خُوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ وہ ہو جو ہارونؑ کا مرتبہ تھا موسیٰؑ کے ساتھ

متوجہ شد بغزوۂ تبوک و حضرت مرتضٰی را در خانہ گذاشت بجہت مصلحت خانہ خود ازیں وجہ گونہ ملالے بخاطر حضرت مرتضٰیؑ بہم رسید کہ وقتِ جنگ چرا ہمراہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ باشد۔

آنحضرت فرمود والا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ اخرج الترمذی والحاکم من حدیث سعدٍ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لعلی وخلفہ فی بعض مغازیہ فقال لہ علی یارسول اللہ تخلفنی مع النساء والصبیان فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ اجدی حاصل آں است کہ حضرت موسیٰ در وقت غیبت خود از بنی اسرائیل بسوئے طور حضرت ہارون خلیفہ ساخت پس حضرت ہارون جمع کرد درمیان سہ خصلت از اہل بیت حضرت موسیٰ بود و خلیفہ او بود بعد غیبت بنی بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوں مرتضٰی را خلیفہ ساخت در غزوۂ تبوک حضرت مرتضٰیؑ،

اخذ کیا ترمذی اور حاکم نے سعد کی حدیث سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرما رہے تھے اور بعض غزوات میں آپ نے اُن کو نائب بنا کر چھوڑ دیا تھا تو حضرت علی ﴿علیہ السلام﴾ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں کے پاس چھوڑ رہے ہیں تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ وہ رہا جو ہارونؑ کا مرتبہ تھا موسیٰؑ کے ساتھ بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

امامت بھی گئی

حاصل یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے طُور کی طرف جاتے ہوئے اپنی

تشبہ پیدا کرد بحضرت ہارون در دو خصلت ثالثہ کہ نبوت است ایں معنی بخلافت کبریٰ کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد ہیچ ربطے نہ دارد،

زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در ہر غزوہ شخصے را امیر مدینہ مقرر می ساخت خلافت کبریٰ دیگر است وخلافت صغریٰ در وقت غیبت از مدینہ واگر دلالت کند بر آنکہ مرتضیٰ حقیق است بانکہ تفویض امور باو فرمانید،

غیر حاضری تک بنی اسرائیل پر حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ تو حضرت ہارون میں یہ تین خوبیاں جمع ہو گئیں تھیں۔

﴿۱﴾ یہ کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اہلِ بیت میں سے تھے۔

﴿۲﴾ اُن کی عدم موجودگی میں اُن کے خلیفہ ہوئے۔

﴿۳﴾ یہ کہ نبی تھے۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب حضرت علی المرتضیٰ ﴿علیہ السلام﴾ کو خلیفہ بنایا غزوۂ تبوک میں تو حضرت علی المرتضیٰ ﴿علیہ السلام﴾ نے حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ دو خوبیوں میں مشابہت حاصل کر لی۔

اوّل نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی غیبت کے وقت اُن کی خلافت دوسری اہلِ بیتِ نبوت میں سے ہونا۔

تیسری خوبی جو نبوّت تھی اُس میں مشابہت نہ ہوئی۔ یہ مفہوم خلافتِ کُبریٰ کے ساتھ جو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ہوگی کوئی ربط نہیں رکھتا کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہر غزوے میں کسی شخص کو امیرِ مدینہ مقرر کرتے تھے۔

خلافتِ کُبریٰ

خلافتِ کُبریٰ اور بات ہے اور خلافتِ صُغریٰ مدینہ سے غیر حاضری

کے وقت میں اور بات ہے۔ اور اگر یہ ارشادِ نبوی اس بات پر دلالت کرے کہ حضرت علی المرتضیٰ ﴿علیہ السلام﴾ اس بات کے حق دار ہیں کہ امور مہمہ اُن کے سپرد فرمائیں تو اِس خیال کا ہمارے مذہب سے کوئی اختلاف نہیں اور اگر آں حضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مُراد خلافت کبریٰ ہوتی تو آپ حضرت یوشعؑ کے ساتھ تشبیہ دیتے جو حضرت مُوسیٰ کے خلیفہ ہوئے ان کی وفات کے بعد کیونکہ حضرت ہارُون حضرت مُوسیٰ کی بجانب طُور غیبت کے وقت ان کے خلیفہ ہوئے تھے نہ ان کی وفات کے بعد حضرت ہارون کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چند سال قبل ہوئی۔

اب شیعوں کی ہٹ دھرمی دیکھنے کے قابل ہے کہ اس دلیل کو صحیح

این معنی با مذہب ما خلافت ندارد و اگر مُراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافتِ کبریٰ می بود تشبیہ می داد بیوشع کہ خلیفہ حضرت موسیٰؑ بجانب طور خلیفہ او بود نہ بعد وفات او موت حضرت ہارون قبل حضرت موسیٰ است بچند سال حال تعنت شیعہ،

باید دید کہ برائے تصحیح ایں دلیل گفتہ اند ہذا یدل علیٰ ان جمیع المنازل الثابتۃ لہارون من موسیٰ ثابتۃ لعلی من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا صح الا ستثناء ومن المنازل الثابتۃ بہارون من موسیٰ استحقاقہ للقیام مقامہ بعد وفاتہ لو عاش لانہ لو عزلہ کان منفرا وذلک غیر جائز علی الانبیاء۔

بنانے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ کلام دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ تمام منازل ﴿مراتب﴾ جو ہارُون کے لئے ثابت ہیں مُوسیٰ کی جانب سے وہ تمام علی ﴿علیہ السلام﴾ کے لئے ثابت ہیں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے اگر ایسا نہ ہوگا تو استثنا صحیح نہ ہوگا اور ان منازل میں سے جو ہارونؑ کے لئے موسیٰؑ کے لئے کی جانب سے ثابت ہیں وہ ان کا استحقاق ہے مُوسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کا قائم مقام بننے کا اگر زندہ رہیں۔ کیونکہ مُوسیٰ علیہ السلام نے اگر اُن کو برخاست کر دیا ہوتا تو اس سے نفرت دلانے والے ہوتے اور انبیاء کے حق میں یہ جائز نہیں۔

اور نیز کہا ہے کہ ان منازل میں سے جو ہارُونؑ کے لئے مُوسیٰؑ کی جانب سے ثابت ہیں۔ یہ کہ وہ ان کے شریک تھے رسالت میں اور اس کے لوازم میں سے ہے استحقاق طاعت کا مُوسیٰؑ کی وفات کے بعد اگر وہ باقی رہیں تو ضروری ہوا کہ یہ سب اُوصاف ثابت کیے جائیں حضرت علی ﴿علیہ السلام﴾ کے لئے بھی سوائے اس کے کہ رسالت میں ان کی شرکت ممتنع ہوگئی تو واجب ہوا کہ بغیر رسالت کے اُن کو اُمّت پر اُس حیثیت کے ساتھ ان کی اطاعت واجب ہو باقی رکھا جائے۔ اور یہی معنے امامت کے ہیں۔ ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ہارونؑ کے مرتبہ میں ہونا بہ نسبت موسیٰؑ کے تشبیہ کی ایک نوع ہے اور تشبیہ میں وہی اوصاف معتبر ہوتے ہیں جو مشہور ہوتے ہیں اور زُبانوں پر اُن کا ذکر آتا رہتا ہے نہ کہ دور دراز کے اوصاف، یہ ایسی ہی

بات ہے کہ کوئی شخص " زید بمنزلة الاسد " زید شیر کے مرتبہ میں ہے زید کے شیر جیسے دانت اور لمبے بال بھی سمجھ بیٹھے، یا بیعت میں زید کی شرکت کا اِدراک کرے۔ حضرت ہارُون کی مشہور خوبیوں میں سے وہی تین خُوبیاں ہیں ﴿جو ہم نے ذِکر کی ہیں﴾ کوئی ذی عقل اِس قسم کے کلام سے بعد وفات خلافت کے استحقاق کے معنے نہیں سمجھ سکتا، خصوصاً اِس جوڑ کے لگا دینے کی وجہ سے۔

ٹھہرئیے اور دیکھیئے

قارئین کرام کو یہ اندازہ تو ہو ہی چکا ہو گا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ زیبِ عنوان آیتِ کریمہ " انما ولیکم اللّٰہ و رسوله " کو کسی بھی صورت میں سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کے حق میں ماننے کے لئے تیار نہیں اور تردیدِ روافض کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ ساتھ سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کا یہ عظیم اعزاز بہر صُورت دُوسروں کی جھولی میں ڈال دینے کا فرض بھی ادا کر رہے ہیں۔

چونکہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکمل طور پر اِس امرِ خاص کا تہیّہ کر چکے ہیں اِس لئے ہر اُس روایت کا بھی پوری شدّ و مد کے ساتھ محاکمہ اور محاسبہ فرمانے کی قسم کھا چکے ہیں جس سے اِس آیتِ کریمہ کے حضرت علی علیہ السلام کے حق ثابت ہونے کی توثیق وتائید ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ ایسی تمام روایات کو پُورے اہتمام کے ساتھ پہلے تو نقل فرماتے ہیں اور پھر بزورِ عقل اُس کو اِس قسم کے معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں جو اُن کے مشن کی تکمیل میں کل پُرزوں کا کام دے سکیں، اور امیر المومنین، امام المتّقین سیّدنا حیدرِ کرّار علیہ السلام کی خلافتِ کبریٰ کی نا قابلِ تردید حقیقت کو سبوتاژ کرنے میں مددگار ثابت ہوسکیں۔

بہرکیف ! مولائے کائنات جنابِ حیدرِ کرّار علیہ السلام کے حق میں آنے والی زیرِ بحث آیتِ کریمہ کی توثیق و تائید سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ فرمانِ اقدس بھی پورے طور پر فرماتا ہے کہ

"من کنت مولاہ فعلی ھذا مولاہ"

یعنی جس کے ہم مولا ہیں، اُس کے علی مولا ہیں، لہٰذا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مختلف اسناد سے آنے والی اُن روایات کا کثیر حصّہ نقل فرما رکھا ہے جن میں "من کنت مولاہ فعلی ھذا مولاہ" کا فرمانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے۔

شاہ صاحب قبلہ چاہتے تو اِس سلسلہ کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنا سکتے تھے مگر شائد آپ نے اِس خیال سے تمام روایات یکجا کر دی ہیں تا کہ بعد میں دُوسروں کو اِن میں سے کوئی دُوسری روایت پیش کرنے کی ہمت باقی نہ رہے۔

اگر چہ ہم نے بھی یہ تمام روایات باب "غدیر خم" میں نقل کر رکھی ہیں

اور اُنہیں بے شمار ثِقہ کتابوں کے حوالوں سے بھی مزّین کر رکھّا ہے تاہم یہاں پر بھی یہ روایات شاہ صاحب کی تالیف ''ازالتہ الخفاء'' کی وساطت سے اِس ضرورت کے تحت نقل کی جارہی ہیں کہ شاہ صاحب کی موجودگی میں ذُرّیت کو کم از کم یہ تو باور کرایا جا سکے کہ شاہ صاحب اِن روایات کو تمہاری طرح واہی اور باطل نہیں سمجھتے ، بلکہ اِن سب روایتوں کو صحت مند مان کر غیر صحت مند تبصرے کی نذر کرتے ہیں اور پھر مترجم صاحب نے خطوطِ وحدانی کا سہارا لے کر جن خطوط پر کام کیا ہے وہ شائد شاہ صاحب کے بس میں بھی نہیں تھا۔

بہرنوع ! اِنہی الفاظ پر اِس وضاحتی مضمون کو ختم کیا جاتا ہے اور شاہ صاحب کی کتاب سے وہ تمام تر روایات نقل کی جاتی ہیں جن سے مولا مُشکل کُشا، شیرِ خُدا کے ہر اُس مومن کا مُولا ہونا ثابت ہوتا ہے جس کے حضور رسالت مآب التحیّات والتسّلیمات مولا ہیں۔

دوستی کا حُکم دیا تھا

اصل قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت علی المرتضٰی علیہ السلام کو یمَن کی جانب بھیجا، وہاں اُن کے اور ان کے لشکر والوں کے درمیان کچھ ناگواری واقع ہوگئی۔ جب حجۃ الوداع میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حضرت علی المُرتضٰی علیہ السلام اور آپ کے اصحاب حاضری سے مشرف ہوئے تو آپ کے لشکر والوں نے آنحضرت صلّی

اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے شکایت پیش کی،

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے چند روز توقف فرمایا اور حضرت علی المرتضٰی علیہ السّلام سے حقیقتِ حال دریافت کی۔ جب اصل قصّہ آپ کے خیالِ مبارک میں منقح ہوگیا تو آپ کو لشکر والوں کی آپ کے ساتھ سرکشی معلوم ہوگئی۔

حجۃّ الوداع سے واپسی کے دوران میں آپ نے اہلِ بیت کے ساتھ حُسنِ سلوک کے بارے میں ایک خطبہ پڑھا اور آخرِ خطبہ میں مروی ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضٰی کے ساتھ تُند کلامی پر لوگوں کو جھڑکا اور اُن کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم دیا۔

لیکن دَر حقیقت

اخذ کیا مُسلم نے بروایت اسماعیل بن ابراہیم از ابی حبان از زید بن حبان، اُنہوں نے بیان کیا کہ میں حصین بن سبرہ اور عمر بن مُسلم زید بن ارقم کے پاس گئے، جب ہم اُن کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے کہا کہ اَے زید ! آپ کو خیرِ کثیر نصیب ہوئی کہ آپ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا اور آپ کا کلام سُنا اور آپ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی بیشک اے زید ! آپ کو خیرِ کثیر نصیب ہوئی،

اے زید ! آپ ہم سے کوئی ایسی بات بیان کیجئے جو آپ نے

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سُنی۔

زید نے فرمایا اے بھتیجے ! واللہ میری عمر بڑی ہوگئی اور میرا زمانہ پرانا ہوگیا اور بعض وہ باتیں جو میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سُن کر یاد کی تھیں بُھول گیا ہوں تو جو کچھ میں نے تُم سے بیان کی ہیں اُن کو قبول کرو اور جو نہیں کیں اُن پر مجھے تکلیف نہ دو۔ پھر کہا کہ ایک دِن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہمارے سامنے خُطبہ دینے کے لئے اُس مقام پر کھڑے ہوئے جس کو خم کہا جاتا ہے جو مکّہ اور مدینہ کے درمیان ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا ! امّا بعد، یادرکھو اے لوگو ! میں ایک بشر ہوں وہ وقت قریب ہے کہ میرے ربّ کا قاصد

یا زید خیرا کثیر رائت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال یا ابن اخی واللہ لقد کبرت منی وقدم عہدی ونسیت بعض الذی کنت اعی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فما حدثتکم فاقبلوا ومالا فلا تکلفونیہ ثم قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یوما فینا خطیبا بماء یدعی خما بین مکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنی علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد الا یا ایہا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم ثقلین اولہما کتاب اللہ فیہ الہدیٰ والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال واہل بیتی اذکرکم اللہ فی اہل بیتی،

آ جائے اور میں اُس کی دعوت قبول کروں اور میں تُم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، اُن میں سے پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نُور ہے تو کتاب اللہ کو پکڑو اور اس کو سنبھالے رہو تو آپ نے کتاب اللہ پر لوگوں کو اُبھارا اور اُس کی طرف رغبت دلائی۔

کِس کِس کیلئے

پھر فرمایا ! اور ﴿دوسری چیز﴾ میرے اہلِ بیت ہیں، میں اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں ﴿کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے﴾ میرے اہلِ بیت کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، تو اُن میں سے حصین نے کہا کہ اے زید ! اہلِ بیتِ نبی کون ہیں، کیا آپ کی بیبیاں اہلِ

فقال حصین ومن اہل بیتہ یازید الیس نساءہ من اہل بیتہ قال نساء من اہل بیتہ ولکن اہل بیتہ من حرم الصدقۃ بعدہ قال ومن ہم قال ہم آل علی وآل عقیل وآل جعفر وآل عباس قال کل ہولاء حرم الصدقۃ قال نعم ومن طریق محمد ابن فضیل وجریر عن ابی حبان نحو حدیث اسماعیل ومن طریق سعید بن مسروق عن یزید بن حبان نحوہ این قدر خود صحیح است مذکور در صحیح مسلم در زیادۃ قصہ امر ناس بموالاۃ مرتضےٰ این جا مذکور نیست واہل حدیث داران زیادۃ مختلف اند طائفۃ صحیح دانند وطائفہ غریب مطلق ومیل بندہ ضعیف باں است لیکن نہ بدرجہ حدیث مسلم اخرج الحاکم من طریق سلیمان الاعمش من حبیب بن ابی ثابت لمن زید بن ارقم۔

بیت میں سے ہیں ؟ لیکن ﴿ درحقیقت ﴾ آپ کے اہلِ بیت وہ ہیں کہ آپ کے بعد جن پر صدقہ لینا حرام کیا گیا،

حصین نے کہا ! وہ کون ہیں ؟

زید نے فرمایا کہ وہ آلِ علی، آلِ عقیل و آلِ جعفر ہیں اور آلِ عباس ہیں۔

حصین نے کہا کہ کیا اِن سب پر صدقہ لینا حرام ہے ؟

زَید نے کہا ! ہاں

یہ اضافہ بھی ٹھیک ہے

اور بروایت محمد بن فضیل اور جریر از ابی حبان مثل حدیث اسماعیل ﴿ مذکورہ بالا ﴾ اور بروایت سعید بن مسروق از یزید بن حبان اُس طرح اتنی بات بلاشُبہ صحیح ہے جو صحیح مُسلم میں مذکور ہے اور حضرت علی المُرتضٰی کی موالاۃ کے قِصّہ کا اضافہ یہاں مذکور نہیں اور اِس اضافہ کے بارے میں اہلِ حدیث مختلف الرائے ہیں ایک جماعت نے صحیح قرار دیا اور ایک جماعت نے غریب مُطلق اور بندۂ ضعیف کا رجحان یہ ہے کہ یہ اضافہ بھی صحیح ہے لیکن حدیث مسلم کے درجہ میں نہیں، اخذ کیا حاکم نے بروایت سلیمان بن الاعمش من حبیب بن ابی ثابت از ابی الطفیل، زید بن ارقم،

قریبی دوست

حاکم نے اور ترمذی نے بھی اُسی طرح مروی ہے عمران بن حصین سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک سَریہ بھیجا اور اُس پر امیر بنایا علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کو اور علی سَریہ میں بڑھے جا رہے تھے کہ اُنہوں نے ایک جاریہ پر اپنا قبضہ کر لیا اُن کی یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی، اِس کے بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ملنے کے لئے چار نے باہم یہ طے کر لیا کہ جو کچھ علی ﴿علیہ السلام﴾ نے کہا ہے اُس کی ہم آپ کو خبر دیں گے۔

ذوالحاکم والترمذی نحوہ عن عمران بن حصین قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سریۃ واستعمل علیھم علی ابن ابی طالب علیہ السلام فمضٰی علی فی السریۃ فاصاب جاریۃ فانکروا ذالک علیہ فتعاقد اربعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ القینا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخبرناہ بما صنع علی قال عمران وکان المسلمون اذا قدموا من سفر برادا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فنظروا الیہ سلموا علیہ ثم ینصرفون الیٰ رجالھم فلما قدمت السریۃ سلموا علےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقام احد الاربعۃ فقال یا رسول اللہ الم تر ان علیا صنع کذا فاعرض عنہ ثم قام الثانی فقال مثل ذلک فاعرض عنہ ثم قام الثالث

عمران کہتے ہیں کہ مُسلمانوں کا یہ مُعمول تھا کہ جب سفر سے آیا کرتے تو ملاقات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے شروع کرتے اور آپ کی طرف دیکھتے اور آپ کو سلام کرتے پھر اپنے کجاووں کی طرف واپس ہوتے۔

تو جب سریہ آیا لوگوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو سلام کیا تو اِن چاروں میں سے ایک کھڑا ہوا اور بولا یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کیا آپ کو علم نہیں کہ علی علیہ السلام نے ایسا کیا، تو آپ نے منہ پھیر لیا،

پھر دوسرا کھڑا ہوا تو اس نے بھی ایسا ہی کہا تو آپؐ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔

فقال ذلک فاعرض عنہ ثم قام الرابع فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الم تر ان علیا صنع کذا وکزا ان قیل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والغضب فی وجہہ فقال یا تریدون من علے ان علیا منی وانا منہ وانا ولی کل مومن واخرج الحاکم عن عمرو شاش الاسلمے وکان من اصحاب الحدیبیہ قال خرجنا مع علے علیہ السلام الیمن فجفائے فی سفرہ ذلک حتے وجدت فی نفسے فلما قدمت اظہرت شکایۃ فے المسجد حتے بلغ ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال ذرخلت المسجد۔

پھر تیسرا کھڑا ہوا اُس نے بھی ایسا ہی کہا، آپ نے اُس سے بھی منہ پھیرلیا،

پھر چوتھا کھڑا ہوا اور اُس نے کہا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم علی علیہ السلام نے ایسا اور ایسا کیا تو اُس کی طرف رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم متوجہ ہوئے تو آپ کے چہرہ پر غضب کے آثار تھے اور آپ نے فرمایا کہ تم لوگ علی ﴿علیہ السلام﴾ کے بارے میں کیا ارادہ رکھتے ہو؟

بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے، یعنی نہ میں علی کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ علیؑ مجھے چھوڑ سکتا ہے اور ہر مومن کا قریبی دوست ہوں۔

اور اخذ کیا حاکم نے، روایت ہے عمر و شاش الاسلمی اور وہ اصحابِ حدیبیہ میں سے تھے۔ کہا کہ ہم علیؑ کے ساتھ یمن کی طرف نکلے تو انہوں نے اِس سفر میں مجھے تکلیف پہنچائی یہاں تک کے میرے دِل میں رنج پیدا ہو گیا جب میں مدینہ آیا تو میں نے مسجد میں لوگوں کے سامنے ان سے جو شکایت کی تھی اس کا اظہار کیا یہاں تک کہ یہ بات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک پہنچ گئی عمرو نے کہا کہ میں اگلے دن صبح کو مسجد میں داخل ہوا۔

کہا کہ جب واپس ہوئے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حجۃ الوداع سے اور اُترے غدیرِ خُم میں۔ تو آپ نے حکم دیا سیڑھیوں کے متعلق تو اُن کو صاف کر دیا گیا جن پر آپ نے مع اصحاب کے آرام فرمایا۔ پھر آپ

نے ایک خُطبہ دیا جس کے دُوران میں آپ نے فرمایا گویا کہ میں پکار لیا گیا ہوں اور جواب قبول بھی دے چکا ہوں۔

میں تُم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دُوسرے سے بڑی ہے کتاب اللہ اور میرے اہلِ بیت، تو دیکھو کہ ان دونوں

قال لما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من حجتہ الوداع ونزل غدیر خم امر بدر جات فقممن قال انی قد وعیت فاجبت انی قد ترکت فی کم الثقلین احدھما اکبر ان آلاخر کتاب اللہ تعالیٰ وعترتی فانظر وا کیف تخلفو نے فیہما فانہما لن یتفرق حتے یردا علے الحوض ثم قال ان اللہ عز وجل مولای وانا ولی کل مومن ثم اخذ بید علے علیہ السلام فقال من کنت ولیہ فھذا ولیہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وذکر الحدیث بطولہ واخرج الحاکم من طریق سلمتہ بن کہیل عن ابیہ عن ابی الطفیل انہ سمع زید ابن ارقم یقول نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین مکتہ والمدینہ عند سمرات خمس درجات عظام فلنس الناس ماتحت السمر ات ثم راح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشیتہ فصلے ثم قال خطیب محمد اللہ واثنے علیہ وذکر ووعظ فقال ماشا اللہ ان یقول ثم قال ایہ الناس انی تارک فیکم امرین لن تفلوا ان اتعبتو ہما وھما کتاب اللہ واہل بیتی عترتی ثم قال العملون انی اولیٰ بالمومنین من انفسھم ثلاث مرات قالو انعم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من کنت مولا فعلی مولا۔

کے ساتھ میرے بعد تمہیں کیا معاملہ کرنا ہے۔ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جُدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پروارد ہونگے۔

پھر آپ نے فرمایا! بے شک اللہ عزّوجل میرا مُولا ﴿محبوب﴾ ہے اور میں دوست قریبی ہوں ہر مومن کا، پھر آپ نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس کا دوست میں ہوں یہ بھی اُس کا دوست ہے اے اللہ آپ اُس سے محبت کیجئے جو علیؑ سے محبّت کرے اور اس سے دشمنی کا معاملہ کیجئے جو علیؑ سے دُشمنی کرے۔

اور کیا چاھتے ھو

اور ذکر کیا زید بن ارقمؓ نے حدیث کو اس کی تفصیل کے ساتھ اور اخذ کیا حاکم نے بروایت سلمہ بن کہیل از کہیل از ابی الطفیل کہ انہوں نے زید بن ارقم سے سُنا وہ کہتے تھے کہ اُترے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکّہ اور مدینہ کے درمیان نزدیک سمرہ کے درختوں کے پانچ بڑے درجات میں، تو لوگوں نے سمرات کے نزدیک زمین پر جھاڑو دے دیا، رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے آرام فرمایا عشاء تک پھر نماز پڑھی پھر آپ نے کھڑے ہو کر خُطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد وثناء کی اور اللہ کا ذِکر اور وعظ کہا اور جو اللہ کو منظور تھا کہ آپ کہیں، وہ آپ نے کہنے کے بعد فرمایا اے لوگو! میں تُم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم نے ان دونوں کا اتباع کیا تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ

دونوں کتاب اللہ اور میرے اہلِ بیت اور عترت یعنی خاص اُقربا ہیں پھر آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنین کے ساتھ اُن کے نفسوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتا ہوں یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا ﴿ ہر مرتبہ ﴾ لوگوں نے کہا ''نعم'' یعنی بے شک پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے ﴿ یعنی ولی ومحبوب ﴾

اخذ کیا حاکم نے بریدہ اسلمی سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے یمن کی طرف علی علیہ السلام کی معیت میں جہاد کیا وہاں میں نے اُن میں لغزش دیکھی۔

پھر جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں آیا تو میں نے علیؑ کا ذکر کیا اور اُن کی برائی بیان کی تو میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرۂ مبارک کو متغیر ہوتے ہوئے دیکھا پھر آپ نے فرمایا اے بریدۃ! کیا میں مومنوں کے ساتھ ان کے نفسوں سے زیادہ تعلق والا نہیں ہوں؟

واخرج الحاکم عن بریدۃ الاسلمی قال غزوت مع علیٰ الی الیمن فرایت منہ جفوۃ فقدمت علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فذکرت علیا فتنقصتہ فرایت وجہ رسول اللہ صلی اللہ بتغیر فقال یابریدۃ الست اولیٰ بالمومنین من انفسہم قلت بلیٰ یارسول اللہ فقال من کنت مولا فعلی مولا واخرج۔

میں نے جواب دیا بے شک یارسول اللہؐ۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؑ بھی اسکا مولا ہے۔

اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے تو جب آپ نے مجھے دیکھا تو اپنی دونوں آنکھوں کو مجھ پر جما دیا۔ راوی نے کہا کہ ان کا یہ کہنا تھا کہ آپ نے میری طرف تیز نظر سے دیکھا یہاں تک کہ جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کے اے عمرو ! خبردار بخدا تو نے مجھے اذیّت پہنچائی،

میں نے کہا ! کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اِس بات کی کہ میں آپ کو اذیّت پہنچاؤں یارسول اللہ۔

آپ نے فرمایا ! کیوں نہیں جس نے علی کو اذیّت پہنچائی اُس نے مجھے اذیّت پہنچائی۔

ذات عذاۃ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لی ناس من اصحابہ فلما رآنے ابدنی عینیہ قال یقول حدد الی النظر حتیٰ اذا جلست قال یا عمرو اما واللہ لقد آذیتنی فقلت اعوذ اللہ ان اوذیک یارسول اللہ قال بلیٰ من اذی علیاً فقد اذانی واخرج الحاکم عن ابی سعید الخذری شکے الناس علی ابن ابی طالب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقامافینا خطیباً فسمعۃ یقول ایہا الناس لاتشکو علیاً فواللہ انہ لاخیش فی ذات اللہ اوفی سبیل اللہ

اخذ کیا حاکم نے روایت کی ابوسعید خذری نے کہ لوگوں نے علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے شکایت کی تو آپ نے ہمارے سامنے بحیثیت خطیب کھڑے ہوئے تو میں نے سُنا آپ فرمارہے تھے کہ لوگو ! علی کی شکایت نہ کرو، واللہ وہ اللہ کی ذات، یا فرمایا کہ وہ اللہ کی راہ کے بارے میں کچھ متشدد ہے۔

علی کی نافرمانی نبی کی نافرمانی ہے

اخذ کیا ترمذی نے مروی ہے براء سے کہا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دو لشکر بھیجے اور اُن میں سے ایک پر امیر بنایا علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو اور دوسرے پر خالد بن ولید کو اور فرمایا کہ جب قتال ہو تو علی پُورے لشکر کے امیر ہوں گے ﴿ براء نے ﴾ کہا کہ پھر علی علیہ السلام نے ایک قلعہ فتح کیا اور ﴿ غنیمت میں سے ﴾ ایک جاریہ لے لی، اِس کے بعد خالد بن ولید نے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں خط لکھ کر میری معرفت بھیجا جس میں علی علیہ السلام کی مخبری کی تھی۔

اخرجہ الحاکم من حدیث ام سلمہ و ازاں جملہ خطاب فرمود بحضرتِ مرتضٰی من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ و من اطاعک فقد اطاعنی و من عصاک فقد عصانی اخرجہ الحاکم من حدیث ابی ذر و ازاں جملہ حب علی آیۃ الایمان و بغض علی آیۃ النفاق۔

براء نے کہا کہ میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں جب ﴿وہ خط لے کر﴾ پہنچا جب آپ نے وہ خط پڑھا تو آپ کا رنگ بدل گیا، پھر فرمایا کہ !

" تُو اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے جو محبّت کرتا ہے اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ اور اُس کا رسول اُس سے محبّت کرتے ہیں

میں نے کہا ! میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اُس کے رسول کے غضب سے میں تو صرف ایک ایلچی ہوں تو آپ خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِس لاعلاج بیماری کے معالجہ کی بڑی کوشش فرمائی ہے اور سخت تنبیہات بھی کی ہیں اُن میں سے یہ ہے کہ فرمایا ! جس نے علی ﴿علیہ السلام﴾ کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی۔"

اس کو اخذ کیا حاکم نے حدیث اُمِ سلمہؓ سے اور اُن میں سے یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علی المرتضٰی علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے تیری اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

اس کو حاکم نے اخذ کیا حدیث ابوذرؓ سے اور ان میں سے یہ ہے کہ

علی علیہ السلام کی محبت ایمان کی علامت ہے۔اور علیؑ سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

اِس کو بخاری نے اخذ کیا۔اور فرمایا، یا علیؑ مبارک ہے وہ شخص جس نے تجھ سے محبّت کی اور بَدانجام ہے وہ شخص جس نے تجُھ سے بغض رکھّا اور تجُھ پر جھوٹ بولا اور یہ تمام الفاظ قریب قریب معنی کے ہیں اور ان کے فرمانے کے اوقات بھی قریب قریب تھے۔ جب یہ حدیث اور اس کا سبب ورود منقح ہوگیا تو اب ہم اصل بات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

کانٹا بدل دیا

اہلِ بیت کے حق کے بارے میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ بہت بڑی نیکی ہے نیک برتاؤ کرنا اپنے باپ سے محبّت کرنے والوں کے ساتھ۔

اِس کو اخذ کیا مُسلم نے حدیث ابن عمرؓ سے اور اس میں شک نہیں کہ جب باپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ نیک برتاؤ مطلوب شرعی ہے تو حضرت پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ بدرجہءاُولیٰ مطلوب ہے۔اور یہ بات قرینِ عقل ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یہ ارشاد فرمائیں اور حضرت عباسؓ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی اُولاد اور ازواجِ طاہرات سب اس امر میں داخل ہیں۔

عبدالمطلب ابنِ ربیع سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباسؓ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں غصّہ میں بھرے ہوئے آئے اور میں آپ کے پاس موجود تھا، آپ نے فرمایا کہ آپ کو کس بات پر غصّہ آرہا ہے ؟

انہوں نے کہا! یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمارے ساتھ قریش کا یہ کیا معاملہ ہے، کہ جب یہ لوگ باہم ایک دُوسرے سے ملتے تو بخندہ پیشانی ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اِن کا حال بدل جاتا ہے۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو غصّہ آگیا یہاں تک کے آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا پھر فرمایا !

قسم سے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول

احمر وجہ ثم قال والذی نفس لا یدخل قلب رجل الایمان حتیٰ یحبکم اللہ و رسولہ ثم قال ایہا الناس من آذن فقد آذانے فانما عم الرجل صنوابیہ اخرجہ الترمذی وعن عائشہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یقول نسآئہ ان امرکن فما ہمنی من بعدی ولن نبصر علیکن الا الصابرون الصدیقون قالت عائشہ لیعنی المتصد قین ثم قالت عائشہ ابی سلمۃ بن عبدالرحمٰن سقے اللہ اباک من سلسبیل الجنۃ وکان ابن عوف قد تصدق علیٰ امہات المومنین بحدیقۃ بیعت باربعین الفا

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے محبّت کرے۔

پھر آپ نے عوام سے فرمایا اے لوگو! جس نے میرے چچا کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھے اذّیت پہنچائی کیونکہ کسی شخص کا چچا باپ کی ایک شاخ یعنی باپ کے مرتبہ میں ہے۔

اِس کو اخذ کیا ترمذی نے اور مروی ہے حضرت عائشہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ﴿ایک مرتبہ﴾ اپنی بیبیوں سے فرمارہے تھے کہ تُمہارا معاملہ میرے بعد میرے لئے اہم امور میں سے ہے، تمہاری خدمت پر کمر بستہ ہرگز کوئی نہ ہوگا بجز صابروں اور صدیقوں کے، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آپ کی مراد ﴿لوجہ اللہ﴾ دینے والوں سے تھی۔

پھر فرمایا عائشہؓ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے کہ اللہ نے تیرے باپ کو جنّت کی نہر سلسبیل سے سیراب کیا اور ابنِ عَوف نے اُمّہاتِ مومنین پر ایک بہت بڑا باغ صدقہ کیا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا تھا۔

اخذ کیا اس کو ترمذی نے اور سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے سُنا آپ اپنی ازواج سے فرمارہے تھے کہ جو

اخرجہ الترمذی وعن ام سلمۃ قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ازواجہ ان الذی یحثوا علیکن بعدی ہوالصادق البار اللہم اسق عبدالرحمٰن ان عوف من سلسبیل الجنۃ۔

شخص میرے بعد تم سے سخاوت کا معاملہ کرے گا وہ صادق اور نیک کردار ہوگا اے اللہ! عبدالرحمٰن بن عوف کو سلسبیلِ جنت سے سیراب کر۔

روایت کیا اس کو احمد نے اور کتاب اللہ اور اسکے ساتھ دوسروں کو جمع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جب تک کتاب اللہ پر ایمان لانا واجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے اقارب و ازواج کے ساتھ حُسنِ سلوک بھی واجب ہے اور اِس کلام کا سیاق اِس حدیث کے سیاق کے قریب ہے کہ جو شخص تم سے اللہ اور یومِ قیامت پر ایمان لاتا ہے، اُس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ یہ معنیٰ زید بن ارقمؓ کی حدیث میں مسلم کے الفاظ سے جو اِس کے سب سے زیادہ صحیح الفاظ ہیں ظاہر ہیں۔ اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔ رہا حضرت مرتضیٰؑ کے لئے آپ کا غصّہ کرنا اور ان کو ایذا سے باز رہنے کی تاکید کرنا سب قرینِ عقل ہے،

رواہ احمد و معنی جمع در کتاب وغیرہ آں است تا وقتے کہ ایمان بکتاب اللہ واجب است صلہ اقارب و ازواج آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نیز واجب است و سیاق ایں کلمہ قریب بسیاق ایں حدیث است

من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیکرم صیغہ و ایں معنی از لفظ مسلم در حدیث زید بن ارقمؓ کہ اصحّ الفاظ اوست ظاہر است لاخفا لہ واما غضب برائے مرتضیٰ

اور کیا چارہ تھا

جب حضرت علی المرتضٰی علیہ السلام کا حق پر ہونا ظاہر ہوگیا اور ان کے حق میں بدگوئی کرنے والوں کا جُھوٹا ہونا واضح ہوگیا تو حق کا اِتّباع کرنے والے یعنی ﴿آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم﴾ کے لئے بغیر تاکیدات کے اور کیا چارۂ کار ہوتا اور خارجہ ءعدلِ الٰہی سے اِس سختی کے علاوہ اور کیا ظاہر ہوتا۔ ملکوت کا جوش میں آجانا حضرت عائشہ پر تُہمت لگائے جانے کے وقت تُمہیں معلوم ہی ہو چکا اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا فرمانا جب کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے مابین ایک گونہ رنجش پیدا ہوئی تھی کیا تم میرے رفیق کا میری خاطر پیچھا نہ چھوڑو گے۔ الخ

تم پڑھ ہی چکے ہو ﴿اِسی طرح آپ نے﴾ دوستیءعلی المرتضٰی علیہ السلام کے لئے اس کلمہ سے وصیت کی " الست اولٰی بکم " کیا میں تُم

وتاکید در نہی ایذاء او نیز معقول المعنی است چوں حق مرتضٰی ظاہر شد ونغت بدگویاں در حق او واضح گردید از متبع حق بغیر ایں تاکیدات چہ بروز نماید جوشید ن ملکوت ہنگام افک حضرت عائشہ دانستہ،

وقول آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقتے کہ ملالے درمیان ابوبکر صدیق وحضرت عمر رفت ہلا انتم تارکون لے صاحبی الحدیث خواندہ

سے تُمھاری جانوں کی بہ نسبت قریب تر نہیں ہوں سب نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا کہ فمن کنت مولیٰ" الخ تو میں جس کا مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے اے اللہ جو علیؑ سے محبّت کرے اُس سے آپ مُحبّت کیجئے اور جو علی سے عداوت کرے اُس سے آپ عداوت کیجئے۔

اور اِس کلمہ " الست اولیٰ بکم " سے ابتداء کے یہ معنی ہاں کے پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا حقّ اُمتّ پر یہ ہے کہ اپنی تمام مصالح کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مصالح کے سپرد کردیں۔

سپردم بتو مایہء خویش را

تو دانی حساب کم و بیش را

اور اُن کو پیغمبر صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ہوتے ہوئے کوئی اختیار

وصیت دوستی مرتضیٰ را بایں کلمہ نمود الست اولیٰ بکم من انفسکم قالوا بلیٰ قال فمن کنت مولا فعلی مولا اللھم وال من والاہ و عاد من عداہ و معنی ابتداء ایں کلمہ آں است کہ حق پیغامبر صلوٰت اللہ وسلامہ برامت آں است کہ جمیع مصالح خور را تفویض بحساب وے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نمایند و ایشاں را با پیغامبر حیرتے واستقلالے نباشند مانند طفل در دایہ یا مانند اعمے در دست قائد بے اختیار بائد بود پس آنانکہ با مرتضیٰ عداوت داشتہ باشند و وجوہ شکایت او تقریر کنند بر نفس و عقل خود اعتماد نہ نمائید

نہیں اور استقلال نہ رہے گا جس طرح بچہ دایہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یا اندھا رہبر کے ہاتھ میں، اس طرح خُود بے اختیار ہو جانا چاہیے تو جو لوگ حضرت علی المرتضٰی علیہ السلام کے ساتھ عداوت رکھتے ہوں اُن سے شکایت کی وجوہ بیان کریں وہ اپنے نفس و عقل پر اعتماد نہ کریں اور پیغمبر کے حُکم کے تابع نہ رہیں۔

اور مولٰی کے معنی ہیں دوست، اس کو قرینہ ہے "اللھم وال من والاہ" الخ اور بہت سی احادیث اس کا قرینہ ہیں جن کا بیان ہم کر چکے ہیں مثلاً و تبغض ولا تشکو ایعنی نہ بُغض رکھ نہ شکائت کر۔

علیؑ کی محبت ایمان کی علامت ہے جس نے علیؑ کو گالی دی اُس نے

و تابع حکم پیغمبر باشند و معنی مولٰی دوست است بقرینہ اللھم وال من والاہ و عاد من اعاداہ و بقرینہ احادیث بسیار کہ مذکور کردیم

لا تبغض ولا تشکو احت علی آیت الایمان من حب علیا فقد سبی الی غیر ذلک چوں ایں معنی واضح شد باید دانست کہ ایں حدیث با مسئلہ ایجاب استخلاف مسا سے ندارد ایں جا تعظیم صلہ اہل بیت مراد است و امر بدوستی حضرت مرتضٰی و نہی از دشمنی او است و ایں نوع در حق مرتضٰی تنہا نہ فرمودہ اند بلکہ در حق عباس و اولاد او در حق ازواج طاہرات نیز وارد شدہ و در حق ابو بکر صدیق نیز ہل انتم تارکون لی ابا بکر الحدیث

مجھے گالی دی۔ وغیر ذلک جب یہ معنے واضح ہو گئے تو جاننا چاہیے کہ اس حدیث کا مسئلہ ایجاب واستخلاف سے کوئی دُور کا علاقہ بھی نہیں۔ یہاں صرف اہلِ بیت کے ساتھ حُسنِ سلوک کی عظمت کا بیان کرنا مقصود ہے اور حضرت علی المرتضٰی علیہ السلام کی دوستی کا حُکم اور اس سے دشمنی رکھنے کی ممانعت مراد ہے اور اس قسم کی گفتگو آپ نے تنہا حضرت علی المرتضٰی علیہ السلام ہی کے حق میں نہیں فرمائی بلکہ حضرت عباسؓ اور اُن کی اولاد اور ازواجِ طاہرات کے حق میں بھی فرمائی ہے اور ابوبکر صدیقؓ کے حق میں بھی "ھل انتم تارکون لی ابابکر"

تعنت شیعہ را تماشا کن چوں دریں حدیث ہم جائے ناخن بودند ندیدند گفتند مولیٰ بمعنی اولیٰ است و اولیٰ متصرف در حق تمام امت می گیرم و اولیٰ بتصرف در حق جمیع امت امام است پس حضرت مرتضٰی امام باشد گویم مولیٰ بمعنی محبوب است از جہت قرینہ اسباب متقدمہ واز جہت احادیث کہ قریب بمضمون ایں حدیث ونزدیک بزمان او وارد شدہ واز جہت قرینہ اللھم وال من والاہ و عاد من عادہ واز میگوئم مولیٰ بمعنی معتق و معتق مشہور است و بمعنی ناصر و مالک نیز امدہ لیکن بمعنی ولی امر نیامدہ ہیچ افعل بمعنی فعیل نخواندہ ایم باز میگوئم اگر مولیٰ بمعنی اولیٰ باشد یا در لفظ ذکر اولیٰ آمدہ باشد ہنوز دار دگیر جاری است از کجا کہ ولایت در تصرف امور ملکیہ مراد است،

علی امام نہیں معاذ اللہ

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں! شیعوں کی دروغ بیانی کا تماشا دیکھو جن اُن کو اس حدیث پر ناخن رکھنے کی جگہ نہ ملی تو کہنے لگے بمعنیٰ اولیٰ ہے اور اولیٰ کو ہم تمام اُمّت کے حق میں تصرّف کرنے والے کے معنی میں لیتے ہیں الایۃ النبی اولیٰ بِالمومنین الخ اور جو تمام اُمّت کے حق میں اولیٰ بتصرف ہے وہ امام ہے پس حضرت مرتضیٰؑ امام ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ مولےٰ کے معنی ہیں محبوب اُن اسباب کے قرینت جو بیان ہو چکے اور اُن احادیث کے قرینہ سے جو اِس حدیث کے مضمون سے قریب ہیں اور اِس حدیث کے زمانہ کے نزدیک ہی وارد ہوئی ہیں اور ان کلمات کے قرینہ سے ''اللھم وال من والاہ الخ'' ہم پھر کہتے ہیں کہ مولا معتق ﴿آزاد کرنے والے﴾ اور معتق ﴿آزاد کردہ غلام﴾ کے معنی میں مشہور ہے اور ناصر و مالک کے معنی میں بھی آیا ہے۔

﴿ان اللہ مولاہ الذین آمنوا وان لکفرین لا مولےٰ لھم﴾

ولی امر کے معنے میں نہیں آیا اور کوئی افعل بمعنی فعیل ہم نے نہیں پڑھا۔

یعنی یہ لوگ اولےٰ کے جو بروزن افعل ہے اور ولی کے جو بروزن فعیل ہے ایک معنے بنا رہے ہیں﴾ ہم پھر کہتے ہیں کہ ﴿بالفرض﴾ اگر

مولےٰ بمعنی اولیٰ ہویا ﴿کسی حدیث کے﴾ لفظ میں ذکر ولی کا آ بھی گیا ہوتو پھر بھی یہ گرفت کرنے کا موقع موجود رہے گا کہ ولایت کو امورِ ملکیہ میں تصرّف کرنے کے معنے میں مراد کہاں سے لے لیا گیا۔

یہ تھا فلسفہ

شاہ ولی اللہ صاحب کی طویل ترین عبارت مع ترجمہ بلفظہٖ پیشِ خدمت کر دی گئی، مترجم صاحب کی ترجمہ بازیوں کی تفصیل بھی کافی طویل ہے، تاہم ناگزیر مقامات پر اُن کی وضاحت کر دی جائے گی۔ اب اس طویل عبارت کے بعض حصوں کو زیرِ بحث لا کر قارئین پر حقیقتِ حال واضح کرنے کی مخلصانہ کوشش کی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ متلاشیانِ حق کے لئے اس بحث کو یقیناً کارآمد بنائے گا۔

بہر کیف! سب سے پہلے اس طویل تر بحث کا اختصار بارہ نکات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

بارہ نکات

﴿۱﴾ انما ولیکم اللہ جس کو شیعہ نے حضرت مرتضیٰؑ کے حق میں بیان کیا ہے۔ اس آیت کا سیاق مُرتدّین کا ذکر اور اُن کے ساتھ جہاد ہے اور یہ معنی باتفاق مفسّرین حضرت ابوبکر صدیق کے حق میں ہیں۔

﴿۲﴾ اس کے قائل قتادہ، ضحاک اور حسن بصری ہیں۔

﴿۳﴾ مورّخین کے نزدیک اور کون ہے جس نے صدیقِ اکبر کے سوا طویل اور دراز مُدت تک لوگوں کو جمع کر کے مُرتدّین سے قتال کیا۔

﴿۴﴾ لفظ، انّما کلام عرب میں جملہ سابقہ کی دلیل اور اس کی تحقیق وتثبیت کے لئے آتا ہے، معنے یہ ہوئے،

"مُسلمانوں تم عرب کے اِرتداد سے کیوں ڈرتے ہو، سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تمہارا کارساز در حقیقت خُدا ہے جو الہام کرتا ہے اور اُس کا رسول جہاد پر ترغیب کا سلسلہ عالم میں اُسی کی ذات سے وابستہ ہے اور وہ دُعائے خیر سے اپنی اُمّت کی مدد کرتا ہے اور محقّقین اہلِ ایمان ہیں جو کہ اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ اور اُس کی حمد وثناء کرنے کے اوصاف اور خشوع سے مُتصّف ہیں۔"

﴿۵﴾ الحاصل آیت مذکورہ "انما ولیکم" سیاق وسباق کی شہادت سے حضرت صدّیقِ اکبر کے بارے میں نازل ہوئی۔

﴿۶﴾ اگر صیغہ کے عموم سے دلیل پکڑیں تو تمام محقّقین شامل ہیں۔

﴿۷﴾ ابو جعفر محمد بن علی الباقر سے جب کہا گیا کہ یہ آیت حضرت علی کے حق میں ہے تو انہوں نے کہا کہ علی مومنین میں سے ہیں۔

﴿۸﴾ بغوی نے کہا کہ جابر بن عبداللہ کا قول یہ ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی جب کہ اُن کی قوم نے اُن کو چھوڑ دیا تھا۔

﴿۹﴾ اب مبتدعین کی کج روی کا تماشہ دیکھو کہ اس سیاق وسباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

﴿۱۰﴾ زیدی نے کہا کہ یہ آیت تواتر سے حضرت علیؑ کے حق میں ہے یہ شخص جس تواتر کو منہ سے نکال رہا ہے ہو یہاں نہیں ہوسکتا اور اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث بھی ثابت نہیں تو اتر کہاں سے آجائے گا۔ جیسا کہ جابرؓ اور باقرؒ۔

﴿۱۰﴾ ہم کہتے ہیں کہ کون سی ضرورت پیش آئی کہ لفظ عام سے معنی خاص مراد لئے جائیں بالخصوص جب کہ لفظ جمع کو مُفرد مراد لینا ہو تو اس قسم کی تاویل بعید کے لئے قرینہ قویہ ہونا چاہیے اور ایسا قرینہ کہاں ہے۔

﴿۱۱﴾ فقیر کا ظنّ جو کچھ کام کر سکا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ بطریق تعریض اِس لفظ سے حضرت مُرتضٰی کو سمجھے ہوں اور تعریض ایک جُدا اَمر ہے تخصیص عام سے اس جگہ عام اپنے عموم پر باقی رہتا ہے۔ اس کے باوجود قرائن دلالت کرتے ہیں عام میں صرف فردِ واحد کے داخل ہونے میں۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ یہاں تعریض اس وقت صادق آئے گی جبکہ وھم راکعون حال واقع ہوتنہا" یؤتون الزکوٰۃ" سے اور وہ قصہ مخترعہ حضرت مرتضٰی سے مکرّر واقع ہوا ہو۔ اور دونوں باتیں ممنوع ہیں۔ تین وجہ سے ایک یہ کہ "وھم راکعون" حال واقع ہوا ہے بعد دو ایسے جملوں کے جو ایک ہی نسق پر ارشاد ہوئے یقیمون الصلوٰۃ اور یوتون الزکوٰۃ جو

صِلہ الذین کے احاطہ میں داخل ہیں اور متبنی ہیں ضمیر جمع پر جو کہ اُن دونوں کی فاعل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں جُملوں سے حال واقع ہوا ہو اور اس صُورت میں معنی مربوط نہیں ہوتے، بخلاف اس کے یوں کہا جائے۔ "خاشعون اللّٰہ فی اقامة الصلوٰة و ایتاء الزکوٰة و ھم راکعون مواظبون علی النوافل" یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں، نماز قائم کرنے میں اور ادائے زکوٰۃ میں اور رکوع کرتے ہیں اور نوافل پر مواظبت رکھنے والے ہیں۔

﴿مترجم صاحب﴾ فرض نمازیں قائم رکھتے ہیں اور فرض زکوٰۃ ادا کرتے ہیں درآں حالیکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یُؤتُون صیغہ مضارع ہے جو دلالت کرتا ہے استمرارِ تجددی پر تو چاہیے کہ رکوع میں بار بار زکوٰۃ دینا عمل میں آیا ہو،

تیسری وجہ یہ ہے کہ جو توجیہہ ہم نے اختیار کی ہے وہ تہذیبِ نفس میں بڑا دخل رکھتی ہے۔ اور کتاب وسُنّت کے ساتھ پوری موافقت رکھتی ہے

﴿۱۲﴾ پھر اگر ہم تسلیم کر لیں کہ آیت حضرت مُرتضیٰؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ دلالت اس بات پر ہوگی کہ حضرت مرتضیٰؓ مسلمانوں کو مدد دینے والے ہیں اور یہ بات حسبِ واقعہ ہے، کیونکہ خُدا تعالیٰ نے حضرت مرتضیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مواقع قتال میں توفیقِ عظیم عطا فرمائی تھی یہاں تک کہ اُن سے امورِ عجیبہ کا ظہور ہوا جیسا کہ بدر و اُحد میں آپ کا جنگ کرنا اور غزوۂ خندق میں عمرو بن عبدود کو قتل کرنا

اور خیبر کا قلعہ فتح کرنا اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں کہ آپ نے مُسلمانوں کی امداد کی مگر اس سے خلافت کہاں مفہوم ہوگئی۔

ایک تعارف

اس میں شک نہیں کہ شاہ ولی اللہ مُحدّث دہلوی گُوناگُوں خوبیوں کے مالک اور علم و فضل کے بحرِ ناپیدا کنار ہیں۔ مگر اس اَمر سے بھی اِنکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ اپنی تالیفات میں نہ صرف ہر رَطب و یابس جمع کر دینے کی کوشش میں مصروف رہے ہیں بلکہ کثرت سے تضادیات کا بھی شکار ہوتے رہے ہیں۔ ممکن ہے اس کی وجہ آپ کا بہت سے عُلوم پر دسترس رکھنا اور اُن سب باتوں کو کتابوں کی صورت میں محفوظ کر لینا ہو جو کسی نہ کسی طرح آپ کے علم میں آجاتی ہوں۔

علاوہ ازیں آپ کا فلسفیانہ اندازِ فکر بھی آپ کو کسی ایک بات پر جمنے نہیں دیتا شائد یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف پُوری کی پُوری ایک دوسری سے متصادم اور متخالف نظر آتی ہیں۔

بعض محقّقین کے نزدیک آپ کی علمی زندگی دو اَدوار میں منقسم ہے، آپ کی علمی زندگی کے پہلے دَور پر بھی اگر چہ فلسفے کی گہری چھاپ ہے تاہم آپ مسلکِ طریقت کو شریعتِ مطّہرہ سے متصادم خیال نہیں فرماتے بلکہ اس دَور کی آپ کی اکثر تصانیف سلوکِ شریعت و طریقت کا حسین امتزاج ہیں۔

جبکہ آپ کے دوسرے دور کی تصانیف اُن کے پہلے افکار کی تردید و تکذیب پر مشتمل ہیں۔ ہم اس مضمون کے اختتام پر آپ کی چند ایسی متضاد تحریریں ہدیہء قارئین کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جو ایک دُوسرے کی نقیض ہونے کے ساتھ ساتھ اس امر پر بھی شاہدِ عدل ہوں گی کہ آپ جب فلسفہ کے زیرِ اثر ہو کر استدلال کرتے ہیں تو نصُوص صریحہ و قطعیہ کو بھی اپنی تاویلات پر قُربان کر دینے میں باک نہیں سمجھتے۔

پہلا نُکتہ

زیبِ عنوان آیت کی تفسیر میں اگرچہ آپ بنُیادی طور پر ابنِ تیمیہ کے افکار سے ہی متاثر نظر آتے ہیں تاہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ آپ نے اپنے طور پر بھی متعدّد مُوشگافیاں فرمائی ہیں۔ بلکہ آپ اپنی بات منوانے کے لئے دانستہ طور پر انحرافِ صداقت کی حدود تک جا پہنچے ہیں۔

مثلاً گُزشتہ اوراق میں نقل کردہ ''بارہ نکات'' پر مشتمل تاویلات میں پہلا نُکتہ آپ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ اِس آیت سے پہلی آیت میں چُونکہ مرتدّین کا ذکر ہے۔ اس لئے یہ معنی باتفاقِ مفسّرین حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں ہیں۔

اگرچہ آپ کے اس ارشاد سے قبل مترجم نے یہ دُم چھلا بھی اپنی

طرف سے لگا رکھا ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ آیتِ کریمہ انما ولیکم اللّٰہ حضرت علیؑ کے حق میں ہے۔ چونکہ مترجم صاحب نے اپنے نام کیساتھ اپنی انفرادیت بیان کرنے کے لئے لفظ ''دیوبندی'' کا بھی اضافہ کرر کھا ہے اِس لئے وہ قابلِ اصلاح دکھائی نہیں دیتا۔ اور اگر اُس کی اس معمولی خیانت کو اُچھالا بھی جائے تو اس کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑے گا سوائے اس کے کہ یہ وضاحت ہو جائے کہ شاہ ولی اللہ سے اگر کوئی کسر رہ گئی تھی تو وہ اس نے پوری کر دی۔

اور پھر جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ اس طائفہ کی گھسی پٹی نشانی ہے جس کی کذابیت کے سامنے لفظِ کذب بھی ندامت سے سر جھکا لیتا ہے۔ تو اس معمولی سی بات پر گرفت کرنا نامناسب ہی کہنا پڑے گا۔

علاوہ ازیں اُس کی اس حرکت کو نظر انداز کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اُس نے اپنے ہی بزرگ کی عبارت میں جرمِ خیانت کا ارتکاب کیا ہے ہمیں ناراض ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ البتہ اتنا ضرور بتائیں گے کہ اُن شیعوں کے نام کیا ہیں جو اِس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں مانتے ہیں۔

بہرحال یہاں تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جناب شاہ صاحب نے کس خوبصورتی سے آیتِ سیاق کا سہارا لے کر اس آیت کا رُخ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف موڑ دیا ہے۔

اگرچہ امام فخر الدّین رازی نے بھی اس مقام کا ہلکا سا تاثر دینا چاہا ہے تاہم اُن کے فلسفہ میں اِس قدر تمازت نہیں کہ حقائق ہی پگھلنے لگیں۔

شاہ صاحب کا یہ فرمان محض اس حد تک درست ہے کہ انما ولیکم اللہ سے پہلی آیت میں مُرتدّین کے ساتھ جہاد کرنے کا حُکم ہے اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں مرتدّین کی سرکوبی کے لئے عساکرِ اسلامی کو بھیجا لہٰذا بلاشک وریب اس آیت میں وہ بھی شامل ہیں۔

مگر یہ قطعی طور پر اَمرِ باطل ہے کہ مذکورہ آیت کے ساتھ ساتھ آیتِ کریمہ " انما ولیکم اللہ " بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ہے حقیقت یہ ہے کہ جس آیتِ کریمہ میں مرتدّین سے جہاد کے متعلّق فرما کر جہاد کرنے والوں کو اعزاز دیا گیا ہے اُس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ دیگر متعدّد حضرات بھی شامل ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ مفسّرین کا اِجماع ہے کہ سیاقِ آیت کی وجہ سے آیتِ کریمہ " انما ولیکم اللہ " بھی سیّدنا ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ہے قطعی طور پر غلط اور مُفسّرینِ کرام پر کِذب و اِفتراء باندھنے کی بدترین مثال ہے۔

بارہ نکاتی پروگرام میں شاہ صاحب نے اس تصوّراتی اِجماع کو تقویّت دینے کے لئے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اس امر کے قائل قتادہ، ضحاک اور حسن بصری ہیں۔ لیکن آپ نے یہ ارشاد فرما دینا مناسب نہیں سمجھا

کہ یہ اجماع کب ہوا۔

پہلے پہلی آیت کا فیصلہ کرلیں

بہر حال! اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیتِ کریمہ " انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ " کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے اس کے سیاق کی آیت کی تفسیر بیان کردی جائے تاکہ شاہ ولی اللہ کی فلاسفری کا زور کچھ تو کم ہو اس کے لئے ہم پہلے شاہ صاحب اور آپ کے کاسہ لیسوں کے نزدیک ثقہ مُفسّر حافظ ابنِ کثیر کی تفسیر کی عبارت پیش کرتے ہیں اور بعد میں مزید چند تفاسیر کے حوالہ جات ہدیہء قارئین کریں گے تاکہ شاہ صاحب کے مزعُومہ اِجماع کی وضاحت میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ پہلے آیت ملاحظہ فرمائیں۔

یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْامَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ ،

اُے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ اللہ اُن سے محبّت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبّت کرتے ہونگے۔

﴿سورۃ المائدہ آیت ۵۴﴾

تفسیر ابن کثیر

زیرِ آیت حافظ ابنِ کثیر نے لکھا ہے۔

﴿۱﴾ حضرت محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قُریش سے دوستی کے متعلّق نازل ہوئی ہے۔

﴿۲﴾ حضرت حسَن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایّامِ ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں اِرتداد کرنے والوں کے متعلّق نازل ہوئی ہے

﴿۳﴾ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ﴿ پھر اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس سے اللہ تعالیٰ محبّت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبّت کرتے ہیں ﴾ اہلِ قادسیہ کے حق میں ہے

﴿۴﴾ لیث بن ابی سلیم حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ یہ قوم سبا کے لوگوں کے حق میں ہے۔

﴿۵﴾ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "فسوف یاتی اللّٰہ یحبھم ویحبونہ" فرمایا کہ یمن والوں میں سے کچھ لوگوں کے لئے ہے۔ پھر کندہ والوں میں سے پھر سکون والوں میں سے

﴿۶﴾ حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان " فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ " کے متعلّق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ قوم اہلِ یمن

سے پھر کندہ پھر سکون میں سے، اور یہ حدیث غریب ہے۔

﴿۷﴾ حضرت اَبُومُوسیٰ اَشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت "فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَه" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ وہ قوم یہ ہے کہ ﴿یعنی ابوموسیٰ اشعری کی قوم﴾

اور ایسی ہی حدیث امام ابنِ جریر نے شعبہؒ نے بیان کی ہے۔

قال محمد بن كعب نزلت فى الو لا ته من قريش وقال الحسن بصرى نزلت فى اهل الردة ايام ابى بكر وقال ابن عباس فسوف يا تى الله بقوم يحبهم و يحبو نه هم القاد سية.

وقال ليث بن ابى سليم عن مجاهد هم قوم من سبا.

عن ابن عباس قوله فسوف يا تى الله بقوم يحبهم و يحبو نه قال ناس من اهل اليمن ثم من كنده ثم من الكون.

عن جا بر بن عبد الله قال سئل رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم عن قوله فسوف يا تى الله بقوم يحبهم و يحبو نه قال هؤ لاء قوم من اهل اليمن ثم كنده ثم من السكون و هذا حديث

غریب.

عن ابی موسیٰ الاشعری قال لما نزلت فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبو نه قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم ھم قوم ھذا ور واہ ابن جریر من حدیث شعبه بنحوہ انتھیٰ.

﴿تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان مطبوعه مصر ج۲ ص ۳۶۶﴾

تفسیر صاوی

علامہ صاوی زیرِ آیت رقم طراز ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہ میں تین فرقے مُرتدّ ہوئے جب کہ آپ کے بعد سات فرقے ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں مُرتد ہوئے اور ایک فرقہ نے عمر ابنِ الخطابؓ کے زمانہ میں اِرتداد کیا۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہ میں جب اسود عنسی جو کہ گدھے کے نام سے مشہور تھا اور کاہن تھا'' نے یمن میں نبوّت کا دعویٰ کیا تو بنو مدلج اور اُس کے سردار دینِ اسلام کو چھوڑ کر اُس کی اتّباع کرنے لگے حتیٰ کہ ان لوگوں نے شہروں سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مقرّر کردہ گورنروں کو نکال دیا اور خُود متولّی بن بیٹھے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِس صورتِ حال کے پیشِ نظر گورنر یمن حضرت معاذ بن جبلؓ اور یمن کے دوسرے سرداروں کو اُن کی

سرکوبی کے لئے والا نامہ لکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسود عنسی کو فیروز دیلمی کے ہاتھوں ہلاک کروادیا، جس رات اسود عنسی ملعون قتل ہوا اُسی رات مدینہ منورہ میں رسولِ غیب دان صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مُسلمانوں کو اس کے قتل کی خوشخبری سُنادی، جسے سُن کر مُسلمانوں نے اظہارِ مسرت کیا، چنانچہ اس کے اگلے روز اُس کے قتل کی اور فتنہء ارتداد ختم ہونے کی اطلاع آ گئی۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہء مبارک میں بنو حنیفہ اور ان کی قوم نے اس وقت اِرتداد کیا جب مسیلمہ کذّاب نے نبوّت کا دعویٰ کیا تو وہ لوگ اسلام کا انکار کر کے اُس کی اتبّاع کرنے لگے۔

مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خط لکھا کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں اس لئے آدھی زمین میری ہے۔ اور آدھی زمین آپ کی ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جواب میں لکھا ''محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف'' اما بعد، بیشک زمین اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور وہ جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے اپنے بندوں سے اور آخرت پرہیز گاروں کے لئے ہے۔

مسیلمہ کذّاب خلافت ابوبکرؓ کے زمانہ میں وحشی کے ہاتھوں مارا گیا۔

وقد ارتد جماعة بعد موت النبی ای وهم

ثمان فرق سبعة فی خلافته ابی بکر و فرقة من

زمن عمر وار تدت ثلاث فرق ایضاً فی زمن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم نبو مدلج ور یسهم ذو الحمار لقب به لا ته کان له حما ر یاعرا مر و نیتهی بنتیه و هوا لا سود الغسی بفتح العین و سکون النون وکان کا هنا متنبا بالیمن و استو لی علیٰ بلا وه و اخرج عمال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم .

فکتب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم الی معاذ بن جبل و سادات الیهمن فا هلکه اللّٰه تعاولیٰ علیٰ ید فیر وز الدیلمی.

فاخبر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم بقتله لیلة قتله فسر المسلمون و قبض رسول اللّٰه من الغدو اتی خبر قتله.

و بنو حنیفة و هم قوم مسلیمة الکذب تنبائو کتب الی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم من مسلیمة رسول اللّٰه اما بعد فان الا رض نصفها نی و نصفها لک فکتب الیه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم من محمد رسول اللّٰه الی مسلیمة الکذاب اما بعد فان الارض للّٰه یورثها من یشاء من عباده و العاقبة للمتقین و

هالک فی خلافة ابی ابکر علی بدو حشی

﴿تفسیر صاوی ج۱ ص ۲۵۲﴾

زیرِ آیت نواب صدّیق حسن بُھو پالی نہایت وضاحت کے ساتھ تفسیر فتح البیان میں رقمطراز ہیں، کہ!

مُسلمانوں کو کفّار سے مُوالات ترک کرنے کے بعد احکام المرتدین کا بیان شروع ہوتا ہے۔ کشّاف نے اِرتداد کرنے والوں کے متعلّق بتایا ہے کہ یہ عرب میں گیارہ فرقے تھے۔

ان میں تین فرقوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے زمانہ میں ہی ارتداد کیا اور یہ بنومدلج اور اُس کے سردار تھے اور دوسرا فرقہ بنوحنیفہ تھا اور وہ مسیلمہ کذاب کی قوم تھی تیسرا فرقہ بنواسد اور وہ طلحہ بن خویلد کی قوم تھی۔

اور سات فرقوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ارتداد کیا۔

اور وہ تھے۔

﴿۱﴾ فرارہ قوم عینیہ بن حصن فزاری۔

﴿۲﴾ غطفان قوم قرتہ بن سلمہ قشیری۔

﴿۳﴾ بنوسلیم قوم فجاءۃ بن عبد۔

﴿۴﴾ بعضے تمیم قوم سجاح بن منذر۔

﴿۵﴾ کندہ قوم اشعث بن قیس کندی۔

﴿۶﴾ بنوبکر بن وائل۔

﴿۷﴾ قوم خطمی ابنِ یزید۔

پس ان ساتوں فرقوں نے مرتد ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھوں پر کفائت فرمائی۔

اور ایک فرقہ حضرت عُمر ابن الخطابؓ کے زمانہ میں مُرتد ہُوا اور وہ عنان تھا قوم جبلہ بن اہیم سے، پس اللہ تعالیٰ حضرت عُمر فاروقؓ کے ہاتھ پر انہیں کفائت فرمائی۔

فسوف یاتی اللّٰہ بقوم ،، کی تفسیر کرتے ہوئے مزید لکھا ہے،

اِس سے مُراد وہ قوم ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ اِن میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا لشکر جن میں وہ صحابہ اور تابعین بھی ہیں جنہوں نے مرتدین کو قتل کیا۔ کیونکہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مرتدین سے قتال کا اِرادہ ظاہر فرمایا تو بعض صحابہ کرام نے آپکے اس خیال سے اتفاق نہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ اہلِ قبلہ ہیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے تلوار میان سے باہر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ان لوگوں سے اکیلا جنگ کرونگا۔

حضرت عبد اللہ ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پہلے تو ہم آپ کے اس کام پر ناخوش ہوئے لیکن بعد میں اس کی تعریف کرتے تھے۔

حضور نے کیا فرمایا

﴿۱﴾ اور امام ابو عبد اللہ حاکم صاحبِ مُستدرک و اِمام بیہقی اور

ان کے علاوہ دیگر محدّثین حضرت ابُوموسیٰ اشعریؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو آپ نے مجھے فرمایا اے ابوموسیٰ! یہ تمہاری قوم کے لوگ ہیں اہلِ یمن سے

﴿۲﴾ اور ابنِ ابی حاتم اور ابوشیخ جابر بن عبداللہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے فسوف یاتی اللہ بقوم ،، کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ قوم ہے اہلِ یمن میں سے پھر فرمایا کندہ میں سے پھر فرمایا سکون میں سے پھر فرمایا تجیب میں سے۔

اور حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ قوم اہلِ قادسیہ ہیں۔

اور وہ انصار تھے

اور سُدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ انصار کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ وہ لوگ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی نُصرت و اِعانت کیا کرتے تھے۔ دِین کو ظاہر کرنے میں اوّل اُولیٰ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اوصافِ عظیم پر مشتمل ان کی انتہائی تعریف وتوصیف فرمائی۔

وقال السدی نزلت فی الا لضار لا منهم
هم الذین لفرز ارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلهٖ
وسلم ودر عا نوه علی اظهار الدین والا ول اولیٰ

ثم وصف اللّٰہ سبحانه هٰولاء القوم بالا وصاف العظیمة المشتمة علی غائته المدح و نهایت الثناء فقلا یحبهم ویحبو نه .انتهیٰ.

﴿تفسیر فتح البیان مطبوعه مصر جلد دوم ص ۷۸ تا ۷۹﴾

﴿از نواب صدیق حسن بهوپالی﴾

تفسیر دُرّ منثور

ابن جریراور ابنِ ابی حاتم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبهم و یحبه کے متعلق نقل کیا کہ ضحاک کا قول یہ ہے کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اصحاب ہیں۔ کیونکہ جب بعض عرب قبائل اسلام چھوڑ کر مرتدّ ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور ان کے ساتھیوں نے اُن سے جہاد کیا حتّٰی کہ وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے۔

واخرج ابن الجریر و ابن ابی حاتم عن الضحاک فی قوله فسوف یاتی اللّٰه بقوم یحبهم ویحبونه قال هو ابوبکر و اصحابه لما ارتد من العرب عن الاسلام جاهد هم ابوبکر واصحابه حتی ردهم الی الاسلام،

اور روائت نقل کی عبد بن حمید نے اور ابنِ جریر نے اور ابنِ المنذر نے اور ابنِ ابی حاتم نے اور ابوشیخ نے خیثمہ ترابلسی نے کتاب فضائلِ صحابہ

میں اور بیہقی نے کتاب دلائل النّبوۃ میں حسن بصریؒ سے کہ آیتِ کریمہ ''فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ ،، سے وہ لوگ مُراد ہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آپکے وہ ساتھی جنہوں نے بعض عرب کے مُرتد ہونے پر اُن سے قتال کیا۔

واخرج عبدبن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ و خثیمته الا ترابلسی فی فضائل الصحابہ والبیھقی فی الدلائل عن الحسن فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ قال ھم الذین قاتلوا اھل الروۃ من العرب بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ابوبکر صحابہ ،

اور روائت نقل کی ابنِ جریر نے صریح بن عبید سے کہ جب آئتِ کریمہ ''یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینھہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ " تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ! کیا اس سے مُراد میری قوم ہے؟

تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے مُراد ابوموسیٰ اشعری اور اس کی قوم ہے۔

اور نقل کیا ابنِ سعد نے طبقات میں اور ابنِ ابی شیبہ نے اپنی مُسند میں اور عبد بن حمید نے اور حکیم ترمذی نے اور ابنِ جریر نے اور ابنِ منذر نے اور ابنِ ابی حاتم نے اور ابو شیخ اور طبرانی اور ابنِ مردویہ نے اور حاکم نے صحیح میں اور بیہقی نے دلائل میں کہ حضرت عیاض اشعری فرماتے ہیں کہ جب آئتِ کریمہ "فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس سے مراد اسکی قوم ہے۔

واخرج ابن الجریر عن صریح بن عبید قال لما انزل اللّٰہ یا ایھا الذین آمنوا امن یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہ قال عمر انا وقومی ھم یارسول اللّٰہ قال بل ھذا وقومہ یعنی ابا موسیٰ لا شعری .

اور روائت نقل کی ابو شیخ نے اور ابنِ مردویہ نے اور حاکم نے شعبہ کی حدیثوں کی جامع میں اور بیہقی نے کہ "فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ" آئتِ کریمہ کے متعلق حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، اے مُوسیٰ اس سے مراد تمہاری قوم اہلِ یمن سے ہے۔

اور روائت نقل کی ابنِ حاتم نے اور حاکم نے کتاب "الکنیٰ" میں اور

ابو شیخ نے اور طبرانی نے اوسط میں اور ابنِ مردویہ نے اچھی سند کے ساتھ کہ حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے آئتِ کریمہ "فسوف یاتی اللّٰه بقوم یحبهم و یحبونه" کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مُراد اہلِ یمن سے، کندہ، سکون، اور تجیب قبائل کے لوگ ہیں۔

اور روایت نقل کی ابن ابی شیبہ نے کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ آئتِ کریمہ "فسوف یا تی اللّٰه بقوم" سے مُراد اہلِ قادسیہ ہیں۔

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں قاسم بن مخیمرہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ تشریف لائے اور میرے لئے مرحبا فرمایا اور پھر آپ نے آئتِ کریمہ "من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی اللّٰه بقوم یحبهم و یحبونه" تلاوت فرمائی اور پھر میرے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ خُدا کی قسم یہ لوگ اہلِ یمن میں سے تین قبائل ہیں۔

اور روائت نقل کی ابو شیخ نے حضرت مجاہد سے کہ آئتِ کریمہ فسوف یاتی اللّٰه بقوم سے مراد قومِ سبا ہے۔

واخرج ابن سعد وابن ابی شیبة فی مسند
ته عبد بن حمید والحکیم ترمذی وابن
جریر وابن المنذر و ابن ابی حاتم وابو الشیخ

والبطرانی وابن سویه والحاکم وصحیحه والبیهقی فی الدلائل عن عیاض الأشعری قال لما نزلت فسوف یاتی اللّٰه بقوم یحبهم ویحبونه قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم هم قوم هذا و اشاراتی ابی موسیٰ الاشعری ،

واخرج ابوالشیخ وابن مردویه والحاکم فی جمعه الحدیث شعبة والبیهقی فسوف یاتی اللّٰه بقوم یحبهم ویحبونه فقال النبی صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم قومک یا ابا موسیٰ اهل الیمن ،

واخرج ابن ابی حاتم والحاکم فی الکنی وابوالشیخ والطبرانی فی الاوسط وابن مردویه بسند حسن عن جابر بن عبداللّٰه قال سئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم عن قوله فسوف یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه قال هولا قوم من اهل الیمن من کندة ثم من السکون ثم من التجیب ،

واخرج البخاری فی تاریخه وابن ابی حاتم وابوالشیخ عن ابن عباس فسوف یاتی اللّٰه بقوم یحبهم ویحبونه قال هم قوم من اهل الیمن ثم کنده من السکون واخرج ابن ابی شیبة عن

ابـن عبـاس فسـوف يـاتـى الـلّٰه بقوم قال هم اهل القادسيه ،

واخرج البخارى فى تاريخه عن القاسم بن مـخيمره قال اتيت ابن عمر فرحب بى ثم تلامن يـرتـد مـنكم عن ونبه فست ياتى اللّٰه بقوم يحبهم ويـحبونه ثم ضرب على منكبى وقال احلف باللّٰه انهم لمنكم اهل اليمن ثلاثه واخرج ابو شيخ عن مجاهد فسوف ياتى اللّٰه بقوم قال هم قوم سبا ،

﴿تفسیر درمنثور ج ۲ص ۲۵۲﴾

ایک آیت بھی پوری نہیں

اگر چہ اِس ضمن میں مزید متعدّد کُتب مُعتبرہ سے سینکڑوں حوالہ جات پیش کیے جا سکتے ہیں تاہم اسناد کے ساتھ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی احادیث اور اقوالِ صحابہ کرام کی روشنی میں یہ پتہ چلا لینا مشکل امر نہیں ہے کہ یہ آیت اگر چہ سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُن ساتھیوں کے حق میں بھی یقیناً بیان کی گئی تاہم اِس میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہء مبارک میں مرتدّین سے جہاد کرنے والے لوگ بدرجہء اولیٰ شامل ہیں۔ اب یہ کہ ایک آیت پُوری کی پُوری محض حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حق میں ثابت نہیں کی جا سکتی تو تسلیم کرنا ہوگا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ

تصوّر غلط محض ہے کہ اِس آیت کے بعد آنے والی آیات بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

تفسیرِ قرآن کرتے وقت رسول اللہ صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہ وَسلّم کی احادیث اور اقوالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اِعراض کرتے ہوئے محض ذاتی اَنا کی تسکین کے لئے غلط سلط تاویلیں کرنا کسی مُحدّث کی شایانِ شان ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ہم آئندہ اوراق میں مُتعدد ثِقہ کُتب سے بِالوضاحت اِس قسم کی روایات نقل کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ اِرتداد سے جنگ کرنے والے لوگوں کے حق میں آنے والی آیت کے مابُعد کی آیت بِلا شک وریب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

بارہ نکاتی فارمولہ کا جواب

علاوہ ازیں اگر شاہ صاحب ''انما'' کا سہارا لیکر سیاق وسباق کو صرف فردِ واحد کے حق میں بیان کرنے پر مُصر ہیں تو ایک اِنتہائی عجیب و غریب صورتِ حالات سامنے آنے کے امکانات ہیں۔اس لئے فی الحال اِس بحث کو دانستہ قلم انداز کیا جاسکتا ہے۔اور یہ بحث اس لئے بھی غیرضروری معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ علم حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ قبلہ شاہ صاحب کا یہ تصوّر قرآن مجید کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے مترادف ہے۔کیونکہ

''انما'' کا سیاق وسباق آپس میں ملا دینے سے ہر گز یہ معنی نہیں دے سکتا کہ یہ اور ہر دو آیات ایک ہی معنی و مفہوم پر مشتمل ہیں اور یہ کہ یہ دونوں کسی ایک ہی شخص کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

اِس سے پہلے کہ ہم شاہ صاحب کے باقی نکات کو زیرِ بحث لائیں عظیم فقیہہ اور مُفسّر حضرت مُلا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیراتِ احمدیہ کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں جو آپ نے نماز میں عملِ قلیل سے نماز کے فاسد نہ ہونے کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اِس لئے کے کسی فقیہہ کا کسی روایت کو مسئلہ کی صورت میں بیان کرنا، بہر صُورت اُس روایت کی ثقاہت پر حرفِ آخر کی حیثیّت رکھتا ہے۔

حضرت مُلا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ آیت '' انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ کے ضمن میں رقمطراز ہیں۔

تفسیراتِ احمدیہ

وھم راکعون ، کا معنی امام زاہد کے نزدیک متطوّ ع نوافل ادا کرنے والے، یعنی فرض نماز اور فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ نفل نماز پڑھتے ہیں اور نفلی طور پر صدقہ کرتے ہیں۔

دیگر مفسّرین لکھتے ہیں کہ '' راکعون ''صلوٰۃ وزکوٰۃ دونوں کا حال ہے اور اس کے معنی خشوع کرنے والے یعنی خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے

ہیں اور خشوع کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

کشّاف و مدارک میں ہے کہ یہ صرف "یُؤتُونَ" سے حال ہے مطلب یہ کہ نماز کے دوران حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اس معنی کے لحاظ سے یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی اور اس معنی کے لحاظ سے ہم نے اسے اپنے عنوانوں کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نماز کے دوران حالتِ رکوع میں تھے کہ کسی سائل نے سوال کیا۔ آپ نے اپنی انگوٹھی اس کی طرف پھینک دی چونکہ انگوٹھی انگلی میں کھلی اور ڈھیلی تھی اس لئے اُسے اُتارنے میں عملِ کثیر کی ضرورت نہ تھی۔

اِسی بنا پر انہوں نے دورانِ نماز ہی انگوٹھی اِس کی طرف پھینک دی اِس کے بعد صاحب کشّاف و مدارک لکھتے ہیں کہ آیت سے معلوم ہوا کہ دورانِ نماز صدقہ جائز ہے۔ اور یہ کہ عملِ قلیل سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

﴿تفسیرات احمدیہ جلد اوّل ص ۲۱۶﴾

﴿از حضرت ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ﴾

دُوسرا نکتہ

شاہ صاحب کا نُکتہ نمبر ۲ ہے کہ یہ ہر سہ آیات سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حق میں ہیں اور اِس پر مُفسّرین کا اجماع ہے۔ اور اس

کے قائل، قتادہ، ضحاک اور حسن بصری ہیں یہ نکتہ ایسا نقطہ ہے جو غلطی سے بے نقاط حروف پر لگ جائے اور اچھے بھلے بامعنی لفظوں کو مہمل بنا کر رکھ دے

اہلِ علم حضرات نے متعدّد تفسیروں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائے ہیں کہ نہ صرف ہر سہ آیات میں بلکہ پہلی آیتِ کریمہ میں بھی حضور سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مرفوع حدیث اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وغیرہما متعدّد صحابہ کرام کے اقوال اِس فرضی اجماعِ مُفسّرین کے سَراسَر مخالف ہیں۔

حیرت ہے کہ شاہ ولی اللہ جیسے پڑھے لکھے لوگ بھی اِس قسم کے ذہنی مفروضوں کو حقیقت کی صورت میں لوگوں پر مسلّط کرنے میں اپنی قابلیّت خیال کرتے ہیں۔

تیسرا نکتہ

اندریں حالات تیسرا نُکتہ بالکل ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے تادیر مرتدین سے قتال کیا جبکہ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ پہلی آئت دیگر متعدّد لوگوں کے علاوہ ابو بکر صدیقؓ کے جیوش کو بھی شامل ہے۔

چوتھا نکتہ

نُکتہ نمبر ۴ تھوڑی سی وضاحت کا مقتضی ہے اور اِس نکتہ آفرینی میں

شاہ صاحب نے اپنی نکتہ رس طبیعت کو بھی اضمحلال کی نذر کر دیا ہے۔

یعنی لفظ (انما) کلامِ عرب میں جُملہ سابقہ کی دلیل اور اس کی تحقیق و تثبیت کے لئے آتا ہے۔ اور معنٰی یہ ہوئے کہ مسلمانوں تُم ارتداد سے نہ ڈرو کیونکہ تمہارا کارساز اللہ ہے اور اس کا رسول تمُہیں جہاد کی ترغیب دیتا ہے اور محققّین اہلِ ایمان ہیں، جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی اس نکتہ آفرینی نے تو آپ کی نکتہ شناس طبعیت کا بھرم ہی کھول کر رکھ دیا اور ثابت کر دیا ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی بڑا عالم و فاضل کیوں نہ ہو جب جدل و مناظرہ کے اسٹیج پر آ جائے تو پھر اپنی اَنا کو تحفّظ دینے کے لئے وہ قُرآن وحدیث کی نصوص کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔

آئندہ اوراق میں مُعتبر تفاسیر اور دیگر ثقہ کُتب کے حوالہ جات محض اس ضمن میں پیش خدمت کیئے جائیں گے کہ اہلِ اِرتداد اور اُن سے جہاد کرنے والوں کے حق میں آنے والی آئتِ جمہور مُفسّرین کے نزدیک اگلی آئت سے الگ تھلگ ہے اور اُس کا شانِ نزول واضح طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔ نیز یہ کہ جن تین تابعین کا ذکر شاہ ولی اللہ نے مندرجہ بالا تحریر میں کرتے ہوئے مُفسّرین کا اجماع اپنے حق میں ثابت کرنا چاہا ہے، اُن کے اقوال بھی شاہ صاحب کے اس فلسفیانہ خیال کی واضح طور پر تردید کرتے ہیں۔

پانچواں نکتہ

نکتہ نمبر ۵ میں شاہ صاحب نے بہت ہی اونچی اُڑان لی ہے جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہوسکتا کہ اتنی ہی بُلندی سے آپ کو سر کے بل آنا پڑے کیونکہ شاہ صاحب کا " انما ولیکم " کے متعلق مزعُومہ شانِ نزول سیاق وسباق کی روشنی میں کسی بھی صورت میں پہلی آیت کے مخاطبین پر منحصر نہیں کیا جاسکتا اور ہمارے اِس دعویٰ کی دلیل شاہ صاحب نے اپنے اسی بارہ نکاتی فارمولہ میں چھپا رکھی ہے جس کا ابھی ذکر ہوگا۔ افسوس تو یہ ہے کہ شاہ صاحب کی جلالت علمی کے تحت ہم یہ مقولہ بھی نہیں دہرا سکتے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔

چھٹا نکتہ

بہرحال نکتہ نمبر ۶ میں شاہ صاحب ہمارے دعویٰ کی دلیل بن کر پورے جاہ وجلال کے ساتھ رقمطراز ہیں کے صیغہ کے عمُوم سے دلیل پکڑیں تو یہ آیاتِ مذکورہ خاص طور انما ولیکم اللہ ورسولہ، تمام محققین کو شامل ہے، شائد کسی نے ایسے ہی کسی موقعہ پر کہا ہو کہ جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔

ساتواں نکتہ

اور نکتہ نمبر ۷ تو شاہ صاحب کے نکتہ رَس، نکتہ دَان، نکتہ بین نکتہ چین، نکتہ آفرین اور نکتہ ءراز ہونے پر حرفِ آخر کی حیثیّت رکھتا ہے یعنی

اَب تک جس قدر نُکتہ بازیاں ہوئیں تھیں سب کی سب اپنے ہاتھوں صُورتِ مُعکوس ہوگئیں،

آپ بھی اِس نُکتہ سے محظوظ ہوں جو انتہائی بے خیالی کے عالم میں قلم سے سیاہی چھڑکتے وقت پہلے تو اچھی بھلی تحریر کے ایک حصّہ پر سیاہ نقطہ کی صورت میں گر جائے اور پھر بے خیالی ہی میں اُسے صاف کرتے وقت ایک بڑے دھبے کی صُورت میں پُوری تحریر کو ہی معدوم کر دے۔ اور وہ نُکتہ یہ ہے کہ جب امام برحقّ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے یہ کہا گیا کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ علی علیہ السلام مومنین میں سے ہیں۔ یعنی یہ آیت سب مومنین کے حق میں ہے۔ اور علیؑ بھی مومنوں میں سے ہیں۔

اگرچہ یہ قول دیگر مُفسّرین کرام نے بھی نقل کیا ہے لیکن اس سے پہلے وہ مرفوع احادیث اور اقوالِ صحابہ سے اس آیت کا حضرت علیؑ کے حق میں ہونا ثابت کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں حیرت تو اس امر کی ہے کہ جب بقول شاہ صاحب یہ آئت انمّا کی وجہ سے آیتِ سیاق سے وابستہ ہے اور قطعیّت کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ کے لئے ہے۔

اور اگر اسے عموم میں بھی شامل کر لیا جائے تو ان تمام محقّقین کے لئے ہوگی جنہوں نے اہلِ ارتداد سے جنگ کی۔

مگر طرفہ تماشا یہ ہے کہ اگر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پیش کردہ قول کی روشنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عام مومنین کی صفات میں شامل کر کے عمومیّت کی صورت میں اس کا اطلاق آپ پر کیا جائے تو اِس سے شاہ صاحب کے وہ تمام تانے بانے تارِ عنکبوت کی صورت میں منتشر ہو جائیں گے جو آپ نے اب تک بزورِ فلسفہ بُنے تھے اور آپ کی اَب تک کی تمام کارکردگی ھباء منثورا ثابت ہوگی کیونکہ آئتِ سیاق میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُن جیوش میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہرگز ہرگز شامل نہیں تھے جنہوں نے اہلِ ارتداد سے جنگیں لڑیں۔

لٰہذا واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آئیتِ کریمہ انما ولیکم اللہ میں ایک عام مُسلمان کی حیثیت میں بھی شامل نہیں ہو سکتے حالانکہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مَنسُوب قول کم از کم مَولائے کائناتؑ کے لئے اِس قدر رعائت تو فراہم کرتا ہے کہ اِنفرادی طور پر نہ سہی اِجتماعی طور پر آپ عام مُسلمانوں کے ساتھ اِس اعزاز کے ضرور مستحق ہیں۔

آٹھواں نکتہ

بہر حال شاہ صاحب کے پیدا کردہ پہلے چھ نکات اُن کے اپنے ہی بیان کردہ ساتویں نکتے کی زد میں آ کر مکمّل طور پر سخت مجروح ہو چکے ہیں۔

اور اگر ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی بھی تو آپ کے آٹھویں نکتے نے ان سب کو باقاعدہ طور پر فنا کی وادیوں میں دھکیل دیا ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب کا آٹھوں نکتہ جسے آٹھواں عجوبہ کہنا زیادہ درست ہوگا یہ ہے کہ،

بغویؒ نے کہا ہے کہ جابر بن عبداللہؓ کا قول یہ ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جبکہ اُن کی قوم نے اُن کو چھوڑ دیا تھا۔

اگرچہ شاہ صاحب جلدی میں بغویؒ کی پوری عبارت نقل نہ کر سکے ورنہ علامہ بغویؒ نے صاف طور پر وضاحت فرما رکھی ہے کہ آیتِ کریمہ انما ولیکم اللہ و رسولہ متعیّن شدہ فردِ واحد کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ فردِ واحد اور وہ فردِ فرید شیرِ خدا تاجدارِ ھل اتیٰ مُشکل کُشا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

بہر حال یہ آٹھواں نکتہ شاہ صاحب کے ساتویں نکتہ سے پہلے چھ نکاتی پروگرام کی قطعی طور پر تغلیظ و تکذیب اور تردید و بطلان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے اس واہی طرزِ استدلال کی بھی دھجیاں اڑا دیتا ہے۔ حالانکہ شاہ صاحب اپنے ان دلائل کو انتہائی قوی اور زوردار سمجھتے ہوئے دُوسروں کی تذلیل اِن الفاظ میں کرتے ہیں کہ "مبتدعین کی کج روی کا تماشا دیکھو کہ اس سیاق وسباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں"

آپ کے اِس جارحانہ انداز کے متعلق ہم کیا کہہ سکتے ہیں قارئین خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ آپ نے خود تو حقائق کو مسخ کرنے میں پوری قوّت

صرف کر دی ہے اور اپنی عقلِ نا تمام پر نصوصِ صریحہ وقطعیہ کو قربان کر دیا ہے اور غُصّہ دوسروں پر نکال رہے ہیں۔ دانستہ طور پر صراطِ مستقیم سے اِعراض خود کرتے ہیں اور کج رو دوسروں کو کہتے ہیں۔ ریسرچ کے نام پر نئی نئی بدعات کو خود جنم دیتے ہیں اور مبتدعین کے خطاب سے دُوسروں کو نواز رہے ہیں۔

بہر حال شاہ صاحب نے اس مسئلہ میں قُرآن وحدیث کی نصُوص کو نظر انداز کرنے میں جس جرأت وجسارت سے کام لیا ہے یا تو آپ کی شان کے ہر گز لائق نہیں تھا یا پھر یہ آپ ہی کا کام تھا ورنہ عام مُسلمان تو اس تصوّر سے ہی کانپ اُٹھتا ہے کہ تفسیرِ بالرّائے کرنے والوں میں اِس کا شمار ہو جب کہ یہ حقیقت بھی اظہر من الشّمس ہو کہ، من فسر القرآن برائه فقد كفر.

بعض حضرات کے لئے یقیناً یہ امر خالی از اِستعجاب نہیں کہ شاہ صاحب قبلہ اصولِ تفسیر سے کافی حد تک واقف ہونے اور فقیہانہ طرزِ اِستدلال کو جاننے کے باوجود اِس مقام پر اس قدر گھسے پِٹے دلائل دینے پر کیوں مجبور ہو کر رہ گئے،

لیکن یہ تحیّر وتعجب اُس وقت بالکل ختم ہو جاتا ہے جب یہ بات پایہ ءثبوت کو پہنچ جائے کہ حقائق کو مسخ کرنے کے لئے آپ نے دانستہ طور پر پیچیدگیاں پیدا کی ہیں۔

نواں نکتہ

اب آپ کا نکتہ نمبر ۹ ہی لیجئے آپ فرماتے ہیں کہ آیتِ کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ (الخ) کا حضرت علیؑ کے حق میں ہونا تواتر سے ثابت نہیں بلکہ اِس بارے میں کوئی مرفوع حدیث بھی ثابت نہیں پھر تواتر کہاں سے آجائے گا۔ اور اِس کے ساتھ ہی اِس تواتر کی نفی میں جو جواز پیش کیا ہے وہ حضرت جابرؓ اور حضرت امام باقر علیہ السلام کے یہ دو قول ہیں

(۱) یہ آیت عبداللہ بن سلام کے حق میں ہے،

(۲) یہ آیت عام مومنین کے لئے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی مومن ہیں لہٰذا اِس آیت میں آپ شامل ہیں۔

شاہ صاحب کے نزدیک کسی ایک روایت کو تواتر کے درجے سے گرادینے کے لئے یہی کافی ہے کہ متعدد مختلف اسناد سے آنے والی روایات کے ساتھ دو قول ایسے بھی ہیں کہ ایک قول اُن میں بالواسطہ اُسی روایت کی تاکید کرتا ہے۔ یعنی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں بحیثیت مومن اِس آیت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شامل ہیں۔ حالانکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سائل جانتا تھا کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ کے قول میں صرف یہ

بات ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نہیں۔ جبکہ اس کے ساتھ ساتھ مُفسّرین صحابہ میں سے عبداللہ ابنِ عباسؓ کی روایت سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی۔

علاوہ ازیں اِس آیت کے ضمن میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مَرفُوع حدیث بھی موجود ہے جس میں آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایثار سے خوش ہو کر بارگاہِ خُداوندی میں ان کو اپنا وزیر بنانے کی اِستدعا کی اور یہی نہیں بلکہ دیگر متعدّد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین نے اِس روایت کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں بیان کیا ہے جسے ثِقہ مفسّرین کے علاوہ فقہا کرام نے بھی پُورے صِدقِ دِل سے قبول کیا اور نماز میں عملِ قلیل کے بارے میں جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے انگوٹھی اُتروانے کے فعل کو حُجّت قرار دیا۔

اور یہ معاملہ کسی ایک خاص زمانہ کے لئے محدود نہیں بلکہ طوعاً و کرہاً تقریباً سبھی مفسرینِ کرام کو کسی نہ کسی طریقہ سے اِس آیت کو حضرت علی علیہ السّلام کے حق میں ماننا ہی پڑا ہے۔ اب خُدا جانے شاہ صاحب کے نزدیک تواتر کے خاص معنی اور کیا ہیں، بہر حال آئندہ اوراق میں آپ متعدّد ثقہ کُتب کی ایسی تحریریں مُلاحظہ فرمائیں گے جن میں اقوالِ صحابہ کے ساتھ

حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مرفوع حدیث بھی شامل ہوگی۔

ہمیں یقین ہے کہ اُن عبارات کی موجودگی میں قارئین کو شاہ صاحب کا اِستدلال واضح طور پر ایک تخیّلاتی مفروضہ نظر آئے گا۔

علاوہ ازیں شاہ صاحب سے یہ پُوچھنا تو بھول ہی گئے کہ جنابِ والا! یہ تو فرمایئے کے آپ نے آیتِ سباق کے مفہوم کو آئیندہ آنے والی آیات کے مفہوم میں جو زبردستی گڈمڈ کرنے کی کوشش فرمائی ہے، اس کے لئے شرطِ تواتر قائم فرمانے میں پہلوتہی کا کیا نام رکھا جائے۔

دسواں نکتہ

نکتہ نمبر ۱۰ میں شاہ صاحب کی نکتہ شناس طبیعت کی داد دینا پڑتی ہے آپ کا ارشاد ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ لفظ عام سے خاص معنی مُراد لینے کی کیا ضرورت پیش آئی جب کہ لفظ جمع کو مُفرد مُراد لینا ہو تو ایسی تاویل کے لئے قرینہءقوی ہونا چاہیے لیکن ایسا قرینہ کہاں ہے؟

سُبحان اللہ اور پھر سُبحان اللہ! شاہ صاحب ذرا یہ تو فرمایئے کہ آپ نے تو اِس سے پہلی آیت کی بدولت اِس آیتِ کریمہ کو بھی جناب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حق میں فرما رکھا ہے، پھر اِس سے بڑھ کر آپ کو کس قرینہ قویہ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

غور تو فرمائیں کہ قرآنِ مجید کے الفاظ ہیں کہ ''پھر ہم ایسی قوم

لائیں گے جو اللہ کو پیارے ہونگے اور اللہ اُن کو پیارا ہوگا۔

اور اُس آنے والی قوم کو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی بنا کر رکھ دیا۔ زیرِ بحث آیت کو بھی آپ جناب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بیان فرما چکے ہیں۔ اِن حالات میں آپ کو کیسے بتائیں کہ قرینہءقویہ کی تلاش میں تو کوہِ ندا پر ہی جانا پڑے گا، اور یہ کام کوئی حاتم طائی ہی کر سکتا ہے۔

حضورِ والا! اگرچہ اس سے پہلی آیتِ کریمہ اہلِ یمن وغیرہ کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے جیوش کے حق میں ہی ثابت ہو سکتی ہے مگر وہ اِس لئے جناب ابو بکر صدیقؓ کے حق میں بھی بیان کی جاتی ہے کہ اُن جیوش کو مُرتدین کی سرکوبی کے لئے تیار آپ نے کیا تھا۔ اسی طرح اگرچہ یہ آیت جمع کے صیغہ کو متضمّن ہے لیکن پہلی آیت سے بدرجہ اولیٰ قرینہ قویہ اِس کا مفرد کے حق میں ہونے کا یہ ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نماز میں خیرات کرنے کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔

اور پھر اِن سب سے قوی تر ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ حضرت علیؑ کے ایثار پر خوش ہو کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے دُعا فرمائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی اور اِس پر مختلف اسناد سے آنے والی روایات شاہدِ عدل ہیں۔

گیارھواں نکتہ

نُکتہ نمبر گیارہ چونکہ کئی نُکتوں پر مُشتمل ہے، اس لئے نکتہ دَر نُکتہ میں اُلجھنے کی بجائے اِسے چند شقوں میں تقسیم کردینا ہی مناسب ہے۔

چنانچہ اس کی شقِ اوّل شاہ صاحب کے اِس فرمان پر مُشتمل ہے کہ،

فقیر کا ظنّ جو کچھ کام کرسکا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ بطریقِ تعریض اِس لفظ سے حضرت مُرتضیٰ کو سمجھے ہوں اور تعریض تخصیص عام سے ایک جُدا امر ہے، اِس جگہ اپنے عموم پر باقی رہتا ہے۔ اِس کے باوجود قرائن عام میں صرف فردِ واحد کے داخل ہونے میں دلالت ہے۔

شاہ صاحب کا مرنجان مرنج شخصیّت کے مالک ہونا آخر آپ کے اِس فقرہ نے ظاہر کر ہی دیا کہ "فقیر کا ظن جو کام کرسکا ہے"، بہرحال فقیر کے ظن وگمان کا نتیجہ تو زیرِ بحث آ ہی جائے گا، اس مقام پر شاعرِ مشرق کا مصرعہ شدّت سے یاد آرہا ہے کہ!

رہبر ہوں ظن و تخمیں تو زبوں کارِ حیات

شائد ظن و تخمیں کی اس زبوں کاری کا ہی یہ اثر ہے کہ زیبِ عنوان آیتِ کریمہ کو کسی بھی صُورت میں حضرت علی علیہ السلام کے حقّ میں نہ ماننے کے باوجود یہ فرمادیا کہ بعض لوگ جو اِس کو حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں مانتے ہیں۔

حالانکہ اِس سے پہلے آپ پوری قوّت سے اِسی داعیہ پر جمے ہوئے تھے کہ اِس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں کوئی مانتا ہی نہیں، اگر قارئین کو یقین نہ آئے تو بصد شوق شاہ صاحب کی سابقہ عبارت کا مطالعہ فرما لیں آپ پر ثابت ہو جائے گا کہ آپ نے محض اور محض وہی اقوال و آراء بیان کرنے پر اکتفاء فرمایا ہے جن سے یہ تاثّر ملے کہ اِس آیت کو متقدّمین و متاخرین اہلسنّت سے کوئی بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نہیں مانتا۔

بہرکیف ! شاہ صاحب کا احادیثِ مصطفٰےؐ اور اقوالِ صحابہ سے اپنے ظن و گمان کے مطابق نتائج اخذ کرنا اُنہی کا حصہ ہے ورنہ ایسی جرأت کوئی عام آدمی تو کر نہیں سکتا کہ ایک تو صحابہ کرام کو "بعض لوگ" کہے اور پھر اُن کے ارشادات کو اپنے ظن و گمان کے معیار پر پرکھنے کا دعویدار بھی ہو۔

شاہ صاحب کے اِس گیارہویں نکتہ کی شق نمبر دو (۲) دَر حقیقت شق نمبر (۱) ہی کا جزوِ خاص ہے کیونکہ شاہ صاحب یہ اقرار کرنے کے باوجود کہ "بعض لوگوں" نے اِس آیت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں سمجھ رکھا ہے، تخصیص و تعمیم کے ہیر پھیر میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ جو کچھ بیان کر رہے ہیں اُن کا اپنا گمان ہے اور گمان کسی بھی صورت میں قطعیّت کے درجہ میں نہیں آسکتا، خواہ

مخواہ بات بڑھانے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں، حالانکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب بات بڑھ جاتی ہے تو پھر اُسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے بلکہ جب بات بڑھتی ہے تو اکثر بگڑ جاتی ہے اور جب بات بگڑ جاتی ہے تو پھر مشکل ہی سے بنتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب کی بات جس قدر بڑھتی جارہی ہے اُسی قدر زیادہ بگڑتی جارہی ہے اور حال یہ ہے کہ اَب یہ بگڑی ہوئی بات بنتی نظر نہیں آتی۔

آپ کا ظن ہے کہ لوگوں نے کنایتہً یعنی بطور تعریض اِس آیت کو حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں سمجھ لیا، چونکہ تعریض و تخصیصِ عام دو الگ الگ اُمور ہیں اِس لئے اِس عموم کو کسی بھی صُورت میں خاص نہیں کیا جاسکتا اور تعریض بھی اُس وقت صادق آئے گی جب حضرت علی (علیہ السلام) کے متعلق یہ لوگوں کا من گھڑت واقعہ بار بار واقع ہو۔

یعنی لوگوں نے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سائل کو انگوٹھی عطا کرنے کی اِختراع کر رکھی ہے اِس کا بار بار ظہور ہوا ہو اور حضرت علی بار بار سائل کو انگوٹھی عطا فرمائیں۔

کاش ! شاہ صاحب ظنّیات کے چکّر میں پڑنے کی بجائے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فرامین کو اپنی عقل پر ترجیح دیتے تو یقیناً اُن کی بات بھی بنی رہتی مگر آپ تو بہر طور اپنے ظّن کے تابع ہوکر رہنا چاہتے ہیں اِس لئے قرآنی نصُوص پر بھی گرائمر کے تجربے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی درج ذیل تفسیر و تاویل جو قطعی طور پر آپ کے اپنے ظن و گمان کی پیداوار ہے اور قُرآن و حدیث ک نصوص سے اِسے قطعی کوئی سروکار نہیں درست تسلیم کر لی جائے تو اِس آیتِ کریمہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں کس طریقہ سے ثابت کیا جاسکے گا جب کہ اُن کے لئے مکرّر تو کیا ایک بار بھی حالت رکوع میں خیرات کرنا ثابت نہیں۔

بہرکیف ! قارئین اِس تھکا دینے والی بحث کے ضِمن میں نئے باب کا آغاز کریں اور وہ کثیر حوالے دیکھیں جن میں اِس آیت کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

باب ۷

آیت

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

تفاسیر کی روشنی میں

اپنوں کو کیا کہیں

تفسیر وحدیث اور فِقہ وسیرت کی مُعتبر کتابوں میں یہ روایت تواتر سے منقول ہے کہ ایک روز مسجدِ نبوی شریف میں ایک سائل کے سوال کرنے پر تاجدارِ ہل اتیٰ، مُرتضیٰ، مُشکلشاء سیّدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام نے سوالی کو نماز پڑھتے وقت انگشتری عطا فرمائی حالانکہ آپ اس وقت رکوع کی حالت میں تھے۔

چنانچہ آپ کے اِس ایثار اور ذوقِ سخاوت پر مشیّت جھوم گئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَهُمْ رَاکِعُوْنَ.

یعنی نہیں ہیں تمہارے مددگار مگر اللہ ورسول اور مومن اور وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اوز کوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع میں ہیں۔

﴿سورۃ المائدہ آیت ۵۵﴾

موجودہ دَور کے خوارج اور نواصب بِالخصوص اور چند پیش رو بالعموم اس بات پر پُوری قُوّت صرف کر رہے ہیں اور کرتے رہے ہیں کہ جس طرح بھی ہو سکے اِس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں داخل نہ ہونے دیا جائے لیکن باوجود سعئِ پیہم کے وہ اپنے اِن مذموم عزائم کو عملی جامہ پہنانے میں بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کے معتمد مفسرین بڑی وضاحت سے نقل کر چکے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہی نازل ہوئی ہے۔

اِس سے پہلے کہ ہم ان لوگوں کے ذہنی واختراعی استدلال کو موضوعِ سُخن بنائیں، کچھ اپنے اِن بزرگوں کے تخیّلات ہدیہء قارئین کرتے ہیں جو اپنے طور پر تردیدِ روافض کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں مگر نادانستگی میں خارجیوں کی ریشہ دوانیوں کے لئے راہ ہموار کر گئے۔

اس صورتِ حال پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے اِس لئے کہ جنابِ سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کی محبّت ومودّت شیعوں کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر مومن پر واجب ہے اور محبوب کی شان میں پہلوتہی کرنا محبّت کے تقاضوں کو یقیناً مجروح کرتا ہے۔

بہرحال ! ہمارے ایک بزرگ متذکرہ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"بعض کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے کہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتری صدقہ دی تھی وہ انگشتری انگشت مبارک میں ڈھیلی تھی اور بے عمل کثیر کے نکل گئی، لیکن امام فخر الدین رازی نے تفسیرِ کبیر میں اس کا بہت شدّ و مدّ سے ردّ کیا ہے اور اس کے بطلان پر بہت وجوہ قائم کئے ہیں۔"

تفسیرِ رازی

اگرچہ درج ذیل روایات دیگر بے شمار ثقہ کتبِ تفاسیر وسیَر میں بھی موجود ہیں اور ہم ان کی قدرے تفصیل بھی ہدیہ قارئین کریں گے مگر سب سے پہلے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی کی وہ عبارت نقل کریں گے جس میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُسوقت نازل ہوئی جب آپ نے نماز پڑھتے ہوئے رکوع کی حالت میں سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی۔

روایت نمبر ۱

روی عطا عن ابن عباس انها نزلت فی علی ابن ابی طالب علیه السلام.

حضرت عطا حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی

اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

﴿تفسیر کبیر ۲، ۶۱۸﴾

روایت نمبر ۲

روی عن عبداللّٰه بن سلام قال لما نزلت هذا الآيته قلت يارسول اللّٰه انا رائت عليا تصدق بخاتمة على محتاج وهو راكع فنحن نتولا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا! "میں نے دیکھا ہے کہ علی نے رکوع کی حالت میں محتاج کو انگوٹھی عطا فرمائی ہے پس ہم ان سے دوستی رکھتے ہیں۔"

﴿تفسیر کبیر ۲، ۶۱۸﴾

روایت نمبر ۳

وروى ابو ذر رضى اللّٰه عنه انه قال صليت مع رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يوم

صلاة الظهر فسأل سائل فی المسجد فلم یعطیه احد فرفع السائل یده الی السماء وقال ! اللهم اشهد انی سالت في مسجد الرسول (صلى الله علیه وسلم)

فلم يعطنی احد شیًا وعلی علیه السلام کانِ راکعا فاء و الیه بخنصره الیمنی وکان فیها خاتم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم بمرائ النبی صلی الله علیه وسلم.

فقال ! اللّهم ائ انی موسٰی سالک فقال ! ربی شرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهو قولی ، وجعل لی وزیرا من اهلی هارون اخی اشدد به ازری واشرکه في امری ، فانزلت علیه قرآنا" سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما."(القصص آیت ۳۵)

اللّهم وانا محمد نبیک وصفیک فاشرح لی صدری ویسرلی امری واجعل لی وزیرا من اهلی علیا اشدد به ظهری ،

قال ابو ذر مأاتم رسول الله صلي الله علیه وسلم هذه الکلمة حتی نزل جبریل فقال یا

محمد اقراءً انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ .... الخ

﴿تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۶۱۸﴾

﴿لامام الفخرالدین الرازی مطبوعہ مصر﴾

حضرت ابُوذُر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی معیّت میں ظہر کی نماز ادا کی، اِتنے میں مسجدِ نبَوی میں ایک سوالی نے سوال کیا مگر کسی نے اسے کچھ نہ دیا تو اُس نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی اِلٰہی تُو جانتا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی مسجد میں سوال کیا ہے مگر مجُھے کسی نے بھی کوئی چیز عطا نہیں کی۔"

حضرت علی علیہ السّلام اُسوقت نماز ادا کر رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے اسی عالم میں آپ کے دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی تھی جو سائل کو اُتار کر دے دی حتّٰی کہ سائل نے وہ انگوٹھی لے لی اور رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا۔

آرزوئے مُصطفٰے

حضور نے یہ واقعہ سماعت فرما کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی !

"الٰہی جب تجھ سے میرے بھائی مُوسیٰ (علیہ السلام) نے سوال کیا تھا کہ اے میرے ربّ میرے سینے کو کھول دے اور میرے اُمور کو آسان فرما دے اور میری زبان سے بستگی دور فرما دے تا کہ لوگ میری بات کو خوب سمجھ لیں اور میرے گھر والوں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے

اور میری اس قوّت کو اس کے ذریعہ سے مضبوط بنادے اور اسے میرے کام میں شرک فرمادے تو تُو نے موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کو شرفِ قبولیّت سے نواز کر قرآن میں فرمایا ہم تمہارے بھائی کو بھی تمہاری قوّتِ بازو بنائے دیتے ہیں اور ہم تم دونوں کو خاص شوکت عطا فرماتے ہیں۔''

یا اللہ ! میں تیرا نبی محمدؐ ہُوں اور تیرا پسندیدہ ہُوں تو میرے سینے کو کھول دے اور میرے اُمور کو آسان فرمادے اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے میرا وزیر علی کو بنادے اور اس کے ذریعہ سے مجھے قوّت عطا فرما۔

حضرت اُبوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنا یہ جملہ ختم ہی فرمایا تھا کہ جبریل علیہ السلام نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا یا محمد (صلّی اللہ علیہٖ وآلہٖ وسلّم) پڑھیے !

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ.

﴿تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۲۱۸﴾

﴿لامام الفخرالدین الرازی مطبوعہ مصر﴾

کیسے اوجھل ہوگئی

قارئین ! اندازہ فرمائیں کہ تفسیر کبیر کے حوالہ سے ہمارے بزرگ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ علی کے رکوع میں خیرات کرنے والی روایت کا

امام رازی نے بڑی شدّ و مدّ سے رد کیا ہے اور اس کے بطلان پر متعدّد وجوہ قائم کیئے ہیں۔

حالانکہ تفسیر کبیر میں نہ صرف یہ کہ انگوٹھی خیرات کرنے کی روایت موجود ہے بلکہ آیتِ کریمہ "انما ولیکم اللہ" کی واضح طور پر شانِ نزول بتائی گئی ہے کہ حیدرِ کرار علیہ السلام کے اس ایثار پر اظہارِ مسرّت فرماتے ہوئے تاجدارِ انبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں دُعا کرتے ہیں کہ یا اللہ جس طرح تُو نے موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کو قبول فرما کر اُن کے بھائی ہارُون کو ان کا وزیر اور مددگار بنایا تھا اُسی طرح میرے اہلِ خانہ سے میرے بھائی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کو میرا وزیر مقرّر فرمادے اور اس کے ذریعہ سے مجھے قوّت وشوکت عطا فرما۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو مذکورہ بالا آیتِ کریمہ تلاوت فرمانے کا اشارہ بذریعہ جبریل کیا۔

حیرت ہے کہ ہمارے محترم بزرگ کی نگاہوں سے تفسیر کبیر کی اتنی طویل عبارت کیسے اوجھل رہ گئی جب کہ اِس روایت کو قطعی طور پر درست تسلیم کرنے اور اس آیت کریمہ کو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں بیان کرنے کے بعد روافض کے نظریہ کی تردید کرتے ہیں جوانہوں نے اس آیت کے متعلق قائم کر رکھا ہے کہ اس آیتِ کریمہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلا فصل ثابت ہوتی ہے۔

تردید و بطلان

چنانچہ امام فخر الدّین رازی نے جس اَمر کی تردید اور جس نظریہ کا بطلان کیا ہے اس کی تفصیل تفسیر کبیر میں اس طرح ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد جس شخص کی اِمامت پر دلالت کرتی ہے وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

قالت الشیعة هذه لآیة دالت ان الامام بعد رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم هو علی ابن ابی طالب.

﴿تفسیر کبیر جلد١ صفحہ ٦٢٠﴾

علاوہ ازیں اِمام رازی نے مُختلف طرائق سے حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خلافت بِلا فصل کے بارے میں دلائل پیش کئے ہیں اور آیات و روایات سے اِستنباط کرنے کے ساتھ ساتھ فلسفیانہ انداز میں بھی آپنے مؤقف کے بارے میں اِستدلال پیش کیا ہے لیکن کسی مقام پر اشارہ کِنایہ کے طور پر بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ آیت حضرت علیؓ کی شان میں نازل نہیں ہوئی چہ جائیکہ بڑی شدّومد سے اس کی تردید و بطلان کرنے سے مہتّم کئے جائیں۔ بہر حال جس امر کا ردّ اور بطلان امامِ رازیؒ نے کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر اس کے دو وجوہ ہدیہء قارئین ہیں۔

(١) قولہ " یا ایها الذین آمنوا من یرتدمنکم عن دینه (الیٰ

آخر الآیۃ)

ابوبکر صدیقؓ کی امامت پر مضبوط دلائل میں سے ہے۔

پس اگر یہ آیت (انما ولیکم اللہ ورسولہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی صحتِ اِمامت پر دلالت کرتی ہوتو ضروری ہے کہ ہر دو آیات کے مابین تناقض پایا جائے اور یہ اُمر باطل ہے جس کا قطع کرنا ضروری ہے لہٰذا یہ آیت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے بعد امام ہیں۔

فَلسفہَ اور حَدِیث

اس سے پہلے کہ ہم امام فخر الدّین رازی کے پیدا کردہ ان نکات کی مزید تفصیل ہدیہء قارئین کریں جن کے مطابق وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافتِ بِلافصل کے نظریہ کی تردید کرتے ہیں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ کے زور پر پیدا کردہ اِستدلال آیات واحادیث کی حقیقی روح کو متاثر کرسکتا ہے یا نہیں،

اس مقام پر محدّثین کی آراء نقل کرنے کی مہم شروع کردی جائے تو یقینی اَمر ہے کہ یہ مضمون سینکڑوں صفحات پر پھیل جائے گا۔ اس لئے ہم یہاں منطقی طور پر ہی ایک واضح ترین دلیل قائم کریں گے اور ایک اَمرِ واقعہ حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرائیں گے۔

اور وہ یہ ہے کہ امام فخر الدّین رازیؒ کو قرآنِ مجید کی جو اتنی ضخیم تفسیر مرتّب کرنا پڑی اس کی محرّک وہی فلسفیانہ سوچ تھی جو آیات و احادیث کے متعلّق اختیار کر کے اہلِ اِسلام میں سے ایک نہایت فہیم اور دانشور طبقہ حقیقت سے دُور ہوتا گیا اور بالآخر مُعتزلہ کے نام سے دُنیا میں معرُوف ہوا۔

امام فخر الدّین رازی نے اسی فلاسفر فرقہ کے سرخیل علامہ زمخشری کے فلسفہ کے زور پر پیدا کردہ تخیّلات کی بیخ کنی کے لئے تفسیر کبیر تالیف فرمائی ہے۔

چونکہ مشہور ضرب المثل کے مطابق کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے، اِمام رازی کو بھی وہی راستہ اختیار کرنا پڑا جسے اپنا کر مُعتزلہ فرُوعات کے علاوہ اسلام کے بیشتر بنیادی عقائد سے انحراف کرنے سے بھی مُتّہم ہُوئے۔

مُعتزلہ کی خرابی کا باعث یہ ہوا کہ اوّل اوّل تو وہ فلسفہ کو قرآن و حدیث کے تابع رکھ کر غیر مذاہب کے فلاسفروں کو مناظروں اور مباحثوں میں شکستِ فاش دیا کرتے تھے اور پھر بتدریج فلسفہ اُن پر سوار ہوتا گیا اور وہ پُورے طور پر اسی کے غلام ہو کر رہ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنہوں نے قرآن و حدیث کو فلسفے کے تابع رکھ کر سوچنا شروع کر دیا اور بالآخر فرقہ ضالہ سے موسوم ہوئے۔

تفسیر کبیر فی الحقیقت اسی گمراہ فرقہ کے ردّ میں لکھی گئی ہے اور امام رازی جگہ جگہ زمخشری کو مخاطب کر کے اس کے فلسفیانہ استدلال کو فلسفہ کے

اور وہ یہ ہے کہ امام فخر الدّین رازیؒ کو قرآنِ مجید کی جو اتنی ضخیم تفسیر مرتّب کرنا پڑی اس کی محرّک وہی فلسفیانہ سوچ تھی جو آیات و احادیث کے متعلّق اختیار کر کے اہلِ اِسلام میں سے ایک نہایت فہیم اور دانشور طبقہ حقیقت سے دُور ہوتا گیا اور بالآخر مُعتزلہ کے نام سے دُنیا میں مَعرُوف ہوا۔

امام فخر الدّین رازی نے اسی فلاسفر فرقہ کے سرخیل علامہ زمخشری کے فلسفہ کے زور پر پیدا کردہ تخیّلات کی بیخ کنی کے لئے تفسیر کبیر تالیف فرمائی ہے۔

چونکہ مشہور ضرب المثل کے مطابق کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے، اِمام رازی کو بھی وہی راستہ اختیار کرنا پڑا جسے اپنا کر مُعتزلہ فرُوعات کے علاوہ اسلام کے بیشتر بنیادی عقائد سے انحراف کرنے سے بھی مُتّہم ہُوئے۔

مُعتزلہ کی خرابی کا باعث یہ ہوا کہ اوّل اوّل تو وہ فلسفہ کو قرآن و حدیث کے تابع رکھ کر غیر مذاہب کے فلاسفروں کو مناظروں اور مباحثوں میں شکستِ فاش دیا کرتے تھے اور پھر بتدریج فلسفہ اُن پر سوار ہوتا گیا اور وہ پُورے طور پر اسی کے غلام ہو کر رہ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنہوں نے قرآن وحدیث کو فلسفے کے تابع رکھ کر سوچنا شروع کر دیا اور بالآخر فرقہ ضالہ سے موسوم ہوئے۔

تفسیر کبیر فی الحقیقت اسی گمراہ فرقہ کے ردّ میں لکھی گئی ہے اور امام رازی جگہ جگہ زمخشری کو مخاطب کر کے اس کے فلسفیانہ استدلال کو فلسفہ کے

زور سے توڑتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے ان بزرگوں کو امام رازیؒ کے فلسفہ کی آغوش میں پناہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں ورنہ قدماء مُفسّرین اہلسنّت کی کتابوں میں مختلف اُسناد کے ساتھ تواتر کے ساتھ روایت موجود ہے علاوہ ازیں حق یہ تھا کہ تفسیر کبیر کی وہ روایات بھی نقل کرتے جو انہوں نے زیرِ بحث آیت کے ضمن میں پیش کی ہیں اور اُن پر اصولِ حدیث کے مطابق راویوں وغیرہ پر قطعاً کوئی جرح نہیں کی بلکہ محض فلسفیانہ اِستدلال پیش کر کے معتزلہ اور شیعوں کے مختلف اَقوال کی تردید کی ہے اور روایتِ حدیث کے مقابلہ میں کسی شخص کا منطقی استدلال اور فلسفیانہ نکتہ آفرینیاں کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔

علاوہ بریں ہمارا دعویٰ ہے کہ امام رازیؒ نے فنِ حدیث کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق ہرگز ہرگز ان روایات کا ردّ و بطلان نہیں کیا بلکہ جس قدر بھی بحث کی ہے وہ محض تخیّلات اور فلسفہ کی مرہُونِ منت ہے۔

مُشتے نمونہ از خروارے

﴿۱﴾ ولی کے معنی لغات میں یقیناً مددگار اور محب کے آئے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

ان الولی فی اللغة قدجاء بمعنی الناصر و المحب کما فی قوله " والمؤ منون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض."

﴿تفسیر کبیر ۲۱۹﴾

﴿۲﴾ اور لفظ ولی انہی دو معنوں میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے کوئی ایک معنیٰ مراد مقرّر نہیں فرمائی اور نہ ہی یہ دونوں معنے ایک دوسرے کہ منافی ہیں۔ تو ضروری ہوا کہ اس آئت میں جن مومنوں کا ذکر ہے ان کے اُمّت میں متصّرف ہونے پر دلالت کرے۔

ان اللفظ الولی جاء بهذین معنین ولم یعین اللّه مراد ولا منافاة بین المعنین فوجب دلالة الائة علی ان المئو منین المذکورین فی الآئة متصرفون فی الامة.

﴿۳﴾ اور اس آیت میں ولی کا معنیٰ مددگار لینا جائز نہیں تو ضروری ہوا کہ اس کا معنیٰ مُتصّرف لیا جائے اور اِنمّا ہم کہتے ہیں کہ اس کا معنیٰ مددگار لینا جائز نہیں مذکورہ ولائت سے جو اِس آیت میں ہے سوائے عام کے تمام مومنوں کے لئے ہے۔

الولی فی هذه الآئة لا یجوز ان یکون بمعنی الناصرفوجب ان یکون بمعنی المتصرف و انما قلنا انهٗ لا یجوز ان یکون بمعنی

الناصر لان الولئة المذكورة فی هذه لائة غير
عامة فی كل المئومنين .

﴿کبیر جلد دوم ۲۱۹﴾

﴿۴﴾ اور اس آیت میں ذکر کی گئی ولایت نُصرت کے معنوں میں نہیں ہے اور اگر نُصرت کے معنوں میں نہیں ہے تو یقیناً تصرّف کے معنوں میں ہوگی اور نہیں ہے واسطے ولی کے سوائے دو معنوں کے، بر تقدیرِ آیت اے مومنوں تُم پر متصرّف ہیں اللہ اور رسول اُس کا اور مومنین جو فلاں صفت سے مُتصّف ہیں اور یہ مقتضی ہے کہ اس آیت میں ذکر کی گئی صفات سے مُتصّف مومنین جمیع اُمت میں متصرّف ہیں۔

الولائة المذكوره فی هذه الآية ليست بمعنى
النصرة واذا لم تكن بمعنى الالنصرة كانت
بمعنى التصرف فيكم لانه ليس لولى معنى سوى
هذين خصار التقدير الأيته انما المتصرف فيكم
ايها المومنون هو اللّٰه ورسوله والمؤمنون
الموصوفون بالصنعة الفلانية وهذا بتقضى ان
المومنين والموصوفين بالصنعات المذكورة فی
هذى الآية متصرفون فی جميع الامة .

﴿تفسیر کبیر ۲۱۹﴾

ان کو بھی منظور نہیں

صاحبِ تفسیر کبیر نے لفظ ولی کے معنوں میں جو تقید رُوا رکھی ہے وہ یقیناً ہمارے ان بزرگوں کے لئے بھی قابلِ قبول نہیں ہوگی جن کو آیتِ مذکورہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہونا شاق گزرا ہے اور انہوں نے تفسیر کبیر کے مقابلہ میں ان متعدد تفاسیر کو نظر انداز فرمادیا ہے جن کی ثقاہت سے اہلسنّت کے کسی بھی بڑے سے بڑے عالم نے انکار نہیں کیا بلکہ اِن بزرگوں کی اپنی تفسیر کا مُعتد بہ حصّہ انہی تفسیروں سے اخذ کیا گیا ہے جن میں واضح طور پر مختلف جیّد اسناد کے ساتھ اس آیت کا جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام کی شان میں نازل ہونا روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔

بہر حال تفسیر کبیر کے چند مزید فلسفیانہ اقتباسات ہدیہ قارئین ہیں،

﴿۵﴾ اور اس کے معنی نہیں ہیں سوائے اس ایک انسان کے جو جمیع اُمّت میں متصّرف ہو تو ثابت ہوا اس ذکر کے ساتھ کہ یہ آیت اس مذکورہ شخص کے تمام اُمّت پر امام ہونے پر دلالت کرتی ہے مگر دُوسرے مقام پر بیان ہے اور وہ یہ کہ جب ثابت کریں واجب ہونا امامت کا اس شخص کے ساتھ اور وہ علی ابن ابی طالب ہیں تو اس بیان میں وجوہات ہیں۔

سیلاب وجوہات

اور ان وجوہ کا خاکہ یہ ہے کہ اگر حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی

امامت پر یہ آیت دلالت کرتی ہے جیسا کہ روایت سے ظاہر کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس قول پر اصرار ممکن نہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے تو اگر یہ آیت امامتِ علی پر دلالت کرتی ہوتی تو تمام اُمّت اس امر پر مجتمع ہوتی چونکہ یہ آیت اِمامت پر دلالت نہیں کرتی اس لیے یہ قول باطل ہے۔

اس کے آگے ایک اور خُود ساختہ سوال کے جواب میں امام فخر الدّین رازیؒ فرماتے ہیں کہ اگر لفظ "ولی" کو ایک ساتھ ناصر اور متصرّف پر حمل کیا جائے تو یہ جائز نہیں جیسا کہ اُصولِ فقہ کے مطابق مُشترک لفظ کو دوسرے مفہوم کے ساتھ حمل کرنا جائز نہیں۔

﴿تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۶۲۰﴾

مذکورہ بالا قسم کی طویل بحث کے بعد امام فخر الدّین رازیؒ نے خلافتِ بلا فصل کے بارے میں ایک یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ۔

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تفسیرِ قُرآن کو روافض سے بہتر طور پر جانتے تھے اگر یہ آیت آپ کی خلافتِ (بلا فصل) پر دلالت کرتی تو آپ کسی مجلس میں اس سے ضرور استدلال کرتے۔"

اور ان لوگوں کے لئے مناسب نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے تقیہ کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جبکہ یہ لوگ خُود ہی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے شوریٰ کے دن خُمِ غدیر اور مباہلہ کے واقعات سے اور اپنے جمیع فضائل و مناقب

سے تمسّک کرتے ہُوئے اِستدلال پیش کیا مگر نہیں تمسّک کیا آپ نے اس آیت سے اپنی امامت کا۔

متن ملاحظہ کریں۔

ان علی بن طالب کان اعرف بتفسیر القرآن من ھٰولاء الروافض فلو کانت ھذه الآیة دالة علی امامة لا حتج بها فی محفل من الماحفل ولیس للقوم ان یقولوا انه ترکته للتقیه عنه انه تمسک یوم شوریٰ الخبر الغدیر ومناقبه ولم یتمسک البته بھٰذه الآئة.

﴿تفسیر کبیر جلد۲ صفحه ۱۲۲﴾

یک نہ شد

مذکورہ بالا وجوہات کی روشنی میں قارئین کرام پر اچھّی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ امام فخر الدّین رازیؒ زیرِ بحث آیتِ کریمہ کو جنابِ علی المرتضٰی علیہ السلام کے حق میں تسلیم کرتے ہوئے اِس سے خلافتِ فصل ثابت کرنے والی روایات کا بطلان کیا ہے۔

بہرحال ! اب ہم اپنے قارئین کو اپنے ایک اور بزرگ کی نکتہ آفرینیوں سے رُوشناس کراتے ہیں آپ پہلے تو اپنے نام سے بعض مفسّرین کے ان اقوال کا چربہ پیش کرتے ہیں جن کا دعوٰی ہے کہ اِس آیتِ کریمہ

سے حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافتِ بلا فصل ثابت نہیں ہوتی بلکہ اِس سے آپ مومنوں کے والی اور مددگار ثابت ہوتے ہیں اور پھر معاً آپ کو کچھ یاد آجاتا ہے اور یُوں تحریر فرمادیتے ہیں کہ یہ آیت سِرے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہی نہیں ہوئی بلکہ عبداللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

" یہاں ولی بمعنی خلیفہ نہیں ہوسکتا، اور نہ یہ آیت خلافتِ مُرتضوی کے لئے مخصوص ہوسکتی ہے چند وجوہ سے ایک یہ کہ اللہ، رسول کسی کے خلیفہ نہیں اور یہاں انہیں بھی ولی فرمایا گیا ہے اور ایک لفظ بیک وقت چند معنٰی میں استعمال نہیں ہوسکتا۔

دوسرے یہ کہ آیت کے نزول کے وقت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے، اگر آیت میں حضور کے بعد کا زمانہ مُراد لیا جائے تو آپ کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔"

تیسرے یہ کہ " انما " حصر کے لئے اگر خلافتِ علی المرتضٰی میں منحصر ہو جائے تو بقیہ گیارہ اماموں کی خلافت باطل، بہرحال یہاں ولی کے معنی یا دوست ہیں یا مددگار۔

شانِ نزول

یہ آیتِ کریمہ حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی

جب انہوں نے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہمیں ہماری قوم نے چھوڑ دیا اور قسمیں کھا لیں کہ ہمارا بائیکاٹ کریں گے اسمیں فرمایا گیا کہ تم غمگین کیوں ہوتے ہو ؟ اگر تم سے یہودی چھوٹ گئے تو تمہیں اللہ، رسول اور وہ مسلمان مل گئے جو زکوٰۃ بھی دیتے اور رکوع والی نماز بھی پڑھتے ہیں۔ انتھی "

اضطراب کیوں ؟

قارئین ! غور فرمائیں کہ اِس قسم کی مُضطرب تحریروں سے حاصل کیا ہوتا ہے ؟

کیا حقائق سے چشم پوشی کر لینے سے تَردیدِ روافض کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے ؟

کیا محبّتِ حیدرِ کرار کا تقاضا یہی ہے کہ اُن کی شان و عظمت کو پسِ پردہ کر دینے کی سعی و جہد شروع کر دی جائے ؟

اہلسنّت و جماعت کے صاحبِ علم حضرات کی شان کے ہرگز لائق نہیں کہ وہ خُلفاء اربعہ میں سے کسی ایک کے بھی فضائل و مناقب کو خَلط ملط کرنے کی کوشش کریں۔

یہ امر انصاف کے سراسر خلاف ہے کہ پہلے تو اس آیتِ کریمہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں تسلیم کر کے خلافتِ بلافصل پر بحث

کی جائے اور پھر واشگاف طور پر یہ لکھ دیا جائے کہ یہ آیت تو فلاں شخص کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ آیت فی الواقع حضرت عبداللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوئی تھی تو پھر خلافتِ بلافصل پر بحث کرنے کی ضرورت پیش کیوں آئی ؟ بالکل سیدھی سی بات تھی کہ یہ آیت حضرتِ علی کے حق میں نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اس رکوع کی حالت میں انگوٹھی خیرات کرنے کا واقعہ بھی وضعی ہے اور اس سے ولایتِ علیؑ کا اثبات بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مشہور ہے کہ !

" خطائے بزرگاں گرفتن خطا است "

ورنہ کم از کم یہ سوال تو ضرور پوچھا جاسکتا ہے کہ یہ تو تسلیم کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کے خلیفہ نہیں مگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خلیفۃ اللہ ہیں آپ کی اس اَزلی، اَبدی اور سَرمدی خلافت کا انکار کردینا کتنے نئے مسائل کو جنم دینے کا باعث بن سکتا ہے۔

بلاشبہ بَعض مفسّرین کرام نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ واقعہ کو اِس آیت کے ضمن میں پیش کیا ہے مگر اِس آیت کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ یہ آیت اُن کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام تو خُود روایت بیان فرماتے ہیں کہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رکوع کی حالت میں خیرات کی ہے اور ہمارے مددگار اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو رکوع کی حالت میں خیرات کرتے ہیں۔

ضرورت وضاحت

صاحبِ تفسیر کبیر نے طویل ترین فلسفیانہ اور منطقی بحث کرنے کے بعد آخری کوشش یہ فرمائی ہے کہ چند وجوہ کی بناء پر اِس واقعہ میں ضُعف پیدا کیا جا سکتا ہے اور یہ وجوہات ہرگز وہ نہیں جو فنِّ حدیث کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق ہوں بلکہ یہ بھی آپ کے اُس فلسفیانہ ذہن کی اختراع ہے جس سے بوقتِ ضرورت ہمارے اُن بزرگوں نے اِستفادہ کیا ہے جن کا تذکرہ ہم سابقہ اوراق میں کر آئے ہیں۔

تاہم ہمارے اِن بزرگوں نے اُن سے بھی چند قدم آگے بڑھا کر حقائق کا راستہ بند کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ صرف یہ کہ کسی عالم کے فلسفے کو نصِ حدیث پر ترجیح دینے پر اکتفاء کیا ہے بلکہ اُسی عالم کی اخراج کردہ مُتعدد احادیث کو بھی نظر انداز کر دیا ہے اور یہ اَمر کسی بھی طرح مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بہر کیف ! اب آپ زیب عنوان آیتِ کریمہ کی تفسیر حدیثِ رسول اور اقوالِ صحابہ کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر کشّاف

علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں بالوضاحت لکھتے ہیں۔

"(زکوٰۃ دیتے ہیں) کے معنی یہاں نماز پڑھتے وقت رکوع کی حالت میں عطا کرنے والے ہیں اور یہ آیت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اس وقت نازل ہوئی جب سوالی نے سوال کیا اور آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے اِسی حالتِ رکوع میں ہی آپ نے اپنی چھوٹی اُنگلی جس میں انگوٹھی تھی،

بغیر کثیر عمل اور تکلیف کے اگر آسانی سے ایسا ہو جائے تو جائز ہے بصورتِ دیگر نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

پس اگر تو کہے کہ اِس آیت کا صرف حضرت علیؑ کے حق میں ہونا کیسے درست ہے جبکہ یہاں لفظ جماعت یعنی جمع کا صیغہ ہے ؟ تو میں کہتا ہوں کہ یہاں جمع کا صیغہ دوسروں کو ترغیب دینے کے لئے آیا ہے تا کہ دوسرے بھی اِس قسم کے کارِ خیر میں حضرت علی علیہ السلام کی طرح حصّہ لے کر ثواب حاصل کر سکیں کیونکہ مومنین کی عادت میں یہ بات ہونا چاہئے کہ وہ احسان کرنے اور فقیروں کی دلجوئی کرنے پر اس قدر حریص ہوں کہ نماز سے فارغ ہونے تک کے وقت کے لئے بھی تاخیر نہ کریں۔

متن ملاحظہ کریں۔

یؤتون الزکوٰۃ بمعنی یؤتو نها فی حال رکوعهم فی الصلوٰۃ وانها فی علی کرم اللّٰه وجهه حین سئا له سائل وهو راکع فی صلاته فطرح له خاتمة کأنه کان مرجا فی خنصره فلم یتکلف لخلعة کثیر عمل تفسد بمثل صلاته.

فان قلت کیف صح ان یکون لعلی رضی اللّٰه عنه واللفظ لفظ جماعة ؟

قلت ! جیء به علی لفظ الجمع وان کان السبب فیه رجل واحد الیرغب الناس فی مثل فعله فینا لومثل ثوابه ولینبه علی أن سجیة المؤمنین یجب أن تکون علی هٰذا الغائة من الحرص علی البر والاحسان ونفقد الفقراء حتی ان لزهم ألامر لا یقبل التاخیر وهم فی الصلوٰۃ لم یوخروه الی فرغ منها.

﴿تفسیر کشاف مطبوعه بیروت جلد دوم صفحه ۶۴۲﴾

گھر کی گواهی تفسیر ابن کثیر

اب ایک ایسی تفسیر سے استدلال کیا جاتا ہے جسے موجودہ دور کے خوارج بھی مسترد کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے کیونکہ یہ تفسیر ابنِ تیمیہ کے طائفہ کے مطابق ابنِ تیمیہ ہی کے منہاج پر لکھی گئی ہے جبکہ یہ اَمر بھی ایک

واضح حقیقت کی صورت میں موجود ہے کہ اس تفسیر کے مؤلف علامہ ابنِ کثیر اپنے استاد ابنِ تیمیہ ہی کی طرح شانِ حیدرِ کرّار میں آنے والی روایات کو درج کرنے کے بعد مکمل طور پر جرح کا نشانہ بناتے ہیں اور شاید ہی کوئی روایت ایسی ہو جسے وہ مطاعن کی زد میں نہ لائے ہوں، مگر زیبِ عنوان آیتِ کریمہ کے سلسلہ میں آنے والی متعدّد روایات نقل کرنے کے باوجود انہوں نے اکثر روایات پر مطلقاً جرح نہیں کی گویا یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے کسی بھی طرح دھندلایا نہیں جا سکتا۔

پہلی حدیث

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہے
کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب میں نے رکوع
کی حالت میں سائل کو خیرات میں انگوٹھی عطا کی۔
اِس پر ابنِ کثیر نے کوئی جرح نہیں کی۔

دُوسری حدیث

ابنِ ابی حاتم نے روایت بیان کی ربیع بن
سلیمان مرادی نے ایوب بن سوید سے انہوں نے
عقبہ بن ابی حکیم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان " انما
ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین اٰمنوا " کے بارے

میں کہا کہ اِس سے مراد مومنین اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

﴿کوئی جرح نہیں کی﴾

تیسری حدیث

روایت بیان کی ابوسعید الشیخ، فضل بن دکین، ابونعیم احول موسیٰ بن قیس حضرمی نے سلمہ بن کہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا حضرت علی علیہ السلام نے رکوع کی حالت میں انگوٹھی خیرات کی تو یہ آیت نازل ہوئی " انما ولیکم اللہ ورسولہ الی آخر الآیۃ"

﴿کوئی جرح نہیں کی﴾

چوتھی حدیث

اور ابنِ جریر نے کہا ہے کہ حدیث بیان کی حرث نے عبدالعزیز سے اُنہوں نے غالب بن عبیداللہ سے، غالب نے کہا کہ میں نے حضرت مجاہد کو آیتِ کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ کے بارے میں یہ فرماتے سُنا کہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے جبکہ آپؑ نے رکوع کی حالت میں خیرات کی،

﴿کوئی جرح نہیں کی﴾

پانچویں حدیث

کہا عبدالرزاق نے حدیث بیان کی عبدالوہاب بن مجاہدؒ نے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد انما ولیکم اللہ ورسولہٗ کے بارے بیان کیا کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

﴿جرح عبدالوہاب بن مجاہد لائق احتجاج نہیں﴾

چھٹی حدیث

روایت بیان کی ابنِ مردویہ نے سُفیان بن ثوری کے طریق پر ابی سنان سے اُنہوں نے ضحاک سے اُنہوں نے حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نماز پڑھ رہے تھے کہ سائل نے سوال کیا تو آپ نے اُسے انگوٹھی عطا فرمائی، حالانکہ آپ اُس وقت حالتِ رکوع میں تھے اِس پر یہ آیت نازل ہوئی انما ولیکم اللہ ورسولہٗ الی لآخر الایۃ،

﴿جرح یعنی ضحاکؒ کی ابنِ عباسؓ سے ملاقات نہیں ہوئی اور ابنِ مردویہ نے دیگر روایت محمد بن سائب کلبی کے طریق پر کی ہے اور وہ متروک ہے﴾

ساتویں حدیث

ابو صالح نے حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم گھر سے مسجد میں تشریف لائے تو لوگ رکوع وسجود اور قیام وقعود کی حالتوں میں نماز پڑھ رہے تھے سائل کے سوال کے وقت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وہاں تشریف لائے تو آپؐ نے پوچھا! تمہیں کسی نے کوئی چیز دی؟

سوالی نے عرض کی کہ ہاں! آپ نے پوچھا کس نے، سائل نے عرض کی اُس شخص نے جو حالت قیام میں ہے، اِس نے حالتِ رکوع میں مجھے انگوٹھی عطا فرمائی تھی اور کہا وہ علی ابنِ ابی طالب ہیں۔

یہ سُن کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا! اللہ اکبر اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ومن یتول اللّٰہ ورسولہٖ والذین آمنوا فان حزب اللّٰہ ھم الغالبون ،

﴿جرح : اِس روایت پر ابنِ کثیر کی یہ جرح ہے، وہذا اسناد ولایفرح بہٖ، یعنی یہ اسناد فرحت بار نہیں﴾

اور روایت بیان کی ابنِ مردویہ نے حضرت علیؑ سے بنفسہٖ اور عمار بن یاسر اور ابو رافع سے اور اس میں کوئی چیز بالکلیہ درست نہیں جہالتِ رجال اور ضعف اسناد کی وجہ سے۔

آٹھویں حدیث

روایت کی اسناد کے ساتھ میمون بن مہران نے حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "انما ولیکم اللہ ورسولہ الی الآخر لاآیت کہ یہ مومنین کے حق میں ہے اور ان میں پہلے مومن علی ابنِ ابی طالب کرّم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

﴿اس پر ابنِ کثیر نے کوئی جرح نہیں کی﴾

نویں حدیث

ابنِ جریر نے کہا کہ حدیث بیان کی ہند نے عبدہ سے انہوں نے عبدالملک سے کہ ابی جعفر نے فرمایا "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوءتون الزکاۃ وہم راکعون"، کے متعلّق سوال کیا تو میں نے کہا وہ لوگ جو ایمان لائے اور میں نے کہا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے فرمایا علی (علیہ السلام) مومنوں میں سے ہیں۔

﴿اِس روایت پر بھی ابن کثیر کی کوئی جرح نہیں﴾

اور کہا اسباط نے کہ سُدی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ یہ آیتِ کریمہ جمیع مومنین کے حق میں ہے، لیکن حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے سائل کو اُس وقت انگوٹھی عطا فرمائی جب آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے

تھے۔ اور حالتِ رکوع میں تھے۔

﴿اِس روایت پر بھی ابنِ کثیر نے کوئی جرح نہیں کی﴾

دُرِ منثور

امام اجل خاتم حفاظ مصر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو متعدد اسناد سے بیان کرتے ہوئے تفسیر دُرِ منثور میں رقمطراز ہیں۔

پہلی حدیث

عبد الرزاق نے عبد بن حمید سے ابن جریر نے ابو شیخ سے اور ابنِ مردویہ نے ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "انما ولیکم اللہ ورسولہ الی آخر الایۃ" کے متعلق روایت بیان فرمائی کہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔

اخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید وا بن جریر و ابو الشیخ وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قولہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الآیۃ قال نزلت فی علی ابن ابی طالب.

دوسری حدیث

اوسط میں طبرانی نے اور ابنِ مردویہ نے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی فرمایا یہ حضرت علی ابنِ ابی طالب کے لئے مخصوص ہے اور آپ رکوع میں تھے کہ سائل کے سوال کرنے پر آپ نے اِسی حالت میں اپنی انگوٹھی اُس کی طرف بڑھادی۔

اِسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے آئے تو آپ کو یہ واقعہ بتایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آیتِ کریمہ "انما ولیکم" آخر تک نازل ہوئی۔ چنانچہ آپ نے یہ آیتِ مقدسہ صحابہ کو پڑھ کر سُنائی اور پھر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، الٰہی علی علیہ السلام کے دوست کو اپنا دوست اور علیؑ کے دشمن کو اپنا دشمن بنا

اخرج الطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہٗ قال وقف بعلی سائل وھو راکع فی الصلوٰۃ تطوع فنزع خاتمۃ فاعطاہ السائل فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاعلمہ ذالک فنزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الآیۃ انما ولیکم

الآخرۃ فقرا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم علیٰ اصحابہٖ ثم قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعا د من عاداہ.

تیسری حدیث

روایت بیان کی ابوشیخ نے اور ابنِ مردویہ نے حضرت علیؑ سے کہ آپ نے فرمایا کہ آیت " انما ولیکم " تا آخر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر آپ کے بیت الشّرف میں نازل ہوئی تو آپ مسجد میں تشریف لے آئے اور لوگوں کو رکوع وسجود اور قیام کی حالت میں دیکھا اور سوالی کو فرمایا کہ کیا تمھیں کسی نے کوئی چیز عطا کی ہے؟ تو سائل نے جواب دیا کہ ہاں علی علیہ السلام نے مجھے انگوٹھی عطا فرمائی جب کہ وہ رکوع کی حالت میں تھے۔

واخرج ابو الشیخ و ابن مردویہ عن علی ابن ابی طالب قال نزلت ھذاہ الآیۃ علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فی بیتہ انما ولیکم اللّٰہ ورسولہٖ والذین امنو الی آخر الآیۃ.

فخرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ

وسلم فرض المسجد وجاء الناس يصلون بين

راكع و ساجد و قائم يصلی فاذا سائلی فقال یا

سائل هل عطاک احد شیأ قال ذات الراکع

علی بن ابی طالب اعطانی خاتمة .

چوتھی حدیث

سلمہ بن کہیل سے روایت ہے کہ حضرت علی

ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے سائل کو انگوٹھی

عطا فرمائی حالانکہ آپ رکوع کی حالت میں تھے۔

عن سلمه بن کهیل قال تصدق علی بخاتمة وهو

راکع فنزلت انما ولیکم اللّٰه الآیة.

پانچویں حدیث

ابنِ جریر نے حضرت مجاہدؒ سے روایت نقل کی

ہے کہ آیتِ کریمہ انما ولیکم اللہ حضرت علی علیہ السلام

کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ نے حالتِ رکوع

میں خیرات کی۔

اخرج ابن جریر عن مجاهد فی قوله انما ولیکم

اللّٰه الآیة نزلت فی علی ابن ابی طالب تصدق

وهو راکع.

چھٹی حدیث

اور ابنِ جریر نے حضرت سُدی اور حضرت عتبہ بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایسی ہی روایت نقل فرمائی ہے۔

واخرج ابن جریر عن السدی وعتبہ بن حکیم مثلہ.

ساتویں حدیث

ظُہر کی اذان ہوئی تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسجد میں تشریف لائے اور سوالی سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کسی نے کچھ عطا کیا؟ سوالی نے عرض کی ہاں وہ شخص جو اب قیام میں ہے اس نے رکوع کرتے وقت، مجھے انگشتری عطا فرمائی ہے، اور وہ علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حالات پر مطلع ہو کر تکبیر کہی اور یہ آیت تلاوت فرمائی " ومن یتول اللہ ورسولہ والذین فان حزب اللہ ھم الغالبون

ونو دی بالصلوٰۃ صلوٰۃ الظھر وخرج رسول اللہ

صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فقال اعطاف احد شیا؟

قال نعم قال من قال ذات الرجل القائم قال علی

ای حال اعطا کہ قال وھو راکع قال و ذات علی

ابن ابی طالب فکبر رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ

و آلہٖ وسلم عند ذالک وھو یقول ومن یتول اللّٰہ

ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللّٰہ ھم الغلبون.

آٹھویں حدیث

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تشریف لائے

اور آپ نے بیتِ کریمہ انما ولیکم اللّٰہ آخر تک

تلاوت کر کے فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے

ہیں جس نے علی علیہ السلام پر اتمامِ حُجّت اور علی کو اللہ

تعالیٰ کا یہ مخصوص انعام وفضل مبارک ہو۔

فاستقیظ النبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ھو

یقول انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین آمنوا

الآخرة الحمد للّٰہ الذی امتم لعلی نعہ وھنیاً لعلی

بفضل اللّٰہ یاہ.

نویں حدیث

ابنِ مردویہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نماز ادا فرما رہے تھے کہ سائل نے اُس وقت سوال کیا جب آپ رکوع میں تھے، آپ نے اُسی عالم میں اُسے انگوٹھی عطا فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی" انما ولیکم اللّٰه ورسوله والذین آمنوا" اور فرمایا کہ اُن لوگوں کے لئے نازل ہوئی جو ایمان لائے تو علیؑ اُن میں پہلے مومن ہیں۔

واخرج ابن مردویه عن ابن عباس قال کان علی بن ابی طالب قائما یصلی فمر سائل وهو راکع فاعطاه خاتمه فنزلت هذه الآیة انما ولیکم اللّٰه ورسوله الآیة قال نزلت فی الذین آمنوا وعلی بن ابن ابی طالب اولهم.

دسویں حدیث

ابی جعفر علیہ السلام (امام محمد باقر علیہ السلام) سے اِس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا" الذین آمنو " سے مُراد مومن ہیں عرض کیا گیا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ آیتِ مقدّسہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی

ہے تو آپ نے فرمایا علی علیہ السلام مومنین میں سے ہیں۔

عن ابی جعفر انه سئل عن هذاه الاية من الله الذين آمنو قيل له بلغنا انها نزلت في علي بن ابي طالب قال علي من الذين آمنوا .

تلک عشرة كاملة

﴿تفسیر در منثور جلد دوم ص ۲۹۲۔۲۹۴﴾

حدیثیں ہیں افسانے نہیں

تفسیر دُرِّ منثور سے نقل کی گئی یہ دس عدد روایات کوئی فرضی افسانہ اور من گھڑت کہانی نہیں جس قِصّہ گو کذاب راویوں کو افسانہ طرازی کا نام دیا جا سکے، بلکہ اِس روایت کا متعدد اَسناد سے نقل کیا جانا اِس اَمر کا واضح ثبوت اور بُرہانِ قاطع ہے کہ آیت فی الواقع جناب علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے ہی حق میں نازل ہوئی، اگرچہ بِالنّیابت دوسرے مومنین بھی اِس میں شامل ہیں۔

اِضطراب اعترافِ شکست ہے

اندریں حالات اُن حضرات کو کیا کہا جا سکتا ہے جو اِس قرار واقعی حقیقت کو جانتے ہوئے بھی افسانہ طرازیوں کے جوہر دِکھاتے ہیں اور قُرآن وحدیث کی نصوص کو محض اِس لئے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ اِس

نصوص سے مخالف فریق کا مطلب پورا ہو جاتا ہے جبکہ اِن لوگوں کا یہ ذہنی اضطراب ہی مخالف فریق کی فتح کے نام سے موسُوم ہو سکتا ہے۔

اور اِن اضطرابی کیفیتّوں سے ایک عام شخص یقیناً یہ تاثر لے سکتا ہے کہ جب مُتنازِع فیہ آیت یقیناً حضرت علی علیہ السّلام کے لئے نازل ہوئی ہے تو پھر جو لوگ اِس کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے اِس دعوے میں بھی صادق نہیں ہیں کہ حضرت علیؑ خلیفہ بِلا فصل نہیں حالانکہ حقیقت اِس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور یہ آیت قطعی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہونے کے باوجود اُن کے خلیفہ ُبِلا فصل ہونے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی بلکہ آپ کی اُس امامتِ کُبریٰ کی قطعی دلیل ہے جو ازل سے اَبد تک اُن کے لئے مخصوص ہے۔

بہر کیف ! اب آپ امام المُفسّرین اِمام ابنِ جریر کی تفسیر سے براہِ راست اِس آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر ابن جریر

جلیل القدر مُفسّرِ قرُآن حضرت اِمام ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ زیبِ عنوان آیتِ کریمہ کے متعلق مُتعدد اسناد کے ساتھ جو روایات بیان فرمائی ہیں اُن کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں آپ فرماتے ہیں۔

" اہلِ تاویل میں اِس کے معنوں میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں

کہ آیتِ مقدسہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے لئے مخصوص ہے اور بعض
نے کہا ہے یہ جمیع مومنین کے حق ہے۔

فان اهل التاويل اختلفوا في المعنى نه قال
بعضهم عنى به على ابن ابى طالب وقال بعضهم
عنى به جميع المومنين ذكر من قال ذالک.

تفسیر ابن جریر کی پہلی روایت

﴿۱﴾ محمد بن حسین نے احمد بن مفضل سے اُنہوں نے اسباط سے اُنہوں نے حضرت سدیؒ سے روایت بیان کی کہ اُنہوں نے فرمایا کہ آیتِ کریمہ " انما وليكم الله ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوٰة ويوتون الزكوٰة " اگرچہ اُن تمام مومنوں کے حق میں ہے (جو نماز کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں رکوع کی حالت میں) مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے مخصوص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے سائل کو اُس وقت انگوٹھی عطا فرمائی جبکہ آپ مسجد میں رکوع کی حالت میں تھے۔

﴿۱﴾ حدثنا محمد بن الحسين قال حدثنا احمد
بن المفضل قال حدثنا اسباط عن الذى قال ثم
اخبر هم يتولاهم فقال ! " انما وليكم الله
ورسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوٰة
ويؤتون الزكوٰة وهم راكعون " هولا و جميع

المومنين، ولكن علي ابن ابی طالب مربه سائل
دهو راكع في المسجد فاعطاه خاتمه.

تفسیر ابن جریر کی دوسری روایت

﴿۲﴾ روایت بیان کی نہاد بن سری نے عبدہؒ سے اُنہوں نے عبدالملک سے کہا کہ میں نے حضرت ابی جعفرؒ سے اِس آیتِ مقدسہ کے شانِ نزول کے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ مومنوں کے لئے ہے اور جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ مجھے تو یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا علی (علیہ السلام) مومنین میں سے ہیں۔

﴿۲﴾ حدثنا هناد بن السری قال حدثنا عبدة عن عبدالملک عن ابی جعفر قال سالته عن هذه لآيت قلنا من الذين آمنوا؟ قال الذين آمنوا قلنا بلغنا انها نزلت في علي ابن ابی طالب؟ قال علي من الذين آمنوا.

تفسیر ابن جریر کی تیسری روایت

﴿۳﴾ روایت بیان کی اسماعیل بن اسرائیل رملی نے ایوب بن سوید سے کہ عتبہ بن ابی حکیم نے فرمایا کہ آیتِ مقدسہ "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا" حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں

نازل ہوئی ہے۔

﴿۳﴾ حدثنا اسماعیل بن اسرائیل الرملی حدثنا ایوب بن سوید قال حدثنا عتیبه بن ابی حکیم فی هذا الآیة (انما ولیکم الله ورسوله) قال علی ابن ابی طالب.

تفسیر ابن جریر کی چوتھی روایت

﴿۴﴾ روایت بیان کی حارث نے کہا حدیث بیان کی عبدالعزیز نے کہا حدیث بیان کی غالب بن عبیداللہ نے کہا کہ میں نے آیتِ مقدسہ ''انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا '' کے متعلق حضرت مجاہدؒ سے سُنا آپ فرماتے ہیں تھے کہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب (علیہ السلام) کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ نے رکوع کی حالت میں خیرات کی تھی۔''

﴿۴﴾ حدثنی الحارث قال حدثنا عبد العزیز قال حدثنا غالب بن عبید الله قال سمعت مجاهدا! یقول فی قوله " انما ولیکم الله ورسوله " الآیت قال نزلت فی علی ابن ابی طالب تصدق وهو راکع .

﴿تفسیر ابنِ جریر مطبوعه بیروت جلد سوم صفحه ۲۸۸ تا ۲۸۹﴾

تفسیرِ مظہری

طبرانی نے اوسط میں بسند مجہول حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رکوع کی حالت میں ہی خیرات کے طور پر سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی " انما ولیکم اللہ ورسولہ ......الیٰ آخر الآیت" اور اِس کے لئے شواہد موجود ہیں۔

اخرج الطبرانی فی الاوسط بسندہ مجاھیل عن عمار بن یاسر قال وقف علی علی ابن ابی طالب سائل وھو راکع فی تطوع ونزع خاتمہ واعطا السائل فنزلت " انما ولیکم اللہ ورسولہ " الآیت ولہ شواھد.

عبدالرزاق بن عبدالوہاب مجاہد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان "انما ولیکم اللہ " کے متعلق فرمایا کہ حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

قال عبدالرزاق بن عبدالوھاب بن مجاھد عب ابیہ عن ابنِ عباس فی قولہ تعالیٰ " انما ولیکم اللہ ورسولہ " قال نزلت فی علی ابنِ ابی طالب

علیہ السلام۔

اور ابنِ مردویہ نے دُوسری وجہ سے حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اِس کی مثل روایات بیان کی ہیں۔

وروی ابنِ مردویه عن وجهه آخر عن ابنِ عباس مثله ، واخرج عن علی مثله واخرج ابنِ جریر عن مجاهد وابن ابی حاتم عن سلمة بن کهیل مثله .

نیز ابنِ جریرؒ نے حضرت مجاہدؒ کی روایت سے اور ابنِ ابی حاتمؒ نے حضرت سلمہ بن کہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اِس کے مطابق روایت بیان کی ہے۔

واخرج ابن جریر عن مجاهد وابن ابی حاتم عن سلمة بن کهیل مثله.

اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوذر غفّاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حاکم نے علوم الحدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا خود اپنا قول اِسی طرح نقل کیا ہے چنانچہ یہ ایسے شواہد ہیں کہ ایک دُوسرے کی تقوّیت وتائید کا باعث ہیں اور یہ واقعہ نماز میں عملِ قلیل کے وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اِس سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے۔

وروی الثعلبی عن ابی ذر والحاکم فی علوم

الحديث عن علی فهذه شواهد یقوی بعضها
بعضا وهذه القصة تدل علی ان العمل القليل فی
الصلوٰه لایبطلها وعليه انعقد الاجماع علیٰ ان
صدقته التطوع قسمٰی زکوٰة ونزول هذا الآیت
فی علیؑ لا يقتضی تخصيص الحکم به لان العبرة
لعموم اللفظ دون خصوص المورد کما یدل
علیه الصيغة الجمع ولعل ذکر الرکوع هٰهنا علی
سبیل التمثیل بلامهلة وقال البیضاوی ون صح
انه نزل فی علی فلعه جیٔ بلفظ الجمع لیرغیب
الناس فی مثل فعله فیندرجه فی.

﴿تفسیر مظهری مطبوعه دهلی جلددوم صفحه ۱۳۸ تا ۱۳۹﴾

اِس پر اجماع ھو چکا ھے

صاحبِ تفسیرِ مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں،

چنانچہ اِس اَمر پر اِجماع منعقد ہو چُکا ہے اور نفلی صدقات کا نام زکوٰۃ ہونے پر اجماع ہے اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اِس کا نازل ہونا تخصیص حِکم کے مقتضی نہیں۔ اِس عبارت سے کسی کے خصوصیّت سے مستحق ور مورد ہونے کے علاوہ عموم پر بھی اطلاق ہوسکتا ہے جیسا کہ جمع کا صیغہ اِس امر پر دلالت کرتا ہے،

اور پیش آنے والا یہ واقعہ بطور تمثیل کے ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے مُراد یہاں بلا تاخیر و مہلت فوراً سوال پورا کرنا ہے اور بیضاوی نے کہا کہ اگر یہ دُرست ہے کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے تو جمع کا صیغہ دوسرے لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے ہے۔

تواتر سے بھی آگے ہے

سیّد العُلماء والفقہا حضرت علاّمہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مندرجہ بالا عبارت اِس امر کی غماز ہے کہ زیبِ عنوان آیتِ کریمہ کا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہونا تواتر سے بھی آگے بڑھ کر قطعّیت کے درجہ میں داخل ہو چکا ہے کیونکہ فُقہاء کرام نے نماز میں قلیل عمل کی صورت میں خیرات دینے پر حضرت علی ہی کے عمل سے اِستدلال کر کے اِجماع کیا ہے اندریں حالات شاہ ولی اللہ کا یہ کہنا کہ یہ حدیث تواتر سے ثابت نہیں بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

تفسیر اَبُو سَعُود

روایت ہے کہ آیتِ کریمہ " انما ولیکم اللہ ورسولہ " حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے سائل کے سوال کرنے پر اپنی چھنگلیا اُس کی طرف بڑھا دی تا کہ وہ اُس میں پہنی ہوئی انگوٹھی اُتار لے اور سائل نے وہ انگوٹھی آسانی سے اُتار لی بغیر

ایسا عمل کثیر ادا کیے جو نماز ٹوٹنے کا سبب ہوتا اور جمع کا صیغہ لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے ہے تا کہ وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرح ایثار کریں اور یہ دلیل ہے نفلی صدقہ (تطوع) کا نام زکوۃ ہونے پر۔

متن ملاحظہ کریں۔

وروی انها نزلت آیة " انما ولیکم اللہ ورسوله " فی علی کرم اللہ وجهه الکریم حین سأله سائل وهو راکع فطرح الیه خاتمته کانه کان مرجانی خنصره غیر محتاج فی اخراجه الی عمل کثیر عمل یؤدی الی فسادا الصلوٰة ولفظ الجمع حینئذ لترغیب الناس فی مثل فعله علیه السلام وفیه دلالة علی ان صدقته التطوع تسمی الزکوٰة

﴿تفسیر ابو سعود علی الکبیر الرازی جلد اوّل صفحه ۱۰۴﴾

﴿مطبوعه مصر﴾

تفسیرِ جمل

تفسیرِ جمل میں زیرِ آیت لکھا ہے!

اور آپ نے اس وقت رکوع کی حالت میں ہی اپنی انگلی جس میں انگوٹھی تھی سائل کی طرف بڑھا دی جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہی روایت ہے کہ میں نے اُس وقت انگوٹھی خیرات کی جب میں رکوع میں تھا۔

تفسیر رُوح المعانی

صاحبِ تفسیر رُوح المعانی سیّد محمود آلُوسی علیہ الرحمۃ زیرِ آیت " انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین آمنوا " رقم طراز ہیں کہ اِس آیت کریمہ میں پہلے تو ولایت کا حصر اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے کیا گیا ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مومنین کے لئے اثبات کیا گیا ہے۔

اور لفظ ولی کا حصر جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے تو وہ اصالت اور حقیقت کے اعتبار سے ہے۔

کذا لک لنا فی حصر الو لایۃ فی اللّٰہ تعالیٰ ثم اثبا تھا للرسول صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم والمو منین لآف الحصر باعتبار انہ سبحانہ الولی اصالتہ وحقیقۃ.

﴿روح المعانی ج۴ ص ۱۶۷﴾

حضرت علی کے لئے

علامہ سیّد محمود آلوسی صاحب نے زیبِ عنوان آیتِ مُبارکہ کے تحت مزید بھی بے شمار نکات بیان کیۓ ہیں تاہم آپ " وھم راکعون " کے تحت نقل کرتے ہیں کہ یہ فاعل الفاعلین کے حال سے ہے یعنی جو جانتے ہیں کہ جس کا ذکر ہوا نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ڈرنے والے اور عجز کرنے والے ہیں۔

اور فرمایا کہ وہ مخصوص حال ہے زکوٰۃ دینا اور رکوع کرنا، رکوع نماز کا اور اِس بیان سے مُراد اُن کی احسان کی طرف رغبت اور اُس پر مسارعت ہے اور غالب روایات واَخبار یہ ہیں کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔

" وھم راکعون" حال من فاعل الفاعلین ای یعلمون ماذکر من اقامة الصلوٰة وایتاء الزکاة وھم خاشعون ومتواضعون للّٰہ تعالیٰ وقیل ! ھو حال مخصوصة بایتاء الزکوٰة ، والرکوع ، رکوع الصلوٰة والمراد بیان رغبتھم فی الاحسان ومسارعتھم الیه وغالب الاخبار یین أنھا نزلت فی علی کرم اللّٰہ وجھه الکریم ،

حاکم اور ابنِ مردویہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابنِ سلام اور اُن کی قوم کا ایک شخص حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر ایمان لائے اور آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ! ہماری منازل یعنی ہمارے گھر دُور ہیں اور آپ کی اِس مجلس کے علاوہ نہ تو ہمارے پاس بیٹھنے کی کوئی جگہ ہے اور نہ کوئی ہمارے ساتھ بات کرتا ہے۔ الخ

حضور رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ! "انما

ولیکم اللہ ورسولہ " یعنی اللہ اور اُس کا رسول تمہارے ولی ہیں۔

بعد ازاں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مسجد میں تشریف لائے تو لوگ رکوع وقیام کی حالت میں تھے وہاں ایک سائل کو دیکھ کر آپ نے پوچھا کیا تجھے کسی نے کچھ عطا کیا ؟

سائل نے کہا ہاں ! چاندی کی انگوٹھی۔

آپ نے فرمایا ! یہ انگوٹھی کس نے عطا کی ہے ؟

سائل نے عرض کیا ! یہ جو نماز میں کھڑا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف اشارہ کر دیا۔

آپ نے فرمایا ! کیا علیؑ نے تجھے اِسی قیام کی حالت میں انگوٹھی عطا کی ہے ؟

سائل نے عرض کیا ! وہ اُس وقت رکوع میں تھے۔

یہ سُن کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور پھر یہ آیت تلاوت کی تو حضرت حسّان بن ثابت نے اِس واقعہ پر یہ شعر کہے۔

متن ملاحظہ ہو

فقد اخرج الحاکم وابن مردویه وغیرهما عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما باسناد متصل.

اقبل ابنِ سلام نفومن قومه آمنوا بالنبی صلی اللّٰه رلیه وآلہ وسلم فقالو ! یارسول اللّٰہ ان منازلنا بعیدة ولیس لنا مجلس ولا متحدث دون هذا المجلس.

فقال لهم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم " انما ولیکم اللّٰہ ورسوله " ثم انه صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم خرج الی المسجد والناس بین قائم وراکع فبصر بسائل فقال !

هل اعطاک احد شیاً ؟

فقال نعم ! خاتم من نفة ، فقال من عطاکه؟

فقال ذالک القائم ، واماألی علی کرم اللّٰہ تعالٰی وجهه ، فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم علی أی حال اعطاک ؟

فقال وهو راکع فکبر النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم ثم تلاوة هذه الآیة فانشاحسان رضی اللّٰہ تعالٰی عنه ،

ابا حسن تفدیک نفسی ومهجتی

وکل بطئ فی الهدی

ومسارع ایذهب مدحیک المحبر ضائقاً وما

المدح فی جنب الاله بضائع فانت الذی اعطیت

اذکنت راکعا زکاة فدتک النفس یاخیر راکع

فانزل فیل اللّٰہ خیر ولایة ، واثبتها اثنا کتاب

الشرائع

﴿تفسیر رُوح المعانی جلد۲ صفحہ ۱۶۷﴾

تفسیر صاوی

یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے سائل کے سوال کرنے پر نماز ادا کرتے وقت سائل کی طرف انگلی بڑھادی کہ وہ انگوٹھی اُتار لے۔

تفسیرِ خازن

آیتِ کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہٗ الی آخر الآئة ، متعین شُدہ شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں، سُدی سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے مسجد میں سوالی نے سوال کیا تو آپ نے حالتِ رکوع میں انگوٹھی عطا فرمائی تھی۔

نزلت فی شخص معین وھو علی ابن ابی طالب

قال السدی مربع سائل و راکع فی المسجد فا

عطا خاتمة فعلی

﴿تفسیر خازن جلد دوم ص ۵۵ مطبوعہ مصر﴾

تفسیرِ معالم التنزیل

یہ آیتِ مُقدسہ معین شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ شخص علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ہیں اور کہا سُدی نے کہ مسجد میں سوالی نے سوال کیا تو حضرت علیؑ اُس وقت نماز ادا کر رہے تھے اور رکوع میں ہی آپ نے سائل کو انگوٹھی عطا کر دی۔

نزلت فی شخص معین هو و علی ابن ابی طالب قال السدی مر بعلی سائل وهو راکع فی المسجد فا عطا خاتمة فعلی.

﴿تفسیر معالم التنزیل علی الخازن ج ۲ ص ۵۵﴾

تفسیر نسفی مدارک

کہا کہ یہ آیت حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے رکوع کی حالت میں سائل کے سوال کرنے پر اپنی انگوٹھی والی چھوٹی اُنگلی اُس کی طرف بڑھا دی اور اُس نے وہ انگوٹھی اُتار لی۔

قل انها نزلت فی علی ابن ابی طالب علیه السلام حین سئا له مسائل وهو راکع فی صلاة فطرح له خاتمة کانه کان مرجافی خنصره.

﴿تفسیر مدارک جلد اول ص ۴۲۴﴾

تفسیرِ معالم التنزیل

یہ آیتِ مُقدسہ معین شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ شخص علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ہیں اور کہا سُدی نے کہ مسجد میں سوالی نے سوال کیا تو حضرت علیؑ اُس وقت نماز ادا کر رہے تھے اور رکوع میں ہی آپ نے سائل کو انگوٹھی عطا کر دی۔

نزلت فی شخص معین هوو علی ابن ابی طالب قال السدی مر بعلی سائل وهو راکع فی المسجد فا عطا خاتمة فعلی.

﴿تفسیر معالم التنزیل علی الخازن ج ۲ ص ۵۵﴾

تفسیر نسفی مدارک

کہا کہ یہ آیت حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے رکوع کی حالت میں سائل کے سوال کرنے پر اپنی انگوٹھی والی چھوٹی اُنگلی اُس کی طرف بڑھا دی اور اُس نے وہ انگوٹھی اُتار لی۔

قل انها نزلت فی علی ابن ابی طالب علیه السلام حین سئا له مسائل وهو راکع فی صلاۃ فطرح له خاتمة کانه کان مرجافی خنصره.

﴿تفسیر مدارک جلد اول ص ۴۷۲﴾

ریاض النضرہ

آیتِ کریمہ " انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین آمنوا ،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ومنھا قولہ "انما ولیکم اللّٰہ ورسولہٗ" الائة نزلت

فیہ اخرجہ الواحدی و متا نی القصة مشروحته

فی الصدقة.

﴿ریاض النضرہ مطبوعہ مصر جلددوم ص ۲۷۸﴾

ایک تفسیر کے کئی حوالے

اگرچہ زیبِ عُنوان آیتِ کریمہ کی بحث کا سلسلہ انتہائی طوالت اختیار کر گیا ہے تاہم عصرِ حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے یہ عمل ناگزیر تھا خوارج کی ریشہ دوانیوں پر نظر رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ یہ لوگ کسی بھی صاف اور واضح عبارت کو قطع بُرید کر کے اپنا مقصد پورا کر لیتے ہیں چہ جائیکہ اُن کے سامنے اُلجھی ہوئی یا اُلجھا دینے والی عبارات کا دریا بھی موجزن ہو۔

بہرحال! اب ہم اس بحث کو سمیٹتے ہوئے اِس آیت کے حضرت علیؑ کے حق میں ہونے کے متعلق ثقہ کُتب کے حوالے درج کرنے پر اکتفاء کریں گے اور صرف ایک ایسی تفسیر کی عبارت پیش کریں گے جو ہمارے مسلک کے ایک بزرگ کی لکھی ہوئی ہے اس تفسیر میں انہوں نے مسلک حقہ

کی ترجمانی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ پہلی آیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہیں مگر دوسری آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔

تفسیر ضیاء القرآن

آپ نے غور فرمایا! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے جانباز مجاہدوں کو قرآنِ کریم کن الفاظ سے خراجِ تحسین پیش کر رہا ہے۔

جس کے سپاہیوں کی یہ شان ہو، جس کے لشکری ان اوصافِ حمیدہ سے متصف ہوں۔ جنہیں زبانِ قدرت ان پاکیزہ جملوں سے سرفراز فرما رہی ہو اُس خلیفہ برحق کی شان کتنی رفیع اور اُس کا مقام کتنا بلند ہوگا، ایسے خلیفہ کی خلافت کی حقانیت کے بارے میں کسی ایسے شخص کو تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا جو قرآن کو خدا کا کلام اور اپنے خدا کو علیمٌ بذات الصدور یقین کرتا ہے۔

مالکِ حقیقی جسے چاہتا ہے اُسے اپنے انعامات سے سرفراز فرماتا ہے اُس کا فضل و کرم بے پایاں ہے، اُس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کس ذرّہ ناچیز کو اپنی رحمت سے مہرِ درخشاں بناتا ہے۔

پہلے دشمنانِ اسلام سے دوستی اور محبّت کرنے سے روکا گیا، اب بتا یا جا رہا ہے کہ مسلمان کس سے محبّت اور پیار کریں کسے اپنا ناصر اور مددگار

بنائیں فرمایا تمہارا دوست اور مددگار اللہ تعالیٰ، اور اس کا رسولؐ اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں لیکن دُنیا کو دِکھانے کے لئے نہیں بلکہ "وَهُمْ رَاكِعُونَ" یعنی نہایت خشوع و خضوع سے عِبادتِ الٰہی میں مشغول و مُنہمک رہتے ہیں۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی، ہوا یوں کہ ایک سائل نے آ کر سوال کیا۔ آپ اُس وقت حالتِ رکوع میں تھے آپ نے اپنی انگوٹھی اُتار کر اُسے دے دی۔

بعض صاحبان سے اِس آیت سے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے، الخ لیکن ان کا یہ استدلال کئی وجوہ سے توجہ کے لائق نہیں۔

﴿تفسیر ضیاء القرآن جلد اوّل ص ۴۸۲﴾

فساد کہاں سے شروع ہوا

چونکہ بحث اپنے آخری موڑ میں داخل ہونے والی ہے اِس لئے مناسب ہے کہ یہاں ابنِ تیمیہ کی عبارت کا کچھ حصّہ بھی نقل کر دیں جسے بعض لوگوں نے حدیثِ مُصطفیٰ اور اقوالِ صحابہ پر بھی ترجیح دی ہوئی ہے۔

چنانچہ اُس نے لکھا ہے کہ بعض کذّابین نے اِس آیتِ کریمہ کے سلسلہ میں جھوٹی روایت بنا رکھی ہے کہ یہ حضرت علی علیہ السلام کے حق میں

اُس وقت نازل ہوئی جب اُنہوں نے انگوٹھی نماز میں خیرات کی، جبکہ اِس روایت کے جھوٹ ہونے پر اہلِ علم کا نقلاً اجماع ہے۔

قال قد وضع بعض الكذبين حديثاً مفترى
أن هذه الآية ،، انما وليكم الله ورسوله والذين
آمنو الذين يقيمون الصلوٰة و يوءتون الزكوٰة
وهم راكعون . نزلت في علي لما تصدق
بخاتمهة في الصلوٰة ، وهذا كذب باء جماع اهل
العلم بالنقل .

﴿منهاج السنة ج ۱ ص ۱۵۶﴾

ابنِ تیمیہ کی عادت بن چکی ہے کہ وہ اپنے ذہن کی تراشیدہ باتیں نقل کرنے کے بعد اِس امر کا اظہار ضرور کرے کہ جو بات میں نے کی ہے اِس پر صاحبانِ علم کا اجماع ہے مگر یہ آج تک معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ اہلِ علم کون ہیں جنہوں نے اس پر اجماع کیا ہے اور کیا وہ اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی زیادہ علم والے ہیں،

بہر حال! ہم متعدّد عبارات سے اہلِ علم حضرات کی تحقیق نقل کر چکے ہیں اِس لئے اپنے مؤقف میں اب اُن چند کتابوں کے نام وغیرہ دَرج کئے جائیں گے جن میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔

حوالے ہی حوالے

- تفسیر احکام القرآن (جصاص) ج ۲ ص ۵۴۲
- المواقف قاضی عضوج ۳ ص ۴۶۱
- تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۵۲
- فصول المہمہ ابنِ صباغ مکی ص ۱۳۳
- تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۴۵
- جمع الجوامع لیسوطی ت ۶ ص ۳۹۱
- تفسیر نسفی ج ۱ ص ۴۹۶
- نور الابصار شبلنجی ص ۷۷
- تفسیر غرائب القرآن ج ۳ ص ۴۶۱
- کنز العمال ج ص ۳۱۹ ج ۷ ص ۳۰۵
- تفسیر بحر المحیط ج ۳ ص ۵۱۴
- تذکرہ سبط ابن الجوزی ص ۹
- اسباب النزول لیسوطی ص ۵۵
- المناقب الخوارزمی ص ۹
- الصواعق المحرقہ ص ۲۴
- اصول الحدیث ابو عبد اللہ الحاکم صاحبِ مستدرک ص ۱۰۲

﴿تہذیب التہذیب ابن حجر ج ۱۱ ص ۴۳۹﴾

﴿ذخائر العقبیٰ ص ۱۰۲ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۲۱﴾

﴿تقریب المرام فی شرح تہذیب الکلام تفتازانی ج ص ۳۲۹﴾

﴿اسباب النزول الواحدی ص ۱۴۸﴾

﴿شرح المقاصد تفتازانی ج ۲ ص ۲۸۸﴾

﴿کفایۃ الطالب الکنجی ص ۱۰۶﴾

﴿التہسیل العلوم التنزیل الکلبی ج ۱ ص ۱۸۱﴾

﴿مطالع النظار بیضاوی ص ۳۷۷﴾

آغاز و انجام اس بحث کا

منقولہ بالا حوالہ جات کے بعد مزید گفتگو کی ضرورت ہرگز نہیں تاہم اِس بحث کا آغاز شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی نکتہ آفرینیوں سے ہوا تھا لہٰذا اُنہی کے آخری نکتے پر اِسے اختتام کے قریب لاتے ہیں ملاحظہ ہو۔

پھر اگر ہم تسلیم کرلیں کہ یہ آیت حضرت مُرتضیٰؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ دلالت اس بات پر ہوگی کہ حضرت مُرتضیٰؑ مُسلمانوں کو مدد دینے والے ہیں اور یہ بات حسب واقعہ ہے، کیونکہ خُدا تعالیٰ نے حضرت مُرتضیٰؑ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ مواقع قتال میں توفیقِ عظیم عطا فرمائی تھی۔

یہاں تک کہ اُن سے اُمورِ عجیبہ کا ظہور ہوا جیسا کہ بدر و اُحد میں آپ کا جنگ کرنا اور غزوَہ خندق میں عَمرو بن عبدود کو قتل کرنا اور خیبر کا قلعہ فتح کرنا، اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں کہ آپ نے مسلمانوں کی امداد کی مگر اِس سے خلافت کہاں مفہوم ہو گئی۔

شاہ صاحب اب تک ابنِ تیمیہ وغیرہ کے افکار کے ساتھ ساتھ خود بھی کافی نکتہ آفرینیاں کرتے رہے ہیں لیکن بالآخر آپ کو دبی زبان سے یہ اِقرار کرنا ہی پڑا کہ اگر ہم اس آیت کو تسلیم بھی کر لیں تو اس سے خلافت کے معنیٰ مفہوم نہیں ہوتے اور ولی کے معنیٰ یہاں مددگار کے ہی ہو سکتے ہیں اور یہ درست بھی ہے کیونکہ حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ غزوات میں شریک ہو کر مُسلمانوں کی نُصرت و امداد فرمائی تھی۔

شاہ صاحب کے اس ''لا'' میں نعم کی پُوری شدّت موجود ہے کیونکہ آپ کا یہ فرمانا کہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں ہے اور پھر ساتھ ہی اس تسلیم و رضا کا اس مرحلہ میں داخل ہو جانا کہ فی الواقع حضرت علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے غزوَہ بدر و اُحد اور احزاب و خیبر میں بے مثال جرأت اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مُسلمانوں کی اِمداد و نُصرت فرمائی اور آپ سے امورِ عجیبہ کا ظہور ہوا، آپ کے حُسنِ تسلیم اور جذبہء رضا کی واضح ترین تصویر ہے۔

بہرحال شاہ صاحب کے اس اقرار نما انکار اور انکار نما اقرار کی اگر وضاحت نہ بھی کی جائے تو صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ شاہ صاحب قبلہ دل سے تو اس آیت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں تسلیم کرتے ہیں مگر محض تردید روافض کی وجہ سے آپ کو قلم کاری کے مُختلف نمونے دکھانے پڑے، ورنہ لفظ وَلی کے معنی مددگار بیان کرتے ہوئے آپ ہرگز یہ بیان نہ کرتے کہ بِلا شُبہ مَولا علی کرّم اللہ وجہہ الکریم نے مُختلف غزوات میں مُسلمانوں کی نصرت وحمایت اور امداد واعانت فرمائی۔

اب جبکہ آخر پر شاہ صاحب نے خود ہی دبی زُبان سے یہ تسلیم کرلیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس میں آپ کی ولایت کے معنیٰ مُسلمانوں کی نُصرت وامداد کرنے والے کے ہیں اور اس کے معنی خلافت کے نہیں ہوسکتے تو پھر ہمیں خوامخواہ مزید بات بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔

اگرچہ ہم آپ کی پُوری عبارت سے صرف یہی ایک ٹکڑا لیکر اپنا مطلب پورا کرسکتے تھے اور بتا سکتے تھے کہ شاہ صاحب کی پہلی تمام عبارات کی تکذیب وتغلیط صرف اِسی ایک ٹکڑے سے ہوسکتی ہے، لیکن ہماری مجبوریاں شائد آپ نہ جانتے ہوں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ موجودہ دَور کے خوارج قبلہ شاہ صاحب کی اسی قسم کی تحریروں کا سہارا لیکر حضور تاجدارِ ہَل اتیٰ مولائے کائنات شیرِ خُدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شانِ اقدس

میں آنے والی تمام تر روایات کو واہی اور باطل ثابت کرنے میں یدِ طُولیٰ رکھتے ہیں۔

کاش ایسا نہ کرتے

بہر کیف! حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی فلسفیانہ انداز فکر میں ڈُوبی ہوئی تحقیق اور اُلجھی ہوئی تحریروں نے عصرِ حاضر کے بے لگام خارجیوں کے لئے مُولائے کائنات سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گُستاخیاں کرنے کی نئی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ حالانکہ اس وقت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصّور میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ کچھ لوگ اُن کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے بڑے مطلب نکال لیں گے، کاش اُنہوں نے ابنِ تیمیہ اور امام رازی کی اِتباع کرنے کی بجائے تردیدِ روافض کا وہی طریقہ اپنایا ہوتا جو علمائے اہلِ سُنّت سلَف صالحین کا تھا۔

بہر کیف! شاہ صاحب کی متذکرہ پیچیدہ عبارتوں اور یک طرفہ اندازِ فکر سے جو نتائج برآمد ہوئے وہ انتہائی خوفناک ہیں جن کا پُورا تعارف مشکل کُشا جلد سوم میں آرہا ہے تاہم اِس کا نمونہ پیشِ خدمت ہے۔

علی راشد خلیفہ نہیں تھے

شاہ ولی اللہ مُحدّث دہلوی نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متعدد ارشادات کی رو سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عثمانِ غنی کی شہادت کے

بعد رشد خلافت کیا، خلافتِ خاصہ وعلیٰ منہاج النبوت کا زمانہ ہی ختم ہوکر زمانہء شر شروع ہوگیا تھا۔ پھر جس سال حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے اس سال کو اُمّت نے ''عام الجماعت'' کا نام دیا اور اس کے بعد سے پھر زمانِ خیر شروع ہوا اصحابِ نبی کے بارے میں قُرآن میں آیات موجود ہیں، علی کے بارے میں ایک آیت بھی نہیں،

﴿شمائل علی ۲۷۵﴾

شاہ ولی اللہ شاہ کی رائے

محدّث دہلوی ازالۃ الخفاء جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے وعدہ کیا کہ وہ حضرت عثمان شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا قصاص ضرور لیں گے، وہ قصاص لینے پر قادر تھے اور حضرت عثمان ذوالنوّرین کے مظلومانہ قتل کا قصاص ضرور لے سکتے تھے مگر اُنہوں نے قصاص نہیں لیا بلکہ اس کے مانع ہوئے۔ حضرت مُرتضیٰ نے خطائے اجتہادی سے کام لیا۔

حضرت علی کے مقاتلات بعد شہادت عثمان اپنی خلافت کی طلب و حصول تھیں نہ کہ باغراض اسلام۔

﴿شمائلِ علی ص ۳۰۱﴾

مولا کے معنے، علمائے دین کی ڈیوٹی، نمک حرامی کی سزا

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى

بعد رشد خلافت کیا، خلافتِ خاصہ وعلیٰ منہاج النبوت کا زمانہ ہی ختم ہو کر زمانہ ءشر شروع ہو گیا تھا۔ پھر جس سال حضرت معاویہ خلیفہ ہوئے اس سال کو اُمت نے ''عام الجماعت'' کا نام دیا اور اس کے بعد سے پھر زمانِ خیر شروع ہوا اصحابِ نبی کے بارے میں قُرآن میں آیات موجود ہیں، علی کے بارے میں ایک آئت بھی نہیں،

﴿شمائل علی ۲۷۵﴾

شاہ ولی اللہ شاہ کی رائے

محدّث دہلوی ازالۃ الخفاء جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے وعدہ کیا کہ وہ حضرت عثمان شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ' کا قصاص ضرور لیں گے، وہ قصاص لینے پر قادر تھے اور حضرت عثمان ذوالنّورین کے مظلومانہ قتل کا قصاص ضرور لے سکتے تھے مگر اُنہوں نے قصاص نہیں لیا بلکہ اس کے مانع ہوئے۔ حضرت مُرتضیٰ نے خطائے اجتہادی سے کام لیا۔

حضرت علی کے مقاتلات بعد شہادت عثمان اپنی خلافت کی طلب و حصول تھیں نہ کہ باغراض اسلام۔

﴿شمائلِ علی ص ۳۰۱﴾

مولا کے معنے، علمائے دین کی ڈیوٹی، نمک حرامی کی سزا

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى

وَنِعْمَ النَّصِيْر ،،

﴿سورۃ انفال﴾

ترجمہ، تولائی (یعنی مولا علی ، مولا علی چلاّنے والے مُشرکوں اور باغیوں) کو بتادو کے مُسلمانوں کو مولا تو صرف اللہ ہے، وہ کیسا اچھّا مولا اور کتنا اچھّا مددگار اور مشکل کشا ہے۔

نوٹ،، ایک دینی عالم کو جب ہم مولانا کہتے ہیں تو اس کے معنی ہیں اے ہمارے غُلام کیونکہ ایک عالم دین سب مُسلمانوں کا غلام ہوتا ہے۔ اس پر ڈیوٹی لگادی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو علم دین کی تعلیم دیتا پھرے ورنہ اپنی نمک حرامی کی سزا بھگتنے کے لئے تیار رہے۔

﴿شمائلِ علی ص ۱۰۲﴾

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں ؟

شاہ صاحب اس زمانے میں ہوتے تو اپنی تحریروں کی یہ تشریحات دیکھ کر یقیناً کانپ اُٹھتے تاہم یہ اَمر غیر مشکوک ہے کہ اُنہوں نے ازالتہ الخفاء نامی کتاب کو شدید تعصّب سے کام لیتے ہوئے ترتیب دیا ہے اور رہی سہی کسر اس کتاب کے مترجم اور مُحشّی نے پُوری کردی ہے۔

اگر آپ احتیاط کا دامن تھام کر رکھتے تو یقیناً اُن کے نام پر خوفناک کھیل نہ کھیلا جاتا، اور اگر آپ موقع محل کو نظر انداز کرتے ہوئے ولی اور مولا

کے معنوں میں اِس قدر وُسعت نہ دیتے تو آج یہ صُورتِ حال نہ ہوتی کہ لفظ ولی اور مولا اللہ تعالیٰ کے لئے تو مددگار اور مُشکل کُشا کے معنوں میں ہے اور دُوسرے لوگوں پر اس کا اطلاق غُلام کے معنوں میں ہوتا ہے۔

یہ مسئلہ علمائے حقّہ اہلِ سُنّت و جماعت کے لئے بالعموم اور شاہ ولی اللہ صاحب کی حقیقی اور معنوی اَولاد کے لئے بالخصوص توجّہ کا مستحق اور لمحہ فکریہ ہے کیونکہ اندریں صورت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بڑھ کر یہ بات مُعلّم ومقصودِ کائنات مَولائے کُل فخرِ رُسُل تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔

قارئین کے لئے

علماء کی خدمت میں اس التماس کے بعد قارئین کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ آپ بھی اپنے طَور پر اپنے دائرہ تحقیق کو وسیع کرتے ہوئے اپنے ایمانوں کے ساتھ ساتھ دوسروں کے ایمانوں کو بھی خارجیوں کے زہر سے بچانے کی کوشش کریں۔

اس بحث کے ساتھ ہی یہ جلد اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے تیسری جلد کا آغاز انشاءاللہ العزیز ان آیات کی تفصیل وتشریح سے ہوگا جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زیرِ بحث آیت کی تائید میں نازل ہوئیں اور آپ نے وہ پڑھ کر صحابہ کرام کو سُنائیں اور اُن کی تفسیر اپنی زُبان فیض

ترجمان سے کرتے ہوئے فرمایا کہ علی تمہارا اُسی طرح مُولا ہے جس طرح میں تُمہارا مولا ہوں اور اس اَمر کی بھی وضاحت ہوگی کہ حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام جمیع مومنین کے کس طرح ولی اور مولا ہیں، تاہم یہاں زیبِ عُنوان آیتِ کریمہ کے پیشِ نظر کے طور پر چند نکات بیان کرنے کے بعد اس جلد کا خاتمہ کیا جاتا ہے۔

علی مومنوں کے مددگار ہیں

اسلام کے گذشتہ اداوار میں سوائے ابنِ تیمیہ اور اسکی ذُرّیت کے چند معدودے لوگوں کے تمام تر علماء وفقہا اہلِ سُنّت اس اَمر پر متفّق ہیں کہ آیتِ کریمہ انما ولیکم الله ورسوله میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شرکت محض مومنوں کے دوست اور ناصر و مددگار کے معنوں میں ہے اور یہ کہ اِس سے خلافتِ بلافصل کے معنی مفہوم نہیں ہوتے۔

ہماری تحقیق کے مطابق علمائے وہابیہ اور دیابنہ نے بھی اپنی تفسیروں میں زیرِ آیت یہی معنے بیان کیے ہیں مگر افسوس اور ہزار افسوس اِس پر ہے کہ یہ لوگ اِس قرار واقعی حقیقت کے مُقر ہونے کے اور حضرت علیؑ کو ولی کے معنوں میں دوست اور مددگار ماننے کے باوجود نہ تو ان کو دوست تسلیم کرتے ہیں اور نہ مددگار۔

اگر مدد گار ھیں

ہم پُوچھتے ہیں کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مومنوں کے مدد گار ہیں اور بقول تُمہارے بھی قُرآنِ مجید کی نقصِ صریح اِس پر شاہد عدل ہے تو آپ لوگ اس امر کی مخالفت میں کیوں اپنے آپ کو ہلکان کر رہے ہیں۔

کیا آپ اِس آیت کے مفہوم کو صرف صحابہ کرامؓ کے دور تک ہی محصُور و مقیّد کر دینا چاہتے ہیں جبکہ قُرآنِ مجید میں اِس اَمر کی ہرگز وضاحت موجود نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور حضرت علی کرّم اللہ وجہہُ الکریم صرف ان چند سالوں کے لئے مومنوں کے دوست اور ناصر و مددگار ہیں۔

اب جبکہ آیتِ کریمہ کے کسی ایک لفظ میں بھی کسی خاص زمانہ کے لئے نُصرت و امداد اور دوستی کو حصر نہیں کیا گیا تو آپ اغثنی یارسُول اللہ اور یا علی مدد جیسے جُملوں کو ادا کرنے کی بجائے انہیں شرک میں کیوں داخل کرتے ہیں اِس صُورتِ حال پر بھی غور کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ کہیں آپ ایسا کرنے سے اِس آیتِ کریمہ کے مخاطبین یعنی مومنین کے زُمرہ سے ہی نہ نکل جائیں کیونکہ یہ فرمانِ خُداوندی مومنوں کے ساتھ دوستی اور مومنوں ہی کی نُصرت و امداد سے مشروط ہے۔

حق یہ ہے

حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ، مومنوں کے حقیقی مددگار اور دوست ہیں جبکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجازاً بالاصالت ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مجازاً بالنیابت ہیں اور یہ امداد اور دوستی کسی خاص زمانہ کے لئے محدود و مقید نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اِس امداد اور دوستی کا انکار کر دینا خود کو زمرہ مومنین میں شمار نہ کرنے کے مترادف ہے۔

تمت بالخیر

الحمد للہ علی ذالک والصلوٰۃ والسلام علیٰ
رسول خیرِ خلقہ ونُورِ عرشہ محمد وآلہ
وصحبہ اجمعین۔

مشکل کُشا جلد سوم کی جھلکیاں

(۱) حدیث غدیر تحقیق کے آئینے میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو انہی معنوں میں مومنوں کا مولا فرمایا ہے جن معنوں میں آپ مومنوں کے مولا ہیں اِس اَمر کی شہادت متعدد قرآنی آیات سے پیش کی گئی ہے۔

(۲) آیتِ تطہیر پر عصر حاضر کے خوارج کے اعتراضات کا تفصیلی محاکمہ اور اُس آیت کریمہ کے ذیل میں آنے والے وجدانی لطائف مُحبانِ اہلِ بیت کے دلوں کی ٹھنڈک کے لئے مضبوط اور خنک دلائل۔

(۳) دُنیا میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی ایک ایسی ہستی ہیں جنہیں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہونے کا شرف حاصل ہے قرآن و حدیث کے متعدد حوالہ جات سے مُزّین اور خوبصورت بحث،

عصرِ حاضر میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھائی چارہ قائم کرنے والوں پر ضربِ شدید فرمانِ علی کے مطابق حضور کے بھائی بننے والے پاگل ہیں۔

(۴) مولائے کائنات کی شان میں آنے والی متعدد قُرآنی آیات کا حسین وجمیل اور فرحت بار گُلدستہ جس کی ہر آیت کی شان نزول معتبر

کتابوں سے پیش کی گئی ہے۔

(۵)عصرِ حاضر کے خارجیوں کی ناپاک جسارتوں کے نمونے ''آگ ہی آگ'' اور اُس کا محاسبہ علاوہ ازیں محبت وعقیدت کے سینکڑوں خوش نما پھول جو بارگاہ حیدرِ کرار میں پیش کئے گئے ہیں اور یہ پھول وہ ہیں جو کبھی نہیں مُرجھائیں گے کیونکہ اُنہیں گُلستانِ قُرآنِ عظیم اور چمنستانِ حدیث رسول سے چُنا گیا ہے۔

بہر کیف! کتاب مُشکل کشا جلد سوم بھی پہلی دو جلدوں کی طرح محبانِ حیدر کرار کے لئے یقیناً یقیناً ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

قارئین کی دعائیں شاملِ حال رہیں تو انشاء اللہ العزیز جلد ہی تیسری جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہوجائے گی۔

وما توفیقی الا باللہِ العظیم

صائم چشتی

اہلِ تصوف حضرات کے لئے ایک نادر و نایاب تحفہ
شیخ الاکبر محی الدین ابن العربیؒ کی مشہور زمانہ تصنیف

فتوحاتِ مکیہ

اُردو ترجمہ

حضرت علامہ صائم چشتیؒ

چشتی کُتب خانہ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد فون 2646756

موبائل 0321.4926515

سینکڑوں حوالوں سے مزیّن والدِ حیدرِ کرّار
جناب حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان پر
ایمان افروز کتاب

ایمانِ ابی طالب

حضرت علامہ صائم چشتیؒ

چشتی کتب خانہ
ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد فون 2646756
موبائل 0321.4926515